Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

مدیرۂ اعلیٰ: عذرا رسول
مدیرہ: انجم انصار ...... معاون: آمنہ حماد

## اداریہ

مجھے کچھ کہنا ہے — مدیرہ 15

## خصوصی انٹرویو

عذرا رسول سے ملاقات — رضوانہ پرنس 51

## سلسلے وار ناول

شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں — شیریں حیدر 18
اگر ملنا نہیں ممکن — ذکیہ بلگرامی 92
ایک تھی نیناں — راحت وفا 160
خوشبو کا سفر — عالیہ بخاری 246

## ناولٹ

میں چاندنی — میمونہ خورشید 132
قربتوں کی دوری — رضوانہ پرنس 220

## افسانے

بے وفا جب سامنے آیا — سلمیٰ عندلیب 41
کبھی کبھی — عطیہ عمر 69
ناگن — بلقیس جہاں 113
ایسی کی تیسی — عظمیٰ آفاق سعید 183
میرے چارہ گر کو نوید ہو — تسنیم منیر علوی 189
ہیپی برتھ ڈے — حرا فاطمہ 209
چاند ہرجائی ہے — بشریٰ گوندل 241

## شوبز

گئے دنوں کا سراغ لے کر — نیلوفر عباسی 291
کون کیا کر رہا ہے — مہتاب خان 294

پبلشر و پروپرائٹر: عذرا رسول • مقام اشاعت: C-63 فیز II ایکس ٹینشن ڈیفنس کمرشل ایریا مین کورنگی روڈ کراچی 75500
پرنٹر: جمیل حسن • مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

## مستقل عنوانات

دین کی باتیں — ادارہ 16
بہنوں کی محفل — مدیرہ 271
پاکیزہ ڈائری — عظمیٰ آفاق سعید 287
جلترنگ — انجم انصار 301
میں اکثر گنگناتی ہوں — صغریٰ زیدی 306
میرا انتخاب — آمنہ حماد 308
سنیے — پاکیزہ بہنیں 311
خوش ذائقہ — پاکیزہ بہنیں 314
روحانی مشورے — ادارہ 316
شوابے میوکلینک 318

شعبہ اشتہارات
نیجر اشتہارات محمد شہزاد خان 0333-2256789 نمائندہ کراچی محمد عثمان خان 0333-2168391
نمائندہ لاہور فرخ علی نازش 0333-4214400 رانا لئے حمید 0323-2895528
جلد 39 • شمارہ 02 • جون 2011 • زرسالانہ 600 روپے • قیمت فی پرچہ پاکستان 50 روپے •
پتا: پوسٹ بکس نمبر 662 کراچی 74200 • فون (021)35895313 فیکس (021)35802551 E-mail:jdpgroup@hotmail.com

Scan & PDF
EJAZ AHMED
Friends Korner.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مجھے کچھ کہنا ہے......!

آج کا انسان تہذیب وتمدن کے لحاظ سے گو بہت آگے نکل گیا ہے لیکن اس کی وہ جبلت اور فطرت تبدیل نہیں ہوسکتی۔ آج بھی وہ جسمانی، رواجی اور سماجی ضروریات کی تکمیل کے لیے سخت محنت ومشقت کرتا ہے۔ گو اس کی ضروریات کی نوعیت اب کافی تبدیل ہوچکی ہے لیکن انہیں پورا کرنے کے لیے اسے کچھ نہ کچھ تگ ودو اور محنت ومشقت کرنی ہی پڑتی ہے اور اس طرح جب وہ اپنی ان ضروریات وخواہشات کی تکمیل کرتا ہے تو اسے ایک عجیب قسم کا لطف حاصل ہوتا ہے جسے وہ قلبی تسکین وآسودگی کا نام دیتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں ہم کو یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ محنت اور مشقت کے بغیر اگر ہمیں بہتر سے بہتر چیزیں اور لذیذ سے لذیذ غذائیں فراہم ہوجائیں تو بھی ہم ان سے اس طرح لطف اندوز نہیں ہوسکتے جس طرح ہم خود اپنی محنت اور مشقت کے ذریعے حاصل کی ہوئی چیزوں اور نعمتوں سے ہوتے ہیں۔

یہ ایک خوب صورت حقیقت ہے کہ زندگی کا لطف دراصل ہمارے کام کا ہی انعام ہے اور کام کے بغیر لطف زندگی کا صحیح تصور قائم ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ اگر اس دنیا میں کسی انسان کی زندگی سے کام کا عنصر خارج کردیا جائے تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے جو لوگ اپنے کاموں سے گھبراتے ہیں یا آج کا کام کل پر ٹالنے میں لگے رہتے ہیں وہ بڑے ہی بدقسمت ہوتے ہیں، وہ کام کی اہمیت کو کبھی سمجھ ہی نہیں پاتے۔

اس دنیا میں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے جو سب سے زیادہ حیات بخش ٹانک عطا کیا ہے وہ کام ہی ہے۔

اور جو شخص اپنے کاموں میں پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ مصروف ہوتا ہے اور ان میں ہر طرح سے دلچسپی لیتا ہے وہ یقیناً اس دنیا کا سب سے زیادہ ہشاش بشاش اور مطمئن فرد ہے۔ آپ اپنے آپ کو کس کیٹیگری میں شمار کرتے ہیں۔ کام کرنے والوں میں یا کاہلوں میں۔

مدیرہ
انجم انصار

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

(پھر تمہیں موت کا کیا خوف) تم جہاں کہیں ہو گے تمہیں موت پالے گی اور اگرچہ (محفوظ اور) مضبوط محلوں میں رہو اور (ذرا ان کافروں کو دیکھو) اگر انہیں کچھ فائدہ پہنچتا ہے (تو) کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے (تو نبی سے) کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے (ان سے) کہہ دو کہ فائدہ، نقصان) سب اللہ (ہی) کی طرف سے ہے پس ان لوگوں کو کیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں (۷۸) جو فائدہ تجھے پہنچتا ہے وہ (صرف) اللہ (کے فضل) سے اور جو نقصان تجھے پہنچتا ہے وہ تیرے (اعمال بد کے) سبب سے اور (اے نبیؐ) ہم نے تم کو لوگوں کی طرف پیغمبر (بنا کر) بھیجا ہے اور (اس بات کا) اللہ گواہ بس ہے (۷۹) جو کوئی رسول کی اطاعت کرے تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو اعراض کرے تو ہم نے تم کو ان پر نگہبان (بنا کر) نہیں بھیجا (۸۰) اور (منافق) کہتے ہیں کہ طاعت (یعنی ہم آپ کے مطیع ہیں) پھر جب تمہارے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ جو (تم سے) کہہ چکے ہیں اس کے خلاف رات کو مشورہ کرتے ہیں اور جو مشورہ کرتے ہیں اللہ (اس کو) لکھ لیتا ہے پس تم ان سے اعراض کرو اور اللہ پر بھروسا رکھو اور اللہ (تمہارا) کارساز بس ہے (۸۱) پس کیا یہ (قرآن کے منکر) قرآن میں غور نہیں کرتے اور (اتنا نہیں خیال کرتے کہ) اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بڑا اختلاف پاتے (۸۲)

(سورۂ نسا آیت نمبر ۷۸ تا ۸۲)

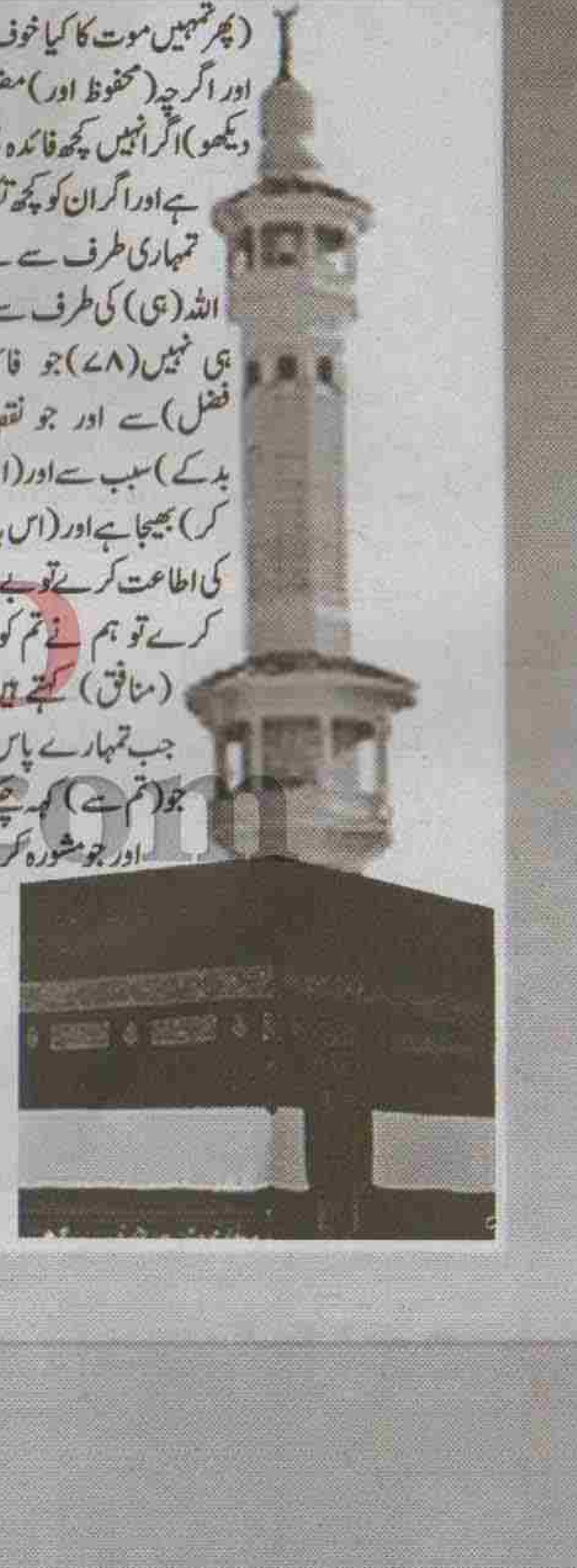

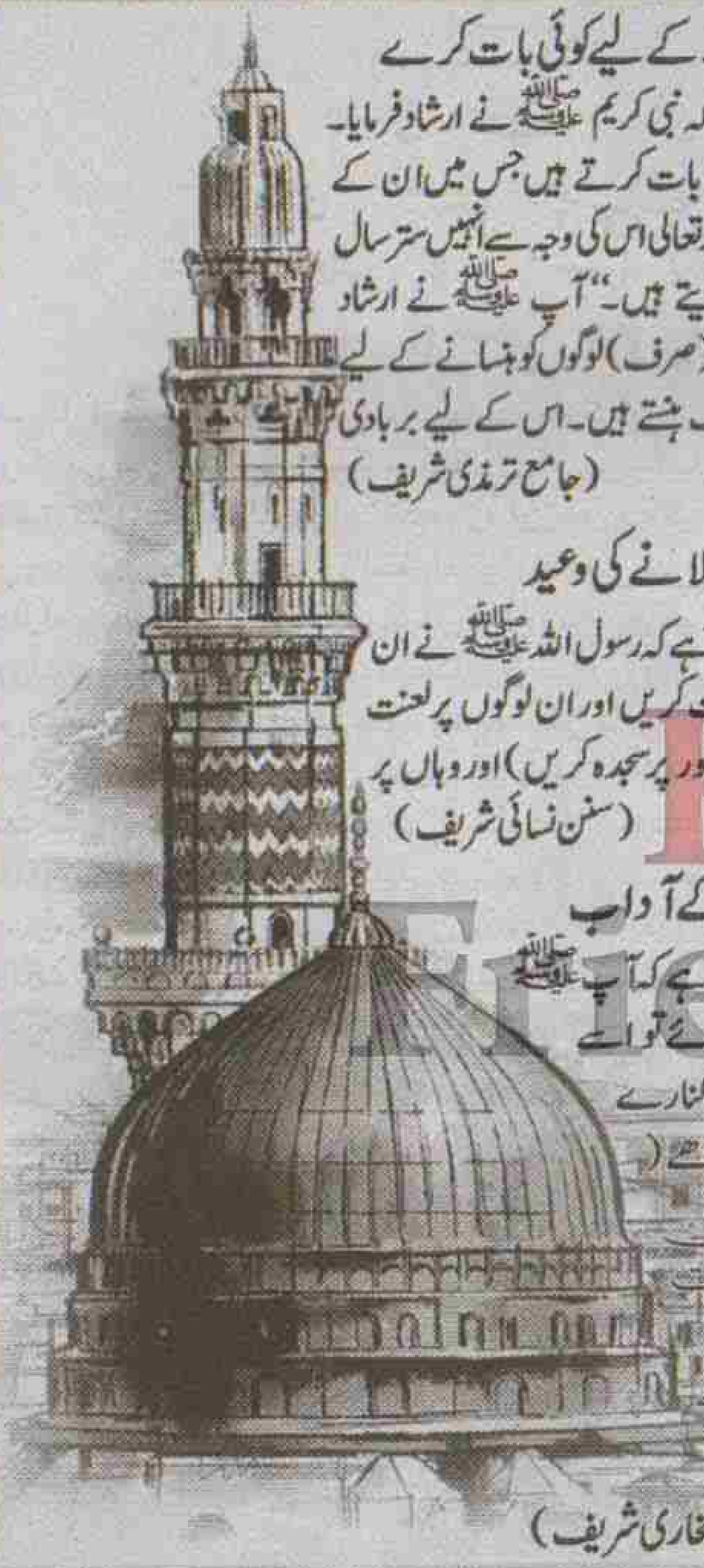

## جو شخص صرف لوگوں کو ہنسانے کے لیے کوئی بات کرے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایسی بات کرتے ہیں جس میں ان کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے انہیں ستر سال کی مسافت تک دوزخ میں پھینک دیتے ہیں۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو (صرف) لوگوں کو ہنسانے کے لیے کوئی جھوٹ بات کرتا ہے جسے سن کر لوگ ہنستے ہیں۔ اس کے لیے بربادی ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔"

(جامع ترمذی شریف)

## قبر پر چراغ جلانے کی وعید

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان خواتین پر لعنت فرمائی جو قبور کی زیارت کریں اور ان لوگوں پر لعنت فرمائی کہ جو قبور کو مساجد بنائیں (یعنی قبور پر سجدہ کریں) اور وہاں پر چراغ روشن کریں۔

(سنن نسائی شریف)

## بستر پر جانے کے آداب

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص اپنے بستر پر جائے تو اسے چاہیے کہ اسے (بستر) اپنے کپڑے کے کنارے سے تین مرتبہ صاف کر لے اور یہ دعا پڑھے (باسمك رب وضعت جنبي وبك ارفعه ان امسكت نفسي فاغفرلها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين)

(صحیح بخاری شریف)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

# شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں

شیریں حیدر

تم ناحق شیشے چن چن کر
دامن میں چھپائے بیٹھے ہو
شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں
کیا آس لگائے بیٹھے ہو

اس ناول میں شیشوں سے مراد صنفِ نازک ہی ہے کہ جس کے ساتھ مرد نے کبھی بھی اور کسی بھی دور میں ایسا سلوک روا نہیں رکھا، جیسا کہ رکھا جانا چاہئے تھا۔ تخلیق کائنات سے لے کر اب تک مرد اور عورت کے مابین نت نئے رشتے قائم ہوتے رہے ہیں، یہ رشتے جو محبت اور احترام کے متقاضی بھی ہوتے ہیں، کبھی انھیں یہ محبت اور احترام میسر آتا ہے اور کبھی نہیں... ان دونوں کے مابین ایک ازلی رشتہ ہوس کا ہے، عورت ہمیشہ مرد کا پسندیدہ شکار رہی ہے اور رہے گی۔ عورت کا احترام عموماً مرد نے جن رشتوں میں کیا ہے وہ ماں، بہن یا بیٹی ہیں... بیوی کم کم ہی احترام کی حقدار ٹھہرتی ہے، وہاں بھی جہاں محبت کے بلند و بانگ دعوے کیے جاتے ہیں۔ بد قسمتی سے بہت سی ایسی صورتِ حال بھی آجاتی ہیں، جب عورت کا احترام بالکل ہی نہیں کیا جاتا، خواہ وہ ماں ہو، بہن یا بیٹی... مرد پر جب غصہ سوار ہو یا اس کی انا اور ضد کا معاملہ ہو تو سبھی رشتے ناتے پس پشت ڈال دیتا ہے۔ غصہ مرد کے دماغ پر حکمرانی کرتا ہے تو وہ عورت کو اپنی چٹکیوں میں مسل کر اپنی مردانہ حس کی تسکین کرتا ہے۔

**آئیں دیکھتے ہیں کہ مرد و زن کے اس تعلق میں کون کیا کھوتا ہے اور کیا پاتا ہے**

قسط 3

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"موجی! میں نے ایک اندازہ لگایا ہے مگر اس اندازے کی درستگی کی صورت میں بڑی کشمکش میں پڑ جاؤں گی۔" موجی کی ماں نے اس کے سر میں تیل لگاتے ہوئے کہا۔ موجی کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا مگر وہ خاموش رہی۔

"پوچھے گی نہیں کہ میں نے کیا اندازہ لگایا ہے؟"

"آپ خود ہی بتادیں۔" اس نے اپنے لہجے کی لرزش پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی۔

"تیری ماں ہوں کملی!" انہوں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔ "اور تو مجھ سے بھی اپنے دل کا حال چھپاتی ہے؟"

جواب میں اس نے مڑ کر اپنا تیل میں چپڑا ہوا سر اُن کی گود میں رکھ دیا۔

"کون ہوسکتا ہے وہ بھلا؟" انہوں نے تجسس قائم کرنے کی کوشش کی۔

"شاید قائم ہو۔" انہوں نے بلی تھیلے سے باہر نکال دی اور وہ مزید اُن کی گود میں گھستی چلی گئی۔ انہوں نے اسے کھینچ تان کر گود سے نکالا اور خود سے دور کیا۔

"یہ کیا بے وقوفی ہے، سارا تیل تم نے میرے کپڑوں پر مل دیا ہے...... اگر یہ بات نہیں ہے تو صاف صاف بول کر کہو، یہ کیا ناراضی دکھانے کو میری گود میں گھسی چلی آرہی ہو!"

"میں نے کب کہا ہے کہ یہ بات نہیں ہے امی جان؟" حیرت سے آنکھیں پٹپٹا کر اس نے ماں کو دیکھا جو کہ شرارت سے مسکرا رہی تھیں۔

"امی جان!" اس نے پھر اپنا سر اُن کی گود میں گھسیڑ دیا۔

"مجھے تم سے اسی نادانی کی امید تھی موجی...... تم نے بھی چمکتی ہوئی چیز کو سونا سمجھ لیا ہے!" ان کے لہجے میں تاسف کی سی کیفیت تھی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا امی جان؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا کچھ جانتی ہو تم اس کے بارے میں؟" انہوں نے اس پر سوال داغا۔

"میں کیا جانوں گی، اس کو بیٹا تو آپ نے بنایا ہوا ہے، گھر میں اس کو مقام آپ نے دے رکھا ہے...... اس گھر میں وہ اس طرح رہتا ہے جیسے یہ اس کا اپنا گھر ہو...... اور مجھ سے پوچھ رہی ہیں کہ میں اس کے بارے میں کیا جانتی ہوں؟" اس نے جرح کی۔

"موجی کسی کو بیٹا بنانے یا سمجھنے کے لیے شاید ایسے اوصاف کی ضرورت نہیں ہوتی، جن اوصاف کی ایک پڑھی لکھی لڑکی کا جیون ساتھی بننے کے لیے ہوتی ہے۔" انہوں نے اس کے بال سمیٹتے ہوئے کہا۔

"صاف بات کریں امی! میں کچھ سمجھی نہیں اور آپ کو علم ہے کہ پہیلیاں مجھے کبھی بھی پسند نہیں رہیں۔" اس نے بے قراری سے کہا۔

"قائم علی چٹا ان پڑھ ہے موجی!" ان کے الفاظ سے ماحول پر ایک عجیب سی کیفیت اتر آئی تھی جیسے ابھی ابھی کسی نے کسی جرم کا اعتراف کیا ہو...... ایک طویل خاموشی کا وقفہ ان دونوں کے بیچ آگیا تھا۔ صرف ان ہلکی ہلکی سانسوں کی آوازیں تھیں، جنہیں کوشش کر کے بھی نہ سنا جا سکتا تھا۔ "موجی!" دیر کے بعد موجی کو آواز آئی



جیسے کوئی کسی اندھے کنویں سے بولا ہو۔

"میں کیا کروں امی جان؟" اس کے لہجے میں اتنی بے بسی تھی کہ اُن کا دل اس کے دکھ سے بھر گیا، اُن کی بیٹی نے آرزو کی بھی تو ایسے چاند کی کہ جس کا داغ فراموش کیے جانے کے قابل نہ تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس نے اپنا سر پھر ماں کی گود میں رکھ دیا اور قطرہ قطرہ پگھلنے لگی۔

"سوچ لو۔" انہوں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ "کوئی بھی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا...... اور ہاں! زیادہ دیر بھی نہ کرنا۔"

☆☆☆

"رانی تجھے کیا ہو گیا ہے، کام کچھ کہتی ہوں تو کرتی کچھ ہے۔" رانی کی ماں نے اسے ڈانٹا، اس نے اسے روٹی بنانے کو کہا تھا کہ اس کا ابا آنے والا تھا اور وہ آٹے کا تھال لے کر آٹا گوندھنے بیٹھ گئی تھی۔ "آٹا تو میں نے گوندھ دیا تھا کم بخت۔"

"صحیح کہتی ہے ماں تو! میں تو ہوں ہی کم بخت، ایسی ہی جو بختوں والی ہوتی تو!" اس نے ماں کی پھٹکار سن کر گوندھا ہوا آٹا ڈھک کر ایک طرف رکھا اور لکڑیوں والے چولھے میں آگ جلانے لگی۔ آگ جلنا شروع ہوا تو اس کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہی تھیں...... اس سے پہلے تو کبھی اس طرح اس کی آنکھیں آگ جلانے سے لال نہیں ہوئی تھیں۔

"کیا کیا ہے اب تو نے اپنی آنکھ کو؟" ماں نے پاس آ کر اس کی لال انگارہ آنکھوں کو دیکھ کر سوال کیا۔

"کچھ نہیں اماں، دھوئیں سے۔" اس نے فوراً اپنی آنکھوں کو مسلا۔

"نہ ہی لکڑیاں گیلی ہیں نہ تو نے آگ پہلی دفعہ جلائی ہے رانی؟" ماں نے اس کے چہرے میں جیسے کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کی۔

"وہ اماں۔" وہ گڑبڑائی۔ "اصل میں وہاں روتی رہی تھی۔" اس نے دل کڑا کے سچ کہہ دیا۔

"کہاں روتی رہی تھی تو اور کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اماں اُدھر کھیتوں میں، وہ وہاں چوہدری صاحب کو سانپ نے کاٹ لیا تھا ناں۔" اس نے ماں کو بتایا۔

"آئے ہائے! کون سے چوہدری صاحب مرے ہیں؟" اس نے دکھ سے پوچھا۔

"اللہ نہ کرے اماں!" اس کے سینے پر جیسے کسی نے دھموکا دے مارا ہو۔

"تو پھر تو کیوں رو رہی ہے؟" اس کی ماں نے اس کا منہ دیکھا۔ "اور ہمیں اس سے کیا لینا دینا، تم وہاں کام کرنے گئی تھیں یا رونے کے لیے...... اور ہاں پیسے بھی لے کر آئی ہو کہ نہیں؟"

"اماں!" وہ بھل بھل رونے لگی، ماں اس سے پوچھ رہی تھی کہ وہ پیسے لائی تھی کہ نہیں؟ وہ پیسے تو کیا لاتی، اپنا دل بھی شاید کہیں وہیں بھول آئی تھی اور اپنے وجود کے اور جانے کتنے ہی ٹکڑے اسی گھنے پیڑ تلے کھو کر آگئی تھی۔

"اب کیا ہوا؟ روٹی پکانا شروع کرے گی یا یونہی اپنے نصیبوں کو روتی رہے گی؟" ماں کے منہ سے پھول جھڑ رہے تھے، وہ آنسو پیتی، روٹیاں توے پر ڈالنے لگی۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

☆☆☆

فاخرہ کی حالت بگڑ گئی تھی، دونوں ماں بیٹیوں کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔ حویلی میں کسی کو اس بات سے غرض نہیں رہی تھی کہ کون دو بدنصیب تھیں جنہوں نے اس دنیا میں آنکھیں کھولی تھیں کہ ان کی ماں کی زندگی بھی خطرے میں تھی اور باپ کی بھی۔ بھوک کی جبلت اور دنیا میں آ کر عدم تحفظ کے احساس سے مغلوب ہو کر وہ بلند تانوں سے رو رہی تھیں...... ان کی ماں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی۔

معراج اور زرتاج کے پسینے چھوٹے جا رہے تھے، کسی ملازمہ کی بلند آواز فاخرہ کے کانوں میں پڑ گئی تھی کہ اس نے پھر بیٹی بلکہ ایک نہیں دو دو بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ ''کیا کمی تھی تیرے پاس میرے مولا جو مجھے انہی میں سے ایک بیٹا دے دیتا؟'' وہ بین کر کر کے رو رہی تھی۔

''یوں نہیں کہتے میری بیٹی!'' معراج اس کے بالوں میں پیار سے انگلیاں پھیر رہی تھی۔ اس وقت اس کے سامنے اس کی بیٹی جیسی تھی، اس نے زندگی اور موت کی جنگ لڑ کر ابھی دو زندگیوں کو جنم دیا تھا۔ زرتاج ملازمہ کی مدد سے اس وقت ماں کے ساتھ جد و جہد میں مصروف تھی، اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ چند گھنٹے قبل ہی اس عورت نے اسے دھتکار کر اپنے کمرے سے نکال دیا تھا...... اس کے سامنے ایک ایسی مظلوم عورت تھی، جو دو بیٹیوں کو جنم دے کر ان کے اور اپنے مقدر کی سیاہی سے خوفزدہ تھی۔

''آ جائیں اماں!'' زرتاج نے ماں کو پکارا، وہ فوراً زرتاج کی مدد کو لپکی۔ گھنٹے بھر کے بعد ذرا سا سکون ہوا تھا، صورتِ حال قابو میں تھی۔ معراج نے پوری کوشش کی تھی کہ چوہدری اکبر علی کو سانپ کے کاٹنے کی خبر فاخرہ کے کانوں میں نہ پڑے ورنہ حالات اور بھی مشکل ہو جاتے۔

ملازماؤں کی مدد سے زرتاج نے ہی بچیوں کو سنبھالا، ایک کو نہلایا، دوسری کو صاف کیا کیونکہ اس کا رنگ اسے نیلا نیلا سا لگ رہا تھا...... معراج نے فاخرہ سے کہا کہ وہ ہمت کر کے اٹھے اور بچیوں کو باری باری دودھ پلائے۔

''پر بی بی جی، پہلا دودھ تو سنا ہے کہ بچے کے لیے زہر ہوتا ہے؟'' ایک ملازمہ نے حیرت سے پوچھا۔

''بالکل غلط خیال ہے یہ تو...... جانے یہ جاہل عورتیں کیسی کیسی باتیں پھیلا دیتی ہیں!'' معراج نے غصے سے کہا۔

''تو آپ کیا پڑھی لکھی ہیں؟'' ملازمہ نے حیرت سے اس سے پوچھا تو جواب میں معراج نے فقط اثبات میں سر ہلایا۔

''اور آپ کی بیٹی بھی؟'' معراج نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔ زرتاج کو اس نے کم سہولیات کے باوجود بھی پرائیویٹ میٹرک کا امتحان دلوایا تھا اور اب وہ ایف اے کی تیاری کر رہی تھی۔

''ان باتوں کو چھوڑو، ان بچیوں کے لیے کوئی دودھ کا بندوبست کرو۔'' زرتاج نے چلاتی ہوئی بچیوں کی طرف اس کی توجہ مبذول کروائی۔

''جی جاتی ہوں! بڑی چوہدرانی صاحبہ سے پوچھتی ہوں۔'' کہہ کر وہ تیز تیز قدموں سے باہر کو چل دی۔

''اِدھر لائیں بی بی ان پیدائشی بدقسمتوں کو۔'' فاخرہ نے حلق میں پڑنے والے پھندوں کو روکا۔ ''ان کی



دادی تو کہے گی کہ ان کو زہر دے دو، جس طرح شاید اس نے اپنی دو بیٹیوں کو دیا ہوگا۔ جتنی زندگی ہے وہ تو ان کو جی لینے دوں!''

معراج نے فوراً ایک بچی کو سمیٹ سماٹ کر ماں کی گود میں دیا اور زرتاج کے ساتھ مل کر تکیوں کے سہارے فاخرہ کو سیدھا کر کے بٹھایا۔ بچی ماں کا قرب ملتے ہی خاموش ہو گئی تھی، دوسری کو ابھی تک معراج گود میں لے کر تھپک تھپک کر چپ کروا رہی تھی...... اسے لگا کہ وہ بچی اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر زرتاج کی طرف دیکھا، وہ بھی اسی بچی کو دیکھ رہی تھی، ماں کے چہرے کے تاثرات اس سے چھپے نہ تھے۔ اس نے نظروں ہی نظروں میں ماں سے سوال کیا، معراج نے اس کے خدشے کی تائید کی تو اس کی آنکھوں میں پانی اترنے لگا...... جس زندگی کو اس نے تھوڑی دیر قبل ہی وجود میں آتے دیکھا تھا، کیا وہ اسے موت کے منہ میں بھی جاتے دیکھنے والی تھی۔ اسے اتنی گھٹن محسوس ہوئی کہ وہ اس کمرے سے باہر نکل آئی، اندر بیٹھے بیٹھے تو یہ اندازہ ہی نہیں ہوا تھا کہ باہر کتنا اندھیرا چھا چکا تھا، وہ بے اختیاری میں چلنے لگی کسی معمول کی طرح۔

''یہ ماں بیٹیاں کس وقت جائیں گی اب؟'' ایک زنانہ آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔

☆☆☆

''رابعہ! اک بات پوچھوں؟'' جہانگیر نے اپنی محبوب بیوی سے کہا۔

''ٹھیک ہے پوچھیں لیکن ایک ہی بات ہو!'' اس نے ہنس کر کہا۔

''میں سنجیدہ ہوں رابی!'' جہانگیر نے ہلکی سی ناراضی سے کہا۔

''سنجیدہ ہیں تب بھی ایک سوال ہی کریں!'' اس نے پھر ہنس کر کہا۔

''اچھا ٹھیک ہے میں بات نہیں کر رہا تم سے۔'' جہانگیر نے کروٹ بدل لی۔

''اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟'' اس نے ان کے بھاری وجود کو کھینچ کر اپنی طرف منہ پھیرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ ''آپ نے خود کہا کہ ایک بات پوچھوں، میں نے کیا غلط کہا؟'' اس کی اس بات پر جہانگیر کی ہنسی نکل گئی اور وہ اس بات سے بھی لطف لے رہا تھا کہ کیسے وہ ان کے بھاری وجود کو ہلانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

''خالص خوراکیں کھلائی ہیں ہماری ماں نے ہمیں، اتنی کمزور نہیں ہیں کہ کوئی ہمیں ہلا سکے...... ایک سے بڑھ کر ایک طاقت ور ہیں ہم سارے بھائی!'' وہ سادگی میں کہہ رہا تھا اور وہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اسے ایک طاقت ور کی طاقت کا نشانہ بننے سے بچا لیا تھا۔ یہ سوچ کر ہی اس کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا تھا، وہ خاموش رہی تھی، تھوڑی دیر پہلے چٹر چٹر بولنے والی کو فوراً چپ لگ گئی تھی۔

''کیا ہو گیا ہے جی، بولتی کیوں بند ہو گئی ہے؟'' اس نے ہنس کر پوچھا۔

''آپ کچھ پوچھنے والے تھے؟'' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''ہاں، وہ یاد آیا...... تم اس گھر میں خوش تو ہو نا؟ میرا مطلب ہے تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟'' جہانگیر نے سوال کیا۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''کیوں، میں نے کب کہا کہ میں یہاں ناخوش ہوں؟'' اس نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو جہانگیر کو احساس ہوا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ سچ ہے۔

''بتائیں نا، کس نے کہا آپ سے؟'' اس نے اصرار کیا۔

''کسی نے نہیں کہا، یونہی مجھے لگا۔'' وہ بولتے بولتے رک گیا۔

''کس بات سے لگا آپ کو؟'' اس نے سوال داغا۔

''اصل میں رابی، بابو جی نے مجھ سے کہا کہ میں اور تم شہر چلے جائیں...... تو میں سمجھا کہ شاید تم نے بابو جی سے کوئی ایسی بات نہ کی ہو کہ تمہیں یہاں کوئی مسئلہ یا تکلیف ہے۔'' اس نے کہا۔

''مجھے کیوں ہونے لگا یہاں کوئی مسئلہ اور اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں تو آپ بابو جی سے پوچھ لیں!'' اس کے لہجے میں اعتماد تھا جو اسے اس بات پر تھا کہ بابو جی اس کا راز کبھی آشکار نہیں کریں گے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ جہانگیر کی اس غضب کی قیافہ شناسی پر حیران بھی تھی۔ ''اور مجھے کوئی شوق نہیں شہر جانے کا، میں ابھی جا کر بابو جی سے کہتی ہوں کہ وہ آپ کی جگہ شجاع کو شہر بھیج دیں!''

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا، تم بابو جی سے یہ کہنے جا رہی ہو؟ اتنی جرأت تو آج تک ہم میں نہیں آئی کہ ہم ان کی کسی بات سے انکار کریں!'' جہانگیر نے اسے تھام لیا جیسے وہ ابھی اٹھ کر چل دے گی۔

''تو پھر ہم شہر کیسے جا سکتے ہیں، آپ کو کیا میری حالت کا اندازہ نہیں ہے؟'' اس نے اس کی توجہ اپنی حالت کی طرف مبذول کرائی جیسے وہ اس کی حالت کو جانتا نہ تھا۔

''میں نے بابو جی سے بات کی تھی رابی، وہ سب سوچے بیٹھے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ اماں ہمارے ساتھ جائیں گی اور جب تک تم گھر سنبھالنے کے قابل نہیں ہو تیں وہ ہمارے ساتھ ہی رہیں گی!'' انہوں نے اسے بابو جی کا پورا پلان بتایا تھا۔

''مگر بابو جی۔'' اس نے ذرا خفگی سے کہا تھا۔ ''وہ کیسے رہیں گے؟ اُن کا خیال کون رکھے گا؟''

''تھوڑے عرصے کی بات ہے، بابو جی کی بات کو ٹھکرانا میرے بس کی بات نہیں رابی، انہوں نے کہا ہے تو سب کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہا ہوگا۔'' جہانگیر تو بات کر کے آنکھیں موند کر لیٹ گیا تھا مگر وہ کیسے سو سکتی تھی۔

☆☆☆

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے بابو جی؟'' اس نے احتجاج کیا.... جب بابو جی نے اسے بتایا کہ ان کے ذہن میں یہ تجویز آئی تھی کہ اسے اور جہانگیر کو شہر بھیج دیا جائے۔ تب تک کے لیے جب تک شجاع کی شادی نہیں ہو جاتی یا وہ ان کی بات نہ سمجھ جائے۔

''کیا نہیں ہو سکتا بیٹی؟'' انہوں نے مسکرا کر کہا تھا۔

''آپ یہاں، ہم وہاں...... نہیں نہیں، ہرگز نہیں! آپ کا خیال کون رکھے گا اگر اماں ہمارے ساتھ چلی گئیں تو؟'' اس نے بحث کی تھی۔ ''خاندان کے چند افراد ہیں ہم، وہ بھی بکھر جائیں، یہ تو کوئی زندگی نہ ہوئی بابو جی!''

''میں عزت کو زندگی سے اہم سمجھتا ہوں رابعہ اور جب تک حالات موافق نہیں ہو جاتے ہمیں اسی تجویز پر



عمل کرنا ہوگا...... فی الوقت میرے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی قابلِ عمل منصوبہ نہیں ہے''۔ انہوں نے حتمی لہجے میں کہا تھا۔

''مسئلہ تو میرا ہی ہے نا بابو جی تو میں تھوڑے عرصے کے لیے امی کے پاس چلی جاتی ہوں۔'' اس نے ایک اور حل تجویز کیا۔

''کیوں جاؤ گی تم آپا کی طرف اور یہ کیسے کہہ دیا کہ یہ تمہارا مسئلہ ہے، یہ میرا مسئلہ ہے، اس گھر کا مسئلہ ہے، میری عزت کا مسئلہ ہے۔'' وہ گرجے تھے۔ ''اب میں اس کے بعد اس بارے میں مزید بات نہ سنوں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے بحث کے سارے راستے بند کر دیے تھے۔ اسے پھر بھی گمان تھا کہ جب بابو جی، اماں یا جہانگیر سے بات کریں گے تو وہ ان کو ان کے اس ارادے سے باز رکھ سکیں گے مگر ایسا ہوا نہیں تھا اور بابو جی نے اپنا فیصلہ صادر کر دیا تھا۔

جہانگیر نے بتایا تھا کہ انہوں نے کسی کو شہر بھیج دیا تھا کہ وہ کرائے پر شہر میں گھر دیکھیں، اس کے بعد خود جہانگیر کو جا کر اس گھر میں ضروری سامان ڈلوانا تھا تا کہ جب رابعہ اور اماں جائیں تو گھر مکمل طور پر سیٹ ہو۔ باقی ماندہ کام تو ساتھ لے جانے والے ملازم بھی کر سکتے تھے۔ اماں بھی اس پروگرام سے واقف تھیں اور بابو جی کو قائل کرنے کی کوشش میں ناکام ہو چکی تھیں۔

شہر میں رہنے کی خواہش تو ہمیشہ اس کے اندر جاگتی تھی مگر یوں اپنا گھر چھوڑ کر شہر جا کر آباد ہونا...... اس کی خواہشوں کے کسی کھاتے میں نہ تھا۔ کیسے وہ شہر جا کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے، جانے کب تک انہیں شہر رہنا ہوگا، اپنوں سے دور...... شجاع کی شادی تک یا اس کے سدھرنے تک؟ شادی تو ہو سکتا ہے کہ ہو جائے مگر اس کا سدھرنا تو ناممکنات میں سے تھا۔

''واہ ری قسمت۔'' اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری، جانے آنے والا وقت اپنے جلو میں ان کے لیے کیسی کیسی انوکھی دنیائیں لانے والا تھا۔

☆☆☆

''تو نا باجی جی! وہ ہے نا اپنا میکل...... میرا خصم جی۔'' اس نے چبا چبا کر بات کی۔ ''کہتا ہے اگر تو کام نہیں چھوڑے گی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا!''

''تو چھوڑ دے کام...... اگر تیرا خاوند نہیں چاہتا کہ تم کام کرو۔'' مریم نے اس سے جان چھڑانے کی خاطر کہا۔

''تو باجی جی، آپ نے کیا کام چھوڑا اپنے خاوند کے کہنے پر جی، اسی نے آپ کو چھوڑ دیا نا!'' جینا کے یوں کہنے پر اس کے وجود میں جیسے بجلی کا کرنٹ لگا تھا، جانے اس کی معلومات کا ذریعہ کیا تھا مگر وہ اس کی معلومات کو جھٹلا بھی نہیں سکتی تھی۔

''جس بات کا علم نہ ہو، اس بارے میں یوں بک بک نہ کیا کرو جینا! تمہیں کیا علم کہ میرا خاوند کیسا برا انسان تھا۔'' اس نے غصے سے کہا۔ ''وہ مجھ سے اسکول کی باعزت نوکری چھڑوا کر دھندا کروانا چاہتا تھا کیونکہ اس کے خیال میں میری آمدنی کم تھی۔''



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''یہی بات ...... بالکل یہی بات ہے، یہی تو میکل کہتا ہے باجی!'' اس نے جھاڑو بھی ہاتھ سے رکھ دی تھی۔ ''وہ بھی تو مجھے دھندا ہی کرنے کو کہتا ہے، اس کی دارو کے لیے میری کمائی کم ہے۔''

''تو کیا خود وہ کوئی کام نہیں کرتا؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی مریم اس سے پوچھ بیٹھی۔

''نکما ہے جی بالکل، آپ کے خاوند کی طرح۔'' اس نے ہاتھ نچا کر کہا۔

''تمہیں فضول بکواس کرنے کی بہت عادت ہے جینا، اپنا کام کرو اور میرے ساتھ بے مقصد باتیں کر کے نہ میرا وقت ضائع کرو نہ اپنا...... دس گھروں میں تم نے کام کرنا ہوتا ہے اور خالی خولی اوپر اوپر سے جھاڑو لگا کر چلی جاتی ہو۔'' حقیقت ہی سہی مگر اس کی کڑواہٹ مریم کے اندر تک اتر گئی تھی...... اس محلے میں اس کے بارے میں معلومات اس طرح پھیل چکی ہوں گی، اسے اس کا گمان بھی نہ تھا تو کیا اسے گھر بدل لینا چاہیے؟

''جینا۔'' اس نے جینا کو پکارا۔

''جی باجی جی؟'' اس نے پھر جھاڑو سے توجہ ہٹائی اور ہمہ تن گوش ہو گئی۔

''تمہیں میرے اور میرے حالات کے بارے میں کس نے بتایا؟'' اس نے آہستگی سے پوچھا۔

''اے لو باجی جی! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، سارا محلہ جانتا ہے...... جب آپ لوگوں کا جھگڑا ہوا اور وہ آپ کو طلاق دے کر چلا گیا...... جس کو نہیں پتا تھا اس کو بھی آپ کی ہمسائیاں بتا دیتی ہیں بلکہ ان کا تو مقابلہ ہوتا ہے کہ پہلے کون نئے آنے والوں کو اس اندر کی خبر سے آگاہ کرے۔''

''اتنے گندے ذہن کے لوگ بستے ہیں اس محلے میں، اس سے تو کہیں بہتر ہے کہ میں یہ محلہ ہی چھوڑ دوں۔'' اس کا دل عجیب سی تکلیف سے دوچار ہو گیا تھا، اس نے تو کبھی کسی کی بات نہیں کی تھی، کسی کا برا نہ چاہا تھا تو پھر لوگ کیوں اس کے بارے میں ایسی خبریں دلچسپی لے لے کر ایک دوسرے کو سناتے تھے۔

''محلہ تبدیل کر لینے سے عورت کی بدنامی کے قصے لوگوں کو بھول نہیں جاتے باجی، کوئی جا کر نئے محلے میں شوق سے آپ کی داستان کسی ایک کو چٹخارے لے لے کر بتا کر آ جائے گا...... اور پھر وہی کافی ہو گا۔'' جینا نے کہا، وہ جو سوچے بیٹھی تھی کہ محلہ تبدیل کر لے گی تو اس کی پہچان بدل جائے گی، ملول ہو گئی۔

''تو پھر میں کیا کروں؟'' بے بسی سے وہ اسی سے پوچھ رہی تھی، جسے وہ تھوڑی دیر قبل بک بک کرنے سے منع کر رہی تھی۔

''اسی لیے تو میں میکل سے طلاق نہیں لیتی باجی جی...... لولا لنگڑا، ٹوٹا پھوٹا...... جیسا بھی ہو، مرد کے ساتھ کا بڑا آسرا ہوتا ہے جی عورت کو، ایک طلاقن کی وقعت ہی کیا ہے جی؟'' جینا بولنا شروع ہو گئی تھی۔ ''اور پھر میری تو اولاد بھی نہیں ہے، وہ چاہے تو اور بیاہ کر لے۔'' جینا جیسے اسے اسی کی کہانی سنا رہی تھی۔ وہ بھی تو پانچ سالوں میں اولاد پیدا نہیں کر سکی تھی اور وہ بھی شاید اس سے جان ہی چھڑانا چاہتا تھا جو ذرا سی بات کو بہانہ بنا کر...... جھگڑا بنا کر، اسے گلی میں کھڑے ہو کر طلاق دے گیا تھا۔

''کام ختم کرو جینا جلدی، میرے سر میں درد ہے۔'' اس نے اسے ٹالا۔

''سر دبا دوں باجی؟'' جینا نے فوراً اپنی خدمات پیش کیں۔

''نہیں، تم کام ختم کرو، میں نماز پڑھ لوں پھر چائے بنا کر پیتی ہوں۔''

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com



☆☆☆

''امی جان!'' اس نے بھاری آواز میں کہا تو انہوں نے رب کا شکر ادا کیا کہ وہ ذرا ہوش میں آئی تھی۔

''کیا بات ہے امی کی جان؟'' انہوں نے اس کے تپتے ہوئے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ''کوئی یوں بھی بیمار پڑتا ہے، خود ترس ہوا اور اتنا تیز بخار ہو گیا ہے تمہیں...... ہلکی حرارت محسوس ہوتے ہی اپنی دوا وغیرہ لے لیتیں تم!''

''میں ٹھیک ہوں اب۔'' کمزور سی آواز میں اس نے کہا۔

''خاک ٹھیک ہو، سارے گھر کو پریشان کر رکھا ہے تم نے...... یہ تو بھلا ہو قائم علی کا...... جو تمہاری کیفیت بتا کر ڈاکٹر سے دوا لے کر آ گیا اور تمہارے بخار کا زور ٹوٹا ہے۔'' اس کی ماں نے انکشاف کیا تو وہ نقاہت کے باوجود مسکرا دی، وہ جو اس ساری بیماری اور غنودگی میں پل پل اس کے ساتھ رہا تھا، حقیقت میں بھی یہاں آیا تھا۔

''اس نے کیسے کیفیت بتا دی میری ڈاکٹر کو؟'' اس نے ماں سے پوچھا۔

''جانے کیسے، بس آ کر تمہیں دیکھا اور کہا جا کر ڈاکٹر کو کیفیت بتا کر دوا لے کر آتا ہوں، وہ تو چاہ رہا تھا کہ تمہیں لے جا کر ڈاکٹر کو دکھایا جائے مگر تمہارے ابا ہی راضی نہ ہوئے۔'' امی جان بتا رہی تھیں۔

''میں اٹھ کر ہاتھ منہ دھو لوں تو پھر چائے۔'' اس نے ماں کا ہاتھ تھام لیا۔

''تم ٹھیک تو ہو ناں موہی؟'' انہوں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''ہوں۔'' وہ مسکرائی تھی۔

''کوئی پریشانی تو نہیں ہے ناں؟'' انہوں نے پوچھا۔

''نہیں...... کوئی نہیں، ساری پریشانیاں دور ہو گئی ہیں۔''

''میں سمجھی نہیں؟'' انہوں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

''سمجھ جائیں گی، جب میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں گی!''

''اور تم مجھے سمجھانے کی کوشش کب کرو گی؟'' انہوں نے ضدی انداز میں سوال کیا۔

''جب مجھے ایک کپ چائے ملے گی۔'' وہ ہنسی، کمزور سی ہنسی۔

''اور اگر میں کہوں کہ پہلے سمجھ پھر چائے تو؟'' انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

''چلیں پہلے سمجھا دیتی ہوں۔''

''میں انتظار کر رہی ہوں!'' اس کے ذرا سے توقف پر بھی اُن کو بے چینی ہو رہی تھی اور وہ جو اپنی بات ان کو سمجھانے کے لیے مناسب الفاظ سوچ رہی تھی، ان کے مخل ہونے پر ان کی طرف دیکھنے لگی۔ ''کیا بات ہے موہی؟''

''امی جان!'' اس نے بے سوچے سمجھے کہا۔ ''میں اب بھی قائم علی سے شادی کرنا چاہتی ہوں، آپ اس کا عندیہ لے لیں اور ابا جی سے بات کر لیں۔'' انہوں نے شدتِ جذبات سے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

☆☆☆

''جینا مجھے کچھ دنوں کے لیے پشاور جانا ہے۔'' مریم نے اس سے کہا۔ ''تم کام سے چھٹی کر لینا!''

"مگر میں تو چھٹی نہیں کرنا چاہتی۔" اس نے تردد کیا۔

"گھر بند ہوگا، تم کام کیسے کرو گی؟" اچانک اسے سمجھ میں آگیا کہ وہ کیوں ایسا کہہ رہی تھی۔ "بھئی تنخواہ نہیں کٹے گی تمہاری، فکر نہ کرو۔"

"پر باجی جی آپ جا کیوں رہی ہیں؟" اس نے باچھیں پھیلا کر پوچھا۔

"وہاں میری ایک خالہ زاد رہتی ہے، میری اپنی تو بہن کوئی نہیں تھی، اس لیے اس کا اور میرا پیار بالکل ایسے ہی تھا جیسے ہم سگی بہنیں ہوں۔ وہ بیاہ کر پشاور چلی گئی اور پھر ملاقات کم کم ہوگئی۔" اس نے جینا کو بتایا۔

"مگر میں نے تو تین سالوں میں کبھی آپ کی بہن کو آتے ہوئے نہیں دیکھا؟" جینا نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، وہ اپنے گھر، شوہر اور بچوں میں مصروف ہے، اب ذرا بیمار سی ہے اور مجھے یاد کر رہی تھی، یوں بھی چھٹیاں ہیں تو میں نے سوچا جا کر اس سے مل آؤں...... اس کی عرصہ دراز کی شکایت بھی دور ہو جائے گی اور اس کے بچوں سے بھی ملاقات ہو جائے گی، بہت عرصے پہلے جب ملے تھے تو بہت چھوٹے چھوٹے سے تھے۔ انہیں تو اپنی خالہ کی شکل بھی یاد نہ ہوگی۔" جانے کیسے اپنی عادت کے برخلاف اس نے اتنی لمبی بات کی تھی۔

"شاید مجھے جینا کے ساتھ رہ رہ کر بے مقصد لمبی گفتگو کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"جلدی آجانا باجی جی!" جینا نے اس سے کہا۔

"تمہیں اس سے کیا کہ میں کب آتی ہوں، تمہیں تو اپنی پوری تنخواہ مل جائے گی۔" اس نے جینا کو گھورا۔

"وہ تو مجھے پتا ہے باجی جی، پر ویسے ہی کہہ رہی تھی۔" اس نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"تم کیا اداس ہو جاؤ گی میرے لیے؟" ایک موہوم سی امید کے سہارے اس نے پوچھا، دنیا میں اس کے سوا اور کون تھا، جسے اس کے بارے میں فکر ہوتی...... جس کی خاطر ماں باپ اور ان کا گھر چھوڑا تھا، وہی بیچ راہ میں چھوڑ گیا تھا تو اور کسے اس کی پروا ہوتی...... صرف ماں باپ کا گھر ہی نہیں چھوڑا تھا، جب ملک کا بٹوارا ہونے والا تھا اور وہ سب ملک چھوڑ دور دیس جا بسے تھے تو وہ اس روز کتنی تنہا ہوئی تھی...... شاید وہ اسی لیے یہ ملک چھوڑ گئے تھے کہ بدنامی کا جو طوق ان کی بیٹی نے ان کے گلے میں ڈالا تھا، وہ جیتے جی ان کے گلے سے اترنے والا نہ تھا۔

"اداس تو میں بہت ہو جاؤں گی باجی، اس میں کیا شک ہے۔" جینا نے کہا تو اسے کتنی مسرت ہوئی تھی۔

"ویسے بھی جس جگہ آپ جا رہی ہیں، ایسی نہیں کہ آپ زیادہ عرصہ رہ سکیں۔"

"وہ کیوں بھئی، میری بہن کا گھر ہے وہ؟" اس نے جینا کی طرف دیکھ کر تعجب سے پوچھا۔

"یونہی باجی جی، آپ کو جانتی ہوں نا اچھی طرح!"

"تو تم سمجھ رہی ہو کہ میں بھی تمہارے لیے اداس ہو جاؤں گی؟" وہ مسکرائی تھی۔

"میں ایسی کون سی چیز ہوں باجی، جس کے لیے آپ اداس ہو جائیں گی، بس یونہی ایک خیال آگیا تھا۔" جینا نے حقیقت پسندی سے کہا۔



"کیا خیال آگیا تھا، ذرا میں بھی تو سنوں تمہارے سنہری خیالات؟" چائے کی چسکی لے کر مریم نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"یونہی، ذرا کہنا تھا کہ احتیاط کریں، آپ کی بہن کا کوئی شوہر بھی ہوگا...... آپ کا بہنوئی، اس سے ذرا محتاط رہنا ہوگا۔ اکیلی عورت تو مردوں کے لیے اسی طرح ہوتی ہے جیسے کتوں کے لیے گلی میں پڑی ہوئی ہڈی۔" جینا نے بے دھڑک ہو کر کہا۔

"شرم کرو جینا، تم نے انہیں دیکھا نہیں ہے اس لیے اس طرح کی فضول بات کر رہی ہو...... وہ تو میرے بڑے بھائیوں جیسے ہیں، ان کے تو بچے بھی جوانی کی سرحدوں کو چھو رہے ہیں...... میری شادی میں صرف جاوید بھائی اور سائرہ آپا نے شرکت کی تھی۔" مریم نے ہلکی سی خفگی سے کہا۔

"سگے بھائیوں کے علاوہ کوئی بھائی ہوتا ہے نہ بھائی جیسا، نہ کوئی بیٹا نہ باپ...... رشتے وہی ہیں باجی جو خدا نے بنا دیے ہیں۔ خدا کے بنائے ہوئے رشتوں کے علاوہ کوئی اپنا نہیں بنتا۔"

"اب تم زیادہ سقراطن نہ بنو تو بہتر ہے جتنی بات پوچھی جائے اتنا ہی جواب دیا کرو۔" مریم کی ڈانٹ سن کر وہ بدمزہ ہوگئی تھی، کتنے آرام سے وہ بیٹھی ان کے ساتھ مزے مزے کی باتیں کر رہی تھی۔

"کام ختم کرو اور اپنا مگ لے کر آؤ، میں تمہیں چائے ڈال دوں۔"

"جی اچھا!" پل پل رنگ بدلنے والی یہ باجی بھی عجیب ہی تھی۔

☆☆☆

وہ جہاں تھی، وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی، اسے تو یہ بھی علم نہ تھا کہ ماں بیٹیوں سے مراد وہ اور اس کی ماں بھی ہو سکتی ہیں...... وہ تو صرف ان کے سرگوشیانہ انداز سے ٹھٹکی تھی۔ اس نے سانس بھی روک لی اور ہمہ تن گوش ہوگئی۔

"چوہدرانی جی نے کہا ہے کہ کسی کو شک نہ ہو، وقت اور موقع ایسا دیکھنا ہے کہ کسی سے سامنا ہونے کا امکان نہ ہو!" ایک آواز نے کہا تھا۔ "مجھے تو ترس بھی آرہا ہے، دل ہی نہیں چاہتا کہ۔"

"جو کام چوہدرانی جی نے کہا ہے، وہ تو کرنا پڑے گا۔" دوسری آواز نے کہا۔ "جتنا انعام اس کام کا ملا ہے، آج تک کسی کام کا نہیں ملا حتیٰ کہ چوہدری صاحب کے کاموں پر پردہ ڈالنے پر بھی نہیں۔"

"لیکن یہ کتنا بڑا گناہ ہوگا، قتل کے برابر۔" پہلی آواز میں خوف تھا۔

"تو وہ کیا گناہ نہیں ہوتے یا قتل نہیں کہلاتے؟" دوسری آواز نے کہا۔

"وہ تو ایک لحاظ سے نیکی بھی ہوتی ہے ان معصوم لڑکیوں کے ساتھ، جو اپنی معصومیت گنوا بیٹھتی ہیں اور دوسروں کے گناہ کا بوجھ بھی انہیں ڈھونا پڑ جاتا ہے۔"

"تو کیوں کرتے ہیں گناہ یہ بڑے لوگ؟ سزائیں غریب بھگتیں...... اچھا ہے گلی گلی اور گھر گھر پیدا کریں ان کی اولادوں کو اور چھوڑ دیں انہیں رلنے کے لیے۔" اس آواز میں بغاوت کی بو تھی۔

"تو انہیں کیا پروا ہے، ان گلیوں میں رلنے والی اولادوں کی...... جانے کتنی ہی رل رہی ہوں گی، ختم تو وہ ہوتی ہیں جن کو چوہدرانی پکڑ لیتی ہیں...... انہیں ان اولادوں کی کیا پروا جو گناہ کا نتیجہ ہیں، جنہیں جائز



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

اولادوں کے قتل کا حکم صادر کرتے وقت بھی خوفِ خدا نہیں آتا۔'' دوسری آواز نے بتا دیا تھا کہ چوہدرانی صاحبہ نے کیا حکم صادر کیا تھا، اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں، اسے لگا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑی نہ ہو سکے گی۔

''بس تو نے تو میرا ساتھ دینا ہے، ہمت کر۔''

''میں نے کبھی ایسا کام کیا نہیں، اس لیے بہت ڈر لگ رہا ہے۔'' خوف اس آواز میں محسوس کیا جا سکتا تھا۔

''میں نے کہا نا کہ تم نے میرا ساتھ دینا ہے، کام تو میں ہی کروں گی مگر ایک ہوتی تو میں اکیلی بھی کر لیتی، اس سے پہلے ایسے کام ہوتے رہے ہیں اور ہماری مائیں یہ کام کرتی رہی ہیں...... اب ہم نے ان کی ذمے داریاں سنبھالنی ہیں، اس لیے ذرا بہادر بن۔ اپنی حرکتوں سے کسی کو شک میں نہ ڈال دینا!'' دوسری آواز نے کہا تھا۔

''ٹھ...... ٹھیک ہے!'' اس نے کہا، زرتاج کو اس بات میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ وہ دونوں شکیلہ بی بی کی خاص ملازمائیں تھیں اور اس کی جڑواں پوتیوں کے قتل کی خاص الخاص ذمے داری پر متعین کی گئی تھیں۔

''کس قدر بے رحم عورت ہے یہ۔'' زرتاج نے خود سے کہا اور آہستگی سے واپسی کی راہ پر چل دی۔

''کہاں رہ گئی تھیں تم؟'' معراج بی بی اس کی غیر حاضری پر پریشان تھی، اس کمرے سے باہر بھی نہیں جا سکتی تھی۔ ''میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی، اس حویلی میں یوں مت گھوما پھرو۔''

''یونہی ذرا دل گھبرا رہا تھا اماں۔'' اس نے دل کی کیفیت کو دبانے کی کوشش کی۔

''سب ٹھیک تو ہے نا؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' معراج نے اس کو تشویش سے دیکھا۔

''کیسی ہے اب یہ چھوٹی؟'' اس نے موضوع بدلا تاکہ ماں کی جرح سے بچ سکے، ہمت پا رہی تھی نہ اسے سمجھ میں آ رہا تھا کہ کس طرح وہ ماں کو وہ گفتگو بتائے جو وہ باہر سن کر آ رہی تھی۔ اس معصوم جان کو دیکھ کر اسے ترس آ رہا تھا، جس کی قسمت کا فیصلہ وہ عورت کر رہی تھی جو اس کی سگی دادی تھی...... اس کا دل بھر آیا۔

''کیا کرتی ہو، یوں نہ رو! اللہ کرم کرے گا۔'' معراج سمجھی کہ اس کی بیٹی بچی کی حالت دیکھ کر رو رہی ہے، اسے بھی اندازہ تھا کہ وہ بچی بچنے والی نہیں ہے۔

''ابھی تک ان کی دادی نہیں آئی، ان کو دیکھنے کے لیے؟'' اس نے اس کے ننھے سے گال کو چھوا۔

''ان کے باپ کو سانپ نے ڈس لیا تھا، سب اسی پریشانی میں ہیں۔'' معراج نے مڑ کر فاخرہ کی طرف دیکھا اور یہ اطمینان کر کے کہ وہ سو رہی ہے، ہلکی سی سرگوشی میں کہا تھا۔

''اوہ۔'' زرتاج کو سن کر دکھ ہوا۔ ''اللہ بہتر کرے ان سب کے لیے!''

''چوہدرانی آ جائے تو ہم چلیں...... یہ بچی تو مشکل ہی ہے کہ بچے تاہم اگر کسی طرح اسے شہر لے جائیں تو اس کے بچنے کے امکانات ہیں!'' معراج نے اسے بتایا۔

''شہر۔'' زرتاج بڑبڑائی۔ ''وہ تو ان کی جان کے درپے ہیں، وہ ان کی جان بچانے کو نہیں کیونکہ شہر لے کر جائیں گے، شکر کریں گے کہ ایک خود ہی چلی گئی، صرف ایک قتل کروانا پڑی تھی ان کو۔''

''کچھ کہا تم نے؟'' معراج نے اس کی طرف دیکھا۔



''نہیں...... نہیں تو، میں بھلا کیا کہوں گی!'' اس نے فوراً کہا۔

''زرتاج یہ بچی چند لمحوں کی مہمان نظر آتی ہے مجھے، تم یہیں ٹھہرنا، باہر نہ نکلنا...... زچہ بچہ کو اکیلا چھوڑنا ٹھیک نہیں اور میں جا کر اطلاع کروں چوہدرانی کو کہ بچی ٹھیک نہیں اور مجھے بچنے والی نہیں لگتی۔'' معراج اسے ہدایات دے کر رخصت ہوئی۔

''جائیں اور اطلاع کریں، خوش خبری سنائیں انہیں...... اس کے عوض شاید وہ آپ کا منہ موتیوں سے بھر دیں۔'' وہ خود سے ہی باتیں کر رہی تھی۔ اس نے غور سے دیکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ بچی اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہی تھی...... اس نے اس کمزور اور بے جان پڑتے جسم کو اٹھایا اور ماں کی ساری نصیحتیں بھلا کر باہر کو لپکی، اسے معلوم تھا کہ چوہدرانی کا کمرا کس طرف تھا۔ اسے سینے سے لگائے لگائے وہ اُدھر کو لپکی۔

''تمہیں کہا ہے معراج کہ اسے مرنے دو جو خود مر رہی ہے بلکہ کچھ ایسا کرو کہ وہ دوسری بھی۔'' چوہدرانی شکیلہ کی آواز آ رہی تھی۔

''خدا کا خوف کریں چوہدرانی جی، کیوں اپنے سر ایسا گناہ لیتی ہیں۔'' معراج بی بی گھگیائی تھی۔

''جو کہا سو کہہ دیا۔'' شکیلہ کی آواز میں شدید غصہ تھا۔ ''اب تو میں اس بدبخت کو طلاق دلوا کر رہوں گی، اس نے میرے گھر میں ڈائنیں اکٹھی کرنا شروع کر دی ہیں۔''

''ایک بے بس عورت کو آپ ایسے جرم کے لیے موردِ الزام ٹھہرا رہی ہیں جس میں اس کا کوئی قصور ہی نہیں۔'' معراج بی بی نے ہمت کر کے کہا۔ ''شاید آپ کو علم نہیں کہ بیٹا یا بیٹی ہونے کا ذمے دار مرد ہوتا ہے عورت نہیں۔''

''اپنے پاس رکھو تم اپنی حکمت کی باتیں۔'' شکیلہ نے غصے سے کہا، وہ تو اس کم عقل عورت کو یہ بھی نہیں سمجھا سکتی تھیں کہ یہ سائنسی حقائق تھے جسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ سائنس کیا ہے۔

''اماں...... یہ۔'' زرتاج اب اس بچے کو لے کر مزید وہاں کھڑی نہیں رہ سکتی تھی۔

''کچھ کریں چوہدرانی جی، اس کو شہر کے بڑے اسپتال میں پہنچانا ہو گا کسی نہ کسی طرح۔'' معراج نے التجا کی۔

''شہر پیدل جایا جا سکتا ہے نہ گھوڑوں پر، گاڑی پہلے ہی میرے لال کو لے کر شہر گئی ہوئی ہے...... ہائے میرا لال...... جانے کس حال میں ہو گا؟'' وہ زور زور سے سینہ پیٹنے لگیں تو ملازماؤں کا جمگھٹا جمع ہو گیا تھا...... بچی زرتاج کے ہاتھوں سے معراج کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے...... ملازمائیں سسکیاں لے کر رونے لگیں، زرتاج کی آنکھوں سے بھی موٹے موٹے آنسو بہنے لگے۔

''کم بخت ماریو!'' شکیلہ نے اپنی ملازماؤں کو ڈانٹا۔ ''رو کس بات پر رہی ہو، دفعہ ہو جاؤ ساری باہر اور جا کر منشی کو بندوبست وغیرہ کرنے کو کہو، ایک مر گئی ہے جانے دوسری بھی بچے کہ نہیں...... شہر سے اب تو چوہدری صاحب بھی آنے والے ہوں گے۔'' ان کے کسی انداز سے نہیں لگ رہا تھا کہ انہیں اس بچی کی وفات کا ذرہ بھر بھی دکھ ہوا ہے اور ہوتا بھی کیوں...... وہ تو ان دونوں بچیوں کے موت کے پروانے پر دستخط کر چکی تھیں، اس بے چاری نے تو مر کر بھی انہیں اپنے ناحق خون کے گناہ سے بچا لیا تھا۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

☆☆☆

''اماں مجھے لیٹرین جانا ہے۔'' زرتاج کے پیٹ میں بھنور سے پڑ رہے تھے۔

''وہیں ہے فاخرہ کے کمرے کے ساتھ ہی بلکہ میں یہاں ہوں، تم یوں کرو کہ جاؤ اور وہیں رہو!'' معراج نے اسے سمجھایا۔

''جاتی ہوں اماں، آپ بھی جلدی آجانا۔'' وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے رکھے فاخرہ کے کمرے کی طرف بڑھی۔

غسل خانے سے باہر نکلی تو فاخرہ گہری نیند میں تھی، اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کھو چکی ہے اور جانے اور کیا کیا کھونے والی ہے...... شوہر کو سانپ نے ڈس لیا تھا، اسے یہ بھی علم نہ تھا۔ دوسری بچی ماں کے پہلو میں سو رہی تھی، معصوم سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے۔ زرتاج نے جانے کس جذبے سے مغلوب ہو کر اسے اٹھا لیا، کتنی پیاری بچی تھی۔ جانے یہ اس کا ارادی عمل تھا یا قدرت اس سے یہ نیکی کروانا چاہ رہی تھی، بچی کو سینے سے لگائے وہ اس حویلی سے اس طرح نکلی تھی کہ کسی کی نظر میں بھی نہیں آئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی، اپنے ہوش و حواس میں ہوتی تو اس بات سے خوف زدہ ہوتی کہ اس کے اس عمل کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے، وہ کسی معمول کی طرح کھڑی تھی کہ دور سے سست قدموں کی آواز قریب آگئی اور دروازہ کھلا۔

''تم!'' شاکر اسے رات کے اس پہر اپنے گھر کے دروازے پر تنہا دیکھ کر جتنی بھی حیرت کا اظہار کرتا، کم تھا۔

☆☆☆

''معراج بی بی، ولد علی احمد! آپ کا نکاح قائم علی ولد حاکم علی کے ساتھ بعوض حق مہر دس ہزار روپے کے کیا جاتا ہے، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟'' قاضی صاحب کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

''دس ہزار روپے؟'' آس پاس موجود لوگوں نے دانتوں میں انگلیاں دبا لیں، شادیوں پر سلامی میں جس زمانے میں ایک روپیہ بہت بڑی سلامی سمجھی جاتی تھی، اس وقت دس ہزار کا حق مہر معمولی بات نہ تھی۔ اس کے علاوہ ایک سو تولہ سونا زیورات کی صورت میں بری کے ایک سو ایک جوڑوں کے ساتھ آیا تھا۔ قائم علی نے معراج کو دوسروں کے علاوہ اس کی اپنی نظروں میں بھی معتبر کر دیا تھا۔ ابھی تو وہاں لوگوں کو اس جائیداد کی تفصیل کا علم ہی نہ تھا جو قائم علی، معراج کو شادی کے تحفے کی صورت میں دینے والا تھا بلکہ اس کے نام لکھوا چکا تھا۔ معراج کے والدین اور بھائیوں کو البتہ اس کی بابت معلوم تھا۔

''ہوں!'' گھونگٹ کی آڑ سے ہلکی سی آواز آئی۔

''بیٹا! واضح طور پر بولیں تاکہ نکاح کی کارروائی کو آگے بڑھایا جا سکے!'' قاضی صاحب نے دوبارہ اپنے الفاظ دہرائے۔

''جی...... قبول ہے!'' اس کے منہ سے ان الفاظ کا ادا ہونا تھا کہ نکاح نامے پر ولی اور گواہان کے دستخط لیے گئے، نکاح کا رجسٹر موجی کے سامنے رکھ کر قاضی صاحب نے اسے بتایا کہ اسے کہاں پر انگوٹھا لگانا ہے۔

''پین دیں!'' اس نے آہستگی سے کہا تو قاضی صاحب نے پین اسے تھمایا، اس نے نکاح نامے پر



مطلوبہ خانوں میں دستخط کر کے اپنی زندگی کو قائم علی کے نام کر دیا تھا۔ مردوں کا سارا قافلہ باہر نکل گیا تو موجی کو دلہن بنایا جانے لگا۔ قاضی صاحب اب قائم علی سے نکاح کی کارروائی پوری کرنے گئے تھے۔ وہی قائم علی، جس سے جب موجی کی ماں نے پوچھا تھا کہ کیا وہ موجی کو پسند کرتا ہے اور اگر وہ کہیں کہ اُن کی بیٹی سے شادی کر لو تو......

''آپ مذاق کر رہی ہیں امی؟'' وہ ہکلانے لگا تھا۔

''تم میرے بیٹے ہو، تم سے تو میں مذاق کر سکتی ہوں مگر یہ مت بھولو کہ موجی میری بیٹی ہے اور کوئی ماں اپنی بیٹی کے بارے میں مذاق نہیں کر سکتی۔'' انہوں نے بڑے رسان سے کہا تھا۔

''میں۔'' وہ تذبذب میں تھا۔ ''نہیں۔''

''کیا تمہیں یہ کہنا ہے کہ تم موجی سے شادی نہیں کر سکتے؟'' ان کے سوال میں اتنا دکھ تھا کہ کوئی اُن کی بیٹی کو یوں بیک جنبشِ زبان ٹھکرا بھی سکتا ہے اور وہ بھی وہ، جس کے سپنے ان کی بیٹی اپنی نادان آنکھوں میں بسا بیٹھی تھی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں، وہ تو سمجھ رہی تھیں کہ اُن کی اس پیشکش کو وہ اپنی خوش قسمتی سمجھے گا، وہ نہیں کہہ رہا تھا...... کیسے کیسے مطلبی اور خود غرض لوگ ہوتے ہیں۔ وہ ایک بیٹی کی ماں بن کر سوچ رہی تھیں۔ کیا وہ اس نوجوان کو اس کے انکار کے بعد بھی بیٹا کہہ سکیں گی؟ وہ سوچ رہی تھیں ...... ان کی محبت میں غرض شامل ہو گئی تھی، وہ تو نعیم کا دوست تھا اور اس وقت سے تھا جب سے موجی کو اس نے دیکھا بھی نہ تھا۔

''تو کیا میں تمہاری طرف سے انکار سمجھوں ...... بیٹا؟'' بیٹے کا لفظ بھی ان کے منہ سے بہ مشکل ادا ہوا تھا۔

''انکار؟'' وہ حیران ہوا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں امی جان ...... میں، میں کس طرح جراُت کر سکتا ہوں انکار کی اور اقرار کی۔ میں تو خود کو اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ میرے بارے میں آپ اس انداز سے سوچیں!''

''تو اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟'' انہوں نے سینے سے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

''اعتراض، امی جان ایک اعتراض ہے، وہ یہ کہ آپ تو میری ماں ہیں اس لیے آپ نے محبت میں ایسی بات سوچی، میری فرمانبرداری تو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ میں آپ سے بحث بھی نہ کروں مگر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری ذات کی جس خوبی نے بھی آپ کو متاثر کیا ہے، وہ اپنی جگہ...... مگر مجھ میں جو کمی ہے اسے آپ شاید نہیں جانتیں، میں لکھا پڑھا نہیں ہوں امی جان! جتنا آپ کی بیٹی نے پڑھا ہے، اتنا تو درکنار، میں اپنا نام اور گنتی کے چند حروف کے علاوہ کچھ بھی نہیں جانتا۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔

''تم کیا سمجھتے ہو، کیا میں یہ سب نہیں جانتی!'' وہ مسکرائیں۔ ''تمہیں بیٹا کہتی ہوں تو کیا سمجھتی نہیں ہوں اور مائیں کیا بیٹوں کے بارے میں اتنا بھی نہیں جانتیں؟''

''تو پھر آپ نے ایسا کیسے سوچ لیا کہ میں؟'' اس نے فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

''جو بات پوچھی ہے، اس کا سیدھا سادہ سا جواب دے دو!'' اُن کے لہجے میں پیار تھا، اطمینان تھا۔ انہیں یہ اندازہ تو ہو گیا تھا کہ اس کو اپنی کمی کے باعث ہی اعتراض تھا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہ تھی۔

''بہتر ہو گا کہ آپ پہلے اُن سے پوچھ لیں۔'' اس نے سادگی سے کہا تو اُن کی ہنسی نکل گئی۔



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

”یہ اُن کون ہیں؟“ انہوں نے پوچھا۔
”جج جی...... موجی سے میرا مطلب ہے۔“ شرمندگی سے اس نے کہا تھا۔
”بس اب اس بات کو تم خود تک محدود رکھنا، جب تک میں نہ کہوں۔ سب سے میں خود ہی بات کروں گی، موجی سے، اس کے ابا سے اور نعیم سے بھی۔“ انہوں نے اس کو سمجھایا۔ ”میں خوش ہوں کہ تم نے میری خواہش کا احترام کر کے میرا مان رکھا!“ انہوں نے پیار سے اس کا کندھا تھپکا تھا۔
”میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔“ اس نے سعادت مندی سے کہا۔
بیٹی کی ماں تھیں، اس لیے انہوں نے اپنی بیٹی کی خواہش کا ذکر بھی نہیں کیا تھا بلکہ اس کا سارا بار اپنے کندھوں پر اس طرح لیا تھا کہ موجی کی خواہش ان کے اپنے دل کی خواہش بن گئی تھی۔

☆☆☆

”دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا؟“ علی احمد دہاڑے تھے۔
”اس میں دماغ کی خرابی کی کیا بات ہے نعیم کے ابا، کیا بیاہنا نہیں ہے بیٹی کو، گھر ہی بٹھا کر رکھنا ہے؟“ انہوں نے ایک مشکل مقدمہ لڑنا تھا، اس لیے خاموش رہنا یا دبنا نہیں چاہتی تھیں۔
”تم کیا جانتی ہو اس کے بارے میں، یونہی کسی کو جانے بوجھے بغیر تم پُچھ اور نہیں اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کو تیار ہوگئی ہو۔ اس سے بڑھ کر کم عقلی کا کیا مظاہرہ ہوسکتا ہے۔“ انہوں نے اسی غصیلے لہجے میں کہا۔
”جاننا کیا ہے، اتنے عرصے سے وہ ہمارے گھر میں آ رہا ہے، کماؤ ہے، شریف ہے...... اور کیا درکار ہوتا ہے کسی بیٹی کے ماں باپ کو!“ انہوں نے رسان سے کہا۔
”نہ ذات کا پتا نہ پیچھے کا...... دوستی کرنے میں یہ باتیں نہیں جانچی جاتیں لیکن رشتے داری کرتے وقت بیٹی کے ماں باپ کو بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے!“ بیوی کا لہجہ دھیما دیکھ کر انہوں نے بھی اپنے لہجے پر ذرا سا قابو پانے کی کوشش کی۔
”تو کروالیں پتا، معلوم کرلیں اس کا آگا بھی اور پیچھا بھی۔“ انہوں نے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کی۔
”جب خاندان میں اتنے رشتے موجود ہیں تو کیوں ہم کسی اور طرف دیکھیں، اس میں کون سی ایسی خاص بات ہے جو ہمارے خاندان کے لڑکوں میں نہیں ہے؟“ ان کے لہجے میں پھر غصہ آ گیا تھا۔
”بے شک ہمارے خاندان کے سبھی لڑکے ایک سے بڑھ کر ایک ہیں لیکن ہم اپنی بیٹی کا رشتہ اس کی ننھیال میں کریں گے تو اس کے ددھیال والے ناراض ہوں گے اگر ددھیال میں رشتہ دیں گے تو ننھیال والے ناراض ہوں گے۔ اسی لیے میں نے سوچا کہ ہم اپنی بیٹی کا رشتہ کسی تیسری جگہ پر کردیں تاکہ خاندان میں کسی سے بھی ناراضی نہ ہو!“ انہوں نے انتہائی نرم لہجے میں شوہر سے کہا۔
”تمہیں شاید اس بات کا علم ہی نہیں ہے کہ وہ چٹا ان پڑھ ہے، اس نے نعیم سے دستخط کرنا سیکھا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ ہماری بیٹی اتنا پڑھ گئی ہے جتنا ہمارے خاندان میں کوئی بھی نہیں پڑھا ہے۔“ ان کے لہجے میں اپنی بیٹی کے لیے فخر تھا۔
”وہ بات اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر زندگی گزارنے کے لیے عورت کو فقط تعلیم کافی نہیں ہوتی، اسے کھانے اور



پہننے اوڑھنے کے لیے بھی اچھا چاہیے ہوتا ہے اور مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ ہماری بیٹی کو خوش رکھے گا!“ اُن کے لہجے میں اعتماد تھا۔
”عجیب سی بات کر رہی ہو تم۔“ وہ کشمکش میں تھے۔ ”مجھے تو یہ بات سن کر ہی عجیب لگ رہا ہے کہ ایک اجنبی کو ہم اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیں جسے ہم ٹھیک سے جانتے بھی نہیں۔“
”تو ہمارا رشتہ ہونے سے پہلے، ہم اور آپ کون سا ایک دوسرے کو جانتے تھے، جہاں نصیب لکھے ہوتے ہیں، وہاں اللہ تعالیٰ اسباب خود ہی پیدا کر دیتا ہے۔“ انہوں نے شوہر کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔
”دل نہیں مانتا...... نعیم کی امی! بیٹی کو ایک بالکل انجان شخص سے کیسے بیاہ دیں؟“ تذبذب کی کیفیت سے وہ نکل ہی نہیں رہے تھے۔
”آپ اپنا ذہن بنائیں، سوچ لیں اور جانچ پڑتال بھی کرلیں، جب تک آپ کی تسلی نہ ہوگی یہ بات ہم دونوں کے بیچ میں ہی رہے گی۔ جب آپ کی تسلی ہو جائے گی تو میں موجی کی رائے لے لوں گی!“ انہوں نے بیٹی کی طرف سے ان کا دل صاف کرنا ضروری سمجھا۔
”تو کیا...... اگر ہم اس بات پر فیصلہ کرلیں تو قائم سے ہم اپنے منہ سے بات کریں گے کہ؟“ ان کے ماتھے پر لکیروں کا ایک جال سا بچھ گیا تھا۔
”اس کی خواہش تو ہے، میں ہی بہت دن تک سوچتی رہی ہوں کہ کیا یہ جوڑ مناسب ہے کہ نہیں۔“ وہ مسکرا کر بولیں۔ ”میں نے سوچ سمجھ کر ہی یہ بات آپ سے کی ہے۔ میرے دل کی تسلی ہوئی ہے تو آپ سے بات کر رہی ہوں...... اور اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں......؟“
”ہوں!“ انہوں نے آہستگی سے کہا۔
”کچھ یہی صورتِ حال نہیں تھی میرے اور آپ کے وقت بھی...... آپ نے بھی تو کچھ بھی نہیں پڑھا تھا!“ انہوں نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔
”میں جانتا تھا کہ زندگی میں کسی نہ کسی وقت مجھے اس بات کا طعنہ سننے کو ملے گا اور دیکھ لو، چوبیس سال کے بعد ہی سہی مگر تم نے جتلا تو دیا نا!“ ان کا انداز جتلانے والا تھا۔
”اللہ نہ کرے کہ میں آپ کو جتلاؤں۔“ انہوں نے اپنا سر اُن کے کاندھے پر رکھ کر پیار سے کہا۔ ”میں نے زندگی میں کبھی ایسا سوچا ہی نہیں، یونہی راہ چلتے ذکر آ گیا، کیا آج تک کبھی میں نے آپ کو کسی قسم کا احساسِ کمتری دلایا ہے، کیا کسی کے سامنے میں نے آپ کو شرمندہ کیا ہے اس بات کو لے کر؟“
”نہیں!“ انہوں نے مختصراً کہا اور انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔
”ہماری بیٹی قائم کے ساتھ خوش رہے گی، یہ میں آپ کو پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں، آپ اپنی تسلی کر لیں اور یہ رشتہ طے ہوگیا تو خاندان کا شیرازہ بھی نہیں بکھرے گا۔“
”ٹھیک ہے، میں نعیم کو ہی یہ ذمے داری دیتا ہوں کہ اس کے بارے میں تفصیلی طور پر چیک کرلے، تب تک تم موجی سے بات کرلینا...... اور ہاں موجی سے یہ بات مت چھپانا کہ وہ ان پڑھ ہے!“ ان کا کہنا تھا کہ



Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

وہ ان سے لپٹ گئیں، انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنا اہم مرحلہ انہوں نے طے کر لیا ہے۔ دل ہی دل میں وہ ہنس رہی تھیں، اور اس وقت کا انتظار کر رہی تھیں جب وہ موجی کو یہ خوش خبری سنائیں گی۔

''احمد علی! مجھے یقین تھا کہ آپ میری بات کو رد نہیں کریں گے!'' وہ تصور ہی تصور میں اپنی موجی کو دلہن کے روپ میں، مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی...... اور ان کے پاس ہی حسبِ معمول علی احمد خراٹے لینے میں مشغول ہو چکے تھے۔

☆☆☆

جن وقتوں میں ان کا بیاہ ہوا تھا، اس وقت صالحہ نے آٹھ جماعتیں پڑھی تھیں، وہ وقت تھا جب لڑکیوں کا اسکول جانا بھی ناممکن اور معیوب سمجھا جاتا تھا۔ مگر صالحہ کے والد کا خیال تھا کہ لڑکیوں کو بھی اس حد تک تعلیم تو حاصل کرنی چاہیے کہ انہیں کسی کی محتاجی نہ ہو۔ ان کا خیال تھا کہ عورت کو اگلی نسل کی تربیت کرنا ہوتی ہے اور ایک تعلیم یافتہ عورت اپنی نسل کی بہتر تربیت کر سکتی ہے۔

علی احمد کا رشتہ بھی ہر لحاظ سے موزوں تھا کہ ایک بڑے کاروباری گھرانے سے آیا تھا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد جس طرح علی احمد نے اُن کے کاروبار کو سنبھالا تھا، وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ان کے اسی احساسِ ذمے داری نے صالحہ کے والد کو متاثر کیا تھا۔ تعلیم کی کمی ایک اہم پہلو تھا جس کو کہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مگر ان کی خاندانی ساکھ اور علی احمد کی شرافت نے انہیں اس کی بابت سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب تک وہ زندہ رہے تھے، انہیں اپنے اس فیصلے پر کوئی پچھتاوا نہیں ہوا تھا۔

دونوں میاں بیوی کے درمیان خوب نبھ رہی تھی، چھوٹے موٹے اختلافات تو کسی نہ کسی معاملے میں ہر گھر میں ہوتے ہیں مگر علی احمد نے گھر کی مکمل ذمے داری اور اختیار صالحہ کو تفویض کر دیے تھے اور انہیں گھر سے باہر کی کسی فکر میں کبھی مبتلا نہیں کیا تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ پیار کے ساتھ ساتھ عزت اور احترام کا وجود ان کے مابین رشتے کو تقویت دیتا تھا۔ صالحہ کے والدین نے مرتے دم تک اپنے داماد کی عزت اور قدر کی، علی احمد نے بھی ان کو اپنے حقیقی والدین کی طرح احترام دیا اور ہمیشہ ان کی فرمانبرداری اور احسان مندی کی۔

اسی رشتے پر مان تھا جو صالحہ نے اپنی بیٹی کی خواہش کو اپنے شوہر سے جیت لیا تھا۔

☆☆☆

''ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے؟'' کلثوم تجسس سے بھری ہوئی تھی۔

''ذرا صبر کرو، بتاتی ہوں مگر مجھے حیرت ہے کہ دیا آج کیسے جلدی چلی گئی، جاتے ہوئے بتا کر بھی نہیں گئی!'' کاجل نے حیرت سے کہا۔ ''جانے اس کی طبیعت خراب نہ ہو گئی ہو یا گھر پر ایسا کچھ مسئلہ نہ ہو گیا ہو؟''

''چلو وہ تو تمہیں گھر جا کر ہی معلوم ہو گا مگر اس وقت تو تم مجھے وہ بات بتاؤ جو اس روز چھپا رہی تھیں؟'' کلثوم نے پھر اصرار کیا۔

''بات تو میں تمہیں بتا دوں مگر ڈر اس بات کا ہے کہ دیا ناراض نہ ہو جائے مجھ سے!'' کاجل نے جھجک کر کہا۔

''تو یوں کہو نا کہ میں تمہاری کچھ نہیں ہوتی، دیا ہی ہے سب کچھ۔'' کلثوم ٹھنکی۔



## غور سے

پروفیسر صاحب کلاس کو پڑھا رہے تھے۔ سامنے کی میز پر بیٹھا طالب علم اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پروفیسر نے انگلی سے اس کی طرف اشارا کیا اور بولے۔ ''مجھے یقین ہے کہ تم غور سے میرا لیکچر نہیں سُن رہے ہو۔''
طالب علم نے پروفیسر کی طرف دیکھا اور بولا۔
''بالکل درست جناب۔ کیونکہ اگر غور سے سُن رہا ہوتا تو باقی سب کی طرح میں بھی سو گیا ہوتا۔''

رخسانہ امجد۔ ملک وال

''اچھا چلو، میں تمہیں بتا دیتی ہوں، اپنا مان کر مگر تم مجھ سے ایک وعدہ کرو۔'' کاجل نے ہتھیار ڈال دیے۔

''بولو؟'' کلثوم کے چہرے پر اب بھی ناراضی کے آثار تھے۔

''اتنا تو ناراض نہ ہو۔'' کاجل نے اس کی ٹھوڑی کو چھو کر پیار سے کہا۔ ''بس ایک وعدہ کرو کہ دیا کو نہ معلوم ہو کہ میں نے تمہیں یہ بات بتائی ہے!''

''اچھا ٹھیک ہے!'' کلثوم نے اپنی ناراضی ختم کرتے ہوئے کہا۔

''دراصل میں نا...... دیا کو تمہارے لالے سے پیار ہو گیا ہے!'' کاجل نے رک رک کر جملہ مکمل کیا۔

''کیا ہو گیا ہے؟'' کلثوم نے حیرت سے پوچھا۔ جس انداز میں بی بی جی نے اس کی پرورش کی تھی اور اس کو ہمیشہ شیر کی نگاہ سے دیکھا تھا، اسے کیا معلوم کہ دیا کو اس کے لالے سے کس تعلق سے پیار ہو گیا تھا۔

(یہ اس وقت کی بات ہے کہ نہ ٹیلی وژن تھا نہ نئی نسل کو بگاڑنے کے لیے اور خرافات۔ نوجوان لڑکیوں کو سختی سے رکھا جاتا تھا کہ کسی ''ایسی ویسی'' چیز کا شکار نہ ہو جائیں مگر یہ کب کس کے بس کی بات رہی ہے، دل پہ کس کو اختیار رہا ہے۔ اسی لیے ہر دور میں عشقیہ داستانیں جنم لیتی رہی ہیں)

''دیا کو تیرا لالہ اچھا لگتا ہے۔'' کاجل نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''تا میرا لالہ تو ہے ہی اچھا، سب کو اچھا لگتا ہے، دیا کو بھی اچھا لگ گیا تو اس میں ایسی کون سی بات ہے جو تم دونوں سرگوشیوں میں کرتیں؟'' اس کی حیرت دوچند ہو گئی۔

''یوں نہیں جیسے تمہیں یا بی بی جی کو لالہ اچھا لگتا ہے...... اور طرح سے!'' کاجل نے آنکھوں کو مٹکا مٹکا کر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''اور کس طرح سے؟'' معصومیت سے کلثوم نے کہا، ابھی اس کی عمر بھی کیا تھی سترہ برس...... جبکہ کاجل اور دیا بیس برس یا اس سے کچھ اوپر ہی ہوں گی۔ ان کے فہم اور کلثوم کی سوچ میں بہت فرق تھا۔

''بھئی جیسے لڑکے لڑکیوں کو آپس میں ہوتا ہے، وہ دونوں آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' کاجل نے بلی تھیلے سے نکال ہی دی۔

''شادی...... لالہ اور دیا......؟'' اس کی حیرت دیدنی تھی، دونوں آنکھیں حلقوں سے باہر آ گئی تھیں۔

''ہاں، بس دھرم کا مسئلہ ہے، وہ بھی اتنا بڑا مسئلہ نہیں، دیا تیرے لالے کی خاطر اپنا دھرم بھی چھوڑنے کو تیار ہے مگر اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ بی بی جی اور دیا کے ماتا پتا سے کون بات کرے؟'' کاجل نے مزید وضاحت



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کی۔

"اصل مسئلہ یہ نہیں ہے؟" وہ کاجل کا منہ دیکھ کر بولی۔ "اصل مسئلہ یہ ہے کہ لالے کی منگنی تو میری ماسی کی بیٹی سے کب سے طے ہے!"

"منگنی کی کیا حیثیت ہوتی ہے کلثوم، ساری بات دلوں کے سودے کی ہے...... دل راضی ہوں تو باقی رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔" کاجل تو یوں کہہ رہی تھی جیسے کوئی معمولی سی بات ہو۔

"بی بی جی اپنی زبان کی بہت پکی ہیں، وہ لالے کی منگنی توڑنے پر کبھی راضی نہ ہوں گی!" کلثوم نے پورے وثوق سے کہا۔ کاجل نے اس کے چہرے پر خوف سا اترتا دیکھا اور دل ہی دل میں سوچ کر ہنسی کہ جیسے اب عباس اور دیا کو اس بات کی پروا رہ گئی ہے کہ کون راضی ہوتا ہے اور کون نہیں، جس راستے پر وہ چل رہے تھے اور جس حد تک وہ جا چکے تھے، اس پر والدین کی غیر رضامندی، اولادوں کو بغاوت پر مجبور کر دیتی ہے۔ عباس ذرا سا اپنی ماں سے خوفزدہ تھا مگر دیا تو خوف کی ہر منزل کو پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

"یہی بات تو میں دیا کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ تمہیں اپنے راز میں شریک کر لے اور تم بی بی جی سے بات کرو کیونکہ بی بی جی تمہاری بات نہیں ٹالتیں۔" کاجل نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"مم...... میں؟" کلثوم نے تھوک نگلا۔ اس کا جسم ہولے ہولے لرزنے لگا۔ "میں بی بی جی سے یہ بات کبھی بھی نہیں کر سکتی!"

"اچھا چلو، تم نہ کرو بات لیکن یوں تو خوف سے نہ کانپو، آتے جاتے لوگ دیکھ کر کیا سوچیں گے!" کاجل نے اسے تھاما۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے کاجل!" اس کی آواز لرز رہی تھی۔ "اگر اماں کو علم ہوا کہ تم نے میرے ساتھ ایسی بات کی ہے تو وہ تو میرا گلا ہی گھونٹ دیں گی۔"

"تو تم بی بی جی کو نہ بتانا نا!" کاجل نے اسے مشورہ دیا۔

"بی بی جی سے کوئی بات چھپانا بہت مشکل ہے، وہ میرا چہرہ دیکھ کر جان جاتی ہیں کہ کوئی نہ کوئی بات ہے۔" کلثوم کی کپکپی نہیں تھم رہی تھی۔

"اس طرح تو تم خود ہی بول کر انہیں بتا دو گی کہ کچھ نہ کچھ بات ہے۔" کاجل نے اسے گھر کا۔ "چلو اب اپنی حالت ٹھیک کرو، گھر آ گیا ہے تمہارا!"

"دیا کے بارے میں مجھے کیسے علم ہوگا کہ وہ کیوں جلدی چلی گئی، کیا تم جاؤ گی ابھی اس کے گھر؟" کلثوم نے پوچھا۔

"نہیں اس وقت تو نہیں، اب کل ہی پتا کروں گی، اس وقت تو پتا جی بھی گھر آ چکے ہوں گے اور تمہیں علم ہے کہ میری منگنی اس کے لالے سے ہوئی ہے اور میں ایسے وقت میں اس کے ہاں نہیں جاتی جب اس کا لالہ گھر پر ہو!" کاجل نے وضاحت کی۔

"اچھا! مجھے علم نہیں تھا...... کیا نام ہے اس کے لالے کا؟" کلثوم کو ان کے گھروں میں جانے کی اجازت نہ تھی، اس لیے ایسی اندرونی باتوں کا اسے علم نہ تھا۔



دوستی

گینڈا اور شیر ایک ساتھ چشمے پر پہنچے، شیر نے گینڈے کو منع کیا کہ خبردار جو تو نے مجھ سے پہلے پانی پیا! گینڈے نے اکڑ کر جواب دیا: "کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ تم منع کرنے والے کون ہوتے ہو؟" دونوں غصے میں آمنے سامنے کھڑے ہوگئے اور ان کے سروں پر گدھ منڈلانے لگے۔ شیر نے انھیں دیکھا اور گینڈے کے کان میں چپکے سے کہا: "دوست! ہماری بہتری اسی میں ہے کہ دوستی کر لیں، ورنہ بہت جلد ہم دونوں ہی ان گدھوں کے پیٹ میں چلے جائیں گے۔"

"اس کا نام شیکھر ہے۔" کاجل اس کا نام بتاتے وقت لجا سی گئی۔ "بہت اچھا ہے، بڑا گبرو ہے۔"

"تو کیا تم اس سے ملتی ہو، ابھی تو تم کہہ رہی تھی کہ تم اس کی موجودگی میں اس کے گھر نہیں جاتی ہو......؟" کلثوم نے حیرت سے پوچھا۔

"تو دیا کیا تمہارے گھر پر آ کر تمہارے لالے کو ملتی ہے؟" کاجل کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا حالانکہ ابھی اس نے سوچا تھا کہ اس سے زیادہ کلثوم کو نہیں بتائے گی۔

"کیا!" کلثوم کی چیخ دبی دبی سی تھی۔ "دیا، لالے سے ملتی ہے؟"

☆☆☆

"کم بخت، ناس ماریاں! آدھا دن پڑنے تک پڑی اینڈتی رہتی ہیں۔" بلند اور بھاری آواز میں اس نے ایک بار پھر چلا کر ان کو درجہ بہ درجہ پکارا۔ "الماس! روبی! نیلم! یاقوت! زمرد! مرجان! فیروزہ!"

"کیا بات ہے اماں، کیوں سویرے سویرے میری نیند خراب کر رہی ہو؟" قریب ہی سوئے ہوئے نوجوان نے بیزاری سے کہا۔

"تو ہی اٹھ جا میرا لال، جا کر ان کو جگا۔ آدھا دن یونہی گزار دیتی ہیں سو سو کر نحوست پھیلاتے ہوئے!" اس کے پہلو میں بیٹھ کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے، اس کے چہرے پر ممتا کی شفقت دیدنی تھی۔

"آدھی آدھی رات تک جاگیں گی تو صبح کس طرح اٹھیں گی!" نیند خراب ہونے کی بیزاری کسی میک اپ کی طرح اس کے چہرے پر لپی تھی، ماں کے ہاتھوں کا لمس اسے مزید سُرور دے رہا تھا، اٹھنے کو من ہی نہیں کر رہا تھا۔

"اٹھ میرا پیارا، میرا لال، میرا دُلی!" ماں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔

"اٹھتا ہوں اماں!" اس نے مندی مندی آنکھوں سے ماں کو دیکھا اور بولا۔ "اماں!"

"کیا بات ہے میرا بیٹا؟" انہوں نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا، اب تو ان کے لال کی مسیں بھیگنے لگی تھیں۔

"اماں تم مجھے دُلی کیوں کہتی ہو؟" اس نے عجیب سا سوال پوچھ لیا تھا۔

"کیونکہ یہ تمہارا پیار کا نام ہے!" انہوں نے پیار سے کہا۔

"تم کہتی ہو کہ میرا پیار کا نام دُلی ہے اور میرا اصل نام دلاور ہے...... مگر گلی محلے کے لڑکے تو کچھ اور......"

"بکواس کرتے ہیں سارے کے سارے اتنا پیارا نام ہے میرے بیٹے کا اور اتنا خوب صورت ہے میرا لال کہ سب جلتے ہیں۔ اور اس گلی محلے میں کس کا بچہ ہے جو دسویں جماعت میں پڑھتا ہے، یہی بات تو ان میں سے کسی سے برداشت نہیں ہوتی!" انہوں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے محلے کے ان ان دیکھے لوگوں کی اچھی خاصی تواضع کر ڈالی۔

"وہ تو یہ بھی کہتے ہیں اماں کہ تیری ماں نے جو قیمتی پتھر گھر میں جمع کر چھوڑے ہیں، وہ تیری بہنیں نہیں ہیں، میں اُن کا کچھ نہیں لگتا۔" اس نے ماں کے غصے کو عروج پر پہنچا دیا۔

"جھوٹ بولتے ہیں۔" اس کے منہ سے غصے سے کف نکل رہا تھا اور دل میں اس نے کتنی ہی گالیوں کا گلا گھونٹا تھا۔ جس بات کو وہ دُلی سے چھپائے پھرتی تھی اور سمجھ بیٹھی تھی کہ اسے عمر بھر علم نہ ہوگا، اس کی خوش فہمی ہی تو تھی۔ ایسی باتیں کہاں اور کتنا عرصہ چھپ سکتی ہیں............ اس کو اس بات سے بے خبر رکھنے کے لیے تو وہ.... ہر رات سونے سے قبل دودھ میں ذرا سی نیند کی دوا دے دیتی تھی کہ وہ غفلت کی نیند سو جائے اور کبھی رات کے کسی پہر وہ جاگ کر اس حقیقت سے باخبر نہ ہو جائے جس کو وہ اس سے ابھی اگلے کئی برس تک چھپانا چاہتی تھی یا شاید اسے خود سے اتنی دور بھیج دیتی کہ اسے کبھی اس بات کا علم ہی نہ ہو پاتا کہ اس کی ماں کا دھندا کیا ہے اور اس کے گھر میں رہنے والی ان رنگ برنگی لڑکیوں سے اس کا کیا تعلق ہے، جنہیں اس کی ماں اس سے بہنیں کہہ کر متعارف کرواتی تھی۔

"اماں لوگ دوسروں کے بارے میں ایسی باتوں میں جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟" اس کے معصوم ذہن میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی تھی کہ اس کی ماں جھوٹ بول سکتی ہے یا اس سے کوئی غلط بیانی کرے گی۔

"تو کیوں پریشان ہوتا ہے لوگوں کی باتوں پر، کوئی ضرورت نہیں آئندہ سے ایسوں کے منہ لگنے کی، تو گھر میں بیٹھ کر اپنی پڑھائی کیا کر۔" بیٹے کا کندھا تھپک کر اس نے پیار سے کہا۔

"لیکن مجھے کھیلنا بھی تو ہوتا ہے اماں، پڑھائی کے ساتھ ساتھ کھیل بھی ضروری ہے، ہمارے ماسٹر صاحب کہتے ہیں!" اس نے ماں کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا۔

"تو برے لڑکوں کے ساتھ نہ کھیلا کر۔" انہوں نے اسے پیار سے گلے لگا لیا۔ "تو اپنے اسکول کے دوستوں کے ساتھ کھیلا کر، وہ اچھے لڑکے ہیں۔ اس محلے میں سب خراب لڑکے ہیں!"

"تو پھر ہم کسی اور محلے میں کیوں نہیں چلے جاتے، ہم اس محلے میں کیوں رہیں جہاں لوگ میرے اور میری بہنوں کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں؟" اس نے کہا۔

"اچھا تو اٹھ جا کر اپنی بہنوں کو جگا۔" انہوں نے اس سے کہا اور اس کی ابھی کہی ہوئی بات پر سوچنے لگیں۔ اس نے انہیں ایک اچھی بات سجھائی تھی۔ یہاں رہ کر وہ اپنے بیٹے کو اس ماحول سے نہیں بچا سکتی تھیں، یہی بیٹا ان کی کل متاع تھا۔

بقیہ اگلے ماہ پڑھیں

# بے وفا جب سامنے آیا

عندلیب سلمیٰ

یونیورسٹی کا شہر خموشاں یعنی لائبریری کا دروازہ کھلا...... بیک وقت سب کی نظریں اٹھیں اور دوبارہ کتابوں پر جھک گئیں لیکن حنا کی نظریں اٹھیں تو اٹھی ہی رہ گئیں۔

حنا بیگم خود تو اتنی حسین نہ تھی لیکن بلا کی حسن پرست...... گو آنے والا بڑے لاابالی انداز میں چلتے ہوئے اپنی طرف متوجہ نظروں کو دیکھ کر تھوڑا سا چونکا اور کچھ تلاش کر کے چلا گیا۔ نیا نیا چھوٹے سے شہر سے کراچی آیا تھا۔ اپنے نام کی طرح مجسم پیکرِ وجاہت، بھوری بھوری آنکھیں، گورا رنگ، کھڑی ناک، بھوری مونچھوں تلے مسکراتے ہونٹ۔ یہ سب حنا کے دل پر قیامت بن کر گرے۔ دن رات وہ تصویر آنکھوں میں سجی رہتی۔ کہاں کی پڑھائی کہاں کا سکون دل گیا ساری کائنات گئی۔

وہ شہزادہ تو سب کچھ لے گیا...... غضب تو یہ کہ اس واردات سے وہ ظالم بالکل بے خبر تھا۔ آخر ایک دن حنا نے خود ہی پہل کر لی۔ بایو کیمسٹری کا جنرل موضوعِ گفتگو بنا۔ یوں ملاقاتیں بڑھیں اور پھر جانِ جاں اور جاناں والا موضوع بن گیا بلکہ پیار و محبت کی ایسی کہانی جو خوشیوں سے عبارت غموں سے رقم، تمناؤں، جذبوں، قسموں اور عہد و پیماں کی کہانی، ساتھ جینے مرنے کی کہانی، لیلیٰ مجنوں والی صدیوں پرانی کہانی کی پہاڑی چشمے کی طرح قدیم مگر تازہ...... دن مہینے اور پھر سالوں میں تبدیل ہونے لگے، فسانے بننے لگے اور جب ایفائے عہد کا اقرار بڑھا تو شہزادہ چونکا۔

☆☆☆

ایک متوسط گھرانے کا نوجوان جس کے سامنے سرکاری ملازم باپ کے جھکے کندھے، چھوٹے بھائی کی ذمے داری جیسے حالات ہوں وہ عشق و محبت کی سنگلاخ راہوں پر چلنے کا کیسے متحمل ہو سکتا ہے۔ یہ راستہ تو آگے چلنے کا ہے پیچھے دیکھنے والے تو پتھر کے ہو جاتے ہیں اور پھر ایسا ہی ہوا شہزادہ پتھر نہ بن سکا۔

احساسِ ذمے داری نے راستہ روک لیا کہ اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔ حنا شہزادے کے لیے افسانہ بن گئی۔ وہ افسانہ جس کا اثر زندگی بھر کے لیے دل و دماغ پر ثبت ہو جاتا ہے۔ ایسا لگا جیسے شہزادہ زندگی سے محروم ہو گیا لیکن جب اس کی زندگی میں ثنا آئی تو وہ سب کچھ بھول گیا کیونکہ اسے بھولنا ہی اس کی ضرورت تھی، اسے فیصلہ کرنا تھا۔ اس فیصلے کا بھاری پتھر جانے کتنے دن اور راتوں سے اس کا سکون اور چین برباد کیے ہوئے تھے۔ فرض اور عشق کی جنگ میں فرض کا پلڑا بھاری رہا لیکن اس کی

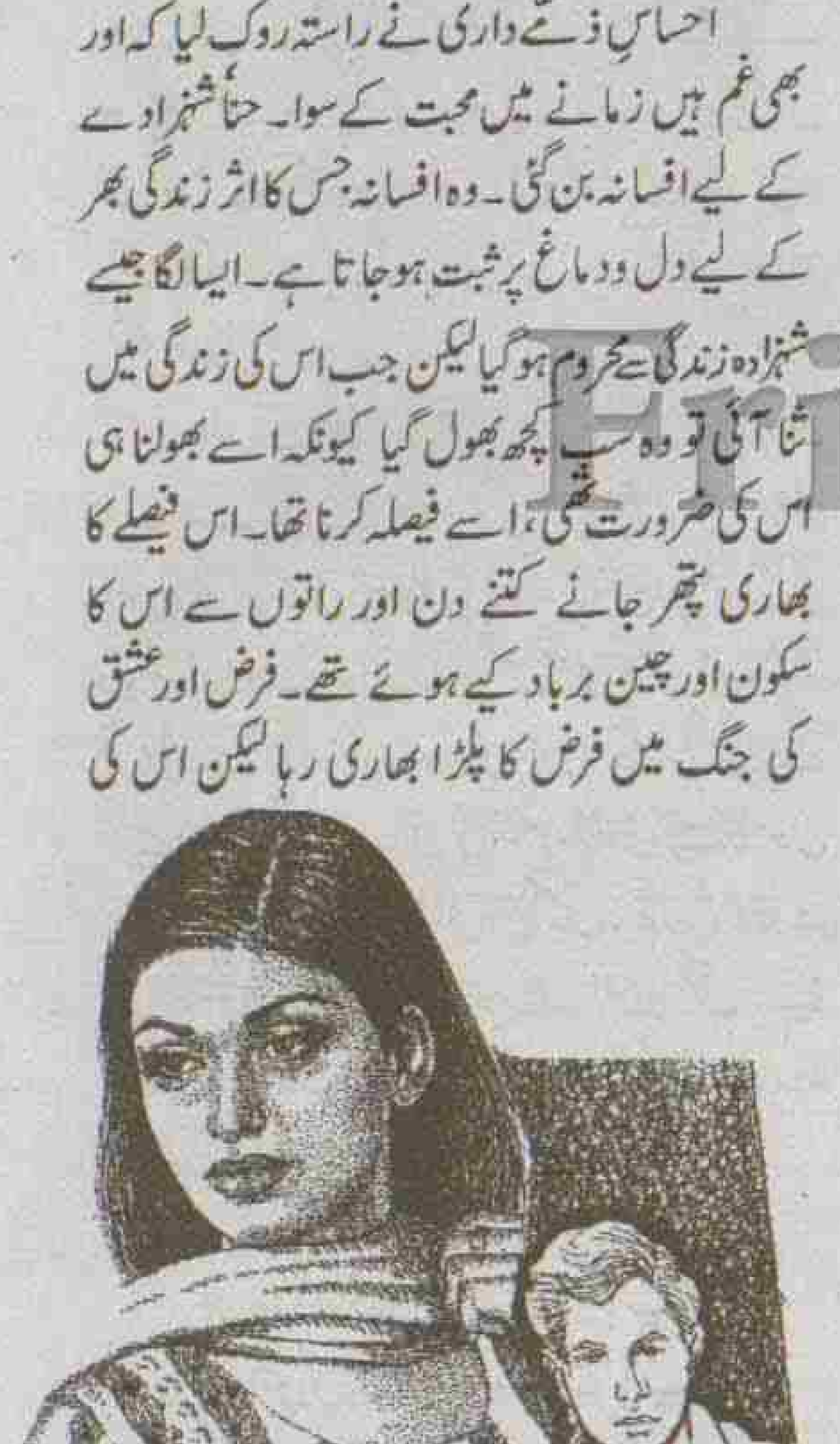

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

زندگی میں آنے والی خاتون اس کے لیے معاشی خوش حالی تو لے آئی مگر کچھ دنوں کے لیے بھی مشترکہ خاندان میں اس کے لیے سمجھوتا کرنا ممکن نہیں تھا۔

شہزادہ بیوی کے مجبور کرنے پر بیرونِ ملک چلا گیا۔ پے در پے زمانے کے مظالم نے اس کی شرارتی اور مسکراتی آنکھوں میں آنسو بھر دیے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو زندگی بھر ماضی سے علیحدہ نہیں ہوسکتے۔ خاندان سے دوری، غیر ملک کی اجنبیت اور سختیاں رنگ لائے ہارٹ اٹیک کے روپ میں۔ بائی پاس کا مرحلہ گزرا۔ بچے بڑے ہوچکے تھے۔ مکان، گاڑی سب کچھ تھا مگر سکون نہیں تھا۔ گھر سے رخصت ہوتے وقت بوڑھے والدین کو گلے لگا کر رونا ایک گھاؤ بن گیا۔ ایک ایسا ناسور جو کبھی مندمل نہ ہوسکا۔

والد کے انتقال کی خبر ہی ہارٹ اٹیک کا باعث بنی۔ صحت یابی کے بعد زندگی اس نہج پر چل پڑی بالوں میں چاندی چمکنے لگی تھی۔ بارہا وطن اور محبوب کی دید کی آرزو نے سر ابھارا مگر جس شخص کا خمیر ہی ایثار و قربانی سے گندھا ہو، وہ بیوی بچوں کے فرائض سے کیسے منہ موڑ سکتا تھا۔ ان کی تعلیم، شادی جیسے کاموں نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ فارغ اوقات میں موسیقی اور تصورِ یار کچھ دیر تک سکون بخش دیتے تھے مگر کب تلک طائرِ وقت کی پرواز کو کس نے روکا ہے اور کب وہ رکا ہے۔

☆☆☆

اب اسے ایک فرض شناس باپ کا کردار ادا کرنا تھا۔ بیٹی کی شادی، بیٹیوں کے باپ ہی اس درد سے واقف ہوتے ہیں۔ جب اس جگر کے ٹکڑے کو اپنے سے جدا کرنے کے تصور ہی سے ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ اکلوتی بیٹی مغربی ماحول، مخلوط تعلیم، ان حالات کے ساتھ بیٹی کی تربیت مگر جس شخص نے اپنی ذات کو فرائض کی ادائیگی کی آگ میں کندن کرلیا ہو، وہ اس بڑی ذمے داری سے کیسے عہدہ برآ نہ ہوتا۔

مغرب کی آزاد فضاؤں میں پلنے والی بیٹی نے باپ کے گلے میں بانہیں ڈال کر اپنے جیون ساتھی چن لینے کی نوید دی۔ اپنی پیاری بیٹی کی اس خواہش کو سن کر باپ نے خوشی؍ اطمینان کا سانس لے کر لڑکے کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور ایک دن سحر شایان کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ ماں باپ دونوں نے ستائشی نظروں سے پزیرائی کی اور چند باتیں رسماً کر کے منگنی کی تاریخ مقرر کرلی۔

شایان کے والد کا بچپن میں ہی انتقال ہوچکا تھا۔ تعلیم یافتہ ماں نے باپ کے فرائض بھی ادا کیے اور ایک مقررہ دن شایان اپنی ماں کے ساتھ آیا۔

شہزادے نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو اسے لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ شایان کی ماں کے روپ میں جو شخصیت کھڑی تھی۔ وہ اس کی محبوبہ حنا تھی۔ دونوں کی شناسا نظریں ملیں اور پھر جھک گئیں، شایان نے اپنی جیب سے ڈبیا سے انگوٹھی نکال کر ماں سے درخواست کی کہ اس کی ہونے والی دلہن کو پہنائیں۔ جان سے پیارے بیٹے کی ملتجی نظروں کو دیکھا لرزتی انگلیوں سے انگوٹھی سحر کو پہناتے ہوئے باوجود ضبط کے دو آنسو نکل کر انگوٹھی پر ٹپک گئے۔ سوائے شہزادے کے ان آنسوؤں کی حقیقت کو کون جان سکتا تھا...... احساسِ ندامت سے اس نے آنکھیں جھکالیں۔ شایان نے گھر پہنچ کر اپنی ماں سے ان آنسوؤں کا سبب پوچھا۔ بہ کمالِ ضبط حنا مسکراتے ہوئے بولی۔

”بیٹے یہ خوشی کے آنسو ہیں۔“ آنسوؤں کی ایسی برسات اس دور میں ناپید ہے اور ایسی مائیں شاید عنقا ہوچکی ہیں۔

◎

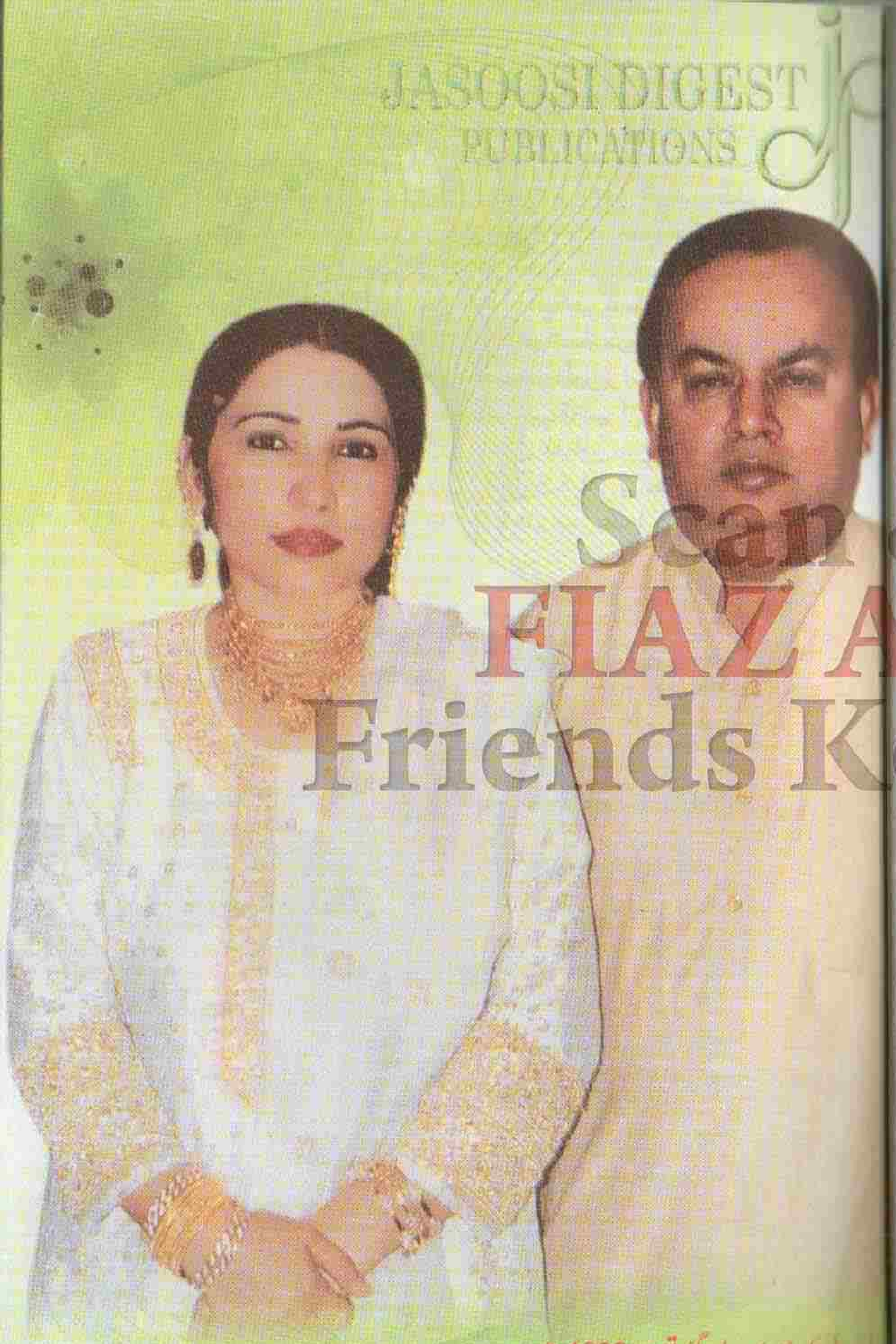


Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

10 اگست 1987ء کو بڑے بھائی
کے گھر دعوت میں لی گئی تصویر

ڈیئر قارئین: آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بہت سی مشتاق آنکھیں ہمارے مقبول سلسلے "فسانہ نہیں حقیقت ہے یہ" پڑھنے کو کچھ زیادہ ہی بے تاب ہو رہی ہیں اور وجہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ آپ لوگ جس افسانے کی فرمائش بہت عرصے سے کر رہے تھے اور اسے پڑھنے کے لیے حد درجہ بے چین تھے آج وہ حقیقت بن کر پاکیزہ کے ان صفحات پر جگمگا رہا ہے کہ پاکیزہ کے سالگرہ نمبر کے لیے اس سے زیادہ خوب صورت تحفہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ جی ہاں، آج آپ اپنی پسندیدہ شخصیت عذرا رسول کی ان یادوں کو ان کے ساتھ شیئر کریں گے جنہیں اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں پڑھا ہوگا خاص طور پر اس ناولٹ کے ہیرو معراج رسول اور ان کے انتہائی دلچسپ قصے آپ کو حیرت آمیز خوشی سے دوچار کر دیں گے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک انتہائی چاہنے والے دو دلوں کی بہت خوب صورت کہانی ہے جو یقیناً آپ کے دلوں میں اتر جائے گی... تو آیئے چلتے ہیں عذرا کی یادوں سے جگمگاتی دنیا میں۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

# فسانہ نہیں حقیقت ہے یہ

## عذرا رسول کی کھٹی میٹھی باتیں

رضوانہ پرنس

# HAPPY BIRTHDAY

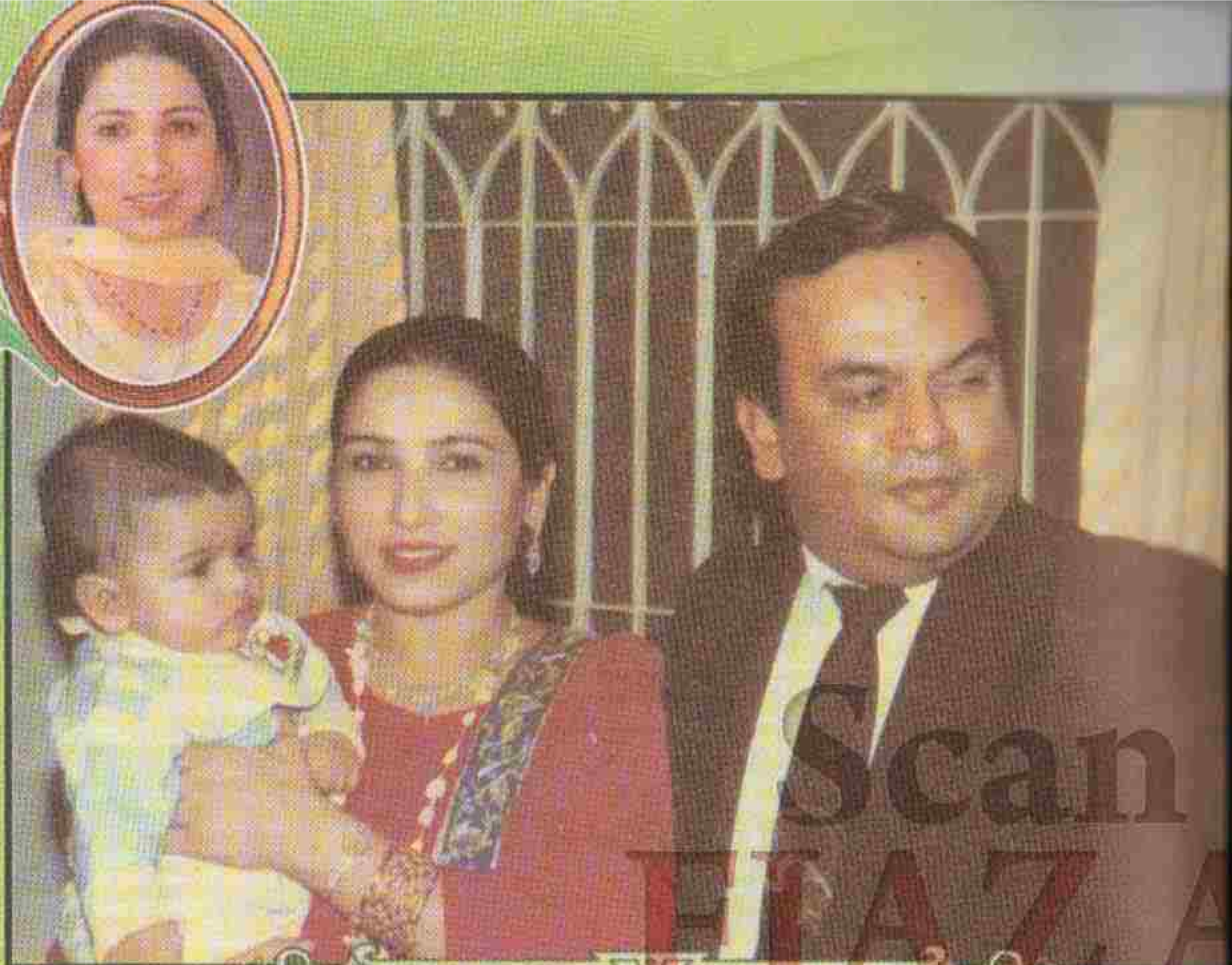

فروری 1989ء میں بھائی منظر عباس کی شادی پر

14 جون 1989ء میں معراج صاحب میری سالگرہ مناتے ہوئے

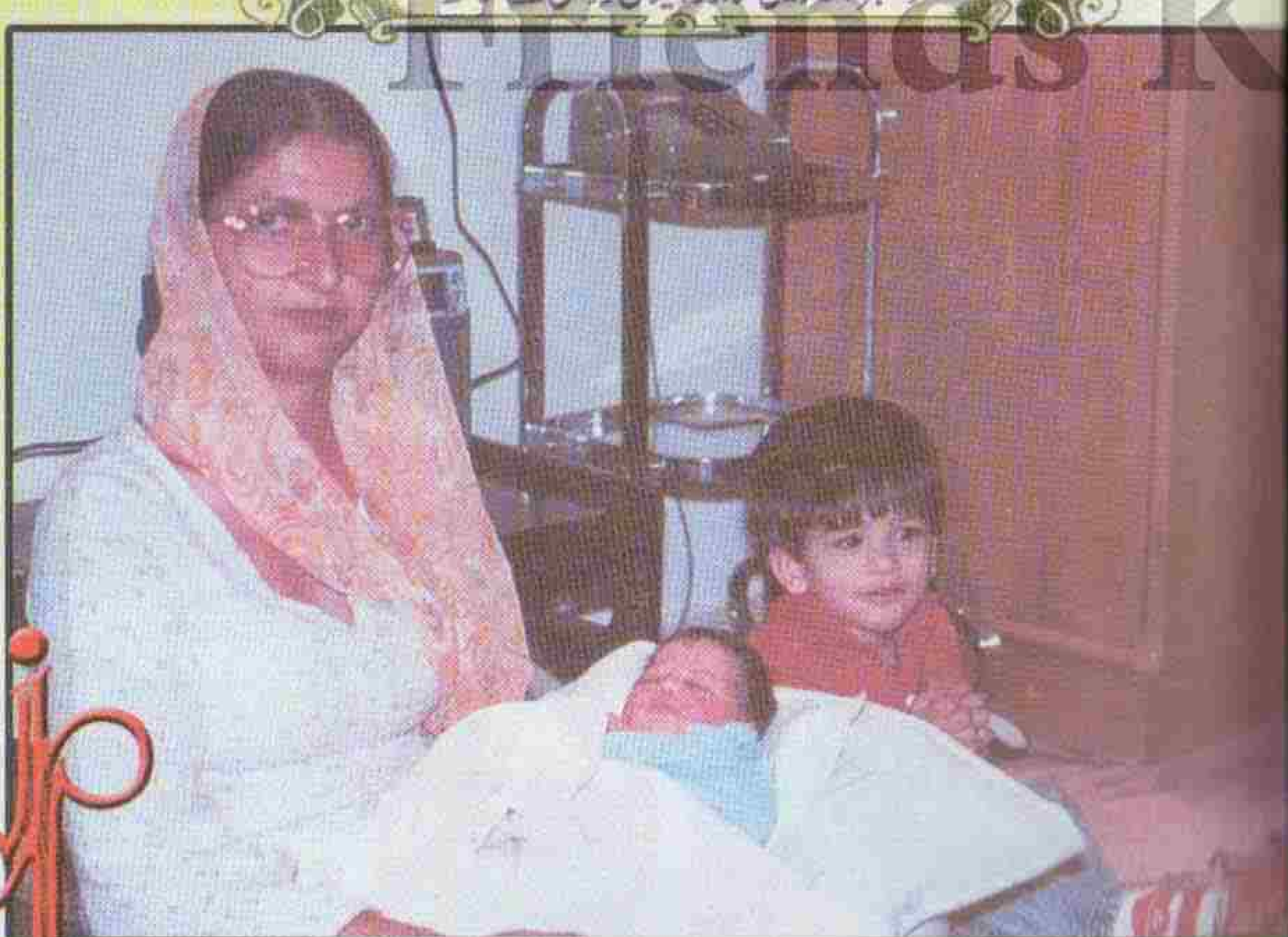

دسمبر 91ء میں ثنا اور ذیشان روشن کے ساتھ

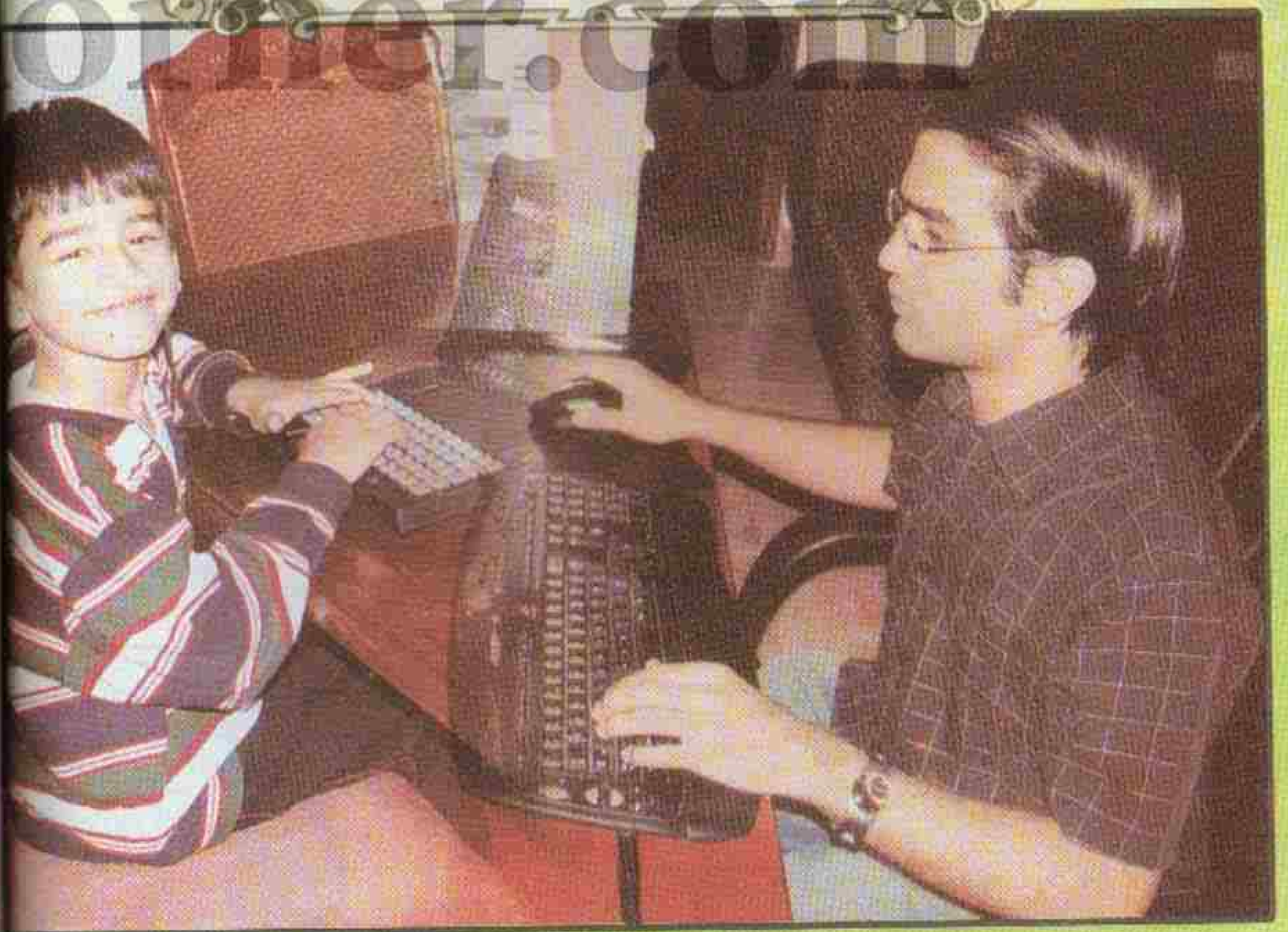

ذیشان بچپن سے اب تک پڑھنے کا وہی انداز

Scan & PDF
IJAZ AHMED
Friends Korner.com

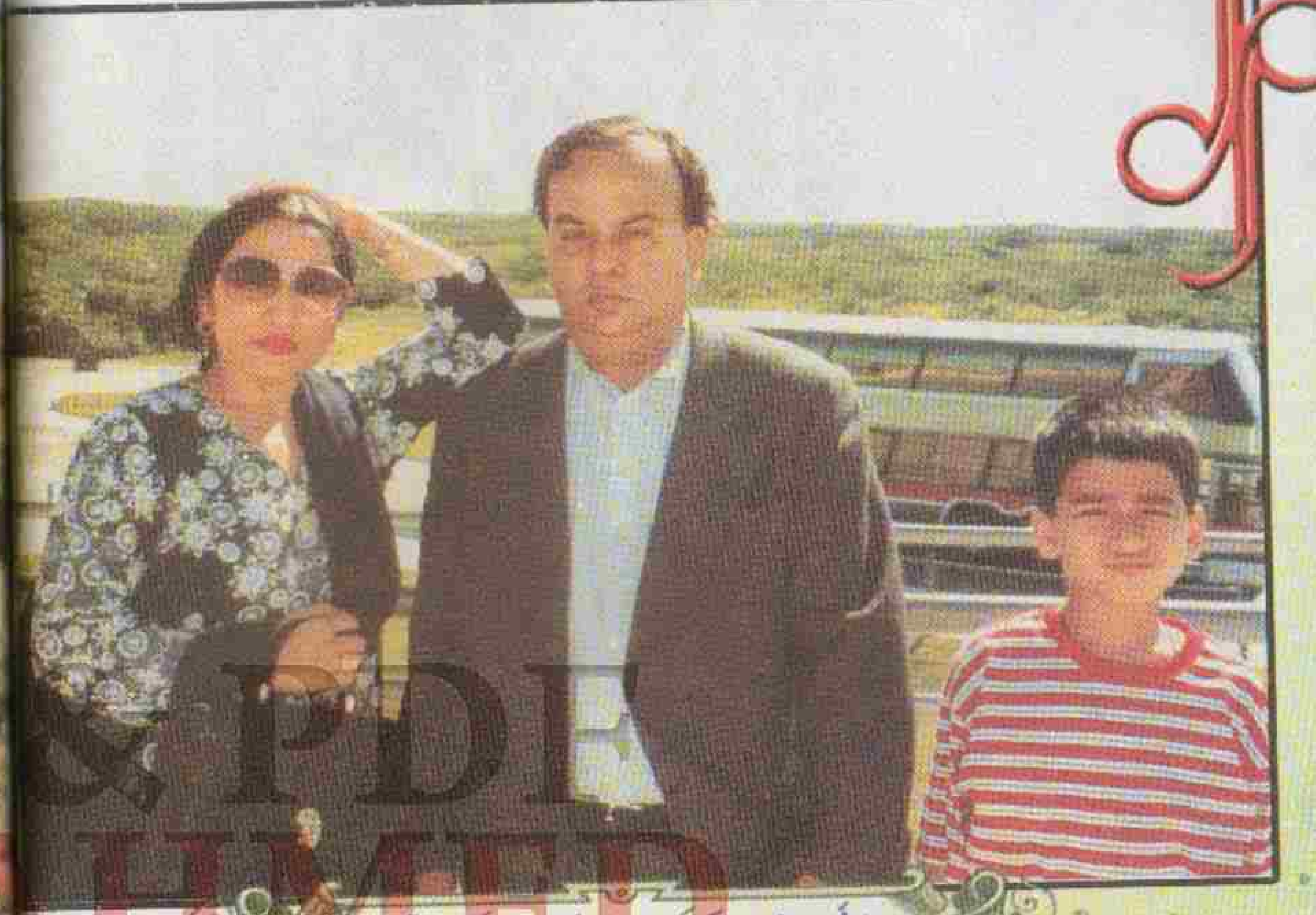

جولائی 97 میں امریکہ کی سیاحت کے دوران کی ایک تصویر
میری انگریز دوست نوما ذیشان کے ساتھ 1995ء

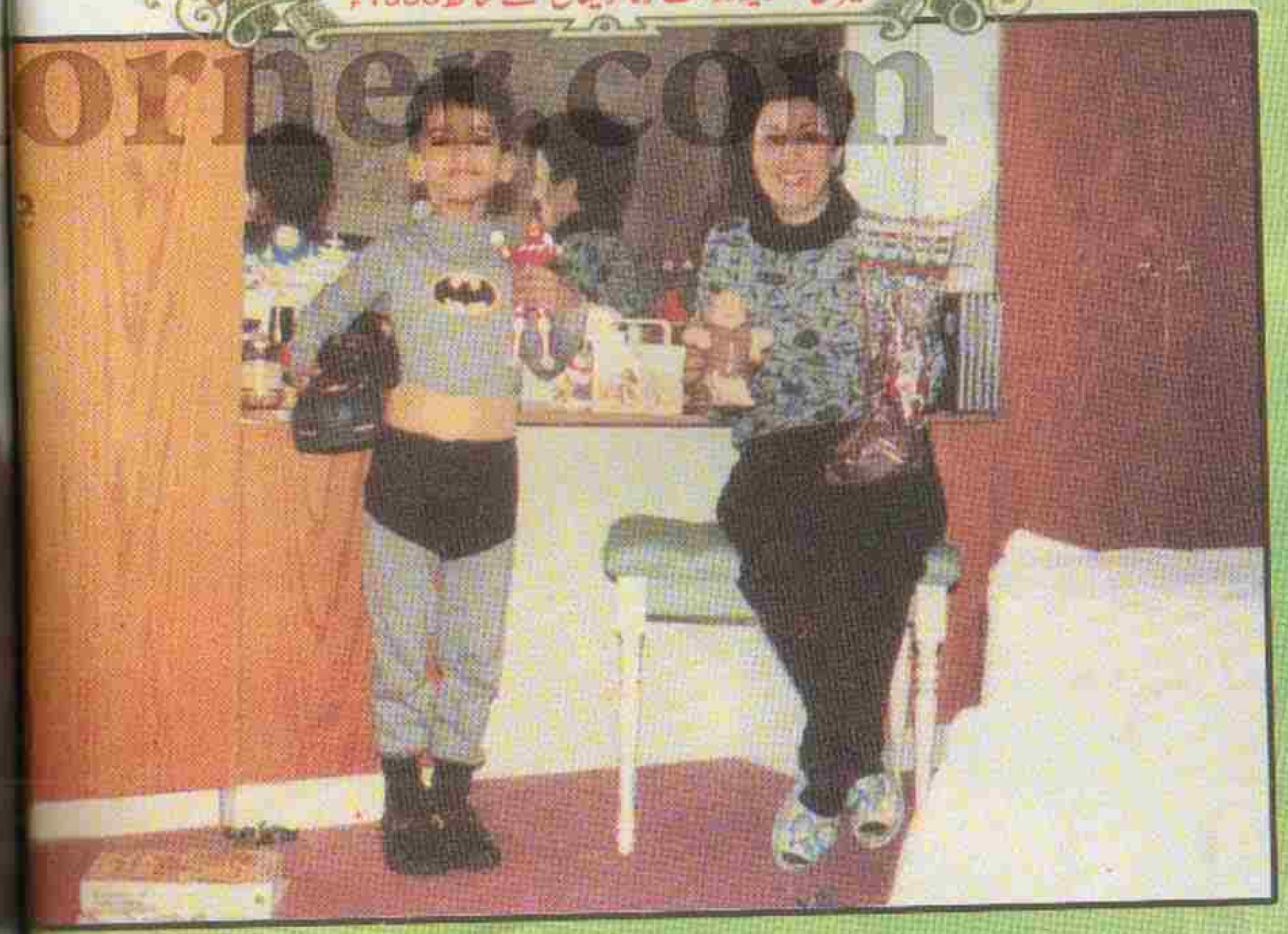

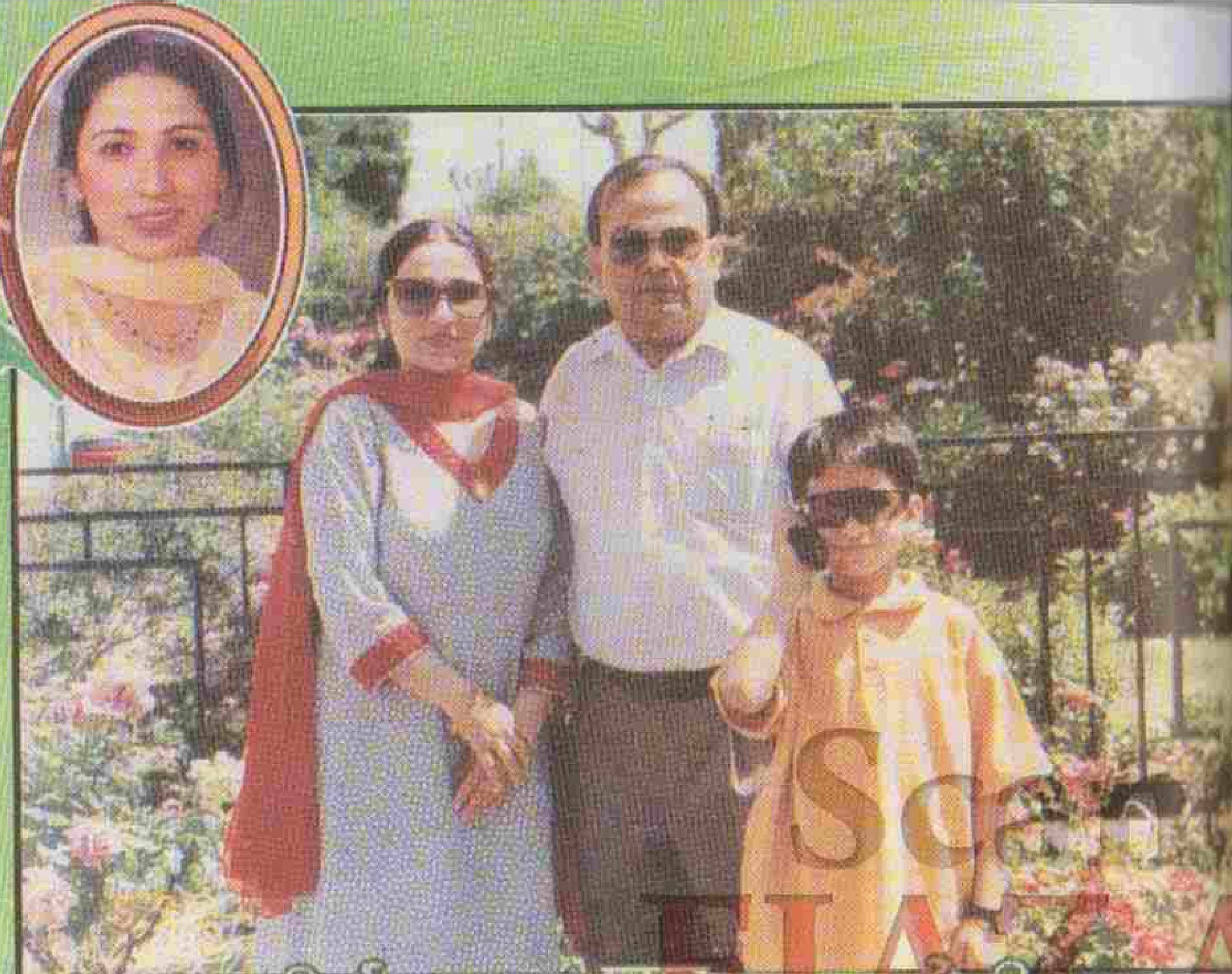

جون 1995ء لندن میں
جولائی 87ء جاپان میں فیوجی ماؤنٹین پر

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

بہت پیارے قارئین! آپ نے عذرا رسول کے افسانے کا پہلا حصہ جس شوق، جستجو اور حیرانی سے پڑھا اور پھر اسے بے حد پسند بھی کیا، اس کے لیے ہمارے ساتھ ساتھ عذرا رسول بھی آپ کی شکر گزار ہیں اور یہ فیکٹ بھی ہے کہ ان کی اس خوب صورت سچی کہانی نے ایک انتہائی دلچسپ ناولٹ کا روپ دھار کر جیسے سب ہی کو اپنے سحر میں گرفتار کر لیا ہے اور جب تک یہ ناولٹ پورا نہیں ہو جاتا کوئی بھی اس سحر سے رہائی پانے کو تیار نہیں۔

ہم نے پچھلی قسط میں اس حقیقت پر مبنی ناولٹ کا اختتام معراج بھائی اور عذرا کی پریوں جیسی انہونی شادی پر کیا تھا اور اب آپ لوگ یقیناً منتظر ہوں گے کہ شادی کے بعد اس رومانوی جوڑے کی کہانی اپنے اندر اور مزید کتنے رنگ چھپائے ہوئے ہے۔

تو آیئے چلتے ہیں ہم عذرا کی یادوں کے اس مہکتے ہوئے باغ میں جس کی خوشبو ہمیں بھی ہر سو بکھری ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

''ہاں تو عذرا! ہمارے قارئین تمہاری کہانی کے مزید آگے بڑھنے کے منتظر ہیں۔ شادی کے بعد زندگی کا یہ نیا سفر تمہیں کیسا لگ رہا تھا؟'' ہمارا یہ سوال عذرا کو اپنی زندگی کے اس حسین ترین دور میں لے گیا جو ہر نئے شادی شدہ جوڑے کے خوابوں کی راہ گزر ہوتا ہے اور جسے عام فہم لفظوں میں ہنی مون پیریڈ کہا جاتا ہے۔ عذرا بڑے جذب کے ساتھ بتانے لگیں۔

''رضوانہ! معراج صاحب نے جتنے والہانہ انداز میں مجھے اپنی زندگی میں شامل کیا، اس نے واقعی مجھے حیران کر دیا تھا۔ مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ مجھے اتنا زیادہ چاہتے ہیں۔ صحیح معنوں میں مجھے ان کی محبت کا اندازہ اسی زمانے میں ہوا۔ ان کی محبت کا خوب صورت انداز مجھے کسی اور ہی دنیا کا باسی بنا رہا تھا۔ ان کے ہر جملے سے محبت شہد کی طرح ٹپکتی تھی۔ وہ کہتے تھے، تم صرف میرے لیے بنی ہو۔ مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی چاہ ہی نہیں سکتا اور یہ سچ بھی ہے۔ انہوں نے جتنی چاہت مجھے دی، میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ لندن کے حسین اور رومینٹک ماحول میں ہمارا یہ ملن ہمیشہ کے لیے یادگار بن گیا۔ وہ شادی کے بعد دس دن کے لیے لندن میں ٹھہرے تھے اور انہی دس دنوں میں ہم لوگ چار دن کے لیے امریکا چلے گئے۔ نیو یارک میں ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ وہ مجھے بہت سی خوب صورت جگہوں پر لے کر گئے۔''

''کیا بات ہے بھئی، نیو یارک جیسا شہر اور معراج بھائی جیسے محبوب شوہر کا ساتھ...... کتنے خوب صورت دن ہوں گے وہ بھی۔'' ہم نے دلچسپی سے عذرا کے گل رنگ چہرے کو دیکھا۔

''ہاں، بہت ہی زبردست وقت گزر رہا تھا وہ۔ خوب ہی شاپنگ کرواتے۔ میں ان سے کہتی کہ آپ کی محبت، آپ کی رفاقت ہی میرے لیے دنیا کا سب سے بڑا انعام ہے لیکن وہ میری بات کو سنی ان سنی کر دیتے تھے۔''

''ہاں عذرا...... تم نے بھی تو ان کی محبت، ان کے عشق کا حق ادا کر دیا ہے۔ ایک بے حد وفا شعار بیوی کے روپ میں آج کل تم جس دور سے گزر رہی ہو، وہ بھی تو ایک مثال ہے۔ خیر، یہ ٹاپک تو آخر میں آئے گا، ابھی تو ہم تمہارے اس سنہرے ہنی مون پیریڈ سے واپس نہیں لوٹے ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ان دنوں تمہاری پڑھائی تو بہت ڈسٹرب رہی ہو گی؟'' ہم عذرا کو دوبارہ انہی دھنک رنگوں والے وقت میں واپس لے گئے۔

''ہاں، میں نے ان دنوں اپنا وقت صرف معراج صاحب کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کے کہنے پر میں نے دو ہفتے کی چھٹی لے لی تھی۔ میں جانتی تھی کہ معراج صاحب کو اب میرا پڑھنا کھل رہا ہے۔ خیر، دس دن بعد

اگست 87ء میں فرانس کے شاہی محل کے گارڈن میں

ستمبر 87ء میں سنگاپور میں

Scan & PDF
EJAZ AHMED
FriendsKorner.com

معراج صاحب واپس کراچی چلے گئے اور میں نے دوبارہ پڑھائی کی طرف توجہ مرکوز کر دی۔'' عذرا کی اس بات پر ہم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے انہیں دیکھا۔

''ہم یہ کیسے مان لیں کہ تمہارا دل پڑھنے میں لگ رہا تھا۔ بھئی نئی نئی شادی کا خمار اور پھر اتنے زیادہ محبت کرنے والے شوہر کی یاد تمہیں پڑھنے دیتی تھی؟''

ہماری بات پر عذرا بے اختیار ہنس دیں۔

''بھئی انہوں نے مجھے زیادہ یاد کرنے کا موقع ہی کب دیا۔ کچھ ہی دن بعد انہوں نے ایک بار پھر سے صرف مجھے ہی نہیں بلکہ پورے ہاسٹل کو اپنی موجودگی کا بھرپور احساس دلا دیا تھا۔'' عذرا نے بات کو پراسرار بنایا تو ہم نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

''ان کے کراچی جانے کے کچھ ہی دنوں بعد میری سالگرہ کا دن آ گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 14 جون کو جب میں اپنی دوستوں کے ساتھ کلاس اٹینڈ کر کے ہاسٹل پہنچی تو ریسپشن پر مجھے بتایا گیا کہ میرے لیے میری برتھ ڈے کا کیک رکھا ہے۔ تم یقین کرو رضوانہ، جب ہم لوگوں نے وہ کیک دیکھا تو سب حیران، پریشان رہ گئے۔ اتنا بڑا کیک پہلے کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ جب سب کو پتا چلا کہ یہ کیک میرے شوہر کی طرف سے بھیجا گیا ہے تو ہر ایک کی رشک بھری نگاہیں میری جانب اٹھنے لگیں۔ پھر میری انگریز دوست Normadownely نے کیک کٹنے کے بعد اس کو بانٹنے کا ذمہ لیا اور سب اسٹوڈنٹ، ہاسٹل کے سارے اسٹاف نے اس کیک کو انجوائے کیا مگر پھر بھی کیک ختم نہیں ہوا تھا۔''

''واقعی میں یہ تمہارے لیے بہت بڑا سرپرائز تھا۔ ویسے تمہارے اس قصے کو پڑھنے کے بعد بہت سی بیویوں کی اپنے شوہروں سے لڑائی پکی ہے۔'' ہماری بات پر عذرا کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

''تو اس کا مطلب ہے کہ میں مزید تفصیل نہ بتاؤں؟''

''کیا مطلب ہے، کیا مزید سرپرائز اور بھی تھے؟'' ہم نے دلچسپی سے پوچھا۔

''ہاں، وہ میری کزن کے پاس ایک جیولری باکس بھی رکھوا گئے تھے۔ جو مجھے میری سالگرہ کے روز ہی ملا تھا۔ روبی امرلیڈ کا وہ خوبصورت سیٹ نہ صرف مجھے بلکہ میری ساری فرینڈز کو بھی بے حد پسند آیا تھا۔ میری انگریز دوست Norma اتنی امپریس تھی کہ بے اختیار کہنے لگی کہ عذرا تم واقعی بہت لکی ہو کہ تمہیں ایسا ہسبینڈ ملا ہے۔'' یہ قصہ بتاتے ہوئے عذرا کے چہرے کی جگمگاہٹ شاید اس جیولری کی چمک کو بھی ماند کر رہی تھی۔

''شادی کے بعد کی پہلی سالگرہ تو سچ مچ تمہارے لیے بے حد یادگار ثابت ہوئی۔ اچھا یہ تو بتاؤ، معراج بھائی جب بیس دن بعد دوبارہ آ گئے تو تمہاری خوشی کا کیا عالم ہوا؟''

''بے حد خوشی کے ساتھ ساتھ اپنی پڑھائی کی بھی فکر تھی لیکن معراج صاحب شاید میری پڑھائی کو ہمارے درمیان میں نہ لانے کا فیصلہ کر کے آئے تھے۔ سو آتے ہی انہوں نے میری آٹھ دن کی چھٹی کروائی جس کے لیے مجھے انچارج کو ایک لیٹر بھجوانا پڑا کیونکہ معراج صاحب نے فوراً ٹوکیو جانے کا پروگرام جو بنا لیا تھا۔ اس زمانے میں ویزے کی اتنی سختی نہیں تھی۔ اسٹوڈنٹ ہونے کی وجہ سے بہ آسانی لندن سے ہی جاپان کا ویزا مل گیا تھا۔'' عذرا مکمل طور پر اس حسین ترین وقت کے سحر میں کھوئی ہوئی تھیں۔

''اس کا مطلب تو بہت واضح ہے عذرا کہ معراج بھائی تمہاری پڑھائی کو اپنے رقیب کا درجہ دیتے ہوئے تمہیں اس سے دور اور اپنے سے زیادہ قریب کر رہے تھے۔ دیکھو نا ٹوکیو جیسے حسین شہر کا ٹرپ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہی تو ہے۔'' ہم نے انہیں چھیڑا تو ان کی مسکراہٹ نے جیسے ہماری بات کی تائید کی اور پھر وہ ہمیں ٹوکیو کے بارے میں بتانے لگیں۔

''واقعی، ٹوکیو بے حد امپریسو شہر ہے۔ اتنا زیادہ خوب صورت...... کہ انسان بس دیکھتا رہ جائے۔ میں نے اتنی چمک دار اور صاف ستھری اور چوڑی سڑکیں کہیں اور نہیں دیکھیں۔ گاڑیاں لشکارے مارتی سڑک پر گزرتی تھیں، تب ہی معراج صاحب نے مجھے بتایا کہ یہاں پرانی گاڑی پر روڈ ٹیکس بہت زیادہ ہے، نئی گاڑی کی نسبت۔ اس لیے پرانی گاڑیاں نظر نہیں آئیں گی۔ شاپنگ سینٹرز بھی بے حد شاندار تھے...... سچ خوب صورتی ختم ہے اس ملک پر لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بے حد مہنگا ملک بھی ہے۔ اسی مہنگائی سے جڑا ایک بہت مزے کا قصہ سنو۔'' وہ دفعتاً ایک قصہ یاد آنے پر بے ساختہ مسکراتے ہوئے بولیں اور ہم تو پہلے ہی ہمہ تن گوش تھے۔

''میں کینو بہت شوق سے کھاتی ہوں۔ ہم لوگ جس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے، اس کے نزدیک ایک زبردست فروٹ شاپ تھی۔ یہ مجھے اس فروٹ شاپ میں لے گئے۔ میں نے ایک جالی کا بیگ، جس میں پانچ کینو پیک تھے، اٹھا لیا۔ انہوں نے قیمت ادا کر دی۔ ہوٹل واپس آ کر جب میں کینو کھانے لگی تو میں نے پوچھا کتنے کے ہوں گے۔ ہنس کر کہنے لگے پہلے خون بنا لو پھر خشک کرنا۔ میں نے اصرار کیا تو پانچ کینو کی پاکستانی روپوں میں جو قیمت انہوں نے بتائی اسے سن کر تو میں جیسے اچھل ہی پڑی۔ اس کے بعد ٹوکیو میں دوبارہ میں نے کینو نہیں کھائے۔'' ان مزے دار قصوں کے درمیان بے ساختہ ہنسی کا سلسلہ چلتا رہا۔

''عذرا! تم نے معراج بھائی کی شخصیت کا یہ پہلو بھی ہمیں دکھا کر بڑا محظوظ کیا ہے۔''

''ہاں رضوانہ! وہ بے پناہ محبت کرنے والے، بے حد کیئرنگ اور اس کے ساتھ ساتھ بہت بذلہ سنج، حاضر جواب اور بہت ہی شگفتہ مزاج بھی ہیں۔ ان کے جملے اتنے مزے دار اور کاٹ دار ہوتے ہیں کہ بے ساختہ ہنسی آ جائے۔ ٹوکیو میں ہی ایک بہت مہنگا ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا جس کا نام Diyamaro تھا۔ وہاں سے میں نے کچھ چیزوں کی خریداری کی تھی۔ میرے میاں نے مذاق میں اس اسٹور کا نام مہنگائی کے لحاظ سے Diyamaro کے بجائے ''دے مارو'' رکھ دیا تھا۔ ویسے جاپان میں توہم پرستی بہت عام ہے۔ وہ اسٹور بے حد بڑا تھا۔ اس کے ایک سرے پر کوئی کھڑا ہو کر دوسرے سرے کی جانب کھڑے ہوئے انسان کو واضح طور پر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ایک بار میں اور معراج صاحب اس اسٹور میں مختلف چیزیں دیکھ رہے تھے کہ ہمیں دور سے ایک جاپانی آتا ہوا دکھائی دیا جو ہم لوگوں کو بہت حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ جوں جوں وہ قریب آتا گیا اور میری صورت بالکل واضح ہو کر اس کے سامنے آئی تو شدید حیرانی کے ساتھ وہ ٹھٹک کر رکا پھر تیزی سے مڑا اور بھاگتا ہوا واپس چلا گیا۔ میں نے معراج صاحب سے پوچھا۔ اسے کیا ہوا ہے۔ وہ بولے کہ تمہاری صورت بہت حد تک جاپانی لوگوں سے مشابہ ہے۔ اس کی کسی عزیزہ کی شکل تم سے ملتی ہوگی جو کہ مر چکی ہوگی۔ یہ تمہیں شاید اس کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

روح سمجھا ہے۔ پھر بعد میں ہمارے گائڈ نے معراج صاحب کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے سوا کوئی اور بات ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ بالکل جاپانی لگتی ہیں، وہ آپ کو اپنی کوئی مری ہوئی کزن یا بہن سمجھا ہوگا۔ یہ لوگ بہت وہمی ہوتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق اگر انہوں نے کسی روح کو کراس کرلیا تو یقیناً بڑی مشکل میں پڑ جائیں گے۔ تو ان کی توہم پرستی کا یہ عالم تھا۔'' عذرا ہمیں یہ مزے کا قصہ بتا رہی تھیں اور ہم ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے غور کر رہے تھے کہ عذرا میں واقعی کافی جاپانی لک نظر آتا ہے پھر ہم نے عذرا کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''یعنی تمہارا یہ ٹرپ بھی بہت زبردست رہا۔ بھئی تم تو ہر مہینے ہی ہنی مون منا رہی تھیں؟''

''ہاں، ہم لوگ وہ ٹرپ کرکے واپس لندن آئے۔ کچھ ہی دنوں بعد ایک بار پھر انہوں نے اٹلی گھومنے کا پروگرام بنالیا۔''

''اوہ گاڈ عذرا! یہ تو تمہیں ہنی مون پلس سیاحت میں پی ایچ ڈی کروا رہے تھے۔ کتنے حسین طریقوں سے انہوں نے پلاننگ کرکے تمہاری پڑھائی سے اپنی جان چھڑائی۔'' ہم نے بے ساختہ کہا تو جیسے انہوں نے ہماری بات سے سو فیصد اتفاق کیا۔

''تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، ان کی نیچر پوزیسیو بھی رہی ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ میری ساری توجہ صرف انہی کو ملے۔ یونیورسٹی میں لڑکے لڑکیاں سبھی پڑھتے تھے۔ انہیں یہ بھی زیادہ پسند نہیں تھا کہ دوسرے مرد میری تعریف کریں لیکن انہوں نے واقعی بہت رومینٹک طریقے سے مجھے ہینڈل کیا۔ اتنے خوب صورت اور دل کو چھو جانے والے جملے بولتے تھے کہ اسٹڈی کے دوران بھی میری توجہ بار بار بھٹک کر ان جملوں میں الجھنے لگتی تھی جبکہ میں اپنی پی ایچ ڈی پر یکسوئی سے توجہ دینا چاہتی تھی لیکن اس دوران ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے کا بھرپور موقع مل رہا تھا۔ اٹلی میں بھی ہم نے بہت خوب صورت وقت گزارا۔ ہم لوگ اٹلی کے مشہور تاریخی چرچ دیکھنے گئے۔ وہاں ایک بہت فیمس آرٹسٹ کی پینٹنگز لگی ہوئی تھیں۔ میں جیسے ان تصویروں میں کھو سی گئی۔ یہی حال معراج صاحب کا تھا۔ وہ بھی ایسی پینٹنگز کے شیدائی نکلے۔ ہم لوگ بہت دیر کے بعد جب تھک کر باہر نکلے تو انہوں نے کہا کہ عذرا آج تو مزہ آگیا۔ ہم لوگوں نے کتنے اطمینان سے سب پینٹنگز دیکھیں۔ ورنہ عموماً پاکستانی خواتین کو ایسی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، وہ تو شوہروں کا بھی ٹھیک سے دیکھنا دشوار کردیتی ہیں اور بچ رضوانہ، ان کے ان جملوں نے مجھے بڑی سچائی سے بتایا کہ ہم دونوں میں کتنی ذہنی ہم آہنگی ہے۔ ہم لوگ وہاں سات دن رہے اور بے حد رومینٹک شہر وینس اور روم کی رومان انگیز فضاؤں اور جگہوں کو بے حد انجوائے کیا۔ معراج صاحب نے وہاں بے حساب فوٹو کھینچے جو میرے پاس ہمیشہ کے لیے محفوظ ہیں۔ پھر ہم واپس لندن آئے اور یہاں سے معراج صاحب پاکستان واپس چلے گئے۔ پاکستان سے انہوں نے بتایا کہ تمہاری امی اگست میں ہم دونوں کا ریسیپشن دینا چاہ رہی ہیں تاکہ سارے خاندان والے اس خوشی میں شریک ہوسکیں۔ جولائی کے آخر میں چھٹیاں ہوجاتی ہیں، تم ان چھٹیوں میں ہی آجاؤ۔ ''لیکن میرا پی ایچ ڈی۔'' میں نے پریشان ہوکر کہا۔ ''تم ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کو اپلی کیشن دے دو کہ کچھ بڑے مسائل ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے تمہیں واپس پاکستان جانا پڑے گا۔'' انہوں نے

اطمینان سے مجھے سمجھایا۔

''ویسے تمہیں ذہنی طور پر اس بات کے لیے تیار ہوجانا چاہیے تھا۔ ان کی اتنی خوب صورت محنت کا یہی رزلٹ نکلنا تھا۔'' ہم نے ہنس کر کہا۔

''ہاں، میں ذہنی طور پر تیار ہی تھی کہ مجھے پڑھائی میں بریک لینا ہی پڑے گا۔'' ہم نے عذرا کی آنکھوں میں اپنے اتنے چاہنے والے شوہر کی محبت کی چمک کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

''شادی کے بعد تم پہلی مرتبہ پاکستان آرہی تھیں، یقیناً ائرپورٹ پر پورا خاندان تمہیں ریسیو کرنے پہنچا ہوگا؟''

''نہیں، مجھے ائرپورٹ پر کوئی بھی لینے نہیں آیا تھا، بس یہ ہی اکیلے کھڑے ہوئے نظر آئے۔'' وہ ہونٹوں میں مسکراہٹ دباتے ہوئے بولیں۔ شاید انہیں حیران کرنے میں مزہ آرہا تھا اور ہم واقعی حیران کن نظروں سے انہیں دیکھ کر رہ گئے۔ تب انہوں نے بتایا۔

''جب میں لاؤنج سے باہر آئی تو میں نے موصوف کو بالکل تنہا کھڑا دیکھ کر حیرانی سے ادھر ادھر دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے میرے قریب آگئے اور بہت ہی محبت سے میرے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے مجھے ویلکم کہا اور مسکراتے ہوئے بولے۔ یہاں اپنے گھر والوں کو تلاش مت کرو، میں ان کو گھر پر ہی روک کر آیا ہوں۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ جب تم آؤ تو بس اور کوئی نہ ہو، صرف میں ہی تمہیں ریسیو کروں۔''

''بھئی تمہارے اس افسانے کے ہیرو نے تو بڑے بڑے مجنوؤں کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔'' ہم نے ٹھیک ٹھاک امپریس ہوتے ہوئے کہا۔

''خیر، ہم لوگ امی کے گھر پہنچے تو وہاں سب گھر والوں نے میرا بہت ہی شاندار استقبال کیا۔ خاص خاص رشتے داروں کو بھی امی نے بلوایا ہوا تھا۔ زبردست لنچ کا اہتمام تھا۔ گھر میں خوب ہی رونق اور سجاوٹ محسوس کرتے ہوئے مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ کئی چیزوں کا صدقہ دیا گیا۔ گھر والوں نے ہمارے لیے بہت خوب صورتی سے ایک کمرا سیٹ کیا ہوا تھا۔ کھانے کے بعد امی نے کہا کہ تم لوگ کچھ دیر کے لیے آرام کرلو تاکہ شام تک فریش ہوجاؤ۔ اس پر معراج صاحب نے بڑی نرمی سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ نہیں امی، میں نے PC میں کمرا بک کروالیا ہے۔ اب ان کے آرام کا خیال رکھنا میرا کام ہے۔ امی ہکا بکا رہ گئیں اور یہ مجھے گاڑی کی طرف لے کر بڑھ گئے، یہ وعدہ کرتے ہوئے کہ شام کو ہم لوگ پھر آئیں گے۔''

''واہ بھئی یعنی انہوں نے صحیح معنوں میں اپنی دلہن کا بہت ہی رومینٹک انداز میں سواگت کیا تھا۔'' ہم نے معراج صاحب کے اس خوب صورت انداز کو سراہا۔ ''اور عذرا! اپنے سسرال والوں سے پہلی بار ملنے پر ان کے اور تمہارے کیا احساسات تھے؟''

''بہت اچھا محسوس ہوا تھا۔ میری ساس دمے کی مریضہ تھیں اور میرے دیور اعجاز بھائی کے ساتھ ہی رہتی تھیں۔ معراج صاحب مجھے جب ان سے ملانے کے لیے لے گئے تو میرے دیور اور دیورانی نے میرا بہت اچھا استقبال کیا۔ کچھ قریبی عزیزوں کو بھی انہوں نے بلا لیا تھا۔ پہلی بار ان سب سے مل کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ میری

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ساس مجھ سے بہت ہی شفقت سے ملیں۔ معراج صاحب کے چہرے سے خوشی چھلکی پڑ رہی تھی۔ وہ کسی بات پر بے ساختہ ہنسے تو میری ساس مجھ سے کہنے لگیں۔ ''میں نے معراج کو اس سے پہلے اتنا خوش اور بے ساختہ ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ عذرا! تم معراج کو پہلے ہی کیوں نہیں مل گئیں۔'' عذرا نے بڑے فخر سے بتایا۔

''کچھ اپنے ریسپشن کا حال بھی تو بتاؤ جو تمہاری امی نے دیا تھا؟''

''امی نے بہت اچھا ریسپشن دیا تھا جس میں میرے سارے عزیز واقارب کے علاوہ میری یونیورسٹی کے کلاس فیلو لڑکے اور لڑکیاں بھی شریک ہوئے تھے۔ سب ہی معراج صاحب سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے۔''

''ظاہری بات ہے عذرا کہ معراج بھائی کی شخصیت ہے ہی اتنی اچھی لیکن بقول تمہارے وہ بہت پوزیسیو بھی رہے ہیں تو یہ بات تمہیں کیسی لگتی تھی؟'' ہمارے پوچھنے پر عذرا ایک لمحے کو کچھ خاموش سی ہوئیں اور پھر اپنی فطری صاف گوئی سے بولیں۔

''معراج صاحب میرے معاملے میں کافی پوزیسیو تھے۔ ریسپشن کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ آج کے بعد آپ کے کلاس فیلو لڑکوں کا آنا یا ان سے بات کرنا بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ اگر میں گھر پر نہ ہوں تو کوئی کزن بھی آپ سے ملنے گھر پر نہ آئے۔ میں نے امی کو یہ بات بتائی تو انہوں نے بہت طریقے سے سب کو یہ بات سمجھا دی کہ عذرا کے میاں کو یہ بات پسند نہیں۔ معراج صاحب کا یہ بھی کہنا تھا کہ میں ان کی موجودگی میں کہیں باہر نہ جاؤں۔ اگر کسی سہیلی یا خاندان والوں سے ملنا ہو تو شام سات بجے تک ان کے آنے سے قبل واپس آجاؤں۔ تم یقین جانو میرے بھائی مظفر کی شادی فروری 1989ء میں ہوئی اور اس میں امی نے جب مجھ سے کہا کہ کم از کم دو دن تو تم یہاں رکو مگر معراج صاحب نے صاف انکار کر دیا کہ عذرا نہیں رکیں گی۔ امی نے شکوہ کیا تو بولے کہ جتنے سالوں بعد آپ نے انہیں مجھے دیا ہے، اب اتنے ہی سال یہ میرے پاس گزار لیں پھر آپ روک لیا کیجیے گا۔ امی تھک ہار کر بولیں کہ معراج بیٹے تم ہو بڑے حضرت، اپنی بات منوا ہی لیتے ہو۔'' عذرا کی اس بات پر ہم نے غور سے ان کے چہرے کو دیکھا لیکن ان کی آنکھوں میں ذرا سا بھی شکوہ نظر نہیں آیا جیسے معراج صاحب کی محبت کا یہ انداز انہیں بہت اچھا لگا تھا۔

''عذرا! کبھی کبھی ایسی بے تحاشا محبت گھٹن کا احساس بن جاتی ہے، کیا تمہیں بھی کبھی ایسا محسوس ہوا؟'' بے اختیار ہی یہ سوال لبوں پر آگیا۔

''گھٹن کا احساس تو نہیں ہوا لیکن کبھی کبھی خفا ضرور ہو جاتی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ بس خاموش ہو جاتی تھی۔ وہ میری خاموشی سے گھبرا جاتے تھے لیکن رضوانہ، وہ مجھے اتنے محبت بھرے طریقے سے روکتے تھے کہ میں دل چاہنے کے باوجود ان کی خاطر زیادہ کہیں نہیں جاتی تھی۔ حالانکہ میرے خاندان میں بے شمار تقاریب اور فنکشنز ہوتے رہتے تھے لیکن نہ ہی یہ خود جانا پسند کرتے تھے اور نہ ہی مجھے جانے کی اجازت دیتے تھے۔''

''عذرا! یہ فیکٹ ہے کہ تمہارا خاندان بہت رونق پسند ہے اور تم بھی ان رونقوں کا حصہ رہی ہو۔ پھر تم کیسے اپنے آپ کو ان رونقوں سے دور رکھ پاتی تھیں؟'' ہمارے اس سوال کا انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''میں معراج صاحب کی طبیعت اور مزاج بہت اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔ پہلی دفعہ جب انہوں نے مجھے ایک قریبی عزیز کے فنکشن میں جانے سے روکا تو میں نے کوئی بحث نہیں کی لیکن اداسی میرے چہرے سے عیاں تھی۔ وہ مجھے یوں خاموش اور افسردہ نہیں دیکھ سکے اور عین ٹائم پر مجھے جانے کی اجازت اس شرط پر دے دی کہ میں جلد ہی لوٹ آؤں۔ بس جناب، میں منٹوں میں تیار ہو کر بھاگی کیونکہ بالکل وقت پر میاں جی نے اجازت دی تھی۔ لیکن اس دن کے بعد سے اگر کوئی فنکشن وغیرہ ہوتا تو میں پہلے سے اپنا ڈریس تیار کر کے رکھ لیتی تھی کیونکہ میں جان گئی تھی کہ وہ میرا اداس چہرہ دیکھ کر بالآخر مجھے فنکشن اٹینڈ کرنے کو ضرور کہیں گے۔ بس یہ ہی طریقہ تھا ان سے پرمیشن لینے کا۔'' عذرا نے اتنے مزے سے کہا کہ ہم لوگ بے ساختہ ہنس دیے۔

''کبھی تمہارا اپنے میکے میں رکنے کا دل نہیں چاہا؟'' ہم نے انہیں مزید کریدا۔

''کیوں نہیں دل چاہا لیکن معراج صاحب کہتے تھے کہ بے شک میں کبھی کبھی دن بھر کے لیے امی کے گھر چلی جاؤں لیکن رات کو ضرور واپس آجاؤں کیونکہ انہیں گھبراہٹ ہوتی ہے۔ تم یقین کرو کہ میں کبھی رات کو امی کے گھر نہیں رکی۔ حالانکہ کبھی کبھی امی ناراض بھی ہو جاتی تھیں لیکن میں اپنے میاں کی محبت کے آگے مجبور تھی اور میں نے کبھی اس بات کو ایشو نہیں بنایا اور نہ ہی معراج صاحب سے اس سلسلے میں کوئی جھگڑا کیا۔'' شاید عذرا کی یہی محبت، صبر اور وفا شعاری معراج بھائی کو ان کا گرویدہ بنائے رہی، یہ بات دل میں سوچتے ہوئے ہم عذرا کی طرف متوجہ ہو گئے جو اب ایک مزے کا قصہ سنا رہی تھیں۔

''ایک بار میری کسی کزن کے یہاں دعوت تھی جہاں میرا جانا ضروری تھا۔ معراج صاحب نے بادل ناخواستہ اجازت دے دی لیکن مجھ سے کہا کہ عذرا بس جلدی آجانا۔ مجھے پتا ہے کہ سب لوگ تمہیں اٹھنے نہیں دیں گے لیکن تم چپکے سے اٹھ آنا۔ انہوں نے کئی طریقے بھی بتا ڈالے کہ کیسے میں جلدی واپس آسکتی ہوں۔ خیر جناب، میں فنکشن میں آگئی...... جہاں وہی ہلا گلا ہو رہا تھا۔ اگرچہ میرا دل وہاں رکنے کو بہت چاہ رہا تھا لیکن معراج صاحب کا خیال، ان کی ریکویسٹ کا سوچ کر جی بھی نہیں لگ رہا تھا۔ سو جب سب لوگ ہلے گلے میں مصروف تھے، میں چپکے سے اٹھ کر بنا کسی کو بتائے گھر واپس آگئی۔ میں نے دیکھا کہ یہ بیٹھے ہوئے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ مجھے یوں اچانک اپنے سامنے پا کر جو خوشی ان کے چہرے پر بکھری تھی، وہ آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ انہوں نے بے اختیار مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ارے تم اپنا فنکشن چھوڑ کر اتنی جلدی آگئیں، میں تو سمجھا تھا بہت دیر ہو جائے گی۔''

''عذرا تمہارے اس چھوٹے سے قصے میں تمہاری وفا، تمہاری محبت اور تمہارا ایثار جب ہم اتنا محسوس کر رہے ہیں تو معراج بھائی کو کتنا زیادہ اچھا لگا ہوگا کہ تم نے ان کے جذبات اور احساسات کا خیال اپنی خوشی سے بڑھ کر رکھا۔ تم نے انہیں سمجھا جواباً تمہیں ان سے اتنی ڈھیر ساری محبت پائی۔'' ہم نے بہت سچائی سے ان کی محبت اور وفا شعاری کی تعریف کی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

''ہاں، تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں نے اپنی چھوٹی چھوٹی خوشیوں اور خواہشوں کو بھی معراج صاحب کے مزاج، ان کے موڈ، ان کی پسند پر کبھی حاوی نہیں ہونے دیا۔ اکثر کبھی ہم لوگ امی کے گھر گئے اور انہوں نے کھانے پر روکنا چاہا تو اگر معراج صاحب کی مرضی نہیں ہوتی تو میں کبھی اصرار نہیں کرتی تھی بلکہ امی سے معذرت کر لیتی تھی۔''

''تو اس کا مطلب ہے کہ کبھی تم لوگوں کی آپس میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی؟'' ہم نے اچنبھے سے پوچھا۔

''شاید کوئی یقین نہ کرے لیکن ہم لوگوں کی واقعی کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔'' عذرا نے ہنس کر جواب دیا۔ ''ہاں البتہ کبھی کبھی مذاق میں ان سے کوئی شکوہ ضرور کر لیتی تھی۔'' عذرا نے اتنے مزے سے بتایا کہ ہم اپنی ہنسی ضبط نہیں کر سکے۔

''اچھا عذرا! اب ہم آتے ہیں تمہاری زندگی کے ایک اور حسین ترین موڑ پر جب تمہارے بیٹے ذیشان نے آ کر تمہاری اور معراج بھائی کی اس محبت کو شیئر کیا جسے تمہارے میاں جی کسی کے ساتھ بھی شیئر کرنا برداشت نہیں کرتے تھے۔'' ہماری بات پر عذرا کے چہرے پر ممتا کے جو رنگ بکھرے، وہ ہمیں سب سے زیادہ خوب صورت لگے۔

''ہاں، وہ دن میری زندگی کی کتاب کا حسین ترین صفحہ ہے جب میرا ذیشان میری گود میں آیا تھا۔ معراج صاحب بھی بے پناہ خوش تھے۔''

''ہم یقیناً سمجھ رہے ہیں لیکن پھر بھی عذرا تم تفصیل سے بتاؤ گی تو زیادہ مزہ آئے گا۔'' عذرا نے مسکراتی آنکھوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے بتایا۔

''رضوانہ! پورے اسپتال میں جیسے انہوں نے ایک میلا سا لگا دیا۔ پورے اسپتال کے اسٹاف میں پیسے بانٹے۔ مٹھائی کے ٹوکرے منگوا لیے تھے انہوں نے...... ہر ایک مٹھائی کھا رہا تھا، انعام وصول کر رہا تھا۔ اک رونق سی بکھری ہوئی تھی اسپتال میں۔''

''قسم سے عذرا...... اب تو لڑکیاں تمہاری یہ کہانی پڑھ کر معراج صاحب کو ہی آئیڈیل بنا کر اپنے ہونے والے شوہروں میں ان کا عکس ڈھونڈیں گی۔'' ہماری بات پر وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

''ہماری بڑی بھابی ان کا والہانہ انداز دیکھ کر معراج صاحب سے کہتی تھیں کہ معراج آپ سارے خاندان کے مردوں کے سر پر ہاتھ پھیر دیں تاکہ کچھ تو آپ جیسی خوبیاں ان میں بھی آ جائیں۔''

''اچھا عذرا! ہم بات کر رہے تھے ذیشان کی پیدائش کی۔ اب یہ بتاؤ کہ گھر آ کر تمہارا کیسا استقبال ہوا؟''

''جب میں گھر پہنچی تو میرے کمرے کے ساتھ ساتھ ذیشان کا کمرا بھی اس کی ضرورتوں اور سہولتوں کے ساتھ سجا ہوا تھا۔ تم یقین کرو کہ ذیشان کے پیدا ہونے سے دو ماہ قبل ہی معراج صاحب نے بچے کے لیے ایک ٹرینڈ آیا کا بندوبست کر لیا تھا تاکہ وہ ہم لوگوں کو اور ہم اسے سمجھ جائیں اور جب بچے کی دیکھ بھال کا وقت آئے تو اس میں کسی بات کی کمی نہ آئے۔''

''تم نے تو انہیں ذیشان جیسے بیٹے کا تحفہ دیا اور انہوں نے تمہیں اس یادگار موقع پر کیا تحفہ دیا؟'' ہمارے سوال

پر عذرا کے چہرے کی جگمگاہٹ نے بنا کہے کافی کچھ بتا دیا۔

''ذیشان کا عقیقہ اس کی پیدائش کے ساتویں دن ہوا تھا۔ معراج صاحب نے اپنی بہنوں، بھابیوں اور سب سالیوں کو اس موقع پر زبردست نیگ دیا اور رہی بات میری تو بس پوچھو ہی نہیں۔'' اور ہم نے واقعی میں کچھ نہیں پوچھا کہ یہ تو انڈراسٹڈ ہی تھا۔

ابھی یادوں کے اس خوب صورت سفر میں ہم دونوں گھوم ہی رہے تھے کہ روشن جو کہ ذیشان کی آیا ہیں، لوازمات سے بھری ہوئی ٹرالی لے کر کمرے میں داخل ہوئیں۔ ''لیں رضوانہ باجی! یہ گجراتی اسٹائل کے چکن سینڈوچ خاص طور پر آپ کے لیے میں نے بنوائے ہیں۔'' پرپل کلر کے کپڑوں میں روشن ہمیشہ کی طرح بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ ہم نے ٹھنڈی یخ کوک کا گلاس ہونٹوں سے لگاتے ہوئے عذرا کو چھیڑا۔

''اچھا تو یہ وہی روشن ہیں جنہوں نے ذیشان کو پال پوس کر جوان کر دیا اور معراج صاحب اگنور ہونے سے بچ گئے۔'' اس پر روشن فوراً ہی بولیں۔

''بس عذرا باجی نے تو ذیشان کو صرف پیدا کیا ہے لیکن پالا میں نے ہے۔''

روشن کے جانے کے بعد ہمیں اچانک کچھ یاد آیا۔ ''عذرا! ذیشان کے بعد تمہارے ہاں ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی تھی نا؟'' ہم نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا کہ یہ سوال اپنے اندر ایک اداسی سمیٹے ہوئے تھا۔ عذرا کے چہرے پر چھلکتا دکھ ہمیں اپنے دل پر محسوس ہوا۔

''ہاں، ذیشان کی پیدائش کے دو سال بعد میرے یہاں بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام ثنا تھا۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں اسے بلڈ کینسر ہوا اور صرف چھ ماہ کے اندر وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کا اور ہمارا ساتھ صرف دو سال رہا۔ معراج صاحب اسے بے پناہ چاہتے تھے۔ میں ماں تھی جو مجھ پر بیتی، میں ہی جانتی ہوں لیکن معراج صاحب نے اس کا اتنا شدید غم کیا کہ میں پریشان ہو گئی۔ بہت عرصہ وہ اس غم سے اپنے آپ کو نکال نہیں پائے تھے۔''

''عذرا! تم لوگ کافی عرصے کے لیے انگلینڈ چلے گئے تھے، میرے خیال میں ثنا کے بعد معراج بھائی کا دل یہاں نہیں لگ رہا تھا۔'' عذرا نے ہماری بات کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں رضوانہ! ہمارے لندن جانے کی یہی وجہ تھی۔ معراج صاحب کو اس گھر میں ہر سمت ثنا کی یادیں بکھری ہوئی نظر آتی تھیں جو ان سے برداشت نہیں ہو رہی تھیں۔ سو ایک دن انہوں نے اچانک ہی مجھ سے کہا کہ کیوں نہ ہم ذیشان کی ایجوکیشن لندن میں کروا لیں۔ مجھے ان کا یہ فیصلہ بالکل صحیح اور بروقت لگا اور ہم ہفتے کے اندر اندر لندن پرواز کر گئے۔''

''ہاں تو عذرا...... پھر لندن میں تم لوگ کتنا عرصہ رہے؟'' ہم نے عذرا کو ان تکلیف دہ یادوں سے نکالتے ہوئے پوچھا۔

''ہم لوگ 92ء سے 98ء تک لندن میں مقیم رہے۔ وہیں ہم نے ذیشان کی ایجوکیشن بھی شروع کرا دی تھی۔ پھر 98ء میں ہم لوگ واپس پاکستان آئے۔'' عذرا نے بہت مزے دار کبابوں اور چٹ پٹے پکوڑوں کی پلیٹ جو کہ

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

روشن ابھی ابھی رکھ کر گئی تھیں، ہمارے سامنے بڑھاتے ہوئے بتایا۔

"لیکن عذرا! تم لوگوں نے دوبارہ پاکستان جانے کا فیصلہ کیوں کیا؟" ہم نے ان مزے دار اسنیکس کا لطف اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"اصل میں معراج صاحب کے بغیر آفس میں کافی مسائل پیدا ہو رہے تھے جس کی وجہ سے ان کا پاکستان جانا ناگزیر ہو گیا تھا لیکن وہ مجھے اور ذیشان کو لندن میں تنہا چھوڑنے پر تیار نہیں تھے اسی وجہ سے پھر میں اور ذیشان بھی ان کے ساتھ واپس پاکستان آ گئے۔"

"پھر پاکستان واپس آنے کے بعد تمہاری زندگی میں کوئی تبدیلی آئی؟" ہمارے اس سوال پر عذرا کے چہرے پر کچھ ملال کے رنگ بکھر گئے۔

"رضوانہ! ہماری زندگی بہت سبک روی سے گزر رہی تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ غم کیا ہوتا ہے، پریشانی کسے کہتے ہیں لیکن جب ہمارے ایک بے حد ہنستے مسکراتے خوشی کے دن پر اچانک ہی پریشانیوں کے بادل چھائے تب میں نے ان چیزوں کا مطلب جانا۔" وہ ایک لمحے کو چپ ہو گئیں۔ ہم خاموشی سے ان کے بولنے کے منتظر رہے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اس وقت کوئی بھی سوال کرنا بے معنی ہے۔ عذرا نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد بات کو دوبارہ شروع کیا اور وہ اندھیر جیسا دن ان کی یادوں میں روشن ہوتا چلا گیا۔

"معراج صاحب کی سالگرہ کا وہ دن میں کبھی بھی نہیں بھول سکتی۔ 5 اگست 1999ء کی اس رات ہم نے معراج صاحب کی برتھ ڈے کے سلسلے میں گھر میں ہی قریبی دوستوں اور عزیزوں کو ڈنر پر مدعو کیا ہوا تھا۔ رات ہوتے ہوتے سب ہی مہمان آ گئے۔ بڑی پیاری سی گہما گہمی ہو رہی تھی گھر میں۔ ان کی سالگرہ اسی طرح ہم لوگ ہر سال گھر میں ہی سیلیبریٹ کرتے تھے۔ میں مہمانوں سے باتوں میں مصروف تھی تبھی میں نے نوٹ کیا کہ معراج صاحب کبھی آ کر مہمانوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی بے اختیار اٹھ کر باہر چلے جاتے ہیں۔ مجھے وہ کچھ بے چین سے دکھائی دے رہے تھے۔ کھانا شروع ہونے میں تقریباً ایک گھنٹا باقی تھا۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ پتا نہیں کیوں طبیعت بہت گھبرا رہی ہے، سوچتا ہوں کہ ڈاکٹر کو دکھا ہی لوں۔ میں ایک دم پریشان ہو گئی پھر وہ میرے بھائی اور کچھ دوستوں کے ساتھ قریبی اسپتال میں چیک اپ کے لیے چلے گئے اور میں مہمانوں کے پاس رک گئی۔ وہاں ڈاکٹرز نے چیک اپ کرنے کے بعد بتایا کہ انہیں تو شدید ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ فوراً ہی انہیں ICU میں داخل کر لیا گیا۔"

ہم جو عذرا پر گزرنے والی اس روداد کو بہت غور سے سن رہے تھے، بے اختیار چونک اٹھے۔

"اوہ گاڈ، عذرا! یہ خبر سن کر تم پر کیا گزری ہو گی؟ مہمانوں سے بھرے گھر میں ایک PANIC مچ گیا ہو گا؟" ہمارا سوال بہت بے ساختہ تھا۔

"ہاں بس نہ پوچھو اس وقت مجھ پر کیا گزری۔ میرے آنسو نہیں رک رہے تھے، گھر میں بکھری رونق ایک دم سناٹے میں بدل گئی۔ ہر کوئی پریشان تھا۔ خیر شکر ہے کہ دوسرے دن ان کی طبیعت کچھ سنبھلی۔ ڈاکٹر حیدر جو کہ میرے ماموں زاد بھائی ہیں، وہ انہیں دیکھنے آئے تو معراج صاحب اپنی فطری شگفتگی سے ان سے بولے۔ "میری طبیعت اتنی زیادہ خراب ہو رہی تھی کہ میں سمجھا تھا کہ جس دن میں اس دنیا میں آیا ہوں، اسی دن واپس جا رہا ہوں۔"

اس پر ڈاکٹر حیدر نے بہت دلچسپ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ آپ خود کو سچا عاشق رسول ﷺ ثابت کرنے کے لیے اسی دن واپس جانے کا پلان بنا رہے تھے جس دن آپ کی پیدائش تھی۔" ان پریشان کن لمحات میں بھی دونوں کی یہ دلچسپ گفتگو سب کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑا گئی تھی۔ خیر پھر ان کے مکمل چیک اپ کے بعد پتا چلا کہ ان کا کی OPEN HEART SURGERY ہو گی جو کہ بہت ہی سیریس آپریشن ہوتا ہے۔ اصل میں ان کے دل میں CLOT پھنس گیا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ فوری آپریشن کی ضرورت ہے لیکن معراج صاحب اس بات پر بالکل تیار نہیں ہوئے، ان کا کہنا تھا کہ انہیں کچھ وقت چاہیے، میں نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی، تب انہوں نے میرا ہاتھ تھام کر الٹا مجھے سمجھایا۔

"دیکھو عذرا! مجھے کچھ قانونی معاملات سیٹ کرنے ہیں۔"

"لیکن وہ آپ کی صحت سے بڑھ کر تو نہیں؟" میں نے احتجاج کیا۔

"ہاں لیکن میں یہ آپریشن ذہنی سکون کے ساتھ کروانا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بھی قانونی پریشانیوں میں الجھو۔ میں ایک لمحہ بھی تمہیں کسی پریشانی میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ سارا کاروبار صرف میرے نام پر ہے اور میں ہر چیز پر تمہارا نام شامل کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ میں بار بار منع کرتی رہی لیکن انہوں نے جب تک سارے قانونی معاملات سیٹ نہیں کر لیے، آپریشن کے لیے حامی نہیں بھری۔" عذرا کی آنکھوں میں ایک نمی سی آ گئی تھی۔

"واقعی ایسی عذرا، ہم معراج صاحب کی محبت کو مان گئے بھئی کہ اپنی زندگی سے زیادہ اس وقت بھی انہیں تمہاری فکر تھی۔" ہم نے بہت متاثر ہو کر کہا تو ان کی آنکھوں کی نمی میں اپنے شوہر کی محبت کی جھلملاہٹ بھی شامل ہو گئی اور وہ ایک بار پھر ان امتحان آمیز دنوں میں واپس لوٹ گئیں۔

"پھر ستمبر کے آخری ہفتے میں ہم لوگ آپریشن کے لیے لندن روانہ ہو گئے۔ جہاں ڈاکٹر مقدری یعقوب جو کہ ہارٹ کے بہت مشہور مصری ڈاکٹر تھے انہوں نے معراج صاحب کا آپریشن کیا۔"

"عذرا! کتنا کٹھن وقت ہو گا وہ؟" ہم نے آہستہ سے پوچھا۔

"بس نہ پوچھو رضوانہ کہ کیسا وقت تھا۔ ہمارے ساتھ ڈاکٹر ضیا بھی گئے کیونکہ معراج صاحب کو ان سے کافی تسلی اور تقویت کا احساس رہتا تھا۔ آپریشن کا ٹائم صبح چھ بجے تھا۔ ڈاکٹر ضیا نے مجھ سے کہا کہ آپ گھر میں بیٹھ کر دعائیں کیجیے کیونکہ یہ آپریشن بہت طویل ہے۔ مجھے اسپتال میں نماز پڑھنے میں بھی دشواری ہو رہی تھی سو میں گھر چلی آئی۔ میری کیفیت یہ تھی کہ میں جاء نماز بچھائے گھر میں بیٹھی ہوئی اپنے اللہ سے گڑگڑا کر ان کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ ہر فون کی گھنٹی پر دل بری طرح سے دھڑک جاتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے ناامیدی کا ذرا بھی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ ایک عجیب سا یقین دل میں جاگزیں تھا کہ معراج صاحب کا آپریشن انشاءاللہ کامیاب ہو گا۔ پاکستان میں بھی گھر پر ہر روز ایک بکرا صدقہ کیا جا رہا تھا۔ گھر اور آفس میں دعائیں اور قرآن خوانی کے عمل ہو رہے تھے۔ خیر صبح نو بجے فون کی گھنٹی بجی۔ دل بری طرح سے دھڑک اٹھا۔ بے شمار دعاؤں کے ساتھ فون اٹھایا تو دوسری طرف ڈاکٹر ضیا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

تھے۔ میں بے حد گھبرا گئی۔ آپریشن تو اتنا طویل تھا، ان کا فون اتنی جلدی کیسے آ گیا لیکن پھر ان کی آواز امرت بن کر میرے کانوں میں اتر گئی۔

"بھابی! بہت بہت مبارک ہو۔ آپریشن کامیاب ہو گیا ہے۔"

"سچ۔" مارے خوشی کے میرے آنسو نکل آئے۔ "لیکن آپ تو کہہ رہے تھے کہ تیرہ چودہ گھنٹے کا آپریشن ہے پھر اتنی جلدی کیسے ختم ہو گیا؟" مجھے پورا اطمینان چاہیے تھا۔

"بھابی! ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ مسز معراج کی وائف کو بتاؤ کہ ان کی دعاؤں سے معجزہ ہو گیا ہے۔ تیرہ گھنٹے کا آپریشن صرف تین گھنٹوں میں ہی ختم ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں۔" عذرا کے چہرے پر اس دن کی خوشی جیسے دوبارہ سے جگمگانے لگی۔

"سچ، یہ تمہاری زندگی کا بہت خوب صورت معجزہ ہے جس میں تمہاری دعاؤں اور معراج بھائی کی ول پاور کا بھی بہت زیادہ دخل تھا۔" ہم نے مسکراتے ہوئے کہا تو عذرا ہنستے ہوئے بولیں۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔ وہ اسپتال میں دس دن رہے لیکن بے حد ہمت اور مضبوط قوت ارادی کے ساتھ۔ آپریشن کے دوسرے روز ڈیوٹی پر متعین ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا کھائیں گے تو یہ مسکرا کر بولے۔ "آملیٹ۔" وہ ڈاکٹر بہت جولی تھی، بے اختیار ہنس کر بولی۔ "ٹھیک ہے، میں آپ کی ڈوپ میں آملیٹ ڈلوا دیتی ہوں۔" اور رضوانہ وہ ایسی ہنستی مسکراتی باتیں ICU میں لیٹے اس وقت کر رہے تھے جب وہاں پر لیٹے مریض صرف کراہ رہے ہوتے ہیں۔"

عذرا کی اس بات سے ہم نے سو فیصد اتفاق کیا کہ مثبت سوچ ہر مشکل اور ہر تکلیف کو کم کرنے میں بہت مدد کرتی ہے۔

"پھر آپریشن کے بعد جب تم اپنے میاں جی سے ملیں تو اس وقت کے جذبات بھی ہم جاننا چاہیں گے؟" ہم نے ماحول میں کچھ اور خوش گواری بھرنی چاہی تو عذرا دھیمے سے ہنس دیں۔

"تم باز نہ آنا۔" پھر ہماری منتظر نظروں کو دیکھ کر وہ مسکراتے ہوئے بتانے لگیں۔ "معراج صاحب کو دیکھ کر میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے تھے۔ انہوں نے میرا ہاتھ تھام کر کہا۔ "عذرا! تم نے بھی تو اللہ تعالیٰ سے دعاؤں میں اپنے شب و روز ایک کر دیے تھے۔ دیکھو انہیں آخر ماننی ہی پڑی اور انہوں نے مجھے نئی زندگی دے دی۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟" ہم بھی انہیں چھوڑنے والے نہیں تھے۔

"میں نے کہا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ مجھے اتنی جلدی چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ واقعی اللہ نے آپ کو واپس میرے پاس لوٹا کر مجھے بھی دوبارہ زندگی دی ہے۔" عذرا نے بے ساختہ ہی یہ جواب دیا لیکن چہرے پر کچھ شرمگیں رنگ بھی بکھرے ہوئے تھے۔

"پھر جب ماشاء اللہ تم معراج صاحب کے اس کامیاب آپریشن کے بعد ان کو لے کر واپس پاکستان لوٹ رہی تھیں تو کیسا محسوس ہو رہا تھا؟"

"دل کو بے حد اطمینان اور خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ جاتے وقت کا سفر جتنا پریشان کن اور وسوسوں سے بھرا ہوا

تھا آتے وقت اتنا ہی خوش کن تھا۔ ائرپورٹ پر بھی بہت گہما گہمی تھی۔ ڈھیر سارے لوگ ہمیں ریسیو کرنے آئے ہوئے تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم لوگ ایک بار پھر سے شادی کر کے لندن سے واپس لوٹ رہے ہیں اور پھر ایک مہینے بعد جب معراج صاحب بالکل ٹھیک ہو گئے تو ہم نے ایک بہت بڑی دعوت رکھی جس میں سبھی لوگوں کو شریک کیا لیکن خوشیوں کا یہ دور آہستہ آہستہ پھر سے پریشانی میں ڈھلنے لگا۔" وہ چپ سی ہو گئیں۔ ہم ہمہ تن گوش تھے۔ کچھ لمحوں کے بعد انہوں نے بات کو وہیں سے شروع کیا۔ "آپریشن کے بعد معراج صاحب کو ایک دوا ساری زندگی کھانی تھی لیکن ڈاکٹر نے پہلے ہی وارن کر دیا تھا کہ اس آپریشن میں ہم نے معراج صاحب کے دل کا کچھ حصہ کاٹ دیا ہے جس کی وجہ سے دماغ کو آکسیجن کی فراہمی 20 فیصد کم ہو گئی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ایک دوا دی جا رہی ہے۔ اس دوا کا ایک سائڈ افیکٹ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آہستہ آہستہ ایک مرض انزائمر (بھولنے کا مرض) شروع ہو سکتا ہے اور وہی ہوا کہ معراج صاحب تھوڑا تھوڑا بھولنا شروع ہو گئے اور پھر یہ مرض بڑھتا ہی چلا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ پارکنسن (رعشہ) بھی شروع ہو گیا۔ ہاتھوں میں کپکپاہٹ رہنے لگی لیکن معراج صاحب ہمت ہار کر گھر بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھے۔ ویسے بھی یہ سب اتنا مائنر تھا کہ معمولی سی ہیلپ کے ساتھ وہ آفس بھی جاتے تھے اور اپنے ذاتی کام بھی خود کر لیتے تھے۔ 2004ء سے 2006ء تک تو وہ کافی بہتر رہے لیکن 2007ء تک یہ مرض بہت زیادہ بڑھ گیا۔ وہ ہر بات بالکل بھولنے لگے۔ آفس کے بہت سے ضروری کاغذات ادھر سے ادھر کر جاتے لیکن ان کو پتا ہی نہیں چلتا تھا۔ وہ اکثر یہ بھول جاتے تھے کہ وہ کیا کام کر رہے ہیں۔ وہ مجھ سے پوچھتے تھے کہ کیا میں نے یہ کام کر لیا ہے؟" عذرا ایک لمحے کے لیے خاموش ہوئیں تو ہم نے پوچھا۔

"یعنی کہ تم نے ان کے ساتھ آفس جانا شروع کر دیا تھا؟"

"ہاں، میں نے 2004ء سے ہی جب ان کو بھول جانے کا مرض شروع ہوا تھا، ان کے ساتھ آفس جانا شروع کر دیا تھا اور آفس کے سارے معاملات سمجھنے شروع کر دیے تھے۔ 2006ء میں معراج صاحب کو میں عمرہ کروانے خانہ کعبہ لے گئی۔ ان کو وہیل چیئر پر پورا عمرہ کروایا۔ میرے ساتھ میرا بھائی ثمر عباس بھی تھا۔ وہاں ہم لوگوں نے معراج صاحب کی صحت کے لیے خصوصی دعائیں بھی کیں۔ 2006ء ہی میں مجھے یہ اندازہ ہونے لگا تھا کہ معراج صاحب اب بزنس کو بالکل بھی نہیں دیکھ پا رہے ہیں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں بزنس کے کاموں کی طرف توجہ دوں یا معراج صاحب کا خیال رکھوں، تب میں نے اپنے دونوں بھائیوں منظر عباس اور ثمر عباس کو اپنے ساتھ شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔"

"واقعی میں اس وقت تمہیں اپنے بھائیوں کے شامل ہو جانے سے بہت تقویت محسوس ہوئی ہو گی؟" ہم نے ان کے فیصلے کو سراہتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ان کے ادارے میں شامل ہو جانے سے مجھے بہت سہارا اور ڈھارس ملی تھی۔ اس کے بعد میں نے مکمل طور پر معراج صاحب پر توجہ دینی شروع کر دی کیونکہ روز بروز اب ان کو میری توجہ کی زیادہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔"

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

''عذرا! تم اپنے بھائیوں کے معاملے میں بھی ماشاءاللہ لکی ہو جو تمہارے مشکل وقت میں تمہاری ایک آواز پر تمہارے پاس چلے آئے۔'' ہماری بات پر عذرا کے چہرے پر بھائیوں کی محبت روشنی بن کر بکھر گئی۔

''تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو رضوانہ۔ وہ دونوں اپنی اپنی جاب میں بالکل سیٹ تھے، میرا بھائی منظر عباس سلالہ میں بینک میں جاب کر رہا تھا اور چھٹیوں میں کراچی آیا ہوا تھا۔ میری پریشانی کا علم ہونے پر اس نے فوراً ہی اپنی جاب چھوڑ دی اور میرے ادارے میں آگیا۔ ثمر عباس بھی ایک شوگر مل میں بہت اچھی پوسٹ پر تھا لیکن اس نے بھی میری خاطر اپنی جاب چھوڑ کر میرا ادارہ جوائن کر لیا کیونکہ میرے دونوں بھائیوں کو معلوم تھا کہ اس وقت مجھے ان کی مدد کی ضرورت ہے۔''

''ذیشان پر کیا اثر ہوا تھا معراج بھائی کی اس بیماری کا کہ اتنا چہیتا بیٹا تھا وہ ان کا؟''

''ذیشان بے حد اپ سیٹ رہنے لگا تھا۔ اپنے پاپا کی یہ حالت وہ ذہنی طور پر قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ بیماری کے شروع میں وہ مجھ سے بے شمار سوالات کرتا رہتا لیکن مطمئن نہیں ہوتا تھا پھر انٹرنیٹ پر اس نے ان بیماریوں کی پوری انفارمیشن حاصل کی اور اس کے بعد اس نے جیسے اس صورت حال کو قبول کر لیا اور پھر مجھ سے سوالات کرنے چھوڑ دیے اور رضوانہ اس کی سمجھداری دیکھو کہ اب وہ الٹا مجھے تسلی دیتا رہتا ہے کہ ہمیں اللہ کی رضا میں راضی رہنا چاہیے۔ اپنے پاپا کے لیے ہمیشہ خصوصی دعائیں کرنا اس کے معمول میں شامل ہے۔'' عذرا کا لہجہ ممتا سے معمور تھا۔

''ہاں، اللہ نظر بد سے بچائے۔ بہت پیارا بچہ ہے۔'' ہم نے دل سے عذرا کی بات کی تائید کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ذیشان بے حد ذہین، سمجھدار، کیئرنگ، باادب اور بہت محبت کرنے والا بچہ ہے اور اس سے مل کر بہت اچھا لگتا ہے۔ عذرا اپنے بیٹے کے معاملے میں بھی بہت لکی ہیں اس کا ثبوت ذیشان کے اس قصے سے بھی آپ کو مل جائے گا جو عذرا ہمیں بتا رہی تھیں۔

''2008ء کے آخر میں ذیشان نے اے لیول بہت اچھے گریڈ میں پاس کیا اور میں نے اس کا ایڈمیشن لندن کے کنگز کالج میں کروا دیا تھا لیکن اپنے پاپا کی بیماری کو دیکھتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا کہ مما میں آپ کو اور پاپا کو یہاں اس صورت حال میں اکیلا چھوڑ کر اتنی دور ہرگز نہیں جاؤں گا۔ آپ یہاں یا لاہور کے کسی اچھے کالج میں میرا ایڈمیشن کروا دیں۔ ورنہ میں لندن جا کر بھی بے حد پریشان رہوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ اکیلے یہ سب کچھ فیس کریں۔ تب میں نے بھائیوں اور بہنوئیوں کے مشورے سے اس کا ایڈمیشن شارجہ میں وہاں کی بہت مشہور یونیورسٹی میں کروا دیا کہ شارجہ سے کراچی صرف دو گھنٹے کا راستہ ہے۔ میں نے خود بھی پہلے اس یونیورسٹی کا وزٹ کیا تھا۔ بے حد حسین اور وسیع ترین یونیورسٹی ہے اور انتہائی قابل پروفیسر وہاں پڑھاتے ہیں۔''

''عذرا! تو کیا معراج صاحب کی طبیعت اتنی خراب رہنے لگی تھی کہ ذیشان دور جانے سے گھبرا رہا تھا؟'' ہمارے سوال پر ان کے چہرے پر اداسی در آئی۔

''ہاں رضوانہ، ان کی طبیعت روز بروز زیادہ خراب ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے انہیں بچوں کی طرح ٹریٹ کرنا پڑ رہا تھا۔ انہوں نے تو جیسے لوگوں کو پہچاننا بھی چھوڑ دیا تھا۔ 2007ء میں ہم پھر ان کو عمرہ کروانے لے گئے۔ میرے اور ذیشان کے ساتھ روشن میری دو بھابیاں اور ان کے بچے سب گئے۔ بے شمار دعائیں مانگی تھیں وہاں۔ معراج صاحب

کا سالانہ چیک اپ ہر سال لندن میں ہوتا تھا۔ 2008ء میں بھی ان کو چیک اپ کے لیے میں لندن لے کر گئی لیکن وہاں پر ان کی بیماری میں بہت شدت آگئی۔ واپسی کا وہ سفر بے حد تکلیف دہ اور مشکل ترین تھا لیکن رضوانہ میرا ایمان ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے آپ کا تعلق مضبوط ہے تو ہر مشکل کو فیس کیا جا سکتا ہے۔ میں نے بھی بہت ہمت اور بہادری سے ان لمحات کا سامنا کیا ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ وہ جیسے ہم سب سے اس دنیا سے کٹتے جا رہے تھے۔ انہیں کچھ بھی یاد نہیں رہتا تھا۔ منہ کا نوالہ تک چبانا بھول جاتے تھے، گھنٹوں نوالہ منہ میں لیے رہتے۔ تم سوچ نہیں سکتیں مجھے کیا کیا جتن نہیں کرنے پڑتے تھے ان کو کھانا کھلانے میں...... ان کے روزمرہ کے دوسرے معاملات کو نمٹانے میں۔'' عذرا کے ہر جملے میں ہم ان کے دکھ کو محسوس کر رہے تھے۔

''تم نے ان کی محبت کا حق ادا کر دیا ہے عذرا۔ جس طرح سے تم ان کی خدمت اور دیکھ بھال کر رہی ہو، ایک بے حد اچھی بیوی ہونے کا اس سے بڑا ثبوت بھلا اور کیا ہوگا؟'' ہماری بات پر ان کی آنکھوں کی نمی آنسوؤں کی جھلملاہٹ میں ڈھل گئی۔

''رضوانہ! تم تصور نہیں کر سکتیں کہ میں جب ان کو اس کنڈیشن میں دیکھتی ہوں تو میرے دل پر کیا گزرتی ہے۔ تم نے تو دیکھا ہی ہے کہ وہ بالکل پیرالائز ہو کر اب بیڈ پر ہیں۔ مجھے صرف دیکھتے ہیں لیکن آنکھوں میں پہچان کی رمق نہیں ہوتی۔ 2009ء کے آخر سے ان کی یہ حالت ہوئی تھی۔ کئی دفعہ ان کی حالت کافی بگڑ بھی جاتی ہے لیکن سنبھلنے پر میں انہیں اسپتال سے واپس گھر لے آتی ہوں۔ ان کا کمرا اسپتال کے ICU روم سے کم نہیں۔ ڈاکٹر ہر روز وزٹ کرتے ہیں۔ ٹرینڈ اسٹاف ان کی دیکھ بھال کے لیے ہے۔ رضوانہ ابھی بھی وہ جس بے بسی سے میری طرف دیکھ کر جب بہت مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور منہ سے کچھ بول نہیں پاتے تو میں بے اختیار رو دیتی ہوں۔'' عذرا کی آنکھوں کے آنسو ہمیں اپنی آنکھوں میں آتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اپنے محبوب شوہر کو اس حال میں دیکھنا عذرا کے لیے واقعی دل جگرے کا کام ہی تو ہے۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بتا رہی تھیں۔

''جب میں ان کے پاس بیٹھتی ہوں تو اکثر دل بھر آتا ہے تو معراج صاحب کے اٹینڈنٹ مجھے تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی خدمت گزار اور خیال کرنے والی بیوی کسی کی نہیں دیکھی۔ ہم نے بہت سے گھروں میں سروس کی ہے اور بے پروائی کے اتنے بڑے بڑے مظاہرے دیکھے ہیں جو ناقابل بیان ہیں۔ رضوانہ میرا دن ان پر شروع ہوتا ہے اور رات ان پر ختم ہوتی ہے لیکن پھر بھی مجھے لگتا ہے کہ انہوں نے جو محبت مجھے دی، اس کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں۔ میں روز رات کو سب کاموں سے فارغ ہو کر مہمانوں کے جانے کے بعد ان کے پاس بیٹھ کر کافی دیر تک قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہوں اور دعائیں پڑھتی ہوں۔ اس میں اکثر رات کے دو تین بج جاتے ہیں۔'' کمرے میں کچھ لمحے مکمل سکوت رہا۔

''بیتے ہوئے خوب صورت دن یاد تو آتے ہوں گے تمہیں؟'' ہم نے آہستگی سے پوچھا۔

''ہاں، بہت زیادہ۔ وہ دن میری زندگی کا سرمایہ ہیں جب معراج صاحب بالکل ٹھیک تھے، ان کی عمر کے لوگ تو اپنے کاروبار کو سنبھال رہے ہیں...... نارمل زندگی گزار رہے ہیں...... سچ میرا دل معراج صاحب کی اس بیماری،

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اس بے بسی پر بہت کٹتا ہے۔ مجھے ان کی خدمت کرنے میں بہت سکون ملتا ہے۔ ان کا کھانا خاص ہوتا ہے جسے میں اپنے ہاتھوں سے بناتی ہوں، یہ اسپیشل ڈائٹ میں بہت محنت سے تیار کرتی ہوں۔"

"عذرا! تم میں سچ مچ بہت حوصلہ اور ہمت ہے اور تم اللہ کی طرف سے لیے گئے امتحان میں یقیناً سرخرو ہو رہی ہو۔" ہم یہی کہہ سکے۔

"ہاں، میں ان حالات میں بھی ہمیشہ اللہ کی طرف سے بہتری ہی تلاش کرتی ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتی رہتی ہوں کہ اس نے کئی سال پہلے سے ہی مجھے کاروباری معاملات کی اتنی سدھ بدھ عطا کر دی تھی کہ اب مجھے یہ سب کچھ اتنا مشکل نہیں لگتا۔"

"اچھا ہاں عذرا، اس ذکر پر ہمیں یاد آیا کہ تم نے اپنے ادارے سے ایک نئے ڈائجسٹ دلکش کا بھی تو اجرا کیا تھا لیکن پھر اس کو کیوں بند کر دیا؟" ہم نے اس اداس ماحول کو بدلنے کی خاطر ذرا ایک برش نما سوال کر کے ان کی توجہ دوسری طرف مبذول کروائی۔

"اصل میں اس ڈائجسٹ پر کام تو بہت عرصے سے ہو رہا تھا لیکن بس ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اس زمانے میں معراج صاحب سہارے سے چلتے تھے اور ان کی بھول بھی بڑھ رہی تھی لیکن پھر انجم انصار، ثمر اور میری تیسرے نمبر کی بھابی نزہت اصغر جو کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، ان سب کے بہت حوصلہ دلانے پر میں نے یہ ڈائجسٹ دلکش شروع کیا۔" عذرا اپنے اس ڈائجسٹ کے اجرا کی کہانی ابتدا سے بتا رہی تھیں۔

"ہاں...... ہمیں بھی وہ خوب صورت تقریب یاد ہے۔ پاکیزہ کی سالگرہ کی تقریب اور تمہارے نئے رسالے کا اجرا دونوں ایک ہی دن رکھے گئے تھے اور اس فنکشن میں معراج صاحب بھی شریک ہوئے تھے بلکہ سالگرہ کا کیک بھی انہوں نے کاٹا تھا۔" ہم نے بے ساختہ عذرا کی یادوں میں وہ حسین دن بھی شامل کر دیا۔ عذرا کے لبوں پر کافی دیر بعد ایک مسکراہٹ سی بکھر گئی۔

"ہاں، وہ فنکشن میری زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ معراج صاحب کی شرکت نے میری خوشیوں کو دوچند کر دیا تھا حالانکہ ان کی طبیعت خراب ہونا شروع ہو چکی تھی لیکن وہ سہارے سے چل لیا کرتے تھے۔ وہ فنکشن آج بھی لوگوں کے ذہن میں تازہ ہے۔ دلکش کی مدیرہ اعلیٰ انجم انصار تھیں جبکہ ایڈیٹر میری بھابی نزہت اصغر تھیں جنہوں نے دو سال یہ رسالہ بہت کامیابی سے چلایا لیکن پھر نزہت اصغر کے کچھ مسائل ہوئے۔ ادھر معراج صاحب کی طبیعت روز بروز بگڑتی جا رہی تھی جس کی وجہ سے میری توجہ دلکش کی طرف سے ہٹتی گئی اور ذہنی پریشانیوں کی وجہ سے جیسے مجھ میں کاروباری باتوں میں الجھنے کی ہمت ہی نہیں رہی اور پھر کچھ کاغذ کے مسائل بھی تھے جو مجھے ہی دیکھنے تھے لیکن میں دیکھ نہیں پا رہی تھی سو پھر عارضی طور پر ہم نے دلکش کو بند کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ رضوانہ! میں نہیں چاہتی تھی کہ میرے رسالے کا معیار ذرا بھی کم ہو۔ میں نے اپنے رسالوں کے معیار پر کبھی کمپرومائز نہیں کیا۔"

"ہاں انشاء اللہ دوبارہ ضرور دلکش منظر عام پر آئے گا کہ تمہارے ساتھ اتنے اچھے محنتی اور پرخلوص لوگ جو ہیں؟"

"ہاں رضوانہ! میں بہت خوش قسمت ہوں کہ مجھے اتنا اچھا اسٹاف ملا ہے۔ اتنے سپورٹنگ بہن بھائی ہیں جن کی

وجہ سے مشکلات آسان ہو گئی ہیں اور خاص طور پر میں انجم انصار کا ذکر کرنا چاہوں گی جن کی محنت منہ سے بولتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ پاکیزہ کو وہ اس محنت اور خلوص سے چلا رہی ہیں جیسے وہ ان کا اپنا ذاتی رسالہ ہو۔ ان کی دن رات کی محنت نے پاکیزہ کو جو عروج دیا ہے، اس کا اعتراف قارئین اور رائٹرز نے بارہا کیا ہے۔ بہنوں کی محفل کا نیا ٹرینڈ انجم نے ہی شروع کیا ہے۔" عذرا بہت دل سے انجم کی محنت کا اعتراف کر رہی تھیں۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو عذرا...... ہم بھی ادب کی اس دنیا میں انجم کا ہاتھ تھام کر ہی اترے تھے بلکہ ہم تو انہیں اپنا گرو مانتے ہیں۔" ہمارے لہجے میں انجم انصار کے لیے ڈھیر ساری محبت چھپی ہوئی تھی۔ یہ صرف عذرا کے اور ہمارے جذبات نہیں بلکہ تمام قارئین بھی ان کی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہتے ہیں۔

"اچھا عذرا! ایک اہم سوال تو رہ ہی گیا جس کی بنا پر ناولٹ کچھ ادھورا سا رہ جائے گا۔" ہم نے انہیں تھوڑا سا سسپنس میں ڈالا تو انہوں نے کچھ حیران ہو کر ہمیں دیکھا۔

"اب کون سی بات رہ گئی ہے بھئی؟ میری زندگی کا اتنا احاطہ کر کے بھی چین نہیں آ رہا تمہیں؟" وہ مسکرا کر بولیں۔

"یہ جو تمہارا ایا روپ ہے نا سر پر اسکارف لینے والا ذرا اس کے بارے میں بھی کچھ بتاؤ؟" عذرا ہمارے سوال پر بے ساختہ ہنس دیں۔

"ارے بھئی یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔ 2007ء میں جب میں عمرے کے لیے گئی تو وہاں دل کو چھو لینے والا درس قرآن سننے کو ملا جس میں انہوں نے عورت کے سر ڈھکنے کی اہمیت اس طرح سے بیان کی کہ اس کے بعد میں سر کھولنے کی ہمت ہی نہیں کر سکی۔ ویسے بھی سورہ نساء میں عورت کو سر سے پاؤں تک اپنے آپ کو کور کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ عورت کو ایسا لباس پہننا چاہیے جو شرم و حیا کے تقاضے پورے کرے۔"

عذرا کی یادوں سے مزین یہ ناولٹ اب دھیمے دھیمے اختتام کی جانب بڑھ رہا تھا۔ "اچھا عذرا! یہ بتاؤ کہ ذیشان کے دبئی جانے کے بعد دل گھبراتا ہے؟"

"ہاں، اس کے جانے کے بعد دل اور گھر، دونوں پر ایک سناٹا سا محسوس ہو رہا تھا۔ گھر میں جیسے رونق کی کمی ہو گئی لیکن اب عادی ہو گئی ہوں اور دل کو یہ اطمینان بھی ہے کہ ہر دو تین ماہ بعد وہ آٹھ دن کے لیے پاکستان آ جاتا ہے اور یوں میں اس سے جلدی جلدی مل لیتی ہوں۔ ویسے بھی یہ اس کا آخری سال ہے۔ اس سال جون میں انشاء اللہ وہ تعلیم مکمل کر کے یہاں آ جائے گا۔ میرے بچے نے بہت محنت سے پڑھا ہے۔ یونیورسٹی میں **DEAN LIST** میں ہمیشہ اس کا نام شامل رہا ہے۔"

"چلو، یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ اب ماشاء اللہ ذیشان تمہارے پاس آ جائے گا...... ذرا یہ تو بتاؤ کہ بہو لانے کا کیا پروگرام ہے؟" ہم نے ایک مسکراتا ہوا سا سوال کیا۔

"ذیشان نے اپنی دلہن ڈھونڈنے کا کام مکمل طور پر میرے سپرد کیا ہوا ہے۔" عذرا نے ہنستے ہوئے بتایا۔

"پھر تو تمہیں اس کی پسند کے مطابق لڑکی ڈھونڈنی پڑے گی؟"

Scan & PDF
EIAZ AHMED
FriendsKorner.com

"تمہیں پتا ہے کہ اسے کیسی لڑکی چاہیے؟" عذرا نے جگمگاتی آنکھوں سے ہمیں دیکھا۔

"نہیں۔" ہم نے تجسس بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ کہتا ہے کہ مما آپ میری آئیڈیل ہیں۔ مجھے آپ جیسی خوبیاں اپنی بیوی میں چاہئیں اور وہ لڑکی ایسی ہونی چاہیے جو آپ کی عزت کرے، آپ کا خیال کرے اور جس کے ساتھ آپ COMFORTABLE محسوس کر سکیں۔" عذرا کے لہجے میں بیٹے کی محبت کا فخر چھپا ہوا تھا۔

"اوہ گاڈ...... یعنی وہ اپنے لیے کم اور تمہارے لیے زیادہ سوچ رہا ہے۔ ماشاء اللہ بہت محبت کرنے والا بیٹا ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم خود اپنی بہو میں کیا خوبیاں دیکھنا چاہتی ہو؟" ہمارے سوال پر وہ سوچتے ہوئے بولیں۔

"میں چاہتی ہوں کہ میری بہو بہت سمجھ دار لیکن سنجیدہ مزاج ہو کیونکہ ذیشان بہت میچور ذہن کا مالک ہے۔ اس کی ساتھی بھی ایسی ہی ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی نیچر بھی بہت محبت کرنے والی ہونی چاہیے۔" عذرا کے جواب پر ہم نے انہیں چھیڑتے ہوئے پوچھا۔

"ساس بن کر کچھ نہ کچھ جیلیسی تو ضرور محسوس کرو گی؟"

"ہرگز نہیں۔" وہ قطعیت سے بولیں۔ "میں فضول کے جلاپے سے اپنی اور اس کی زندگی کبھی خراب نہیں کروں گی اور نہ ہی میں دخل اندازی کرنے والی ساس ہوں گی۔ ویسے بھی میں اپنی زندگی میں بہت مصروف رہتی ہوں۔ مجھے کہاں ٹائم ہوگا جلنے کڑھنے کا، یہ فارغ لوگوں کے مشغلے ہیں۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔ عورت کی اپنی زندگی اور اپنی مصروفیات ہونی چاہئیں۔ اپنی خوشیاں صرف اپنے بچوں تک محدود کر کے نہ وہ خود خوش رہ سکتی ہے اور نہ ہی اس کے بچے۔" ہم نے اپنا تجزیہ پیش کیا۔ "اچھا عذرا! آج کل کیا ہو رہا ہے؟"

"آج کل تو بس میں معراج صاحب کی خدمت اور کاروبار کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ اب ذیشان کو بھی میری توجہ کی مکمل ضرورت ہے۔ بس دعا کرو کہ میں اپنی زندگی کے اس مشکل فیز کو بہت ہمت اور حوصلے کے ساتھ فیس کر سکوں۔"

"بالکل عذرا! تمہارے ساتھ بے شمار لوگوں کی دعائیں ہیں۔ معراج بھائی کے لیے تمہاری محبت، تمہاری وفا، تمہاری خدمت گزاری ساری بیویوں کے لیے ایک بہت بڑی مثال ہے۔ تمہارا صبر اور تمہارا حوصلہ یقیناً بہت سی عورتوں کے لیے مشعل راہ بن جائے گا۔" ہماری بات پر ان کے ہونٹوں پر ایک خوب صورت سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"شکریہ رضوانہ! آخر میں مجھے اپنی ساری قارئین بہنوں کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے، جنہوں نے میرے انٹرویو کو اتنا زیادہ پسند کیا۔"

عذرا کے اس طویل انٹرویو میں کہانیاں در کہانیاں سی تھیں۔ میں سب کچھ قلم بند کرنے بیٹھ جاتی تو چند صفحات پر مشتمل یہ انٹرویو کتابی صورت اختیار کر لیتا۔ میرے پاس اتنا وقت تھا اور نہ عذرا کو کتاب سے کوئی دلچسپی ہے۔ پاکیزہ کے محدود صفحات میں جو کچھ سما سکا، بہنیں اسی پر اکتفا کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ معراج صاحب کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے تا کہ یہ جوڑا پہلے کی طرح سدا ہنستا مسکراتا رہے۔ آمین۔

❖❖❖

# کبھی کبھی

عطیہ عمر

صاف ستھری ہموار سڑک پر قیمتی، آرام دہ، نئے ماڈل کی گاڑی سُبک روی سے اپنا سفر طے کر رہی تھی۔

باہر جون کا تپتا سورج، زمین اور زمین کے باسیوں کو قیامت کی گرمی یاد دلا رہا تھا مگر گاڑی کے اندر کا ماحول بہترین ائیر کنڈیشنر کی بدولت باہر کے موسم سے بالکل الگ تھا۔ پُرسکون اور خنک۔

میں نے کلائی کی گھڑی پر نگاہ ڈالی، بارہ بجنے

والے تھے۔ بشریٰ کی بڑی بیٹی نے جب ماں کی موت کی اطلاع دی تو جنازے کا وقت ظہر کی نماز کے ساتھ بتایا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ بروقت پہنچ جاؤں۔ بشریٰ اسی محلے میں رہتی تھی، جہاں میرا بچپن گزرا تھا جبکہ میں اس نچلے متوسط درجے کے رہائشی علاقے سے بہت فاصلے پر طبقۂ امرا کے تمام سہولتوں سے آراستہ علاقے کی مکین تھی۔

بشریٰ کی موت پر اس کے گھر جانے کے میرے فیصلے میں اس کی بیٹیوں کو پر..... دینے کے پس پردہ میری یہ خواہش تھی کہ بشریٰ کے عزیز، رشتے داروں کے علاوہ محلے والوں پر بھی دولت کی چمک دمک سے آراستہ میری شخصیت کی دھاک بیٹھے۔ وہ غریب غربا میری تعریف و توصیف کریں کہ اتنی دولت مند ہونے کے باوجود میں اتنی نرم دل اور مہربان ہوں کہ آج بھی برسوں پرانی سہیلی کو یاد رکھا ہوا ہے۔ اپنی مصروفیت میں سے وقت نکال کر اپنی پرانی، غریب سہیلی کے جنازے میں شرکت کی غرض سے آئی ہوں۔ میرا ارادہ تھا کہ دس پندرہ ہزار روپے بھی بشریٰ کی بیٹیوں کو دے دوں گی، ان کی مدد ہو جائے گی اور میری واہ، واہ۔

بشریٰ، میری بچپن کی سہیلی تھی اگر آج تک ہمارے مابین دوستی کا رشتہ کسی حد تک قائم تھا تو اس میں بشریٰ کا ہاتھ زیادہ تھا۔ مہینے، دو مہینے میں وہی مجھے ملنے آجاتی تھی، آتی تو وہ بسوں، ویگنوں میں دھکے کھا کر ہی مگر واپسی پر میرا ڈرائیور اسے چھوڑ آتا۔ وہ اس بات پر بہت ممنون ہوتی اور میرا جذبۂ تفاخر تسکین محسوس کرتا۔ اپنے تئیں میں یہ کارِ ثواب بھی سمجھتی تھی، اپنے دوسرے سوشل ورک کی طرح۔

ابھی میں کل ہی ملائشیا سے واپس آئی تھی۔ دس دن کے لیے گئی تھی۔ اس سفر میں میری کچھ فرینڈز میرے ساتھ تھیں۔ سونیا شاہ جیسی بزنس وومین اور سفیرہ جمیل جیسی مشہور و معروف ٹی وی آرٹسٹ کے لیے سہیلی کا لفظ غالباً موزوں نہیں۔ وہ خود بھی میری یعنی مسز مدحت سلمان کی فرینڈز ہی کہلوانا پسند کرتی تھیں۔ وہ تو بشریٰ تھی غریب، عام سی صورت والی، میٹرک پاس درزن جو میری سہیلی بن کر فخر محسوس کرتی تھی... جبکہ میں تو یہی بات ہے اپنے سرکل، اپنی فرینڈز کے سامنے اسے کبھی بھی اپنی سہیلی کی حیثیت سے متعارف نہ کرواسکی۔ میرے نوکر اسے ایک عام غریب عورت سمجھتے جو مالی امداد لینے مسز مدحت سلمان کے پاس آیا کرتی تھی۔ بھلا کسی کو یہ بتا کر کہ بشریٰ میری بچپن کی سہیلی ہے میں اپنی شرمندگی، سبکی کا سامان کیسے کرتی؟ لوگ کیا سوچتے کہ مسز مدحت سلمان کا بچپن ایسے غریب علاقے میں گزرا۔

گاڑی رک گئی۔ سگنل بھی بند نہیں تھا۔ نہ جانے سب ٹریفک کیوں رک چکی تھی۔ یہاں سے وہاں تک گاڑیوں، بسوں، ویگنوں کی ہی قطار لگ چکی تھی۔

☆☆☆

اگرچہ گاڑی کا اندرونی ماحول، باہر کی نسبت کافی خنک تھا لیکن میں سخت کوفت اور بیزاری محسوس کر رہی تھی۔ ڈرائیور کچھ فاصلے پر کھڑے ٹریفک سارجنٹ سے پوچھ کر آیا تو معلوم ہوا کہ صدرِ مملکت کی سواری گزرنے والی ہے۔ اس لیے ٹریفک بند ہے۔ میرا موڈ خراب ہو گیا۔

کیا مصیبت ہے، اس ملک کی تو کوئی کل سیدھی نہیں، یورپ، امریکا وغیرہ میں کیا زبردست سسٹم (نظام) ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سلمان کا بزنس ادھر ہی سیٹ ہے۔

بے شک غیر ملکی دوروں میں کئی ماہ گزر جاتے



ہیں لیکن آنا اور رہنا تو پاکستان میں ہی پڑتا ہے۔ سلمان کی مجبوری بزنس اور میری، کیا کہا؟ سلمان اور بچے گھر وغیرہ...... ارے نہیں...... میرے دونوں بیٹے، امریکا میں پڑھ رہے ہیں اور سلمان...... ان کی اپنی بہت مصروفیات ہوتی ہیں۔ میرے اپنے شب و روز ہیں اور بے پناہ مصروفیت...... مجھے بے تحاشا شاپنگ کا جنون ہے۔ یورپ، امریکا، دبئی، انڈیا اور دنیا جہاں کے بہترین مالز سے خریدے گئے ملبوسات، جیولری، پرفیوم، جوتے، بیگز کی نمائش بھی تو کرنی ہوتی ہے اور اس کے بہترین مواقع مجھے پاکستان میں ہی مل سکتے ہیں۔ سلمان کی بزنس پارٹیز، میری اپنی فرینڈز کے لنچ، ڈنرز، ٹی اور کافی پارٹیز پھر بھی کوئی شادی تو کبھی کسی کی سالگرہ کا ہنگامہ غرض میں اور میرے جیسی بیگمات اپنے اپنے جذبات کی تسکین کے لیے کچھ نہ کچھ بہانہ بنا ہی لیتی تھیں۔

گرمیوں کا زمانہ، یورپ، امریکا میں گزرا جاتا تھا۔ اس سال تھوڑا معمول تبدیل ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ میری بڑی نند کا انتقال ہو گیا تو ہم لوگوں کو پاکستان آنا پڑا۔

سونیا اور سفیرہ دونوں ملائشیا جا رہی تھیں۔ سونیا کے بزنس کا مسئلہ تھا اور سفیرہ کے کسی ڈرامے سیریل کی شوٹنگ ہونے والی تھی۔ ان کے کہنے پر میں بھی ان کے ساتھ چل دی۔

وہاں بہت اچھا وقت گزرا...... پاکستان میں میری آمد چند دن کے لیے تھی کیونکہ پھر مجھے لندن جانا تھا۔ بشریٰ کے بارے میں مجھے کبھی ایسے یاد نہیں آئی تھی کہ اس سے ملے کافی دن ہو گئے، مل لینا چاہیے۔ وہ جانتی تھی کہ میری گرمیاں تو ملک میں نہیں گزرتیں، ویسے بھی میں اکثر ہی ادھر اُدھر گھومتی رہتی تھی، چند ایک بار میر عدم موجودگی میں آکر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے بعد وہ فون کر کے آنے لگی۔

ابھی دو ڈھائی ماہ پہلے وہ مجھ سے ملنے آئی تو کوئی ایسی بیمار نہیں لگی تھی۔ ایسے ہی حسبِ معمول چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی رہی بلکہ وہ تو سامع بہت اچھی تھی کہ اس کے سامنے میری ہی باتیں ختم نہیں ہوتی تھیں۔ اپنے سرکل کے قصے حالانکہ میں جانتی تھی کہ جس ماحول، جن لوگوں کی میں باتیں سناتی ہوں وہ اس کے تصور سے بھی دور اور اجنبی ہیں۔ جدید فیشن، اپنی خریداریوں کے قصے، سلمان کی محبت (جس میں کافی مبالغہ بھی ہوتا) مگر بشریٰ، میرے طول طویل قصے غور سے سنا کرتی، اس کے لبوں پر ہمیشہ ایک پُرسکون دھیمی سی مسکراہٹ ہوتی تھی۔ اس کی دو بیٹیاں تھیں جو گلی محلے کے کسی سرکاری اسکول میں پڑھتی تھیں۔ مجھے ان کے بارے میں بس اتنا ہی معلوم تھا میں نے کبھی تفصیل معلوم نہ کی اور اس نے خود سے بتائی بھی نہیں۔

بشریٰ کا گھر میرے والدین کے گھر کے قریب ہی تھا۔ سارا ہی غریبوں اور نچلے متوسط درجے کے افراد کا محلّہ تھا۔ میرے ابا ایک سرکاری محکمے میں کلرک تھے اور ہم چار بہن بھائی۔ اگرچہ تب مہنگائی کا جن یوں بے قابو نہیں ہوا تھا لیکن پھر بھی ہمارے گھر کا گزارہ مشکل سے ہی ہو پا رہا تھا۔

بشریٰ کے والد کسی پرائیویٹ ادارے میں ملازمت کرتے تھے۔ اعلیٰ افسر تو وہ بھی نہیں تھے اور نہ ہی بہت زیادہ تنخواہ تھی لیکن پھر بھی ان کے گھر کے حالات ہم سے بہتر اس لیے تھے کہ بشریٰ اکلوتی بیٹی تھی۔ میرے والدین کو چار بچوں پر خرچ کرنا پڑتا اور اس کے والدین کو ایک بیٹی پر۔

بشریٰ کے کپڑے مجھ سے بہتر ہوتے، اس کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ایک وجہ بشریٰ کی امی کی سلائی کڑھائی میں مہارت بھی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک عید پر بشریٰ کا نیلا ستاروں بھرا سوٹ مجھے اتنا پسند آیا کہ میں نے امی سے ضد شروع کردی کہ ایسا ہی سوٹ مجھے لاکردیں۔ ابھی نہیں تو اگلی عید پر تو مجھے ہر صورت لینا ہی لینا ہے۔ یہ عیدالفطر تھی۔ اس عید پر تو پھر بھی ہم دونوں بہنوں کے نئے ریشمی جوڑے بن جاتے تھے لیکن اگلی عید پر نئے جوڑے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا یا تو پچھلی عید کا ہی جوڑا پہننا پڑتا ورنہ گھر میں عام سے پہننے کے لیے موسم کی مناسبت سے کاٹن کے جو کپڑے بنتے وہی عید کے موقع پر نئے جوڑے کی حیثیت سے پہن لیے جاتے تھے۔

بشریٰ کا گھر ہمارے گھر کے سامنے ہی تھا۔ بیچ میں بس ایک پتلی سی گلی تھی غالباً میرے رونے دھونے کا شور شرابا ان کے گھر تک پہنچ گیا۔

اگلی عید سے کئی دن پہلے سے میں نے امی کو یاد دلانا شروع کردیا۔ مجھے بشریٰ کے جیسا نیلا ستاروں بھرا سوٹ چاہیے۔ امی مجھے چند دن تو بہلا پھسلا کر ٹالتی رہیں لیکن ایک شام میں نے خوب واویلا کیا۔

”میں جانتی ہوں آپ میرا سوٹ نہیں لا رہیں۔ یونہی جھوٹ بول رہی ہیں۔ عید میں صرف تین دن رہ گئے ہیں اور نہ آپ بازار گئی ہیں نہ کپڑے لائی ہیں، نہ کچھ۔ بھلا کب درزی کو دیں گی، کب جوڑا ملے گا؟“ تنگ آکر امی نے ایک دھموکا میری کمر پر رسید کیا۔

”ہاں نہیں لارہی اور لاؤں گی بھی نہیں۔ تیرے باپ کے کون سے کارخانے چل رہے ہیں جو تیری الٹی سیدھی فرمائشیں پوری کرتی رہوں۔ مشکل سے دال روٹی چل رہی ہے اوپر سے اس کم بخت کے نخرے دیکھو...... چپ کر کے بیٹھو اور پچھلی عید والا جوڑا ہی پہننا پڑے گا۔“

میں روتے روتے چارپائی پر اوندھی لیٹ گئی۔ باہر کا دروازہ بجنے کی آواز آئی، میں نے دھیان نہیں دیا۔ جو بھی ہو مجھے کیا؟ باہر صحن سے بشریٰ اور اس کی امی کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں تکیے میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

”اللہ کرے، اس کم بخت بشریٰ کا سوٹ بھی جل جائے، پھٹ جائے جو پہن کر اتراتی پھرتی ہے۔“ (حالانکہ سچ تو یہ تھا کہ شیخی یا اتراہٹ بشریٰ میں بالکل نہیں تھی) میں نے جل بھن کر سوچا تھا۔ تبھی رفعت باجی کمرے میں آئیں، ان کے ساتھ بشریٰ بھی تھی۔

”دیکھو تو مدھو، خالہ تمہارے لیے کیا لائی ہیں؟“

رفعت باجی کی آواز پر مجھے دل سے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی طرف دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں بشریٰ کا نیلا ستاروں بھرا جوڑا تھا۔ ان کے ساتھ کھڑی بشریٰ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔

”مدحت، یہ امی نے تمہارے لیے بنایا ہے۔“

میں جھٹ سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”میرے لیے......“ خوشی سے میری آواز کانپ رہی تھی۔

”ہاں...... امی کہہ رہی ہیں، یہ تمہاری عیدی ہے۔ پچھلی عید پر امی نے میرا جوڑا بنایا تھا، اس عید پر تمہارا بنایا ہے۔ ستارے ٹانکنے میں کافی وقت لگتا ہے ناں۔“ مجھے اور کچھ سننے میں دلچسپی ہی نہ تھی، نیلا ستاروں بھرا سوٹ میرا تھا۔ بشریٰ کی امی ہر عید پر اپنی اکلوتی بیٹی کی سہیلی کی حیثیت سے عیدی دیا کرتی تھیں، کبھی روپیہ دو روپیہ کبھی چوڑیاں اور کبھی نقلی زیور اور میں اس پر ہی خوش ہوجاتی تھی لیکن آج کا یہ تحفہ تو بہت اچھا تھا۔ میں عید کی صبح تک بہت خوش رہی۔ خوشی خوشی میں نے وہ جوڑا پہنا، شام کو ہم سب محلے کی لڑکیاں سیما کے گھر میں کھیل رہی تھیں۔ بشریٰ نے آج سبز رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ لال پھولوں والا، ریشمی چمکیلا سا ساتھ لال، ہری چوڑیاں بھی تھیں لیکن میں اپنے ہی سوٹ کی خوشی میں مگن تھی کہ سیما کہنے لگی۔

”مدھو! تم نے بشریٰ کے جیسا جوڑا پہنا ہے جیسا پچھلی عید پر اس نے پہنا تھا۔“ (وہ تو شکر ہے کہ میں ڈیل ڈول میں بشریٰ سے بڑی لگتی تھی، ورنہ وہ یہ کہہ دیتی کہ تم نے بشریٰ کا ہی جوڑا پہن رکھا ہے۔)

حالانکہ یہ برا لگنے والی بات نہیں تھی لیکن پھر بھی مجھے برا لگا۔ ”کاش جیسے کپڑے، جوتے، چوڑیاں میری ہوں، ایسی اور کسی کی نہ ہوں اور یہ بشریٰ، کم بخت تو جل جل کر مر ہی جائے۔ سوکھی ماری، چھپکلی نہ ہو تو۔ اس عید پر بھی نیا جوڑا پہن کر پھر رہی ہے۔“

☆☆☆

اور پھر میرے معصوم بچپن کی دعاؤں کا اثر تھا یا کہ جیسے کسی مہربان پری نے جادوئی چھڑی گھما کر میری، میرے گھر والوں کی کایا پلٹ دی۔ ابا کا تبادلہ ہوگیا۔ دفتر تو وہی تھا لیکن شعبہ دوسرا...... گویا خزانے کے منہ پر جا بیٹھے۔ بڑے صاحب کے پاس بڑے بڑے لوگوں کی فائلیں آتی تھیں۔ ان فائلوں پر بڑے صاحب کے دستخط کی قیمت بھی بڑی ہوتی تھی۔ ابا بھی اپنا حصہ لینے لگے۔ اماں کو اپنا محلہ، وہاں کے لوگ کمتر لگنے لگے۔ ہم نے وہ گھر بیچ کر بہتر علاقے میں فلیٹ لے لیا۔ بڑے بھائی نادر نے گریجویشن کے بعد کچھ کورسز کیے، کچھ عرصہ پاکستان میں ہی نوکری کی پھر ابا نے انہیں عرب امارات بھجوا دیا اس


# کیا آپ
# لبوب مقوّی اعصاب
# کے فوائد سے واقف ہیں؟

کھوئی ہوئی توانائی بحال کرنے اعصابی کمزوری دور کرنے تھکاوٹ سے نجات اور مردانہ طاقت حاصل کرنے کیلئے کستوری عنبر زعفران جیسے قیمتی اجزاء والی بے پناہ اعصابی قوت دینے والی لبوب مقوی اعصاب ایک بار آزما کر دیکھیں۔ اگر آپ کی ابھی شادی نہیں ہوئی تو فوری طور پر لبوب مقوی اعصاب استعمال کریں۔ اور اگر آپ شادی شدہ ہیں تو اپنی زندگی کا لطف دوبالا کرنے یعنی ازدواجی تعلقات میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے بے پناہ اعصابی قوت والی لبوب مقوی اعصاب ٹیلیفون کر کے گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک وی پی VP منگوالیں فون صبح 10 بجے تا رات 9 بجے تک

**المسلم دارالحکمت** (رجسٹرڈ)
(دیسی یونانی دواخانہ)
ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان

**0300-6526061**
**0301-6690383**

آپ صرف فون کریں۔ آپ تک لبوب مقوی اعصاب، ہم پہنچائیں گے



Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

زمانے میں وہاں اچھی تنخواہ ملتی تھی۔ نادر بھائی نے خوب کمایا، شادی کے بعد بیوی کو بھی ساتھ لے گئے اور پھر اُن کا پاکستان سے رابطہ کم سے کم ہوتا گیا کیونکہ وہاں سے وہ امریکا چلے گئے۔ وہاں ان کا خوب چلتا ہوا اسٹور ہے۔ ان سے چھوٹے عابد بھائی پڑھنے میں کافی تیز تھے وہ ڈاکٹر بن گئے۔ سرجری کی اعلیٰ تعلیم لندن سے حاصل کی۔ وہیں اپنی کلاس فیلو سے شادی کرلی۔ نورین ایک مصروف کاروباری اور سیاسی گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے تعلیم مکمل ہونے کے بعد دونوں پاکستان واپس آگئے۔ آج ان دونوں کا مصروف اور معروف اسپتال ہے۔ جہاں کئی ڈاکٹرز کام کرتے ہیں۔

ہم دونوں بہنیں، شکل صورت کی بہت اچھی تھیں۔ رفعت باجی کی شادی عابد بھائی کے کلاس فیلو اور دوست ڈاکٹر عاصم سے ہوگئی۔ وہ آج کل آسٹریلیا میں ہیں۔

میں سب سے چھوٹی تھی اور سب سے خوب صورت...... ان دنوں میں یونیورسٹی میں پڑھتی تھی، جب عابد بھائی اور نورین بھابی کے اسپتال کا افتتاح ہوا۔ کافی بڑی تقریب تھی۔ بہت سے اہم سیاسی اور کاروباری افراد شریک تھے۔ سلمان اور میں وہیں پہلی بار ملے تھے۔ اس کے بعد ہم کئی بار ملے۔ ہماری شادی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوسکی... کیونکہ اگر سلمان کا تعلق اعلیٰ طبقے سے تھا تو میں بھی ڈاکٹر عابد کی بہن تھی۔ میرے والدین اب ڈیفنس کے بنگلے میں رہتے تھے۔

پرانے محلے سے ہمارا رابطہ منقطع ہوچکا تھا۔ امی کہتی تھیں کہ ان لوگوں سے ملنا جلنا، اپنی بے عزتی کے مترادف ہے۔ ہمارے سرکل کے لوگوں کو پتا چل گیا کہ ہم ان کے پڑوسی رہ چکے ہیں تو کیا عزت رہ جائے گی۔ اس لیے نہ نادر بھائی کی شادی پر کسی کو بلایا، نہ رفعت باجی کی شادی پر۔

امی سے چھپ کر میں بشریٰ سے کبھی کبھار ملنے چلی جاتی تھی۔ ان کے حالات تو بد سے بدتر ہورہے تھے۔ بشریٰ کے ابا کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ جو گھر میں جمع پونجی تھی وہ ان کے علاج پر خرچ ہوگئی تھی لیکن مکمل صحت یاب وہ پھر بھی نہ ہوسکے۔ وہ بے چارے بستر کے ہی ہوکر رہ گئے۔ پرائیوٹ ادارے کے ملازم تھے۔ کسی پنشن کا بھی سہارا نہیں تھا۔ مالکان نے علاج کے لیے کچھ مدد کی تو تھی مگر مسئلہ گھر کے گزر بسر کا تھا۔ اب بشریٰ کی امی نے اجرت پر سلائی کا کام شروع کردیا گھر کا دال دلیہ چلنے لگا۔

جب میں نے ایک معروف کالج میں داخلہ لیا تو بطورِ خاص بشریٰ سے ملنے گئی۔ میں جانتی تھی کہ اس نے کسی گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا ہوگا مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ بشریٰ مزید تعلیم حاصل نہیں کررہی۔

اگرچہ وہ میری طرح ذہین و فطین نہ تھی لیکن محنتی بہت تھی۔ پھر تعلیم حاصل کرنے کا بھی اسے جنون کی حد تک شوق تھا۔ بچپن سے ہی وہ اپنی خواہش کا اظہار کیا کرتی تھی کہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کروں گی اور کالج میں پڑھاؤں گی۔ اس لیے مجھے بے حد حیرت ہوئی جب بشریٰ نے مجھے بتایا کہ وہ کالج میں داخلہ نہیں لے رہی ایف۔ اے پرائیوٹ کرنے کی کوشش کرے گی۔

”مگر کیوں؟“ میں نے پوچھا تو وہ بتانے لگی۔

”مدحت، امی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، کبھی بخار ہوجاتا ہے، کبھی کھانسی...... روز بروز کمزور ہوتی جارہی ہیں، چند دن پہلے زبردستی اسپتال لے کر گئی تھی تو ڈاکٹر نے کافی سارے ٹیسٹ بتادیے ہیں۔ امی سے کپڑے سلوانے ایک آنٹی آتی ہیں، وہ نرس ہیں۔ ان سے میں نے بات کی تو امی کے ٹیسٹ کا سن کر وہ بھی پریشان سی ہوگئی تھیں۔ ویسے کہہ رہی تھیں کہ میں ان کے پاس آجاؤں تو وہ اپنے اسپتال کی لیبارٹری سے یہ ٹیسٹ کروادیں گی۔ اسی لیے مدحت، فی الحال میں کالج نہیں جارہی۔ امی کی طبیعت بہتر ہوجائے تو سوچوں گی۔“ اس وقت وہ اپنی امی کی سلائی مشین کے سامنے بیٹھی ایک شلوار سی رہی تھی۔

اس کے بعد چھ، سات ماہ تک میں اس کی طرف نہیں گئی۔ ایک روز میں نے اسے ایک دواؤں کی دکان سے نکلتے دیکھا تو سوچا چلو اس سے مل لوں۔ میں اپنی کالج کی فرینڈز کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی تھی۔ واپسی پر اس کے گھر چلی گئی۔ اس کی امی چارپائی پر لیٹی بہت کمزور اور بیمار لگ رہی تھیں۔ اس روز مجھے بشریٰ بھی کافی پریشان لگی۔ میرے پوچھنے پر کہ خالہ کا کیا حال ہے؟ وہ رونے لگی۔

”مدحت! ابا تو ویسے ہی بستر پر ہیں اور امی! ان کی ٹیسٹ کی رپورٹ بہت خراب آئی ہے۔ ان کو کینسر ہے۔ پھیپھڑوں کا کینسر...... اور یہ بیماری اپنی آخری حدوں تک جاپہنچی ہے اس بیماری کا علاج اگرچہ ہے بھی بہت مہنگا لیکن اب تو وقت بھی نہیں ہے اگر امی کو کچھ ہوگیا تو میرا کیا ہوگا؟ اور ابا...... یہ بیماری امی کو کیوں لگی؟“ افسوس تو مجھے بھی ہوا۔ بے چاری بشریٰ پر مصیبت پہ مصیبت آرہی ہے۔ لیکن اس کی امی نے ہلکی سی آواز میں پکارا۔

”بشریٰ...... بیٹی، میرے پاس آؤ۔“ وہ ان کے پاس گئی تو انہوں نے اسے اشارہ کیا۔ وہ ان کے سینے سے سر لگا کر لیٹ گئی۔ اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔

”بشریٰ! بیٹا میں زیادہ پڑھی لکھی تو نہیں لیکن ایک حدیث یاد آرہی ہے۔“ ”کسی مومن کو جب کوئی


اسرائیل کے علاوہ
دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں
ٹورنٹو سے لنڈی کوتل تک
جاسوسی ڈائجسٹ سسپنس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت
باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں، اپنے دروازے پر
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 600 روپے
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 5500 روپے
بقیہ ممالک کے لیے 4500 روپے
آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کردیں گے۔
یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہوسکتا ہے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ، منی آرڈر یا ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہے۔ مقامی حضرات دفتر میں نقد ادائیگی کرکے رسید حاصل کرسکتے ہیں
رابطہ: ثمر عباس
(فون نمبر: 0301-2454188)
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز
63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی
فون: 35895313 فیکس: 35802551


Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

مصیبت پہنچتی ہے یا تکلیف و ایذا ہوتی ہے، یہاں تک کہ کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کے باعث اس کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں۔'' (بخاری و مسلم شریف) بچے، ہم بہت خطا کار، گنہگار بندے ہیں، میری بیماری اللہ کی طرف سے ہے۔ میں اللہ سے ہی صبر اور شکر مانگتی ہوں اور اپنے گناہوں سے مغفرت مانگتی ہوں۔ تمہیں، تمہارے ابا کو اسی کے حوالے کرتی ہوں۔ جو رب العالمین ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں تمہیں کامیاب فرمائے، تمہیں دائمی خوشیاں نصیب ہوں۔''

☆☆☆

اس کے بعد اگرچہ میں چاہتی بھی تھی کہ بشریٰ کے گھر جاؤں لیکن میری مصروفیات ایسی تھیں کہ کئی ہفتے نہ جا سکی۔ ایک روز گئی تو بشریٰ اپنے ابا کے پاس بیٹھی انہیں کھانا کھلا رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے آنسو بہنے لگے، وہ میرے گلے آ لگی۔

''مدحت! امی چلی گئیں۔''

میں اسے چپ کروا رہی تھی۔ اس کے ابا بھی کہنے لگے۔

''صبر سے کام لو، بیٹا اور اپنی امی کے لیے دعا کرو، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے۔ اپنے فضل و کرم کا معاملہ ان کے ساتھ کرے جیسے وہ تمہارے اور میرے آرام اور خوشی کا خیال رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ کا آرام و سکون عطا فرمائے، آمین۔'' بشریٰ چائے بنانے کے لیے اٹھی لیکن میں نے منع کر دیا۔

''ابھی کالج سے آ رہی ہوں۔ آج میری فرینڈ مائرہ کی برتھ ڈے تھی تو کالج ٹائم کے بعد اس نے سب فرینڈز کو ٹریٹ دی تھی۔ بہت کچھ کھا پی کر آ رہی ہوں۔ ابھی بالکل کسی بھی چیز کے لیے جی نہیں چاہ رہا۔''

گھر آ کر میں نے امی کو بشریٰ کی امی کی وفات کا بتایا۔ اس سے پہلے ان کی بیماری کا بھی بتایا تھا۔

''امی! کسی روز میرے ساتھ چلیں۔ ان سے مل کر آتے ہیں۔ بے چاری بہت کمزور ہو رہی ہیں۔''

''ہاں چلوں گی، بے چاری اچھی عورت ہے مگر قسمت اچھی نہیں۔'' امی نے کہا تھا لیکن پھر مصروفیت کے باعث جا ہی نہیں سکیں۔ ابھی بھی ان کی وفات کا سن کر کہنے لگیں۔

''بے چاری، زندگی میں کوئی سکھ نہیں دیکھا۔ شکل صورت کی اچھی تھی، بیٹی تو باپ کی طرح معمولی شکل کی ہے مگر خود خوب صورت عورت تھی، تمیز، سلیقے والی تھی۔ محلے، پڑوس میں سب سے بنا کر رکھتی تھی۔ اس کی زندگی میں جا کر اس سے مل لیتی تو پھر بھی ٹھیک تھا، اب کیا فائدہ جانے کا اور تم بھی اس محلے میں زیادہ مت جایا کرو۔ خوامخواہ وہاں سے کوئی ہمیں ملنے آ گیا تو کیا عزت رہے گی ہماری! اگر کسی کو معلوم ہو گیا کہ ہم پہلے وہاں رہتے تھے۔''

بشریٰ کو ہمارے گھر کا ایڈریس معلوم تھا مگر میں نے اسے منع کیا تھا کہ ہمارے گھر کا پتا کسی اور محلے والے کو مت بتائے کیونکہ ایسے لوگ ہم جیسوں سے بہت توقعات رکھ لیتے ہیں۔ بشریٰ سے اسی طرح مہینوں بعد ملنا ہوتا رہا۔ میرے ان دنوں تھرڈ ائیر کے امتحان ہو رہے تھے، جب ایک شام بشریٰ میرے گھر آئی۔

''مدحت! پرسوں جمعہ کے روز عصر اور مغرب کے درمیان میرا نکاح ہے، تم آؤ تو مجھے خوشی ہوگی۔ ابا تو کہہ رہے تھے کہ تمہارے سب گھر والے آئیں تو ہماری عزت افزائی ہوگی۔ کوئی بڑی تقریب تو ہے نہیں۔ مسجد میں نکاح ہے پھر نکاح کے بعد مہمانوں کے لیے کچھ چائے وغیرہ کا انتظام گھر میں کیا ہے۔ مہمان بھی زیادہ نہیں ہیں۔ محلے کے کچھ لوگ، کچھ عزیز، رشتے دار وغیرہ ہوں گے۔''

''اور تمہارے سسرال والے، کون لوگ ہیں؟ تمہارا دولھا کیا کرتا ہے، کیا نام ہے؟''

''دور پار کی رشتے داری ہے۔ ویسے اطہر کے ابا، میرے ابا کے گہرے دوست ہیں۔ اطہر سے بڑے بھائی مظہر کی شادی ہو چکی ہے۔ اطہر نے ایم ایس سی کر رکھا ہے کسی دواؤں کی کمپنی میں ملازمت کرتے ہیں۔''

''بشریٰ! شادی کی مبارک باد ہو۔ تمہاری شادی میں تو شاید نہ آ سکوں گی کیونکہ میرے امتحان ہو رہے ہیں۔ چلو خیر بعد میں مبارک باد دینے تمہارے گھر آ جاؤں گی تم اپنے سسرال کا ایڈریس لکھ دو۔''

''مدحت! میں رخصت ہو کر کہیں نہیں جاؤں گی مشتاق چچا، یعنی میرے سسر نے کہا ہے کہ چونکہ ابا اکیلے رہ جائیں گے اس لیے میں اور اطہر ان کے ہی ساتھ رہیں گے...... بغیر سہارے کے تو ابا چل نہیں سکتے، وہ بھی بس اتنا کہ غسل خانے تک چلے جاتے ہیں پھر کبھی بخار ہو رہا ہے تو کبھی بلڈ پریشر لو ہو جاتا ہے۔''

''چلو اچھا ہے کہ تمہارے ابا، اپنے ہاتھوں سے بیٹی کی شادی کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ پھر داماد بھی انہی کے گھر رہنے آ رہا ہے۔ اس کا بھی فائدہ ہے، تنخواہ دار بندہ ہے، سسرال میں رہے گا تو گھر کا کرایہ نہیں دینا پڑے گا اور تم بھی سسرالی بکھیڑوں سے آزاد رہو گی۔'' پاس بیٹھی امی نے ہنس کر کہا تو بشریٰ دھیرے سے مسکرا دی۔

''ایسی بات نہیں ہے خالہ، میں تو ہمیشہ اکیلی رہی ہوں اس لیے بہت سے رشتوں کے ساتھ رہنا اچھا لگتا ہے۔'' بشریٰ کے جانے کے بعد امی کہنے لگیں۔

''چلو، اچھا ہوا، اس کے حساب سے تو اسے بہت اچھا رشتہ مل رہا ہے ورنہ اس طرح کے غریب گھرانوں کی لڑکیاں رشتوں کے انتظار میں بوڑھی ہو رہی ہیں اور بشریٰ کی تو شکل بھی کچھ خاص نہیں۔''

☆☆☆

مجھے تجسس تھا کہ بشریٰ کا دولھا دیکھوں ......

چنانچہ ایک شام اس کے گھر چلی گئی۔ اس کی شادی کو دس، بارہ دن گزر چکے تھے۔ وہ کچن میں مصروف تھی، میں نے اطلاع گھنٹی بجائی تو ایک اسمارٹ اور خوب صورت جوان نے دروازہ کھولا۔

''بشریٰ گھر پر ہیں؟'' میرے سوال پر وہ ایک طرف ہو گیا۔

''جی! آ جائیں، وہ کچن میں ہے۔'' وہ پلٹ کر کچن کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر میری جانب نہیں دیکھا تھا حالانکہ آج بشریٰ کی شادی کی مبارک دینے میں کافی سج سنور کر آئی تھی۔ جدید تراش خراش کا قیمتی، آدھی آستین اور گہرے گلے کا لباس، میرے خوب صورت تیکھے نقوش کو اجاگر کرتا میک اپ اور میرا خوشبوؤں میں بسا حسین وجود نظر انداز کرنے کے قابل تو ہرگز نہیں تھا۔ میری جانب اٹھنے والی ہر نگاہ میں ستائش اور تعریف ہوتی تھی۔ میں چھوٹے سے صحن کے بیچ میں کھڑی تھی کہ میں نے سامنے بنے کچن سے بشریٰ کو نکلتے دیکھا۔ اس کے شوہر نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے دھیرے سے کچھ کہا۔ جواب میں بشریٰ بھی مسکرا دی اور اثبات میں سر ہلایا۔ اس کا شوہر کچن میں چلا گیا اور وہ خود



Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

تیزی سے میری جانب بڑھی۔

''آؤ، آؤ مدحت!'' مجھ سے گلے مل کر وہ مجھے کمرے میں لے گئی۔

''میں تمہارا انتظار کر رہی تھی کہ تم کب آتی ہو۔''

''ہاں! بھئی، میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ تم لوگ کہیں ہنی مون کے لیے گئے ہوگے۔ شادی تو بہت خاموشی اور سادگی سے ہوئی تھی' ایک تو تمہارے گھر میں فون بھی نہیں ہے کہ فون کر کے تمہارا پروگرام ہی پوچھ لیتی۔''

''ہاں! اطہر کہہ رہے تھے کہ جلد ہی فون لگوالیں گے تو پھر کافی سہولت ہوجائے گی۔ اطہر کی آپا پنڈی میں رہتی ہیں' انہوں نے بھی کہا تھا اور ہمارا بھی ارادہ تھا کہ ان کے پاس چلے جائیں گے پھر وہاں سے مری وغیرہ چلے جائیں گے لیکن پہلے اطہر کی اماں بیمار ہوگئیں۔ اس کے بعد اب کل سے میرے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ اس لیے فی الحال تو یہ پروگرام کینسل ہی سمجھو۔''

ذرا تفصیل سے جواب دیتی وہ مجھے پہلے سے مختلف لگی اور کافی خوش بھی...... اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ اگرچہ گلابی جوڑے، کانوں میں ہلکے سے سونے کے ٹاپس، گلے میں لاکٹ، دائیں کلائی میں چار سونے کی چوڑیاں پہنے ہلکا سا میک اپ کیے وہ کافی اچھی لگ رہی تھی لیکن سچ تو یہ تھا کہ اس کا شوہر اس سے کئی درجے زیادہ خوب صورت اور اسمارٹ تھا۔ پڑھا لکھا بھی زیادہ تھا، حیثیت میں بھی اس کے میکے سے بڑھ کر تھا تو بشریٰ کو خوش تو ہونا ہی چاہیے تھا۔

''بشریٰ!''

''جی اچھا۔'' اس نے جواب دیا اور باہر جاتے ہوئے مجھ سے کہنے لگی۔

''ابھی آتی ہوں، چائے لے آؤں۔''

کچھ دیر بعد وہ ٹرے میں چائے کے ساتھ کیک اور شامی کباب لیے اندر آئی۔

''ابھی تمہارے آنے سے کچھ ہی دیر پہلے چائے دم کی تھی' تمہارے بارے میں، میں نے اطہر کو بتا رکھا تھا اس لیے جب تم آئیں تو کہنے لگے۔ ''میں تمہاری سہیلی کے لیے کیک لے کر آتا ہوں۔ ہماری شادی کے بعد، پہلی بار ہمارے گھر آئی ہے۔''

''اچھا، ویسے میں تو سوچ رہی تھی کہ تمہارے دولھا مغرور سے ہیں۔ مجھ سے نہ صحیح سے بات کی، نہ ہمارے پاس بیٹھے۔''

''ارے نہیں، اطہر تو بالکل بھی مغرور نہیں بس وہ کچھ مذہبی سے ہیں۔ غیر محرم اور محرم کا خیال رکھتے ہیں، شاید اسی لیے۔''

☆☆☆

پھر وقت گزرتا رہا۔ بشریٰ کے گھر جانا نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔ ایک تو میری بہت سی اور فرینڈز بن چکی تھیں۔ میری دلچسپیوں کے محور تبدیل ہو چکے تھے۔ بشریٰ کے پاس جانا، ملنا، بات کرنا مجھے وہی خوشی اور تسکین دیتا تھا جیسے لگژری گاڑی میں بیٹھا شخص، فٹ پاتھ پر پیدل چلتے یا سائیکل سوار کو دیکھ کر محسوس کرتا ہے۔ ویسے اب تو بشریٰ بھی فٹ پاتھ پر پیدل چلنے کے بجائے موٹر سائیکل پر بیٹھ چکی تھی۔ اب اس گھر میں ٹیلی فون لگ گیا تھا۔ اس لیے گاہے بہ گاہے فون پر بات ہوجاتی تھی۔

ایک روز اس نے مجھے فون کیا۔ وہ ماں بننے والی تھی اور بہت خوش تھی اور اپنی خوشی میں مجھے بھی شریک کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اسے مبارک باد کہی تو ہنس کر بولی۔

''بہت عرصہ ہوگیا، ہم ملے نہیں، خالہ بننے کی



خوشی میں ہی آجاؤ۔'' میں ہنس کر ٹال گئی۔

میں اس کے گھر نہ جا سکی۔ یہاں تک کہ اس کا بیٹا پیدا ہوا مگر چند گھنٹے ہی زندہ رہ سکا۔ یہ اطلاع بھی اس نے مجھے فون پر دی۔ اس کے بعد بھی ایک دو بار وہ امید سے ہوئی لیکن صحیح سلامت اولاد ابھی اس کے نصیب میں نہ تھی۔

سلمان کے ساتھ میری شادی طے ہوگئی تو میں کارڈ دینے اس کے گھر گئی۔ وہ بہت خوش ہوئی اور وعدہ کیا کہ میں ضرور آؤں گی۔

اور حسبِ وعدہ وہ آئی بھی...... میں دلہن بنی، اپنے خوبرو، دولت مند دولھا کے پہلو میں بیٹھی تھی جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ اسٹیج پر آئی اور مبارک باد دیتے ہوئے ایک پیکٹ مجھے یہ کہتے ہوئے دیا۔

''مدحت! یہ ہماری طرف سے تمہاری شادی کا تحفہ ہے، تم اس سے زیادہ قیمتی چیزیں خرید سکتی ہو لیکن اس کی تیاری میں میرا خلوص اور محبت شامل ہے اس لیے یہ کسی مارکیٹ سے نہیں مل سکتا۔'' بعد میں جب میں نے وہ پیکٹ کھولا تو اس میں اچھے قیمتی کپڑے کی ساڑی تھی اور اس پہ ریشم اور موتیوں کا کام خود بشریٰ نے کیا تھا۔ ساتھ ہی پھولوں کا گلدستہ بھی رکھا تھا۔

میری امی اور رفعت باجی کو بھی وہ ساڑی اچھی لگی۔ باجی کہنے لگیں۔

''مدحت! بشریٰ کے ہاتھ میں تو کافی صفائی ہے' میں تو سوچ رہی ہوں ایک ساڑی میں بھی بنوالوں' پیسے دے دوں گی۔''

''اس کی شادی پہ میں نے مدحت اور تمہارے کئی لباس جو تم لوگوں نے ایک آدھ بار ہی پہنے ہوں گے اس کو دے دیے تھے اتنے قیمتی اور اسٹائلش ڈریسز اس نے تو خواب میں بھی نہیں دیکھے ہوں گے۔ اسی لیے اپنے خیال میں بدلہ اتارنے کے لیے یہ ساڑی لائی ہے۔'' امی کہنے لگیں۔

☆☆☆

شادی کے بعد عرصے تک میری بشریٰ سے بات نہیں ہوئی پہلے تو ہم لوگ ہنی مون کے لیے ملک سے باہر گئے ہوئے تھے پھر نئی ازدواجی زندگی کی شروعات میں میری ترجیحات تبدیل ہوگئی تھیں اور بشریٰ میری زندگی میں کبھی بھی کوئی اہم کردار نہیں رہی تھی۔

ایک شام امی کے گھر بیٹھی تھی کہ بشریٰ کا فون آگیا۔ امی کی ملازمہ نے فون اٹھایا اور بشریٰ کے کہنے پر مجھے بلا لیا۔ وہ بہت گرمجوشی سے میرا حال احوال پوچھ رہی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

''تمہارے سسرال کا فون نمبر تو میرے پاس تھا نہیں، اُدھر تمہارے میکے میں ایک بار تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا۔''

جواب میں، میں اسے لندن، پیرس، سوئٹزر لینڈ کے قصے سنانے لگی۔ وہ بہت دلچسپی سے سن رہی تھی۔ بے چاری! یہ سب کچھ تو اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا پھر اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔ کبھی کبھار وہ میرے گھر آجاتی یا فون کر لیتی۔ میں نے تو شاید ہی کبھی فون کیا ہو۔

میرے دو بیٹے تھے اور بشریٰ کی بھی اب دو بیٹیاں تھیں۔ اس کی بیٹیاں، شکل صورت میں ماں پر گئی تھیں۔ عام سی صورت والی۔ چند، ایک بار، وہ انہیں اپنے ساتھ لائی تھی تو میری ملاقات ہوئی۔ ویسے بشریٰ اپنے گھر میں خوش تھی۔ اس کے سسر کا انتقال ہوگیا۔ ساس اب اس کے ساتھ رہتی تھیں۔ اس کی بڑی بیٹی، بارہ تیرہ برس کی تھی جب ایک روز بشریٰ کے ابا کا فون آیا۔



Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

"اطہر کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ بہت شدید چوٹیں آئی ہیں۔ بشریٰ اس کے ساتھ اسپتال میں ہی ہے۔"

مجھے بھی افسوس ہوا بے چاری...... میں اسپتال گئی تو اطہر آئی سی یو میں تھا اور بشریٰ پریشان سی اسپتال کے کاریڈور میں کھڑی تھی۔ میرے پوچھنے پر کہ اطہر بھائی کا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی۔

"سر اور ریڑھ کی ہڈی پر شدید چوٹیں آئی ہیں۔ دعا کرنا مدحت! اللہ تعالیٰ میری بیٹیوں کے باپ کو سلامت رکھے۔ صحت و تندرستی عطا فرمائے۔" پھر اس کے آنسو بہنے لگے۔ میں نے اسے چپ کروایا، تسلی دی۔

"فکر نہ کرو، انشاء اللہ اطہر بھائی ٹھیک ہو جائیں گے اور تمہارے ساتھ اور کون ہے اسپتال میں؟"

"ابا کا تو تمہیں معلوم ہے، چلنا پھرنا کیا، دیر تک بیٹھنا بھی ان کے لیے مشکل ہے اور ہمارے کوئی ایسے قریبی عزیز رشتے دار ہیں نہیں، جو ہیں دوسرے شہروں، ملکوں میں رہتے ہیں۔ اطہر کے بھائی مظہر بھی دبئی میں ہیں۔ فون تو کرتے ہیں لیکن ابھی مہینہ پہلے چھٹی گزار کر گئے ہیں۔ اب اتنی جلدی چھٹی بھی نہیں مل سکتی۔ اس لیے میں خود ہی اطہر کے ساتھ اسپتال میں رہتی ہوں۔ ویسے ان کے دوست بھی آتے رہتے ہیں۔"

"اور علاج وغیرہ، کیا ان کی فرم کی جانب سے ہو رہا ہے۔ میری مدد کی ضرورت ہو تو بتاؤ کیونکہ بہت خرچ ہو رہا ہوگا۔"

"ارے نہیں مدحت! تم آگئی ہو یہی بہت ہے، اللہ کا شکر ہے۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔" اس نے بہت سہولت سے مجھے منع کر دیا پھر اس کے بعد میں بہت عرصہ اس کے گھر نہ جا سکی کیونکہ گرمیاں آ گئیں تو حسبِ معمول ہم لوگ یورپ چلے گئے۔ پاکستان آئی تو بھی بشریٰ کا خیال ہی نہیں آیا۔

☆☆☆

سات، آٹھ مہینے بعد ایک روز میں کسی کی عیادت کے لیے اسپتال گئی تو واپسی پر مجھے بشریٰ نظر آ گئی۔ وہ وہیل چیئر کو دھکیلتے ہوئے جا رہی تھی، اس کی نظر مجھ پر پہلے پڑی تھی۔ وہ میری طرف بڑھی اور گلے ملنے لگی اور مجھے عجیب سا لگ رہا تھا کیونکہ میرے ساتھ سلمان اور میری چھوٹی نند بھی تھے۔ بشریٰ اور اس کے وہیل چیئر پر بیٹھے ابا کا غریبانہ سا حلیہ مجھے ان سے تعلق ظاہر کرنے پر شرمندہ کر رہا تھا۔ اس وقت جب میں جلدی جلدی دعا سلام کر کے منظر سے ہٹ جانا چاہتی تھی، وہ اور اس کے ابا بہت اپنائیت اور لگاؤ سے میرا حال احوال پوچھ رہے تھے۔ اس کے ابا تو میرے سب میکے والوں کا بھی پوچھ رہے تھے۔ میں نے یونہی ان کی گفتگو روکنے کے لیے پوچھا۔

"تم بتاؤ بشریٰ، تمہارا کیا حال ہے انکل کی طبیعت کیسی ہے، اسپتال کیسے آنا ہوا؟ اور ہاں تمہارے ہسبینڈ کا کیا حال ہے؟"

"تین ماہ پہلے اطہر کی وفات ہوگئی اور ابا کو بہت دنوں سے بخار آ رہا تھا۔ محلے کے ڈاکٹر کی دوائی سے آرام نہیں آیا تو آج زبردستی انہیں یہاں چیک اپ کے لیے لائی تھی۔"

"اوہ، تمہارے ہسبینڈ کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ کسی روز تمہارے گھر آؤں گی اس وقت معاف کرنا، ہم لوگ جلدی میں ہیں۔" ایک طرف بیزار کھڑی میری نند نے پوچھا۔

"یہ کون تھی؟"

"اس کی امی بھی میری امی کے پاس آتی تھیں۔ غریب سی فیملی ہے، امی ان کی مدد کرتی رہتی تھیں اب کبھی کبھار یہ میرے پاس آجاتی ہے۔ اس کے شوہر کا سنا تھا، ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ آج بتا رہی ہے کہ وہ مرگیا، بے چاری۔" میں نے اپنے لہجے میں ہمدردی اور بے پروائی ایک ساتھ سموتے ہوئے جواب دیا۔

☆☆☆

پھر میں اس کی طرف نہ جا سکی کچھ تو میری مصروفیت پھر ان دنوں میری ذہنی حالت بہت منتشر رہی۔

سلمان کا تعلق جس طبقے سے تھا۔ وہاں غیر عورت، مرد کی دوستی اور پینا پلانا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ سلمان کی ان عادات کو میں جانتی تھی لیکن میں نے اسے اس کے ایک وقتی مشغلے سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی اور سلمان کا بھی کہنا تھا۔

"مدحت! کوئی بھی عورت تمہارا مقام نہیں لے سکتی۔ میرے گھر اور دل میں جو مقام تمہارا ہے، وہ کسی اور عورت کا نہیں ہو سکتا۔ راہ چلتے منظر تو کئی ہوتے ہیں، کوئی اچھا بھی لگ جاتا ہے لیکن گھر، گھر ہوتا ہے۔ اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" مگر آج کل سلمان کے ساتھ ایک نئی ابھرتی ہوئی ایکٹریس زوبی جس تواتر سے نظر آ رہی تھی، اس نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔ سلمان سے کچھ پوچھتے مجھے ڈر لگتا تھا اگر اس نے اقرار کر لیا...... تو؟

زوبی خوب صورت تھی کم عمر پھر ناز و ادا کے جو ہتھیار اس کے پاس تھے شاید میرے پاس نہیں تھے۔ اگر جو سلمان نے اسے اپنانے کا فیصلہ کر لیا تو میرے لیے کون سا... راستہ ہوگا؟ میرا گھر، میرے بچے...... اور سلمان...... کسی ایک کا بٹوارہ میں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

رفعت باجی یا بھابیاں کسی سے بھی اپنا غم کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ ہمدردی کی آڑ میں طنز برداشت کرنا بہت مشکل تھا۔

تب یونہی ایک روز جانے جی میں کیا آئی کہ بشریٰ کی طرف چلی گئی۔ دل بہت بھرا ہوا تھا۔ رونے کے لیے کسی کا شانہ چاہیے تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بشریٰ میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ کبھی موقع ملنے پر اسی بات کی آڑ میں طنز کر سکے گی یا کون سا اس کا تعلق میرے سرکل سے ہے۔ جہاں اس خبر کی بنیاد پر چٹپٹے افسانے تخلیق ہوں گے کیونکہ میں خود بھی تو اسی طبقے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میں نے بھی تو حیات غوری، مبین مرزا، جاوید وسیم کے معاشقوں اور دوسری شادی کے قصوں کو چٹخارے دار اضافوں کے ساتھ محفلوں میں سنا اور بیان کیا تھا۔ ان کی بیویوں سے ہمدردی کی آڑ میں طنز کے وار کیے تھے۔

اس روز میں ذرا زیادہ دیر بشریٰ کے گھر بیٹھی تھی...... اول تو اس کے گھر آتی ہی نہ تھی اور جو کبھی کبھار آئی بھی تو ذرا سی دیر کے لیے۔ آج میں اپنا مسئلہ اسے سنانا چاہتی تھی مگر وہ اپنے گھر کے مسائل میں گھن چکر بنی ہوئی تھی۔ جب میں گئی تو اس کی بیٹی نے دروازہ کھولا اور مجھے کمرے میں بٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"خالہ! آپ بیٹھیں، امی ابھی آتی ہیں۔ دراصل وہ نانا ابو کی کمر اور ٹانگوں کا مساج کر رہی ہیں۔"

یہ چھوٹا سا کمرا جہاں میں بیٹھی تھی ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ درمیانے درجے کا ایک صوفہ سیٹ، چار کرسیاں، دیواروں پر ایک دو قرآنی آیات کے فریم آویزاں تھے۔ ایک کراس اسٹچ سے



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

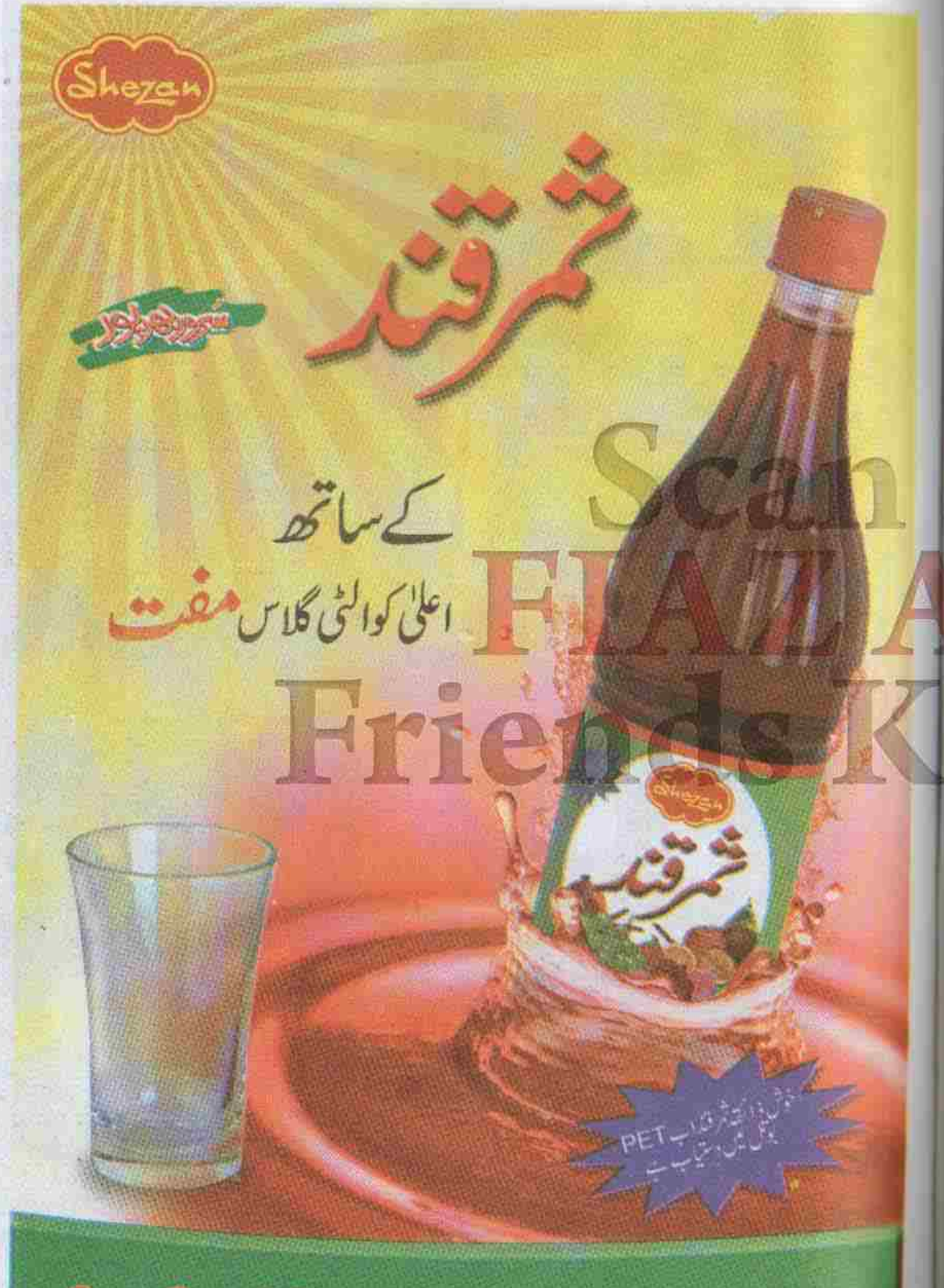


بنا پہاڑوں، بادلوں، آبشاروں اور پھولوں کا منظر تھا جو یقیناً بشریٰ کی کشیدہ کاری کا نمونہ تھا۔

مجھے اپنا ڈرائنگ روم یاد آنے لگا۔ قیمتی اور نفیس فرنیچر، اعلیٰ درجے کے مشہور مصوروں اور خطاطوں کے فن پارے، بیش قیمت سجاوٹی اشیا، بشریٰ کے اور میرے گھر کی حیثیت مرتبے میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پھر میں اپنا دکھڑا رونے اس کے پاس کیوں آئی تھی؟ کیا مجھے اپنے آنسو پونچھنے کے لیے ٹشو پیپر چاہیے تھا؟

چھوٹا سا گھر تھا اچانک ہی کسی عورت کے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ بشریٰ کی وہی بیٹی، جس نے مجھے یہاں لاکر بٹھایا تھا ہاتھوں میں چھوٹی سی ٹرے لیے کمرے میں آئی۔

''سوری خالہ! امی بس ابھی آتی ہیں۔ دراصل وہ پہلے نانا ابا کے کمرے میں تھیں نا تو دادی اماں ناراض ہوگئیں۔ ابھی انہیں دوا کھلا کر آتی ہیں۔''

''دادی اماں کیا بیمار ہیں؟'' میرے سوال پر وہ آہستہ سے کہنے لگی۔

''ابو کے بعد دادی اماں بہت پریشان اور بیمار رہتی ہیں۔ ایسے میں ڈانٹتی بھی ہیں اور پھر رونے لگتی ہیں۔ امی کہتی ہیں انہیں بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ وہ بوڑھی اور بیمار ہیں پھر ابو کے لیے اداس بھی بہت ہیں تو بس اس لیے۔''

''آپ لیں نا خالہ شربت پی لیں۔'' وہ آداب میزبانی نبھاتی مجھے سمجھدار سی لگی۔ اس ماحول اور طبقے کی لڑکیاں جلدی باشعور ہو جاتی ہیں۔ تبھی بشریٰ آگئی۔

''معذرت چاہتی ہوں، مدحت! پہلے ابا کے پاس تھی پھر ذرا اماں کو دوا کھلا رہی تھی۔ تم اکیلے میں بور ہو رہی ہوگی؟''

''نہیں بھئی! تمہاری بیٹی اچھی میزبان ہے۔'' میں نے اخلاق نبھایا۔

''ہاں، یہ میری بڑی بیٹی ہے تو اسے اپنی ذمے داری تو نبھانی ہے۔'' وہ مسکرائی۔ پھر وہ بیٹی کی جانب متوجہ ہوئی۔ ''زینب بیٹا! آپ بھی دادی اماں کے پاس جاؤ۔ فاطمہ ان کا سر دبا رہی ہے، آپ جا کر ٹانگیں دباؤ پھر وہ سو جائیں گی تو آپ دونوں بہنیں بیٹھ کر اپنا ہوم ورک کرو۔'' بچی کے جانے کے بعد میں نے کہا۔

''بشریٰ! تمہاری ساس کیا صرف تمہاری ہی ذمے داری ہیں؟ تمہارے جیٹھ، جیٹھانی مزے سے الگ بیٹھے ہیں؟''

''ارے نہیں، ایسی بات نہیں ہے، مظہر بھائی پہلے دبئی میں تھے اب کینیڈا چلے گئے ہیں۔ اماں، ابا اب اس عمر میں کیا دربدر ہوتے پھریں۔ پھر اب، اطہر کے بعد تو اماں بے چاری کی اتنی بری حالت ہے، جوان بیٹے کی موت نے صحت کے ساتھ ساتھ ذہنی لحاظ سے بھی بہت زیادہ متاثر کیا ہے تو اس حالت میں، میں انہیں اطہر کے بیوی بچوں سے دور کر ہی نہیں سکتی اور پھر اطہر کی ماں ہیں تو میری بھی ماں ہیں، میری بیٹیوں کی دادی...... وہ خدانخواستہ میرے لیے بوجھ تو نہیں۔'' پھر یونہی باتوں باتوں میں، میں نے سلمان کے چکر اور اپنی پریشانی کا بتایا، تو وہ مجھے تسلی دینے لگی۔

''تم پریشان مت ہو مدحت! اللہ بہتر کرے گا۔ اتنی پیاری بیوی اور بیٹیوں کے ہوتے، سلمان بھائی کچھ غلط نہیں کریں گے انشاء اللہ۔ تم نماز کے بعد اپنے اور ان کے سکون کے لیے دعا کیا کرو اور اگر مناسب سمجھو تو اپنی ساس، نند سے مشورہ کرلو۔''

''بشریٰ بس تم ہی ہو جس سے میں دل کی بات

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کر لیتی ہوں ورنہ میرا کون سا ہمدرد بیٹھا ہے…… ماں بھی دنیا میں نہیں، ورنہ ان سے کہتی' رفعت باجی ہیں تو سمندر پار، انہیں کیا کہوں؟'' ساس تو سال بھر پہلے فوت ہو گئیں اور نند سے میری کون سی دوستی تھی۔ اس لیے خاموش رہی کہا تو صرف یہ۔

''پریشان نہ ہو اللہ پر بھروسا رکھو۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔'' وہ مجھے گلے لگا کر تسلی دینے لگی۔

مہینہ بھر میں نے بہت پابندی سے نماز پڑھی، گھر سے باہر نکلنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ اس روز بہت دنوں بعد میں اور سلمان ناشتے کی میز پر اکٹھے تھے۔ سامنے ہی آج کا اخبار رکھا تھا۔ سلمان کے سامنے شوبز کا رنگین صفحہ تھا اور اس صفحے پر زوبی کی بڑی سی رنگین تصویر نمایاں تھی۔ زوبی کے ساتھ، بہت ہی قریب نوجوان معروف اور مصروف گلوکار اور اداکار شاہ زیب کی تصویر تھی۔ تصویر کے ساتھ نمایاں سرخی تھی۔ ''اداکارہ زوبی اور معروف کاروباری شخصیت سلمان میں دوریاں' گلوکار اور اداکار شاہ زیب اور زوبی میں بڑھتی قربتیں۔'' میں نے سلمان کے چہرے پر کچھ کھوجنے کی کوشش کی۔ اس کے چہرے پر حسد، ناراضی یا پریشانی کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس نے معمول کے انداز میں سرسری سا دیکھ کر وہ صفحہ ایک طرف ڈال دیا اور باقی اخبار دیکھنے لگا۔ اسی اثنا میں ناشتے کے لوازمات میز پر سجنے لگے، سلمان نے اخبار ایک طرف رکھا انار کے جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے بولا۔

''مدحت…… تمہاری طبیعت ٹھیک ہے بہت دنوں سے گھر میں ہی ہو۔ مجھے ہفتے بھر کے لیے دبئی اور پھر امریکا جانا ہے، تم بھی چلو۔''

''کب چلنا ہے؟'' مجھ میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ مسکرا کر بولی۔

زوبی سے میں یونہی خوف زدہ ہو گئی تھی۔ وہ بھی بس ایک خوش نما منظر ہی تھا۔ پڑاؤ نہیں۔ پھر زندگی اپنے معمول کے مطابق گزرنے لگی۔

☆☆☆

ایک بار بشریٰ میرے گھر آئی تو اس نے اپنی ساس کی وفات کی اطلاع دی۔ اس کی بڑی بیٹی اب کالج میں آ چکی تھی۔ اس نے سلمان اور زوبی کے حوالے سے کبھی مجھے نہیں کریدا۔ میں نے خود ہی اسے بتایا تھا۔

''بس مجھے ہی غلط فہمی ہو گئی تھی (حالانکہ میں جانتی تھی، یہ غلط فہمی نہیں تھی لیکن اپنا بھرم بھی تو رکھنا تھا) یہ زوبی جیسی عورتیں تو امیر اور خوب صورت مردوں کو پھانسنے کے چکر میں رہتی ہیں۔ بس وہ سلمان پر مہربان ہو رہی تھی مگر سلمان نے گھاس ہی نہیں ڈالی۔'' پھر میں نے اپنے لیے سلمان کی وارفتگیوں اور تعریفوں کے قصے ستر، اسی سے ضرب دے کر اسے سنائے تھے جو اس نے بھرپور توجہ سے سنے۔ اس کا اور میرا تعلق کچھ اسی انداز سے قائم تھا کہ آج اس کی موت کی خبر مل گئی۔ چند سال پہلے ہی تو اس کے ابا کا انتقال ہوا تھا۔ تب بھی میں ملک سے باہر تھی جب میری واپسی پر ایک روز اس نے فون پر مجھے یہ اطلاع دی تھی۔

☆☆☆

گاڑی اس کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر رکی تھی۔ مجھے پانچ، سات منٹ پیدل چل کر اس کے گھر جانا پڑا۔ اس کا چھوٹا سا گھر عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ میری شخصیت اس ماحول سے یکسر مختلف تھی اور میں آئی بھی سب سے آخر میں تھی اس لیے سب کی نظریں مجھ پر تھیں۔ کسی عورت نے مجھے ایک کرسی



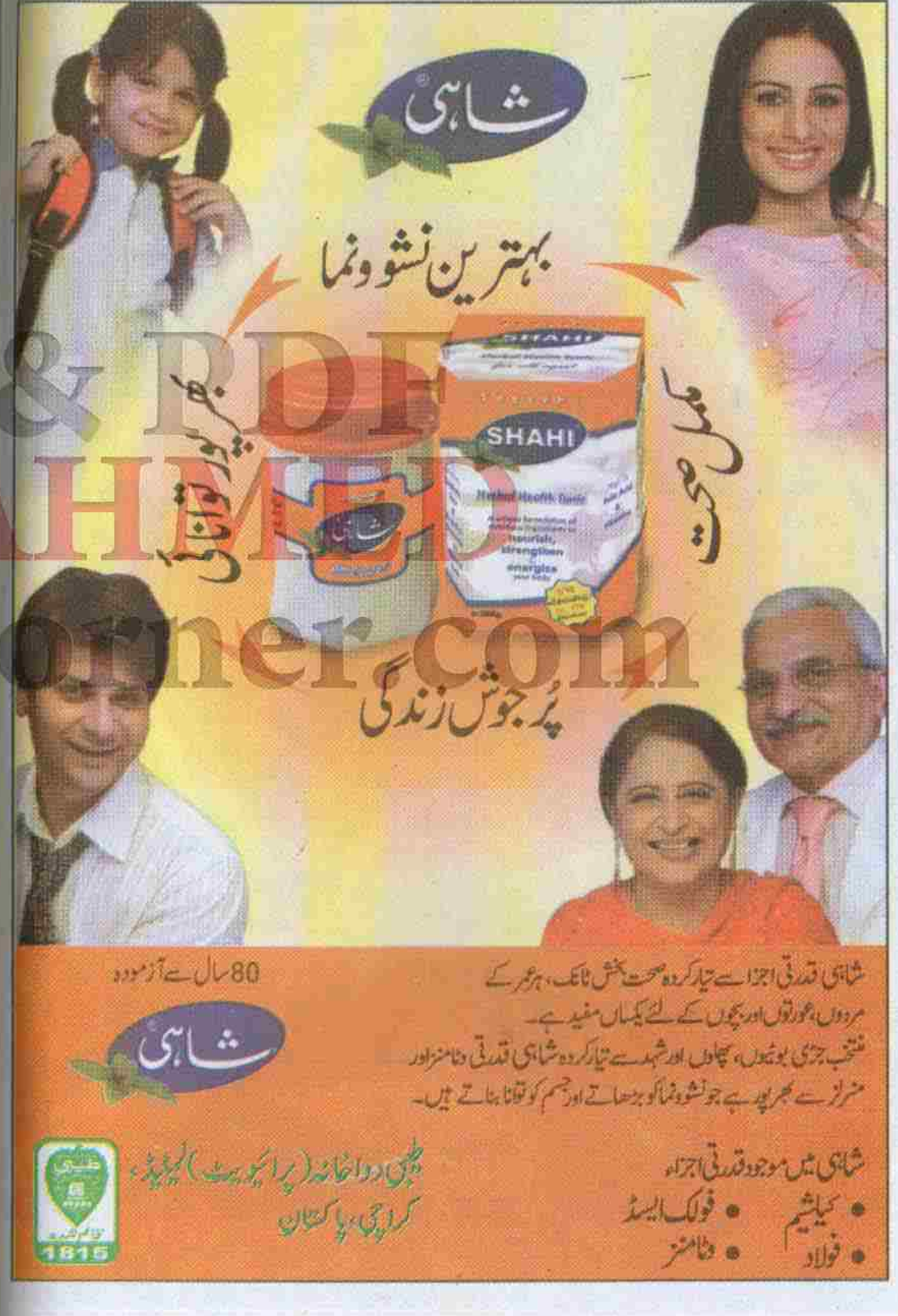

پیش کی جو ایک کونے میں گھومتے پیڈسٹل فین کے سامنے تھی۔ کرسی پر بیٹھ کر میں نے اپنے قیمتی لیدر کے ہینڈ بیگ سے ٹشو پیپر نکال کر پہلے پسینا پونچھا پھر منرل واٹر کی بوتل نکال کر پانی پینے لگی۔ عورتوں کی نظریں مجھ پر تھیں۔ میرا آسمانی رنگ کا بریزے کا نفیس سوٹ، ڈائمنڈ جیولری میرا خوشبوؤں میں بسا خوب صورت وجود اُن سب سے الگ اور برتر تھا۔ وہی عورت جس نے مجھے کرسی دی تھی غور سے مجھے دیکھ رہی تھی پوچھنے لگی۔

''آپ مدحت ہونا، رفعت کی بہن اُدھر سامنے والے گھر میں آپ لوگ رہتے تھے نا، میں شاہدہ ہوں، رفعت کی سہیلی اور کلاس فیلو۔ ایک دوبار آپ کو بشریٰ کے گھر آتے دیکھا تو میرے پوچھنے پر اس نے بتایا تھا کہ آپ رفعت کی بہن مدحت ہیں۔ رفعت تو رہتی ہی باہر کے ملک ہے، آپ بھی کم ہی پاکستان میں رہتی ہو بھی کبھار اِدھر ہو تو اسے ملنے آجاتی ہو۔ آپ کے گھر کا پتا بھی اس نے نہیں بتایا تھا۔''

وہ مجھ سے کافی مرعوب نظر آرہی تھی اور بات کرنے کی شوقین بھی۔ میں اس سے زیادہ بات چیت کرکے اپنے گھر کا رستہ تو نہیں دکھا سکتی تھی لیکن اس وقت اپنی پوزیشن اچھی بنانی تھی۔ اس لیے کہنے لگی۔

''ہاں بس، بشریٰ میرے بچپن کی سہیلی تھی۔ دکھ سکھ میں میرے پاس آجاتی تھی ابھی بھی اس کی وفات کا پتا چلا تو رہا نہیں گیا۔ وہ تو شکر ہے کہ پاکستان میں تھی تو فوراً آگئی۔''

''ہاں، اللہ بخشے بہت اچھی اور مخلص عورت تھی۔ ایسی کوئی خاص بیمار بھی نہیں تھی بس وقت پورا ہوگیا تو چلی گئی۔'' شاہدہ کہہ رہی تھی پھر عورتیں مختلف باتیں کرنے لگیں۔ زیادہ تر بشریٰ اور اس کے حالاتِ زندگی پر تبصرے تھے۔ چند ایک میرے بارے میں بھی بات کر رہی تھیں کہ سہیلی ہو تو ایسی، کہاں سے کہاں پہنچ گئی مگر پھر بھی بچپن کی سہیلی کو یاد رکھا ہے۔

بشریٰ کی میت کو نہلایا جا رہا تھا۔ اس کی بیٹیوں کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ اُدھر ہی مصروف ہیں۔ تبھی میت کے لیے مخصوص چارپائی پر کفن میں لپٹی، بشریٰ کی میت لا کر وہاں رکھ دی گئی۔ اس کی بڑی بیٹی زینب تو پھر بھی کچھ حوصلے میں تھی کہ آنسو تو اس کی بھی آنکھوں سے رواں تھے لیکن وہ سب عورتوں سے مل رہی تھی لیکن چھوٹی بیٹی فاطمہ تو غم سے نڈھال تھی اور وہ ماں کی چارپائی کا پایہ پکڑے بیٹھی تھی۔

''بیٹا! دیکھو صبر سے کام لو۔ تمہاری ماں نے ساری زندگی، صبر، شکر اور قناعت سے زندگی بسر کی۔ تم بھی ان صفات سے خود کو مضبوط بناؤ۔ ماں کو غسل دلایا ہے، والدین کی وفات کے بعد ان کو غسل دینا، قبر تک پہنچانا، قبر پر مٹی ڈالنا اولاد اور والدین دونوں کے لیے شرعی لحاظ سے بہتر ہے۔ آؤ بیٹا، دیکھو اپنی امی کا چہرہ دیکھو...... یہ اللہ کے فضل سے کتنی مطمئن اور پُرسکون لگ رہی ہیں۔ دعا کرو اللہ تم ماں بیٹیوں کو، تمہارے والد اور تمہارے وہ سب رشتے دار جن سے تم محبت کرتی ہو جنت کے ساتھی بنیں، جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔'' ایک عورت جس نے عبایا اور اسکارف پہن رکھا تھا فاطمہ کو چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی...... وہ کہنے لگی۔

ان خاتون نے بشریٰ کے کفن کو چہرے پر سے ہٹایا اور میں بشریٰ کے چہرے کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ عام سی صورت والی سانولی سی بشریٰ، اس وقت خاص لگ رہی تھی۔ نہ جانے اس کے چہرے پر کیا تھا میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ یہ کشش، زندگی میں تو مجھے نظر نہیں آئی۔

''اللہ مغفرت کرے۔ دنیا میں تو کوئی خوشی نہیں دیکھی۔'' عورتیں باتیں کر رہی تھیں۔

''ہاں، بے چاری نے جوانی میں بیوگی کاٹی۔ بیٹا بھی کوئی نہیں۔ بیٹیوں کو بھی اپنے گھر بار کا نہ کرسکی۔''

''اپنے والدین کے علاوہ ساس کی بھی خدمت کی۔ دوسرے بیٹے، بہو نے تو پوچھا بھی نہیں۔''

''ارے، میں نے تو سنا تھا مظہر کی بیوی کی بھابی کہہ رہی تھی اطہر کی جاب اچھی تھی پھر وہ سسرال میں رہتا تھا تو بشریٰ کے کہنے پر اپنے والدین کے مکان میں سے اپنے حصے سے، مظہر کے حق میں دستبردار ہوگیا تھا کہ بھائی کی نوکری چھوٹ گئی ہے گھر بیچ کر کاروبار شروع کروایا تھا۔ کاروبار بھی اچھا چل رہا تھا پھر باہر کے ملک میں نوکری بھی مل گئی۔ آج کروڑوں کے مالک ہیں لیکن بیوہ بھابی، یتیم بھتیجیوں کے لیے ایک دھیلا تک نہیں بھیجا۔''

''ارے بھابی! بھتیجیوں کو چھوڑو، اس نے تو ماں کو بھی نہیں پوچھا۔ بشریٰ نے ہی اپنے پاس رکھا، خدمت کی خرچ کیا پھر اس کی ساس کا دماغی توازن بھی درست نہیں رہا تھا، یہ سب بھی برداشت کیا۔''

''ہاں بھئی! اللہ سب کا بھلا کرے اس بے چاری نے تو زندگی میں تکلیفیں ہی دیکھی ہیں۔''

جنازہ اٹھایا جا چکا تو میں بھی اس کی بیٹیوں سے مل کر اٹھنا چاہتی تھی۔ بڑی بیٹی کو پاس بلا کر ایک لفافہ اسے دیا۔

''زینب! یہ پندرہ ہزار روپے ہیں۔ اپنے پاس رکھ لو۔'' وہ گڑبڑا گئی۔

''ارے نہیں، خالہ! اس کی ضرورت نہیں اگر

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

امی کے لیے صدقہ خیرات کرنا چاہتی ہیں تو اپنے ہاتھ سے کردیں۔''

''تکلف نہیں کرو بیٹا! رکھ لو کام آئیں گے۔''

''شکریہ خالہ! آپ کو اتنا ہمارا خیال ہے.... لیکن یقین کریں اس کی ضرورت نہیں۔''

مجھے خفت محسوس ہو رہی تھی۔ اللہ حافظ کہہ کر جانے کے لیے کھڑی ہوئی تو زینب کہنے لگی۔

''خالہ! پلیز دس پندرہ منٹ بیٹھ جائیں۔ عمارہ خالہ کچھ باتیں کرنا چاہ رہی ہیں پھر چلی جایئے گا۔''

وہی عبایا، اسکارف والی خاتون مخاطب تھیں۔

''پیاری بہنو! ابھی آپ سب لوگوں کی باتیں سنیں تو خیال آیا کہ آپ لوگوں سے کچھ باتیں کر لوں۔ یہ کوئی روایتی وعظ و نصیحت نہیں بس آپ کی، میری دل کی باتیں ہیں۔ آج ہماری ایک بہن، ان بچیوں کی ماں دنیا سے رخصت ہوئی۔ کسی بھی وقت شاید اگلے ہی لمحے یہی سفر ہمیں پیش آسکتا ہے ایک ایسا سفر جس میں ہمارے اعمال کے سوا کوئی زادِ راہ کوئی ساتھی نہیں۔ یہ دنیا ہمارے لیے دارالعمل (کام کرنے کی جگہ) ہے۔ دارالجزا (صلہ، بدلہ ملنے کی جگہ) نہیں...... اچھے، برے عمل کی سزا، جزا کا فیصلہ روزِ قیامت ہی ہوگا اور ہر فیصلے کا اختیار صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہی ہے...... اگر کوئی شخص دنیا میں بہت خوش حال، صحت مند، اولادِ نرینہ والا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس کی نیکیوں کا صلہ مل رہا ہے یا غریب، مسکین، بیمار، بے اولاد ہے تو یہ اس کے گناہوں کی سزا ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی مرضی ہے کسی کو دے کر آزماتا ہے، کسی کو نہ دے کر۔ مگر اللہ کے فیصلے اور اس کے کام وہ خود ہی بہتر جانتا ہے، وہ نیتوں کا حال جانتا ہے اور اسی کے مطابق جزا دیتا ہے بعض اوقات وہ جزا اور سزا کا ایک ہلکا سا نمونہ دنیا میں بھی دکھا دیتا ہے تاکہ دوسرے سبق حاصل کریں اور کچھ کو قیامت تک کے لیے ڈھیل دیے رہتا ہے۔ ہم عورتیں، لڑکیاں، اپنے حسن کو سنوارنے، نکھارنے کے ٹوٹکے تو خوب جانتی ہیں لیکن روح کو نکھارنے، سنوارنے کے لیے کس ''بیوٹی پارلر'' میں جانا ہے، یہ معلوم نہیں۔ میں نے سنا آپ لوگ کہہ رہی تھیں کہ بشریٰ نے زندگی میں کوئی سکھ نہیں دیکھا تو یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں، والدین کی محبت، شوہر کی محبت، وفا، فرمانبردار بیٹیاں جو دین، دنیا کے علوم سے حتی المقدور فائدہ اٹھا رہی ہیں اگر بشریٰ اپنے ہاتھوں سے ان کی شادیاں نہیں کر سکی تو اللہ تو ہے، ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا، بشریٰ کی زندگی میں بھی اسباب بنانا اسی کا کام تھا، اب بھی وہی وارث ہے، بشریٰ کو وہ سب خوشی جو اس کا نصیب تھا ملی، باقی اللہ نے آخرت کے لیے ذخیرہ کر لی۔''

بشریٰ کے گھر سے آتے وقت ان خاتون عمارہ کی گفتگو اور بشریٰ کا چہرہ میرے ذہن اور آنکھوں میں گھومتا رہا۔ مجھے اپنی زندگی کی غلطیاں محسوس ہو رہی تھیں لیکن ان غلطیوں کو سدھارنا کتنا مشکل ہے۔ پردہ کرنا، غیبت، چغلی، صبر، شکر، رزقِ حلال قناعت ہے۔ بظاہر چھوٹے اور معمولی کام لیکن کتنے مشکل۔

''دوسرے مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی صدقہ ہے۔'' کہیں پڑھی ہوئی حدیث یاد آئی...... مجھے یاد آیا، بشریٰ کیسے مسکرا مسکرا کر مجھے ملنے آیا کرتی تھی۔ اس نے تو کبھی ایک دھیلے کا احسان بھی مجھ سے نہیں لیا تھا...... میں تو اسے بہت عام، معمولی سمجھتی تھی لیکن اس کا چہرہ، موت کے بعد کا چہرہ عام نہیں تھا۔



☆☆☆

وقت گزرتا گیا، میں بشریٰ کو بھول بھال گئی کہ میری زندگی کی ہنگامہ خیزیاں کم نہ تھیں۔ ابھی کل ہی دبئی کے ایک بڑے شاپنگ مال میں دو خواتین نے میرا راستہ روکا...... ایک ذرا بڑی عمر کی لگ رہی تھی اور دوسری جوان...... دونوں کے چہروں پر نقاب تھے۔ نوجوان لڑکی کہنے لگی۔

''مدحت خالہ! میں زینب ہوں آپ کی سہیلی بشریٰ کی بیٹی...... اور یہ عمارہ خالہ ہیں۔ امی کی سہیلی، استاد اور اب میری ساس۔''

''کیا حال ہے؟ کیسی ہو بھئی اور شادی کب ہوئی تمہاری؟'' میرے سوال کرنے پر عمارہ کی آنکھیں مسکرائیں۔

''اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آئیں مل کر کافی پیتے ہیں، آپ خالہ بھانجی باتیں بھی کر لینا۔'' میں ان کے ساتھ چل دی۔ کافی پیتے ہوئے زینب نے بتایا۔

''عمارہ خالہ ڈاکٹر ہیں، گائنا کولوجسٹ، اتفاق سے امی سے ملاقات ہوئی تو یہ کبھی کبھار امی سے کپڑے سلوانے لگیں۔ پھر انہی کے ساتھ امی بھی ایک مدرسے سے قرآن پاک ترجمہ اور تجوید سے پڑھنے لگیں۔ دوستی بڑھتی گئی خالہ نے اپنے بیٹے ڈاکٹر یاسر سے میری شادی کرادی۔ ہم لوگ آج کل دبئی میں ہیں، میرا ایک بیٹا بھی ہے چھ ماہ کا، وہ گھر پر فاطمہ کے پاس ہے۔''

''فاطمہ کیا کرتی ہے، پڑھ رہی ہے؟'' میں نے پوچھا۔ اتنی تفصیل سے تو میں نے بشریٰ سے اس کے گھر بار، بیٹیوں کے بارے میں کبھی نہیں پوچھا تھا شاید اس کے اور میرے درمیان طبقاتی خلیج مجھے اس سے فاصلہ رکھنے پر مجبور کرتی تھی۔ آج زینب اور اس کی ساس تقریباً میری ہم پلہ ہی تھیں۔ ڈاکٹر عمارہ یوسف کا شہر بھر بلکہ ملک میں ایک نام تھا۔

''نہیں خالہ، فاطمہ کی بھی شادی ہوگئی ہے۔ وہ اور اس کا شوہر آج کل میرے پاس آئے ہوئے ہیں۔ ویسے وہ کراچی میں ہی ہوتی ہے اس کا شوہر عبید، یاسر کا کزن ہے بزنس کرتا ہے۔'' عمارہ کہنے لگی۔

''زینب نے ایم ایس سی کیا تھا اور فاطمہ تو پڑھائی میں اس سے بھی زیادہ تیز تھی۔ پی ایچ ڈی کرنا چاہتی تھی لیکن بشریٰ کے بعد مجھے یہی بہتر لگا کہ اس کی بھی جلدی شادی کر دیں۔ باپ، بھائی، ماموں، چچا، ایسا کوئی بھی محرم رشتہ اس کے پاس نہیں تھا۔''

جب وہاں سے اٹھنے لگے تو میں، ساس، بہو دونوں سے گلے لگ کر ملی۔

''امید ہے اب ہماری ملاقات رہے گی۔ بشریٰ اس دنیا میں نہیں تو اس کی سہیلی اس کی سمدھن اور اس کی بیٹیوں میں رابطہ رہنا چاہیے۔'' میں نے بہت گرم جوشی سے کہا تو عمارہ ہنس کر بولی۔

''صحیح کہہ رہی ہیں لیکن میرا دوسرا بیٹا مدینے میں ہے، میں اور میرے شوہر مستقلاً اس کے پاس شفٹ ہو رہے ہیں۔ ویسے جب بھی پاکستان آنا ہوا اور اللہ کو منظور ہوا تو آپ سے ملاقات ہوتی رہے گی۔ میرا کلینک تو کراچی میں ہی ہے۔''

واپس اپنے ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے میں سوچ رہی تھی۔ ''واہ، اسے کہتے ہیں، قسمت ایک معمولی درزن کی بیٹی ڈاکٹر عمارہ یوسف کی بہو۔''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

# اگر ملنا نہیں ہمدم

ذکیہ بلگرامی

مثبت سوچ ہر شخص کے لیے مشعل کی حیثیت رکھتی ہے اس کی روشنی میں وہ اپنا لائحہ عمل طے کرتا ہے مگر اکثر لوگ خیالوں، خوابوں اور ذہن میں آئے نکات خواہ وہ کتنے ہی مضر کیوں نہ ہوں ان پر فوراً عمل پیرا ہوجاتے ہیں۔ کاش ہم وقت گزرنے سے قبل سوچ سکیں، سمجھ سکیں لیکن ہم نہ سوچتے ہیں نہ سمجھتے ہیں...... اور جب ہم جان پاتے ہیں تب ہمیں سمجھ آتی ہے مگر جب وقت اپنی چال چل چکا ہوتا ہے ہم سوچتے رہ جاتے ہیں۔ ایسا کرتے تو ایسا ہو جاتا اور ویسا کرتے تو ایسا ہوجاتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ”زندگی استاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے استاد سبق دے کر امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔“

**آیئے ذرا دیکھیں اس ناول میں کس نے کس کے امتحان لیے اور کس کو سبق دیے**

قسط 11

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

محبت بڑی ظالم ہوتی ہے۔ کیسے کیسے امتحان لیتی ہے۔ وہ جن ڈاکٹر کے زیر علاج تھی ان کا نام ڈاکٹر جبیں تھا۔ ڈاکٹر جبیں کو جب پتا چلا کہ یہ ارسلہ باقی عثمانی ہے تو وہ پوری تندہی سے اس کے علاج میں مصروف ہوگئیں۔ ڈاکٹر جبیں کی ڈیوٹی ہو یا نہ ہو وہ چکر لگانے ضرور آتیں۔ اب ارسلہ بہتر ہو رہی تھی۔ اس وقت اس کے کمرے میں صرف ڈاکٹر جبیں تھیں۔

”اب کیسی ہیں آپ ارسلہ؟“

”بہت ٹھیک ہوں۔“

”مجھے آپ سے ملنے کی بڑی ہی تمنا تھی۔“ ڈاکٹر جبیں نے ارسلہ کا ہاتھ تھام کر کہا۔

”کیوں، آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟“

”مجھے آپ کی شاعری اچھی لگتی ہے اور آپ بھی بس اسی لیے۔“

”آپ تو ڈاکٹر ہیں اور ایک ڈاکٹر کو شعر و شاعری سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟“

”کیا ڈاکٹر انسان نہیں ہوتا۔ اس کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔“

”ضرور ہوتا ہے۔“ ارسلہ ہنس دی۔ ”ڈاکٹر جبیں آپ بہت اچھی ہیں۔“

”بس تو پھر آپ مجھ سے دوستی کر لیجیے۔“

”یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔ ڈاکٹر جبیں! آپ اتنی پیاری سی ہیں، ہنس مکھ اور آپ کے چہرے پر فرشتوں جیسی پاکیزگی ہے۔ ایسے چہرے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔“

”آپ نے میری بہت زیادہ تعریف کر دی۔“

”نہیں، ابھی تو میں نے زیادہ کچھ کہا بھی نہیں۔ آپ کے اوپر تو غزل لکھی جا سکتی ہے یا پھر کوئی پیارا سا گیت۔“

”نہیں، آپ مجھ پر کوئی گیت نہ لکھیے گا۔“

”وہ کیوں؟“

”اس لیے کہ آپ دکھ بھرے گیت لکھتی ہیں اور دکھ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔“

”نہیں، میں آپ کے لیے ایک خوب صورت گیت لکھوں گی۔ ملن کا گیت۔“

”اچھا ارسلہ اب اجازت...... میں شام کو چکر لگاؤں گی۔“

”تھینک یو ڈاکٹر۔“

”دوستوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا ہے۔“

”شکریہ تو ہر ایک کا ادا کرنا چاہیے۔ دوستوں کا بھی۔“

”اچھا اپنا خیال رکھنا اور کوئی ٹینشن مت لینا۔ کچھ عرصے کے لیے شعر و شاعری بند...... یہی پرہیز ہے۔“

”اور اگر بد پرہیزی ہوگئی تو؟“

”نہیں ایسا نہیں ہوگا...... پلیز اپنا خیال رکھیں۔“ ڈاکٹر جبیں چلی گئیں۔

ارسلہ ان کے بارے میں سوچتی رہ گئی۔

☆☆☆



رافع نے اسکول فون کیا تو پتا چلا کہ ارسلہ اسپتال میں داخل ہے اور اسے ہارٹ اٹیک ہوا تھا...... گو کہ اٹیک معمولی سا تھا تاہم ابھی وہ اسپتال میں آرام کر رہی ہے۔

رافع پریشان ہوگئے۔ وہ وارڈ وغیرہ پوچھ کر اسپتال پہنچے۔ شام کا وقت تھا اور ملاقاتیوں کا مخصوص وقت ختم ہو چکا تھا۔ رافع اجازت لے کر ارسلہ کے کمرے میں پہنچے۔

اس وقت ارسلہ کے کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ آنکھیں موندے سکون سے لیٹی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کیا ایسا ممکن ہے کہ رافع آجائیں بالکل اچانک۔

اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں تو اسے یقین ہی نہیں آیا۔ رافع پریشان حال اس کے سامنے کھڑے تھے۔ اس کو جاگتا دیکھ کر رافع اس کے نزدیک آگئے اور کہا۔

”سنو ارسلہ، تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ وہ کون سی لڑکی تھی جسے میں پسند کرتا تھا؟“

”ہاں، میں نے پوچھا تھا مگر آپ نے بتایا نہیں تھا۔“

”وہ لڑکی تم تھیں ارسلہ...... تم...... میں تمہیں پسند کرتا تھا۔“ یہ کہہ کر رافع نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ جانتے تھے ارسلہ کتنی پاکیزہ ہستی ہے اسے چھوا نہیں جا سکتا۔ بس انہوں نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔ ایک احساس دلانے کے لیے۔ اپنی پسند کا، اپنی چاہت کا، ارسلہ کو ایسا لگا جیسے وہ کوئی خوب صورت خواب دیکھ رہی ہے۔ ایک باغ میں کھڑی ہے جس میں رنگ برنگے پھول کھلے ہیں، خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی روح سرشار ہوگئی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند رکھیں، وہ آنکھیں کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ کہیں یہ سپنا نہ ہو۔

یہی تو وہ جملہ تھا جسے سننے کے لیے وہ زندہ تھی۔

اس نے برسوں کا بن باس لیا تھا۔ اس کی روح جو ہمیشہ سے تشنہ تھی آج سیراب ہوگئی۔ دور تک ٹھنڈک اتر گئی تھی۔ اسے پتا بھی نہ چلا رافع کب وہاں سے چلے گئے۔ بس اُن کا احساس باقی تھا اور جب اس نے آنکھ کھولی تو اس کے سامنے ڈاکٹر جبیں کھڑی تھیں۔

”آپ کب آئیں؟“

”ابھی آئی ہوں۔“

”شاید تم کوئی خوب صورت خواب دیکھ رہی تھیں۔“

”ہاں شاید وہ خواب ہی تھا۔“

”لیکن میں نے ابھی تمہارے کمرے سے ایک خوب صورت مرد کو جاتے دیکھا ہے...... کہیں وہ خواب وہی شخص تو نہیں۔“

”شاید ایسا ہی ہو۔“ وہ پھر کہیں کھوگئی۔

”ارسلہ اب تم جلدی سے اچھی ہو جاؤ اور گھر شفٹ ہونے کی تیاری کرو۔“

”اب میں اچھی ہو جاؤں گی۔“

”یہ اچھی خبر ہے۔“

اتنے میں نرس آگئی۔ وہ روٹین کے کام کرنے لگی یعنی ٹمپریچر، بلڈ پریشر وغیرہ اور ڈاکٹر جبیں اس کے دل



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کی دھڑکن دیکھ رہی تھیں۔ اس کا ای سی جی بھی نکالا گیا جو کہ بالکل ٹھیک تھا۔

''بھئی ارسلہ تمہاری رپورٹ بالکل صحیح ہے اس لیے آپ کل یہاں سے رخصت ہو جائیے گا۔''

''آپ مجھ سے ملنے میرے گھر آئیے گا۔''

''ضرور...... میں تمہیں کبھی بھی نہیں چھوڑوں گی۔''

''ابھی تو آپ نے مجھے زیادہ باتیں کرنے سے منع کیا تھا مگر اب جب بھی آپ آئیں گی' میں آپ سے آپ کی زندگی کی کہانی ضرور سنوں گی۔''

''میری زندگی کی کوئی خاص کہانی نہیں ہے۔ دو جملوں کی کہانی ہے لو ابھی بتا دیتی ہوں۔ جن دنوں پڑھ رہی تھی، شادی ہو گئی۔ شوہر سے بن نہ سکی، میں علیحدہ ہو گئی اور تب سے تنہا زندگی گزار رہی ہوں۔ غریبوں کی خدمت کرنا اور ان کا مفت علاج کرنا میرا سائڈ پروگرام ہے جسے میں ہفتے میں دو دن ایک کلینک میں کرتی ہوں۔''

''میں آپ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''میں بھی تم سے بہت سی باتیں کروں گی۔'' ڈاکٹر جبیں نے کہا اور پھر اس کے پاس سے دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔

☆☆☆

ارسلہ گھر آ گئی تھی مگر ابھی ریسٹ کر رہی تھی۔ اسکول جانا بند تھا، اماں نے سب کام سنبھال رکھا تھا۔ ننھی خالہ اس کا بہت خیال کرتی تھیں۔

سعدیہ بھی دیکھنے آتی تھی۔ سلمیٰ باجی اور عابد بھائی سے فون پر بات ہوتی' اس کی خیریت وہ روز معلوم کرتے تھے۔ جب سے رافع نے اپنی پسندیدگی کا اعتراف کیا تھا وہ بہت خوش رہنے لگی تھی۔ اسے لگتا تھا نئی زندگی مل گئی ہے اور اب دونوں میں اکثر فون پر بات ہوتی۔

رافع نے بتایا تھا کہ وہ عفت رحمانی کو چھوڑ چکے ہیں اور ان کی بیٹی دادا، دادی کے پاس رہتی ہے۔ عفت رحمانی اپنے سابقہ شوہر کے ساتھ گھومتی تھی اور یہ بات رافع برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ علیحدگی ہو گئی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کو بھی ساتھ رکھنے کی روادار نہیں تھی۔

ارسلہ کو تعجب ہوتا کیسی ماں ہے جسے اپنی بیٹی سے بھی پیار نہیں' ارسلہ اور رافع میں نہ جانے کتنی باتیں ہوتیں کہ وقت کا پتا ہی نہ چلتا اسے حیرانی ہوتی کہ رافع اتنی باتیں کس طرح کر لیتے ہیں پہلے تو کم کم بولا کرتے تھے۔ اسٹوڈنٹ لائف کے بے شمار قصے سنائے جاتے، پرانی باتیں دُہرائی جاتیں، کبھی رافع فرمائش کرتے۔

''ارسلہ کوئی تازہ نظم سنا دیں۔''

''فی الحال تو کچھ نہیں لکھ رہی۔''

''چلیں، پہلے کی لکھی ہوئی ہی سنا دیں۔'' وہ سنانے لگتی۔

''پلیز ترنم سے۔'' وہ تحت اللفظ میں سناتی تو رافع کہہ اٹھتے۔

''فون پر اچھا نہیں لگتا پھر آواز کمرے سے باہر جائے گی۔ ننھی بوا کیا کہیں گی۔''

''کچھ نہیں کہیں گی۔''



''نہیں رافع، آپ مجھے مجبور نہ کریں۔''

''اچھا کسی دن تمہارے گھر آؤں گا تم مجھے گا کر سنانا۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''سب ممکن ہے اگر تم چاہو تو۔''

''اب بہت وقت گزر چکا رافع۔''

''وقت نہیں گزرا...... ہم دونوں مل کر وقت کی لگام تھام لیں گے۔''

''آپ اتنی عجیب باتیں کرتے ہیں۔''

''اس میں کوئی بات بھی عجیب نہیں۔''

''میں ایسا کچھ نہیں سوچتی۔''

''جھوٹ مت بولو ارسلہ...... سچ بتاؤ تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی۔''

''کوئی ملا ہی نہیں، میرے جیسی معمولی لڑکی سے بھلا کون شادی کرتا۔''

''فضول مت بولو۔''

''سچ کہہ رہی ہوں۔''

''تم کیسی ہو یہ مجھ سے پوچھو۔''

''اچھا آپ بتائیں کچھ اپنی زندگی کے بارے میں۔''

''کیا بتاؤں؟''

''ماہ و سال کا حساب دیں مجھے۔''

''کوئی خاص حساب نہیں ہے...... پڑھ لکھ کر پاکستان آ گیا۔ پہلے کاروبار شروع کیا تھا مگر بعد میں تعلیم کا سلسلہ دوبارہ جوڑا۔ پی ایچ ڈی کر کے سروس شروع کر دی۔ میرا چھوٹا بھائی والد کے ساتھ بزنس سنبھالتا ہے۔ شادی امی اور ابو کی پسند سے ہوئی اور جیسی ہوئی وہ تم جانتی ہو۔''

''آپ نے اپنی پسند سے شادی کیوں نہیں کی؟''

''کوئی پسند ہی نہیں آئی کس سے کرتا۔''

''یہ کیسے ممکن ہے، زندگی میں کوئی لڑکی آپ کو ملی ہی نہ ہو۔''

''بس نہیں ملی کیا کریں۔ ایک ملی تھی ارسلہ نام کی لڑکی تو اس نے گھاس ہی نہیں ڈالی۔''

''آپ غلط بیانی کر رہے ہیں۔''

''میں سچ کہہ رہا ہوں، تم نے کہا تھا میرے دل میں اب آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں۔''

''کوئی وجہ ہو گی تو کہا ہو گا۔''

''ہاں، ہو گی کوئی وجہ...... اب مجھے یاد نہیں۔''

''آپ کو صرف اپنے مطلب کی بات یاد رہتی ہے۔''

''ابھی تک ناراض ہو؟''



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"نہیں، میں ناراض نہیں ہوں۔"

"ویسے اگر تمہارے دل میں کوئی بات ہے تو پلیز مجھے معاف کردو۔"

"میں آپ کو معاف کر چکی ہوں۔"

"یو آر گریٹ۔"

"مکھن مت لگائیں، میں بہت خراب ہوں، غصہ آجاتا ہے مجھے۔"

"نہیں بھئی، غصہ مت کرنا، صحت خراب ہوتی ہے اور پھر تم ویسے بھی ابھی اسپتال سے آئی ہو۔"

"اسپتال تک پہنچانے والے بھی تو آپ ہی تھے۔"

"میں...... میں نے کیا کیا؟"

"تو پھر کس نے کیا۔ آپ ہی جڑ ہیں ہر مصیبت کی۔"

"ایسا مت کہو...... میں تو ویسے ہی ٹوٹا ہوا انسان ہوں۔"

"یہ ڈائیلاگ بولنا کب سے سیکھ لیا؟"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"مجھے آپ کی کسی بات کا یقین نہیں۔"

"مت کرو یقین، میں کیا کرسکتا ہوں۔"

"اچھا اب فون بند کریں، بہت دیر ہوگئی۔"

"کل تم فون کرنا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" پھر فون بند ہوگیا۔

نہ جانے کب تک وہ رافع کی آواز اور باتوں میں کھوئی رہی۔ اسے لگتا تھا وہ ہواؤں میں اڑ رہی ہے۔ یہ سب کیا ہوگیا تھا؟

"یہ رافع کیسے اچانک میری زندگی میں داخل ہوگئے مگر یہ سب مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ رافع میرا ساتھ چاہتے ہیں مگر میں اتنی جلدی کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ کتنا وقت گزر چکا ہے مگر رافع کو احساس ہی نہیں۔"

دوسرے دن اس نے رافع کو فون کیا۔

"میں تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا۔"

"میں نے آج ہی ایک نظم لکھی ہے آپ کے لیے... سنیں گے؟"

"ضرور...... ضرور سناؤ۔"

پھر اس نے سنانی شروع کی۔

"میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ
مری بند آنکھوں میں سپنے سجاؤ
وہ اک سازِ الفت جو چھیڑا ہے تم نے



اسی ساز پر کوئی نغمہ سناؤ
تمہاری محبت نے لوٹا ہے مجھ کو
بس ایک بار آؤ ذرا مسکراؤ
یہی آرزو ہے یہی التجا ہے
میرے ہاتھ تھامو گلے سے لگاؤ
تمہاری کہانی ہے میری کہانی
تم اپنی زبانی مجھے بھی سناؤ
اگر کہہ سکو تم نہ اپنی زباں سے
تو آنکھوں سے اپنی کہانی سناؤ
مرے پیار پر بدگماں ہونے والے
مرے پاس آؤ مجھے آزماؤ
تمہاری محبت مری زندگی ہے
مری زندگی بن کے جیون بتاؤ
مرے پاس آؤ مرے پاس آؤ
مری بند آنکھوں میں سپنے سجاؤ"

"واہ، خوب...... کیسے لکھ لیتی ہو یہ سب کچھ۔"

"کوئی خاص تو نہیں۔ بس تک بندی ہے۔"

"نہیں، تم سچ مچ بہت اچھا لکھتی ہو اور پڑھتی تو اس سے بھی اچھا ہو اور آواز...... اس پر تو پورا ملک فدا ہے۔"

"اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"اچھا اب کوئی اچھی سی بات بتائیں۔"

"میرے پاس تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ ہاں سنو، مجھے علی کا فون نمبر دو۔"

"کیا کریں گے؟"

"بات کروں گا بھئی، برسوں گزر گئے ہیں بات نہیں ہوئی۔"

"اب چھوڑیں...... اب تک بات نہیں کی تو اب کیا ضرورت ہے۔"

"میں تم سے مشورہ نہیں، فون نمبر مانگ رہا ہوں۔"

"حکم چلا رہے ہیں۔"

"یونہی سمجھ لو۔"

"اچھا ابھی دیتی ہوں۔"

پھر اس نے علی کا فون نمبر لکھوا دیا۔



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ننھی بوا اس کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھیں اس لیے اس نے فون بند کر دیا۔ اب یہ روزانہ کا معمول تھا۔

رات کے وقت وہ دونوں اپنے اپنے کمروں میں اکیلے ہوتے اور ایک ایک گھنٹا فون پر باتیں کرتے۔

انہی دنوں سلمٰی باجی کا فون آیا کہ رافع نے عابد بھائی سے بات کی ہے اور وہ ارسلہ کو اپنانا چاہتے ہیں۔ یہ بات تو وہ جانتی تھی کہ رافع، عابد بھائی سے یہ بات کریں گے۔

''باجی، میں جانتی ہوں وہ کیا چاہتے ہیں مگر ابھی میں جلدی میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتی۔''

''سوچ لو ارسلہ، یہ اچھا چانس ہے۔ کبھی تم رافع کو پسند کرتی تھیں۔''

''میں آپ سے بعد میں بات کروں گی۔''

''ارسلہ رافع تمہارے بارے میں سیریس ہے۔ تم بھی سیریسلی سوچو، ہاں ایک بات ذہن میں رکھو، وہ ایک بچی کا باپ ہے اور اسے اپنی بیٹی سے بے انتہا پیار ہے۔'' عابد بھائی نے اس سے بات کی۔

''میں جانتی ہوں عابد بھائی...... میں نے باجی سے بھی کہا ہے کہ میں جلدی میں کوئی فیصلہ کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔''

''ٹھیک ہے تمہاری مرضی...... ویسے رافع اچھا آدمی ہے۔''

''کبھی کبھی میں کنفیوز ہو جاتی ہوں عابد بھائی اس لیے میرے لیے فیصلہ کرنا دشوار ہے۔''

''ٹھیک ہے، دو ماہ بعد ہم لوگ پاکستان آئیں گے تب ہی کوئی مناسب فیصلہ ہو جائے گا۔''

''جی، اتنا وقت تو دیں مجھے۔'' ارسلہ نے فون رکھ دیا۔

☆☆☆

سعدیہ اور قاسم تیار ہو رہے تھے۔ ان کا پروگرام تھا کہ آج چھٹی ہے کیوں نہ ارسلہ سے مل لیا جائے۔ تب ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

دوسری طرف شہاب احمد تھا۔

''کیسے ہیں آپ شہاب؟ میں نے آپ کا فون نمبر نہیں لیا تھا۔ قاسم سے میں نے آپ کا ذکر کیا تھا۔''

''سعدیہ، میں آپ لوگوں سے ملنا چاہ رہا ہوں۔''

''ضرور ملیں۔''

''آپ لوگ اگر کہیں جا نہ رہے ہوں تو میں اس وقت آ جاؤں۔''

''آپ آ جائیں...... ہم بس یونہی نکل رہے تھے تھوڑی دیر کے لیے مگر اب رک جائیں گے۔''

''آپ پتا سمجھا دیجیے۔''

''میں قاسم کو فون دے رہی ہوں، وہ آپ کو پتا سمجھا دیں گے۔''

سعدیہ، شہاب احمد کا ذکر تفصیل سے کر چکی تھی۔ اس لیے قاسم کے لیے شہاب اجنبی نہ تھا۔

قاسم نے پتا سمجھایا اور کہا۔

''آپ آ جائیں ہم لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' ایک گھنٹے بعد شہاب احمد آ گیا۔ قاسم بہت گرم جوشی سے ملے۔



''سعدیہ نے آپ کا تعارف کروا دیا تھا۔ آپ لوگ کلاس فیلو تھے۔''

''جی ہاں...... ہم نے دو سال ساتھ پڑھا پھر سعدیہ بہن نے ڈگری نکلوا لی ان کی شادی ہو گئی اور میں نے بھی ڈگری نکلوا لی تھی۔ میں انگلینڈ چلا گیا تھا۔ میرے چچا کی فیملی وہیں پر تھی اور میرے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ میری چھوٹی بہن کی شادی میرے چچازاد بھائی سے طے تھی اس وجہ سے ہم وہیں شفٹ ہو گئے۔''

شہاب اور قاسم بے تکلفی سے بات چیت کر رہے تھے اور سعدیہ چائے کا انتظام کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد شہاب نے سعدیہ سے کہا۔

''آج میں ایک خاص کام سے آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں اور اس سلسلے میں مجھے آپ دونوں کا تعاون اور مدد درکار ہے۔''

''جی فرمائیں، ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟'' قاسم نے کہا۔

''دراصل بات تو مجھے سعدیہ بہن ہی سے کرنی ہے۔''

''جی بھائی کریں بات۔'' سعدیہ نے کہا۔

''دراصل میں ارسلہ کے سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔''

''ارسلہ کے سلسلے میں......؟ میں سمجھی نہیں۔''

''ارسلہ آپ کی قریبی دوست ہے اور اس نے ابھی تک شادی...نہیں کی، میں چاہتا ہوں کہ وہ میری ہم سفر بن جائے۔ سعدیہ شاید آپ کو معلوم ہو میری یہ پرانی خواہش تھی اور آج بھی ہے لیکن مجھے نہیں معلوم ارسلہ میرے بارے میں کیا رائے رکھتی ہے۔''

''مگر آپ کی تو شادی ہو چکی۔'' سعدیہ نے کہا۔

''یہ کس نے کہا آپ سے؟''

''وہ بچیاں آپ کی نہیں تھیں جو بازار میں ملی تھیں؟''

''وہ میری چھوٹی بہن کی بچیاں ہیں، میری امی کے پاس رہتی ہیں کیونکہ میری بہن کا انتقال ہو گیا اور میرے چچازاد یعنی میرے بہنوئی نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس لیے امی ان بچیوں کو یہاں لے آئیں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ ان کی پرورش انگلینڈ میں ہو۔ بڑی ہو جائیں گی تو چلی جائیں گی۔''

''اور آپ کی شادی؟''

''میں نے شادی نہیں کی۔''

''کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں؟''

''میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آپ دونوں کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ارسلہ کو پسند کیا تھا لیکن وہ مجھے پسند نہیں کرتی تھی۔ میں نے اس سے کہا بھی تھا مگر اس نے میری بات کا کبھی مثبت جواب نہیں دیا۔ سعدیہ بہن کیا آپ ارسلہ سے پوچھ سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے اب اس کے خیالات میں تبدیلی آ چکی ہو۔''

''یہ تو بہت اچھی بات بتائی آپ نے شہاب بھائی...... میں آج ہی ارسلہ سے بات کروں گی۔ مجھے بڑی خوشی ہو گی اگر ایسا ہو جائے۔''



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

”صرف بات نہیں کرنی۔ اسے راضی کرنا ہے۔“

”یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔“

”اگر ایسا ہو جائے تو میں ہمیشہ آپ لوگوں کا احسان مند رہوں گا۔“

شہاب احمد خاصی دیر بیٹھا اور چلا گیا۔

”یہ تو بہت پڑھا لکھا اور اچھی پوزیشن پر فائز ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ارسلہ کو اس رشتے پر کوئی اعتراض ہونا چاہیے۔ جبکہ اس شخص نے محض ارسلہ کی خاطر اب تک شادی نہیں کی۔“

”میں خود حیران ہو رہی ہوں اور خوش بھی...... یہ بہت ڈیسنٹ اور فرسٹ آنے والا لڑکا تھا۔ خدا جانے ارسلہ نے کیوں منع کیا۔ مگر خیر وہ کم عمری کا دور تھا۔ اب وقت بدل گیا ہے۔ اب ارسلہ انکار نہیں کرے گی۔ اسے اقرار کرنا ہی ہوگا۔“

”ظاہر ہے انکار کی کوئی معقول وجہ بھی نہیں۔“ قاسم نے کہا۔

”اب آج تو دیر ہو گئی ہے۔ میں کل جاؤں گی ارسلہ کے پاس...... میرے خیال میں، میں اکیلی ہی جا کر بات کروں۔ آپ کے سامنے وہ کھل کر کچھ کہہ نہ سکے گی۔“

”جیسی تمہاری مرضی، ویسے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔“ قاسم نے کہا۔

”میں آپ سے زیادہ خوش ہوں...... کاش ایسا ہو جائے۔ ارسلہ بے چاری بالکل اکیلی ہے۔ خدا کرے اس کا گھر بس جائے۔“

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ سعدیہ کی امی بھی آ گئیں۔ اب ان لوگوں نے انہیں بھی پوری بات سے آگاہ کیا۔ وہ بھی شروع ہی سے ارسلہ سے واقف تھیں اور اسے پسند کرتی تھیں۔

”یہ تو بڑی اچھی خبر ہے۔ نیک کام میں دیر کیوں...... تم آج نہیں تو کل ضرور بات کر لو ارسلہ سے۔“

”جی امی، یہی سوچا ہے۔ پھر میں اس کی باجی اور عابد بھائی سے بھی بات کروں گی۔“

”امی میں اب تک یہ سمجھ رہی تھی کہ شہاب کی شادی ہو گئی اور وہ دو بچیوں کا باپ ہے لیکن اب پتا چلا کہ وہ اس کی بھانجیاں ہیں اور شہاب کی تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی۔“

”جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں۔ کیا خبر اللہ ان دونوں کا نصیب ایک کر دے۔“ امی نے کہا۔

”امی مجھے تو بڑی بے چینی ہو رہی ہے۔ دل چاہ رہا ہے اڑ کر پہنچ جاؤں۔“ سعدیہ نے کہا۔

”بس بیٹی تم اسے سمجھانا اور راضی کرنے کی کوشش کرنا۔“ امی نے کہا۔

سعدیہ نے فون کر دیا تھا کہ اسے ایک ضروری بات کرنی ہے چنانچہ ارسلہ اس کے انتظار میں تھی۔

سعدیہ آئی تو ارسلہ نے کہا۔

”تمہارا فون کل آیا تھا اور تم نے کچھ بتایا بھی نہیں کہ بات کیا ہے اور میں کل سے بے چین ہو رہی ہوں، ایسا کیا ضروری کام یا بات ہے جو تم بتانا چاہ رہی ہو۔“

”صبر کرو ابھی بتاتی ہوں...... ویسے ایک اچھی خبر ہے تمہارے لیے۔“

”اب بتا بھی چکو۔“



”کل شہاب آیا تھا ہمارے گھر۔“

”تو یہ کون سی خاص بات ہے؟“

”یہی تو خاص خبر ہے اور اس نے تمہارے لیے رشتے کی بات کی ہے۔“

”کیا کہہ رہی ہو سعدیہ...... وہ تو شادی شدہ اور دو لڑکیوں کا باپ ہے۔“

”نہیں ...... وہ اس کی بھانجیاں ہیں۔ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی۔“ سعدیہ نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اور پتا ہے اس نے صرف تمہاری خاطر اب تک شادی نہیں کی۔ وہ آج بھی تمہارا منتظر ہے، وہ ہمیشہ سے تمہارے لیے سیریس تھا اور ہے اور اسی نے مجھ سے اور قاسم سے ریکویسٹ کی ہے کہ میں تمہیں راضی کروں۔ میں اسی لیے تمہارے پاس آئی ہوں۔“

ارسلہ نے جواب میں کچھ نہ کہا۔

”ارے تم خاموش ہو...... اتنی بڑی خبر سن کر بھی۔ کچھ تو بولو...... میں تو خوشی سے پاگل ہو رہی ہوں۔“

”مجھے تو سب کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔“

”کیا تم شہاب کو ناپسند کرتی ہو؟“

”یہ بات نہیں۔“

”پھر کیا بات ہے؟“

”میں نے کبھی اس کے لیے اپنے دل میں کوئی جذبہ محسوس ہی نہیں کیا۔ ابھی تم نے بقول تمہارے اتنی بڑی خبر سنائی مگر میرے دل میں کوئی ہلچل نہیں مچی۔“

”ارسلہ اب تم ٹین ایجر نہیں ہو جو اس طرح کی باتیں کرو۔ تم عمر کے جس حصے میں ہو تمہیں حقیقت پسندی سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہیے۔“

”مجھے بھی تم سے ایک بات کرنی تھی بلکہ کچھ بتانا تھا بلکہ مشورہ لینا تھا۔“

”ہاں...... ہاں کہو، کیا بات ہے؟“

”وہ رافع ہیں نا...... وہ مجھ سے ملنے آئے تھے۔“

”ارے سر رافع، وہ تم سے کب ملے اور انہوں نے کیا کہا؟“

”وہ اپنی بچی کا ایڈمیشن کروانے آئے تھے۔ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ میں پرنسپل ہوں۔ بہرحال ملاقات ہوئی اور ان کے حالات یہ ہیں کہ عفت رحمانی کو انہوں نے طلاق دے دی ہے کیونکہ وہ اپنے سابقہ شوہر سے دوبارہ شادی کرنا چاہ رہی ہے جبکہ ان کی بچی مونا، دادی کے پاس ہے۔“

”پھر اب وہ کیا چاہ رہے ہیں؟“

”وہ مجھ سے شادی کرنا چاہ رہے ہیں۔“

”مگر اب کیوں...... پہلے انہوں نے کیوں نہ سوچا؟“

”کوئی غلط فہمی تھی۔ سعدیہ انہوں نے اپنی محبت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ روزانہ مجھ سے فون پر بات کرتے ہیں، وہ میرے لیے بہت سیریس ہیں مگر میں نے ابھی تک انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ سعدیہ میں ایک دوراہے



Scan & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

پر کھڑی ہوں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔''

''یہ تو تم نے ایک نئی کہانی سنا دی...... تو کیا تم اب بھی سر رافع کو پسند کرتی ہو؟''

''ہاں سعدیہ...... میں آج تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ تم نے ابھی شہاب کی بات کی تو میرے دل میں کوئی ہلچل نہیں مچی مگر رافع کا نام سن کر میرے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ میں کیا کروں...سعدیہ میری کچھ سمجھ نہیں آتا۔ زندگی کے اس موڑ پر کہیں میں کوئی غلط فیصلہ نہ کر بیٹھوں۔''

''سوچ لو ارسلہ...... مجھے رافع کی بات پر زیادہ یقین نہیں ہے انہوں نے اب تمہاری طرف قدم بڑھایا مگر اب تک خاموش رہے۔ وہ ایک بچی کے باپ ہیں، کیا تم اس صورتِ حال میں ان کے ساتھ مطمئن زندگی گزار سکو گی؟''

''اگر محبت ہو تو ہر طرح کے حالات میں سمجھوتا کر لیا جاتا ہے۔''

''لیکن تم خود بے یقینی کا شکار ہو...... اگر تمہیں اتنا ہی یقین ہوتا تو پھر یہ تذبذب چہ معنی دارد۔''

''میں خوف زدہ ہوں...... پتا نہیں یہ سب سچ ہے یا جھوٹ کبھی نگی کی باتیں یاد آتی ہیں اور رافع کا پرانا رویہ مگر اب وہ واقعی سچ بول رہے ہیں۔ انہوں نے عابد بھائی سے بھی بات کر لی ہے۔''

''کیا عابد بھائی نے تم سے بات کی ہے؟''

''ہاں باجی اور عابد بھائی نے مجھ سے بات کی تھی۔''

''وہ کیا کہہ رہے تھے؟''

''وہ بھی یہی کہہ رہے تھے جو تم کہہ رہی ہو۔''

''پھر تمہارا کیا فیصلہ ہے؟''

''میں نے وقت مانگا ہے۔ رافع سے بھی یہی کہا ہے اور باجی سے بھی کہ میں جلدی میں کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتی۔ یہ بہت بڑا فیصلہ ہے...... عابد بھائی اور باجی دو ماہ بعد پاکستان آئیں گے۔ اس وقت تک کچھ نہ کچھ سوچ لوں گی۔''

''مگر شہاب کو میں کیا کہوں؟''

''تم رافع کے بارے میں شہاب سے کچھ مت کہنا...... اس کے لیے بھی یہی جواب ہے میرا کہ سوچنے کے لیے کم از کم دو ماہ چاہئیں جب تک عابد بھائی نہ آجائیں۔''

''ٹھیک ہے، میں یہ تو کہہ دوں گی...... ویسے مجھے شہاب کی نیک نیتی پر کوئی شک نہیں اور قاسم نے بھی شہاب کو بے حد پسند کیا ہے۔''

''میں سمجھتی ہوں، اس کے جذبات کی قدر کرتی ہوں مگر سعدیہ یہ دل کے معاملے بڑے عجیب ہوتے ہیں تم اس تجربے سے نہیں گزری ہو اس لیے ناواقف ہو۔''

''میں کسی بات سے ناواقف نہیں ہوں، نہ ہی بچی ہوں اور تم بھی اپنی سوچ کو تبدیل کرو۔ یہ شعر و شاعری لکھنے کی حد تک ٹھیک ہے مگر اصلی زندگی پر اس کا اطلاق مت کرنا پلیز۔''

''ٹھیک ہے، میں سوچوں گی اور تم کو مشورے میں شامل بھی کروں گی۔''



''جھوٹ بول رہی ہو۔ اتنے دنوں سے رافع سے رابطہ تھا ملاقاتیں، رشتے تک کی بات ہو گئی مگر تم نے مجھے نہیں بتایا۔ اگر دوست سمجھتیں تو......''

''تم ناراض مت ہو سعدیہ...... یقین جانو تمہارے سوا میری کوئی اور دوست ہے ہی نہیں جس سے میں اپنی پرسنل باتیں شیئر کروں۔ اسی لیے تو آج تمہیں سب کچھ بتا دیا۔''

''مجھے بھی تم سر علی کا نمبر دو۔ میں بھی ان کو بتاؤں گی کہ شہاب کس غرض سے ہم لوگوں کے پاس آیا تھا۔ سر علی کا وہ شاگرد رہ چکا ہے۔ وہ اسے اچھی طرح سے جانتے ہیں۔''

''ہاں، عابد بھائی اسے پسند کرتے تھے اور جانتے بھی ہیں۔''

''اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔''

''وہ کیا؟''

''عابد بھائی انگلینڈ میں رہتے ہیں اور شہاب بھی وہیں تھا بلکہ فیملی وہاں ہے۔ وہ اس کے بارے میں ہر طرح کی تسلی کر سکتے ہیں جبکہ رافع کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ وہ امریکا میں رہے، کینیڈا میں رہے، ان کا ماضی کون جانتا ہے۔''

''اتنی گہرائی میں، میں نے نہیں سوچا تھا۔''

''اس لیے کہ تم پر جذبات کی پٹی بندھی ہے۔ تم کسی زمانے میں انہیں پسند کرتی تھیں اور اب جب اچانک انہوں نے اپنی پسند ظاہر کی تو تم خوش ہو گئیں اور ان کے لیے سوچنے لگیں حقائق جانے بغیر...... ارسلہ دیکھو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا تمہاری زندگی میں ویسے ہی بہت پیچ و خم آچکے ہیں۔ اب کسی نئی آزمائش میں نہ پڑ جانا۔''

''مجھے یقین ہے وقت خود ہی فیصلہ کر دے گا۔ اسی لیے میں نے سوچنے کے لیے وقت مانگا ہے۔''

''مگر اس دوران رافع فون کر کر کے تمہیں اپنی جانب مائل کرتے رہیں گے جبکہ شہاب نے تم سے کوئی بات نہیں کی۔ ہم سے بات کی ہے اور تمہاری مرضی معلوم کر کے اپنی والدہ کے ذریعہ بات کرے گا۔''

''میں بھی تو مجبور ہوں، اکیلی ہوں، اب رافع کا فون آتا ہے تو میں بھی اچھا محسوس کرتی ہوں۔''

''اور تم خود بھی فون کرتی ہو گی؟''

''ہاں...... میں بھی فون کرتی ہوں۔ مجھے رافع سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔''

''ارسلہ یہ سب نہ کرو...... رافع سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں اگر رشتہ ہو جائے تو باتیں کرنا رات دن مگر ابھی نہیں۔''

ارسلہ جواب میں خاموش رہی۔ اس نے دل میں سوچا۔ ''رافع سے میرا کوئی رشتہ ہو نہ ہو مگر ایک رشتہ ہوتا ہے دل کا رشتہ...جذبوں کا رشتہ...... وہ تھا اور ہے...... یہ بات کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ محبت اندھی ہوتی ہے گونگی، بہری ہوتی ہے۔ نہ وقت دیکھتی ہے نہ عمر یہی حال ان دنوں میرا ہے۔ میں جذباتی ہو رہی ہوں۔ مجھے ہر وقت رافع کا خیال رہتا ہے۔ گزرے دنوں کی ایک ایک بات یاد آتی ہے اور دل کو تڑپاتی ہے میں کیا کروں؟''

''اب تم کن سوچوں میں گم ہو گئیں؟'' سعدیہ نے ٹوک دیا۔

''کچھ نہیں ایسے ہی کچھ پچھلی باتیں یاد آ گئی تھیں۔''

''اچھا اب تم مجھے اجازت دو۔ تم سے پھر بات ہو گی اور میں شہاب سے بات کر لوں گی۔''



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"مگر دیکھو، رافع کی کوئی بات اس سے نہ کرنا بلکہ قاسم بھائی سے بھی نہیں، سعدیہ وعدہ کرو تم کبھی رافع کا نام میرے حوالے سے زبان پر نہیں لاؤ گی۔ میں نے خود کبھی نہ کسی سے کچھ کہا نہ ذکر کیا۔"

"تم اطمینان رکھو اگر ذکر ہوگا بھی تو مناسب طریقے سے۔" اس کے بعد سعدیہ رخصت ہوگئی۔

شہاب اپنی امی کو لے کر سعدیہ کے گھر آ گیا۔ دونوں بچیاں بھی ساتھ آئی تھیں۔ شہاب کی امی نے کہا۔

"جن دنوں یہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلینڈ جا رہا تھا تب ہی اس نے مجھ سے اور اپنی بہن سے ارسلہ کا ذکر کیا تھا اور ہم نے سوچا تھا کہ ہم اس کی شادی طے کر دیں گے پھر یہ تعلیم ختم کر کے آئے گا تو شادی ہو جائے گی مگر ارسلہ راضی نہ ہوئی تو یہ مایوس ہو گیا مگر اس وقت کم عمری کا دور تھا پھر چھوٹی بہن کی بھی فکر تھی۔ نادرہ تھی میری بیٹی، اس کی شادی میرے دیور کے لڑکے سے طے تھی اس لیے اس کی فکر نہیں تھی۔ میں نے بھی سوچا تھا کہ بعد میں شاید معاملہ ٹھیک ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ نادرہ کی شادی کے بعد میں نے چاہا کہ شہاب کی شادی کر دوں مگر اس نے ہمیشہ انکار کر دیا۔ کتنا زمانہ بیت گیا۔ نادرہ کی شادی ہوگئی ایک بچی کے بعد دوسری بچی کی پیدائش پر نادرہ ختم ہو گئی۔ میرے داماد کی دوسری شادی ہو گئی۔ بچیاں میں اپنے ساتھ لے آئی ہوں تا کہ ابتدائی تربیت پاکستان میں ہو...... بعد میں یہ انگلینڈ چلی جائیں گی مگر میرا گھر بیٹے کے حوالے سے سونا ہی رہا۔ شہاب نے کسی لڑکی کے لیے ہاں نہیں کی۔ اسے ارسلہ پسند تھی اور آج بھی وہی پسند ہے۔ اس نے جب بھی ارسلہ سے بات کی اسے کوئی حوصلہ افزا جواب نہ ملا۔ اس لیے اس بار اس نے آپ لوگوں کا سہارا لیا ہے پھر ارسلہ نے بھی تو شادی نہیں کی۔ شاید اب وہ راضی ہو جائے کیونکہ اب وہ اکیلی ہے۔ اس کی ماں بھی ختم ہو چکیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ پہلے کسی وجہ سے ارسلہ انکار کر رہی ہوگی مگر اب اس کے حالات دوسرے ہیں...... وہ بالکل اکیلی ہے۔" سعدیہ کی ماں نے کہا۔

"مجھے ذرا بھی آسرا ہو تو میں خود جانے کو تیار ہوں۔ ارسلہ کی بہن اور بہنوئی سے بات کرنے کو تیار ہوں۔"

"اور ارسلہ کے ماموں بھی ہیں باقر ماموں وہ تو یہیں ہیں جن کا اسکول ہے یہ۔"

"ہاں، یہ بھی ٹھیک کہتی ہیں آپ۔ ان ہی کے اسکول کو تو چلا رہی ہے وہ۔"

"ارسلہ سے سعدیہ نے بات کی تھی تو اس نے کیا کہا؟"

"وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی مگر ہم لوگ اسے راضی کر لیں گے۔"

"آپ سعدیہ کو بلائیں میں اس سے پوچھوں گی۔" امی نے سعدیہ کو پکارا۔

"تم سب اِدھر ہی آ جاؤ ضروری بات کرنی ہے۔" چنانچہ شہاب، قاسم اور سعدیہ ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

"سعدیہ بیٹی تم بتاؤ ارسلہ سے کیا بات ہوئی؟"

"آنٹی آپ بےفکر رہیں، میں اسے راضی کر لوں گی۔"

"مگر وہ کہتی کیا ہے؟"

"کچھ نہیں، وہ فیصلہ کرتے ڈرتی ہے بلکہ یہ کہتی ہے کہ اب بہت دیر ہو گئی ہے۔ سال گزر گئے ہیں وغیرہ۔"



"شہاب کے بارے میں کیا کہتی ہے؟"

"شہاب کی وہ بہت عزت کرتی ہے۔" سعدیہ نے پھر شہاب سے کہا۔

"شہاب بھائی! ارسلہ آپ کی بے حد عزت کرتی ہے۔ قدر کرتی ہے۔ بس شادی میں اتنی دیر ہو چکی ہے کہ ایک جھجک سی مانع ہے۔ دوسری یہ بات کہ دو ماہ بعد اس کی بہن اور بہنوئی آنے والے ہیں تب فیصلہ ہو جائے گا۔"

"ان کے آنے سے قبل ان سے بات کر لینی چاہیے۔" شہاب نے کہا۔

"آپ کی یہ بات درست ہے۔ میں سرعلی کا فون نمبر لے آئی ہوں۔ میں خود بات کروں گی۔"

"اور جو بھی بات ہو پلیز مجھے ضرور بتائیے گا۔"

"کیوں نہیں، ہم سب کی یہی خواہش ہے کہ آپ اور ارسلہ ایک ہو جائیں۔"

کچھ دیر بیٹھ کر یہ لوگ اپنے گھر واپس گئے۔

☆☆☆

رافع اپنی امی کے گھر آئے ہوئے تھے۔ مونا بھی تو یہیں رہتی تھی۔ وہ بھی اپنے پاپا کی منتظر رہتی تھی۔ رافع کو اپنی مونا سے بے حد پیار تھا۔ وہ تو مما کو بھی یاد کرتی تھی مگر مما نے اسے بھلا دیا تھا۔ رافع جب بھی آتے مونا کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لے کر آتے۔ وہ ابھی بچی تھی کھلونوں سے بہل جاتی تھی اور دادی، دادا کا پیار بھی ملا ہوا تھا پھر چچا اور چچی بھی بے حد خیال کرتے تھے۔

آج رافع نے سوچا تھا کہ سیما سے ارسلہ کی بابت بات کریں گے اپنا ارادہ ظاہر کریں گے۔ ابھی تک اپنے گھر میں یہ بات انہوں نے کسی کو نہیں بتائی تھی۔

"سیما مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" رافع نے کہا۔

"جی بھائی بتائیں، کوئی اہم بات ہے؟"

"بس ایک خوش خبری سمجھ لو۔"

"تو پھر جلدی سے بتائیں۔"

"میں نے شادی کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"واقعی...... مگر کس سے؟"

"تم سنو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔"

"میں جانتی ہوں اس لڑکی کو۔"

"تم ہی کیا بہت لوگ جانتے ہیں اسے۔"

"پلیز بھائی کسی ایسی لڑکی سے شادی نہ کریں جسے بہت لوگ جانتے ہوں۔ بس وہ پڑھی لکھی، گھریلو لڑکی ہو جو اس گھر کی محبتوں کو جوڑ کر رکھ سکے اور پھر مونا کے لیے بھی ایک اچھی ماں ثابت ہو۔"

"وہ ایسی ہی ہے۔"

"مگر آپ تو کہہ رہے ہیں کہ......"



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"وہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اب سسپنس کیوں پھیلا رہے ہیں۔ بتا بھی چکیں۔"

"میں نے ارسلہ سے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔"

"کیا کہا؟ ارسلہ سے...... وہ جو شاعرہ ہے اور ٹی وی پر بھی آتی ہے اور جس کا گیت اگر ملنا نہیں ہمدم ہٹ ہوا تھا۔" رافع مسکرانے لگے۔

"ہاں وہی ارسلہ!"

"مگر بھائی وہ آپ کو کہاں ملی اور آپ اسے کس طرح سے جانتے ہیں۔" سیما نے تعجب اور خوشی سے پوچھا۔

"وہ یونیورسٹی میں میرے ساتھ تھی۔ میں جب فائنل میں تھا تو وہ فرسٹ ایئر میں داخل ہوئی تھی' میں ڈپارٹمنٹ کا وی پی اور وہ جی ایس تھی۔ ہم نے مل کر ایک ساتھ کام کیا ہے پھر کچھ دن اسے پڑھایا بھی اس کے بعد میں باہر چلا گیا تو رابطہ ختم ہو گیا تھا۔"

"آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا مجھے۔"

"پہلے وہ مجھے ملی کب تھی۔ بہر حال مختصر یہ کہ اب وہ مجھے اتفاقیہ طور پر مل گئی ہے اور میں نے اس سے بات بھی کر لی ہے۔"

"یعنی سب کچھ طے ہو چکا ہے۔"

"نہیں' ففٹی پرسنٹ معاملہ طے ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ میں راضی ہو گیا ہوں اور اس کا راضی ہونا ابھی باقی ہے۔" سیما ہنسنے لگی۔

"مذاق مت کریں، سیریسلی بتائیں کیا ہوا، کیسے ہوا؟"

"دراصل وہ مجھے اتفاقاً ملی۔ وہ مونا کے اسکول کی پرنسپل ہے۔ میں مونا کو داخلہ کروانے گیا تھا تب ہی پتا چلا۔ اس کے خالہ زاد بھائی عابد علی سر بھی ہمارے ڈپارٹمنٹ میں پڑھاتے تھے اور مجھ سے ان کی اچھی انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ وہ ارسلہ کے بہنوئی بھی ہیں۔ لندن میں رہتے ہیں۔ دسمبر کی چھٹیوں میں وہ لوگ کراچی آئیں گے۔ میری اس سلسلے میں ان سے بات بھی ہو چکی ہے اور علی اس بات سے خوش ہیں۔ ان کے خیال میں میری اور ارسلہ کی شادی ہو جانی چاہیے۔"

"یہ تو بہت زبردست خبر ہے۔" پلیز آپ مجھے ارسلہ سے ملوائیں۔"

"نہیں ابھی نہیں۔ اس طرح تو کچھ عجیب سا لگے گا۔"

"میں ابھی سب کو بتاتی ہوں امی ابو اور حسیب کو۔"

"نہیں، اس وقت مت بتاؤ میرے جانے کے بعد بتا دینا۔ میں نے اس لیے تم کو بتایا ہے کیونکہ تم بھی ارسلہ کو پسند کرتی ہو۔"

"آپ نے لفظ "بھی" اچھا بولا ہے۔"



"اب ظاہر ہے میں تو اسے پسند کرتا ہی ہوں۔ وہ ہے ہی اچھی۔"

"مگر بھائی وہ آپ کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے نا؟"

"عفت رحمانی اور مونا کے بارے میں وہ جانتی ہے۔"

"اور اس سے پہلے کی بات۔ ثریا بھابی کے بارے میں بتایا آپ نے؟"

"نہیں، وہ یہ سب کچھ نہیں جانتی۔"

"بھائی آپ کو پوری بات بتا دینی چاہیے۔ ماضی چھپانا نہیں چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ......"

"نہیں سیما...... میں اسے ثریا کی بات بتانا نہیں چاہتا' وہ بددل ہو جائے گی۔ میرے بارے میں اس کی رائے تبدیل ہو جائے گی۔"

"اور اگر بعد میں معلوم ہوا تو...... اور معلوم تو ہو ہی جاتا ہے۔"

"پھر کچھ نہیں ہوگا۔ میں سب سنبھال لوں گا۔ اسے اتنا سکھ دوں گا کہ وہ میرے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سوچے گی۔"

"بھائی سوچ لیجیے...... کہیں کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے آپ کے ساتھ پہلے ہی بہت کچھ ہو چکا ہے۔"

"یہ سب تقدیر کے کھیل تھے سیما۔ ڈاکٹر ثریا بے حد اچھی تھی میں مانتا ہوں۔ بس کوتاہی میری ہی تھی مگر ایسی نہ تھی کہ ثریا مجھے معاف نہ کرتی۔ پھر غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے میں کوئی فرشتہ نہ تھا مگر ثریا نے علیحدگی کا فیصلہ کیا پھر میں بھی یکسر تبدیل ہو گیا۔ میں نے دوبارہ پڑھائی کی اور پھر یہاں واپس آ گیا۔ تم جانتی ہو سب کچھ۔ میں نے ماں باپ کی پسند پر سر جھکا دیا اور عفت رحمانی سے شادی کر لی۔ میں نے پانچ سال تک نباہ کرنے کی کوشش کی۔ ہر معاملے پر خاموش ہی رہا مگر کب تک اب سب کچھ ناقابلِ برداشت ہو گیا تھا اس لیے اسے اس کی خواہش کے مطابق چھوڑنا ہی پڑ گیا۔ تم سب جانتی ہو۔"

"میں ایک بار پھر کہوں گی ارسلہ کو سب کچھ معلوم ہونا چاہیے۔"

"نہیں سیما...... ابھی نہیں...... میں سب کچھ سنبھال لوں گا۔ میں نے صرف تم سے یہ باتیں اس لیے کہیں تاکہ تم امی ابو اور حسیب کو سب کچھ اپنے طور پر بتا سکو۔ ظاہر ہے جب علی آئیں گے تو بات تو بڑوں ہی کو کرنی ہوگی۔"

"ایک بات بتائیں گے بھائی سچ سچ؟"

"ہاں پوچھو۔"

"کیا ارسلہ آپ کو پسند کرتی تھی؟"

"شاید ایسا ہی ہو۔"

"اور آپ؟"

"میں بھی اسے پسند کرتا تھا مگر ان دنوں میں ایک جذباتی لڑکا تھا تاہم ہمارے درمیان کوئی اس قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ میں امریکا گیا تو ثریا مجھے اچھی لگی پھر میں سب کچھ بھول گیا تھا۔"

"اور اب آپ کو اپنی پرانی محبت یاد آ رہی ہے؟"



Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

”اب تم جو کچھ بھی کہو...... مگر یہ بتاؤ کہ یہ فیصلہ کیسا ہے؟“

”بہت اچھا فیصلہ ہے اگر وہ راضی ہو جائے تو۔“

”وہ راضی ہو جائے گی‘ ہم لوگ اکثر فون پر بات کرتے رہتے ہیں۔“ اتنے میں مونا آ گئی۔ وہ اپنی گڑیا پاپا کو دکھانے لائی تھی۔ اس طرح یہ موضوع تبدیل ہو گیا۔

☆☆☆

رافع اور ارسلہ کی بات فون پر ہوتی رہتی تھی اور جوں جوں وقت گزر رہا تھا ارسلہ، رافع کو اپنے دل سے قریب پاتی تھی۔

اسے وہ لمحہ نہیں بھولتا تھا جب وہ اسپتال میں بیڈ پر لیٹی تھی اور کسی معجزے کی منتظر تھی کہ کہیں سے اچانک رافع آ ئیں اور پھر یہ معجزہ رونما ہو گیا تھا۔ رافع سچ مچ آ گئے تھے اور انہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔

”وہ لڑکی تم تھیں ارسلہ جسے میں پسند کرتا تھا۔“ اور پھر اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔ وہ یہ لمحہ، یہ کیفیت جذب کر لینا چاہتی تھی۔ یہی تو وہ جملہ تھا جسے سننے کی وہ متمنی تھی اور آج بھی اس جملے کی بازگشت اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اسے اب بھی لگتا جیسے وہ کوئی سہانا خواب دیکھ رہی ہے اور آنکھ کھلتے ہی سب کچھ ختم ہو جائے گا مگر یہ خواب نہیں تھا حقیقت تھی۔ رافع اس سے محبت کرتے تھے۔ ان کے فون آتے تھے۔ وہ اس کی نظمیں سنتے، اس کی شاعری اس کی آواز کی تعریف کرتے۔ اسے سراہتے، وہ تو ان کے دل میں بستی تھی۔ اس کا مطلب ہے اس کا انتظار سود مند رہا۔ آخر وہ شخص اسے مل ہی گیا جس کے بارے میں اس نے برسوں سوچا اور اب اسے انتظار تھا باجی اور عابد بھائی کی آمد کا تا کہ تمام معاملات طے ہو سکیں اور پھر عابد بھائی کا فون آیا تھا۔

”ارسلہ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔“

”جی بھائی بتائیں۔“

”دراصل تمہارے لیے شہاب احمد کا پروپوزل آیا ہے۔ مجھ سے سعدیہ نے بات کی تھی۔ شہاب غیر شادی شدہ بہت پڑھا لکھا اور مہذب لڑکا ہے۔ اس نے اب تک اس لیے شادی نہیں کہ وہ تمہیں پسند کرتا تھا۔ اس بات سے تم بھی واقف ہو، میں خود بھی اسے جانتا ہوں۔ سعدیہ کے فون کے بعد میں اس کے چچا کے گھر گیا۔ بے حد اچھی فیملی ہے۔ سب لوگ اچھے اور ویل آف ہیں۔ میرے خیال میں رافع کے مقابلے میں یہ رشتہ بہت زیادہ مناسب ہے۔“

”مگر عابد بھائی میں نے شہاب کے لیے کبھی نہیں سوچا۔“

”بے وقوف ہو تم، نہیں سوچا تو اب سوچ لو۔ رافع ایک بچی کا باپ ہے۔ تمہاری زندگی میں مسائل آ سکتے ہیں۔“

”مجھے کچھ نہیں معلوم...... عابد بھائی میں بے حد کنفیوزڈ ہوں۔ سعدیہ میرے پاس آئی تھی۔ اس نے مجھ سے بھی بات کی تھی۔ آپ کا فون نمبر مجھ سے لے کر گئی تھی۔“

”پھر تم نے کیا سوچا ہے؟“



”آپ لوگ آ جائیں پھر کوئی فیصلہ ہو گا۔“

”اصولی طور پر بھی تو ایک فیصلہ کیا جاتا ہے ارسلہ۔ ہم لوگ زیادہ عرصے کے لیے نہیں آئیں گے اس وقت تو شادی کی تقریب ہو گی اور بس۔“

”پھر میں کیا کروں؟“

”وہی جو عقل کہتی ہے‘ دنیا کہتی ہے‘ میں کہہ رہا ہوں۔“

”مگر میرا دل...... عابد بھائی، دل تو کچھ اور کہتا ہے۔“

”میں یہ بات پہلے سے سمجھتا ہوں۔ سلمیٰ نے بھی ذکر کیا تھا مگر تب کی بات اور تھی۔ اب حالات دوسرے ہیں ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو اور پھر فیصلہ کرو۔“

”عابد بھائی میں فیصلہ کر چکی ہوں۔“

”فیصلہ کر چکی ہو؟“

”جی ہاں...... بھائی میں اپنے دل کو نہیں سمجھا سکتی۔ میں رافع کو پسند کرتی ہوں اور پھر وہ بھی تو یہی چاہتے ہیں۔ شہاب اور رافع میں کیا فرق ہے؟ دونوں مجھ سے شادی کے خواہش مند ہیں۔ رافع کے اندر صرف یہ خرابی ہے کہ ان کی شادی غلط جگہ ہو گئی جس کا علم سب کو ہے اور وہ ایک بچی کے باپ بن گئے۔ اس میں ان کا کیا قصور ہے، انہیں اس بات کی سزا کیوں ملے۔“

”میں تم سے پھر بات کروں گا۔ اس وقت تم جذباتی ہو رہی ہو اور زندگی کے فیصلے جذبات میں نہیں کیے جاتے۔“

”میں حقیقت کی نظر سے دیکھ رہی ہوں۔ عابد بھائی، کوئی مجھے بتا دے رافع کا قصور تو میں انہیں چھوڑ کر شہاب احمد کا ہاتھ تھامنے کو تیار ہوں۔“ یہ کہہ کر ارسلہ نے فون بند کر دیا۔

عابد اور سلمیٰ اپنے گھر میں دیر تک ارسلہ کے مسئلے پر بات چیت کرتے رہے۔

☆☆☆

ڈاکٹر جبیں کا فون آیا تھا۔ ارسلہ خوش ہو گئی۔

”کہاں تھیں آپ...... میں نے کئی بار ٹرائی کیا آپ کا موبائل بند تھا؟“

”میں ملک سے باہر گئی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے تم سے بات نہ ہو سکی اب آ گئی ہوں اور تمہیں فون کر رہی ہوں۔“

”میں آپ کو بہت یاد کر رہی ہوں۔“

”کوئی خاص بات ہے؟“

”ہاں ہے تو خاص بات...... آپ اندازہ لگائیں۔“

”ہو سکتا ہے تم نے زندگی کا کوئی اہم فیصلہ کر لیا ہو اور اس فیصلے کا تعلق اس شخص سے ہو جو اسپتال میں تم سے ملنے آیا تھا۔“

”آپ تو ولی ہو گئی ہیں۔ کیسے جان گئیں یہ بات؟“



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''اور اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟''

''بہت اچھی...... میں بہت خوش رہتی ہوں۔''

''کیا تمہاری بات اس شخص سے طے ہوگئی ہے۔''

''نہیں ابھی تو نہیں...... مگر ہو جائے گی۔''

''میں تم سے ملنا چاہ رہی ہوں۔ بولو کب آؤں؟''

''آپ جب بتائیں میں مل لوں گی۔ میں تو عام طور پر گھر پر ہی ہوتی ہوں۔''

''تو پھر میں آج ہی آؤں گی، رات کے آٹھ بجے۔''

''میں آپ کا انتظار کروں گی۔ آپ کھانا میرے ساتھ ہی کھائیے گا۔''

''ضرور...... ہم دیر تک باتیں کریں گے۔'' اس کے بعد فون رکھ دیا گیا۔

ارسلہ بہت خوش تھی۔ اسپتال سے آنے کے بعد کئی بار ڈاکٹر جبیں سے فون پر بات ہوتی تھی مگر وہ اب تک ارسلہ کے پاس آ نہیں سکی تھیں۔ پھر اب انہوں نے بتایا کہ وہ باہر گئی ہوئی تھیں۔ بہرحال آج وہ آرہی تھیں۔

''آج میں ڈاکٹر جبیں کو سب کچھ بتا دوں گی۔ کتنی اچھی ہیں وہ اور پھر میری معالج بھی تو ہیں۔ کئی بار فون پر وہ مجھ سے اچھی اچھی باتیں کر چکی ہیں۔ مجھے حوصلہ دلاتی ہی ہیں۔ میں ان سے بھی مشورہ لوں گی۔ وہ ضرور بہتر مشورہ دے سکیں گی۔''

اور پھر ڈاکٹر جبیں آگئیں۔ وہی معصوم شکل، مسکراتا چہرہ اور دل موہ لینے والی شخصیت۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئیں۔

''ماشاءاللہ اچھی صحت ہوگئی ہے تمہاری۔'' ڈاکٹر جبیں نے کہا۔

''جی ہاں...... خوشی ملے تو صحت اچھی ہو ہی جاتی ہے۔''

''اسی کی تفصیل تو سننے آئی ہوں۔''

''میں خود بھی آپ کو بتانا چاہ رہی ہوں اور مشورہ بھی لینا چاہ رہی ہوں۔''

''یہ میری خوش نصیبی ہے کہ تم میرا مشورہ چاہتی ہو۔''

''میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتی ہوں کہ مجھے آپ نے اپنی دوست بنایا ہے۔''

''تم ہو ہی اتنی پیاری سی...... تم سے تو سب ہی پیار کرتے ہیں۔''

''ایسا نہیں ہے ڈاکٹر جبیں۔ ہمیں کیا پتا ہوتا ہے دوسرے کے دل کا حال...... یہ گیت اور شاعری یہ سب وقتی چیزیں ہوتی ہیں، لوگ پسند بھی کرتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں...... مگر دوست اپنے ہوتے ہیں، مخلص ہوتے ہیں اور ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے مگر اب بات بتاؤ۔''

''آپ نے جس شخص کو میرے روم سے نکلتے دیکھا تھا ان کا نام رافع ہے۔ ڈاکٹر رافع۔''

''تم کس طرح جانتی ہو اُن کو؟''

(جاری ہے)



# ناگن

بلقیس جہاں

عورت کے بارے میں سچ ہی کہا جاتا ہے کہ اس کے متعدد روپ ہوتے ہیں۔ وہ ماں بھی ہے تو بیوی بھی، بہن بھی ہے تو بیٹی بھی۔ ان تمام شکلوں اور روپ میں عورت سراپا ایثار ہوتی ہے جس کا کام ہی ماں باپ، بہن بھائی، شوہر اور اولاد بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بحیثیت مجموعی پوری انسانیت کو راحت پہنچانا ہے۔ ماں بن کر وہ اپنی اولاد کے لیے جو کچھ دکھ جھیلتی ہے اور جو قربانیاں دیتی ہے، ان کی نہ مثال

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پیش کی جاسکتی ہے اور نہ ان کا کوئی مول ہے۔ بیوی بن کر وہ اپنے شوہر کی عزت و آبرو اور ناموس کے لیے اتنا کچھ کرتی ہے کہ اپنی جان تک پر کھیل جاتی ہے۔ ایک بہن بن کر وہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کے لیے ہر مشکل و پریشانی برداشت کرتی ہے اور بیٹی بن کر وہ ماں باپ کی خاطر آگ میں کودنے کو بھی تیار رہتی ہے۔

لیکن زرقہ کا شمار عورتوں کی مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی ایک قسم میں بھی نہیں ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ عورت کے نام پر ایک دھبا ہے، ایک ایسا ناسور ہے جس نے عورت ذات کو ساری دنیا میں بے آبرو کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی حرکتیں اور اس کا کردار اسے ہرگز عورت کہلوانے کے لائق نہیں تھا۔

زرقہ کی فیملی کافی عرصے سے امریکا میں رہ رہی تھی۔ اس کے ابو عرفان خان وہاں ایک پاکستانی اسٹور پر کام کرتے تھے، اس لحاظ سے ان کی مالی حیثیت وہ تو نہیں تھی جو پاکستان میں رہنے والے ان کے بارے میں سمجھتے تھے لیکن پاکستان کے مقابلے میں وہاں ان کی آمدنی اچھی تھی، اس لیے انہوں نے شروع میں ہی اپنی بیوی یعنی زرقہ کی امی جمیلہ بیگم کو اپنے پاس بلالیا تھا۔ وہاں ان کے دو بیٹے احمد اور امجد پیدا ہوئے جن کے بعد زرقہ پیدا ہوئی۔ امریکا جیسے مادر پدر آزاد معاشرے میں پیدا ہونے کی وجہ سے زرقہ کی شخصیت پر بھی اس کے منفی اثرات پڑے اور وہ اس معاشرے کے رنگ ڈھنگ اپناتی چلی گئی۔ وہ بے حد ماڈرن بلکہ ضرورت سے زیادہ ماڈرن تھی۔ اس کی آزاد خیالی، بے حیائی کی حدوں کو چھونے لگی تھی۔ اس نے آنکھ کھول کر وہ معاشرہ دیکھا تھا جہاں رشتوں کا احترام نہیں ہوتا اور انسان کی اپنی مرضی، اس کی اپنی پسند ہی سب کچھ ہوتی ہے۔

زرقہ کو بچپن ہی سے دوسروں کی چیزیں جھپٹنے کی عادت تھی۔ وہ دونوں بھائیوں احمد اور امجد سے چھوٹی تھی اس لیے اُن کی کھانے پینے کی چیزیں اور ان کے کھلونے تک ان سے چھین لیتی تھی جس پر احمد اور امجد احتجاج کرتے تو ان کے ابو عرفان خان اور امی جمیلہ بیگم الٹی زرقہ کی حمایت کرتے تھے جس کے باعث زرقہ کی بدتمیزیاں بڑھتی چلی گئیں۔ وہ بات بے بات ضد کرتی تھی، قیمتی قیمتی کھلونے توڑ دیا کرتی تھی، اپنے بھائیوں کے کپڑے پھاڑ دیتی تھی۔ امی ابو کے منہ پر طمانچے مارتی تھی اور وہ دونوں بیٹی کی ان حرکتوں پر اسے منع کرنے کے بجائے خوش ہوتے تھے اور نہال ہوئے جاتے تھے۔ جس کے نتیجے میں زرقہ جوان ہونے کے بعد ایک ایسی لڑکی کے روپ میں سامنے آئی جس کا کام ہر ایک پر اپنی مرضی چلاتا تھا اور جو اس کے خلاف بولے اس کے ساتھ بدسلوکی کی انتہا کر دیتا تھا۔

☆☆☆

زرقہ کے ابو زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے، انہوں نے پاکستان سے واجبی تعلیم حاصل کی تھی، یہ ان کی خوش قسمتی ہی تھی جو انہیں امریکا جانے کا موقع مل گیا جس سے انہوں نے اپنی فیملی کے لیے آسائشیں تو خرید لیں لیکن امریکا نے ہی انہیں وہ بیٹی بھی دے دی تھی جو آنے والے وقت میں ان کے لیے باعث شرم بننے والی تھی۔

زرقہ اور اس کے دونوں بھائیوں نے امریکا کے پاکستانی اسکولوں سے ہی تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنی اولاد کو امریکی اسکولوں میں پڑھانے کا نہ عرفان خان میں حوصلہ تھا اور نہ ان کی آمدنی اتنی تھی کہ وہ ان ماڈرن اسکولوں کے اخراجات برداشت کر پاتے، لیکن انہوں نے اپنے تینوں بچوں کو اس درجے کی



تعلیم دلوادی تھی کہ وہ امریکا میں کام چلا رہے تھے۔

☆☆☆

زرقہ جیسے جیسے جوان ہو رہی تھی ویسے ویسے اس کے ابو عرفان خان کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ اس ملک کا آزاد خیال معاشرہ ان کی پہلے سے بدتمیز بیٹی کو اور بھی بدتمیز بنا رہا تھا۔ ایک روز انہوں نے موقع دیکھ کر اپنی بیوی جمیلہ سے اس موضوع پر بات کی۔

''جمیلہ! اب زرقہ بڑی ہوگئی ہے۔''

''تو کیا ہوا؟ لڑکیاں ہوں یا لڑکے ایک نہ ایک دن تو انہیں بڑا ہونا ہی ہے۔'' جمیلہ بیگم اپنے شوہر کی بات سمجھ چکی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ ان کے شوہر پاکستان واپسی کے خواہش مند ہیں اور بیٹی کی آزاد خیالی انہیں پریشان کر رہی ہے مگر اُن کی آنکھوں میں چونکہ امریکا ہوا بھر چکی تھی اور اس ملک کی دولت اور آسائشیں ان کے پیروں کی زنجیر بن چکی تھیں اس لیے وہ واپس اس ملک میں نہیں جانا چاہتی تھیں جہاں اُن کے خیال میں زندگی گزارنا کسی عذاب سے کم نہیں تھا۔ ویسے بھی انہوں نے اپنا بچپن اور نوعمری پریشانی میں گزاری تھی۔ جو لڑکیاں ماں باپ کے گھر دکھ جھیلتی ہیں، وہ چاہتی ہیں کہ شوہر کے گھر جا کر عیش کریں۔

''زرقہ کی شادی کی عمر ہو رہی ہے، میں چاہ رہا ہوں کہ اب اس کی شادی کے لیے سوچا جائے۔'' عرفان خان نے بیوی سے کہا۔ اُن کے چہرے پر سنجیدگی کے ساتھ فکر بھی تھی۔

''ابھی بچی ہے، کون سی ایسی بڑی ہوگئی ہے!'' جمیلہ بیگم نے کہنا چاہا تو عرفان خان نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکا اور کہا۔

''ہم جس سرزمین پر رہ رہے ہیں یہاں بچے وقت سے پہلے بڑے ہو جاتے ہیں اور زرقہ تو کچھ زیادہ ہی جلدی بڑی ہو رہی ہے۔''

''ٹھیک ہے، اس کے لیے کوئی رشتہ دیکھتے ہیں۔'' جمیلہ بیگم نے شوہر کو ٹالنے کے لیے سرسری لہجے میں کہا۔

''مگر میں اس کی شادی یہاں نہیں بلکہ پاکستان میں کرنا چاہتا ہوں۔'' عرفان خان نے کہا۔

''وہ کیوں...... پاکستان میں کیا رکھا ہے؟ نہ وہاں بجلی آتی ہے نہ گیس ہر وقت لوڈشیڈنگ ہوتی رہتی ہے۔ آئے دن بجلی، گیس، ٹیلی فون کے بلوں میں اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ حکومت ہمہ وقت عوام سے اور خود اسی امریکا سے بھیک مانگتی رہتی

Be-Belle
INNERWEAR
Lace کے حسین رنگ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہے، کبھی سیلاب زدگان کے نام پر تو کبھی زلزلہ زدگان کے نام پر اور کبھی کسی بھی نام پر...... وہاں مہنگائی اس قدر ہوگئی ہے کہ عام آدمی کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہوگیا ہے۔ آپ یہاں جو کام کررہے ہیں اس سے ہم کم از کم پیٹ بھر کر روٹی تو کھا رہے ہیں وہاں اسی نوعیت کے کام میں دو وقت کی روٹی بھی نہیں مل سکے گی۔'' جمیلہ بیگم نے تلخی سے کہا۔ ''میں پاکستان نہیں جاؤں گی، مجھ میں اب فاقے کرنے کی ہمت نہیں ہے۔''

''یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو جمیلہ؟'' عرفان خان نے قدرے ناگواری سے کہا۔ ''ہمارے لیے آخری پناہ گاہ پاکستان ہی تو ہے، ہم وہاں نہیں تو اور کہاں جائیں گے؟ ہمیں بہرحال ایک نہ دن اسی ملک میں واپس لوٹنا ہے۔''

بات آئی گئی ہوگئی اور معاملات پہلے کی طرح چلتے رہے لیکن اس دوران زرقہ کی بدتمیزیاں بڑھتی چلی گئیں۔ اس کی امی تو ہر بات کو نظر انداز کردیتی تھیں لیکن ابو بہت پریشان ہورہے تھے۔

زیادہ بات اس وقت خراب ہوئی جب زرقہ نے اپنے علاقے میں رہائش پذیر ایک........ لڑکے عباس سے دوستی کرلی اور دوستی کے نام پر اس کے ساتھ بے حیائی کے ساتھ رہنے اور کھلم کھلا گھومنے پھرنے لگی۔ اب تو عرفان خان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ انہوں نے اپنی بیوی جمیلہ سے کہا ''میں تو پہلے ہی فکرمند تھا اور جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ ہونے والا ہے، اسی لیے میں نے یہ وقت آنے سے پہلے تم سے بات کی تھی اور چاہا تھا کہ ہم واپس پاکستان چلے جائیں مگر تم...... تم نے میری ایک نہ سنی۔''

''میں اسے سمجھا دوں گی، آپ فکر نہ کریں۔'' جمیلہ بیگم نے پھر ٹالنے والے انداز میں کہا کیونکہ وہ کسی قیمت پر بھی پاکستان واپس نہیں جانا چاہتی تھیں۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ شادی سے پہلے ایک انتہائی غریب خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہوں نے تو یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی کراچی سے باہر جاسکیں گی اور کہاں وہ عرفان خان سے شادی کرکے ایک دم امریکا پہنچ گئی تھیں۔ انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہوجائے اب غربت کی زندگی کبھی نہیں گزاریں گی اور کسی نہ کسی طرح اپنے شوہر کی دولت کو اس طرح استعمال کریں گی کہ ساری زندگی عیش کرتی رہیں۔ وہ جانتی تھیں کہ امریکا سونے کی کان ہے اور یہاں سے پاکستان واپس جانے کا مطلب یہ تھا کہ سونے کی اس کان سے ہاتھ دھولیا جائے۔ اسی لیے اُن کی خواہش تھی کہ زرقہ کی شادی امریکا میں ہی ہوجائے۔ اگر ایسا ہوجاتا تو پھر اُن کے شوہر پاکستان واپس جانے کا نام بھی نہ لیتے کیونکہ وہ اپنی بیٹی سے دور نہیں جاسکتے تھے۔

☆☆☆

جمیلہ بیگم اور عرفان خان دونوں ہی دیکھ رہے تھے کہ زرقہ کی حرکتیں بڑھتی جارہی ہیں۔ وہ اس ...... لڑکے عباس کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے لگی تھی۔ جمیلہ بیگم کو اس کی عباس کے ساتھ شادی پر کوئی اعتراض نہیں تھا، اس لیے ایک روز انہوں نے زرقہ سے کہا ''تم اس لڑکے عباس سے کہو کہ وہ مجھ سے ملے۔''

''وہ کیوں؟'' زرقہ نے حیرت سے سوال کیا۔

''تاکہ میں اس سے تمہاری شادی کے سلسلے میں بات کرسکوں۔'' جمیلہ بیگم نے کہا۔

''لیکن یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں؟'' زرقہ کی آواز میں



درشتی بھی تھی اور بدتمیزی بھی۔

''تو پھر اس کے ساتھ گھومنے پھرنے کا کیا مطلب ہے؟'' جمیلہ بیگم نے آنکھیں پھاڑ کر زرقہ سے سوال کیا۔

''وہ میرا بوائے فرینڈ ہے، اس کے ساتھ گھومنے پھرنے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں اس سے شادی کرلوں۔'' زرقہ نے نہایت بدتمیزی سے اپنی ماں کو جواب دیا تو پہلی بار جمیلہ بیگم کو احساس ہوا کہ واقعی ان کے شوہر صحیح کہتے تھے، یہ لڑکی ہاتھوں سے نکل رہی تھی۔ انہیں غصہ تو بہت آیا لیکن خود پر کنٹرول کرتے ہوئے زرقہ کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔

''مشرقی لڑکیاں لڑکوں سے دوستیاں نہیں کرتیں بلکہ لڑکیوں کو سہیلیاں بناتی ہیں۔'' جمیلہ بیگم نے قدرے نرمی سے کہا۔

''خدا کے واسطے، اب مجھے اخلاقیات اور پاکستانی اقدار پر لیکچر دینا نہ شروع کردیجیے گا۔'' زرقہ نے بیزاری سے کہا اور اٹھ کر چل دی۔

☆☆☆

اسی روز شام کو جب عرفان خان تھکے ہارے اسٹور سے گھر واپس لوٹے تو جمیلہ بیگم اُن کی منتظر تھیں۔ ان کی پیشانی پر پھیلی ہوئی لکیریں اور آنکھوں میں تشویش کی پرچھائیاں بتارہی تھیں کہ وہ پریشان ہیں اور اپنے شوہر سے بات کرنا چاہتی ہیں۔

جمیلہ بیگم نے دن میں جو کچھ ہوا تھا بلاکم و کاست سب کچھ عرفان خان کو بتادیا۔ انہوں نے اپنی بیوی کی بات توجہ سے سنی اور اس کے بعد بالکل خاموش ہوکر صوفے پر بیٹھ گئے۔

''ظاہر ہے اس سب کی ذمے دار میں ہوں...... آپ نے تو بہت پہلے مجھ سے کہا تھا کہ......'' جمیلہ بیگم نے کہنا چاہا تو عرفان خان نے انہیں سر کی خفیف سی جنبش سے خاموش کرادیا۔

''یہ وقت ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرانے کا نہیں ہے۔'' انہوں نے قدرے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''بلکہ اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کا ہے۔''

''کیا کیا جائے؟ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔'' جمیلہ بیگم نے کہا۔ ''زرقہ خود عباس سے شادی نہیں کرنا چاہتی ورنہ میں اس لڑکے سے خود بات کرلیتی۔''

''اچھا ہوا جو تم نے عباس سے رابطہ نہیں کیا۔'' عرفان خان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''ورنہ وہ خود انکار کردیتا۔ یہ مادر پدر آزاد معاشرے کے لوگ

Be-Belle®
INNERWEAR
Lace کے حسین رنگ
ایک اسٹائلش Bra کے سنگ



Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

ہیں، ان کے ہاں دوستی کے نام پر ہر قسم کی بدتہذیبی جائز ہے۔ یہ لوگ شادی بیاہ کے بندھنوں کو مانتے ہی نہیں اور آزادی اور خودمختاری پسند کرتے ہیں۔“

”لیکن اب کیا کرنا ہے؟“ جمیلہ بیگم نے شوہر سے سوال کیا۔ ”اس کا کوئی حل نکالیں۔“

”واپسی۔“ عرفان خان نے بیوی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ”ہمارے پاس پاکستان واپسی کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ یہ ہماری زرقہ کے لیے ہی نہیں بلکہ باقی بچوں کے تحفظ کے لیے بھی ضروری ہے۔ ابھی تم نے صرف بیٹی کا جواب سنا ہے، کسی دن بیٹوں کے جواب سنو گی تو چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔“

شوہر کی بات کا جمیلہ بیگم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چپ چاپ کسی مجسمے کی طرح کھڑی تھیں۔

”اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو میں بھی تیاری کرتا ہوں۔ جس طرح پاکستان سے یہاں آنا آسان نہیں ہے اسی طرح یہاں سے وطن واپسی بھی ایک بہت مشکل مرحلہ ہے جس کے لیے ابھی سے پلاننگ کرنی ہوگی۔“ عرفان خان نے کہا اور سوالیہ نظروں سے بیوی کی طرف دیکھا۔

”تمہاری خاموشی کو میں اقرار سمجھوں یا انکار؟“ انہوں نے جمیلہ بیگم سے سوال کیا۔

”مجھے آپ کا ہر فیصلہ قبول ہے۔“ جمیلہ بیگم نے آہستگی سے کہا۔ ”اب بات زیادہ سے زیادہ دولت کے حصول کی خواہش سے آگے نکل گئی ہے اور معاملہ بیٹی کو بچانے کا ہے جس کے لیے میں آپ کے ساتھ ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ عرفان خان نے کہا۔ ”میں اپنے اسٹور کے مالک سے بات کرتا ہوں تاکہ وہ میرے واجبات ادا کردے اور اس کے بعد ضروری کاغذی کارروائی بھی کرنی ہوگی۔ تم احمد اور امجد سے بھی بات کرلو، انہیں سمجھا دو لیکن زرقہ سے ابھی کچھ نہ کہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بغاوت کا راستہ اختیار کرلے۔“

”آپ احمد اور امجد کی فکر نہ کریں، وہ اس مسئلے کو بھی سمجھتے ہیں اور ہماری مشکلات کو بھی۔“ جمیلہ بیگم نے سنجیدگی سے کہا۔ ”بس زرقہ کی فکر مجھے کھائے جارہی ہے، اگر اسے ذرا بھی اندازہ ہوگیا کہ ہم پاکستان جارہے ہیں تو......“

”اسے کچھ پتا نہیں چلے گا۔“ عرفان خان نے کہا۔ ”جب چلے گا تو میں اسے بتاؤں گا کہ ہم چند ماہ کے لیے چھٹیاں گزارنے جارہے ہیں، واپس آجائیں گے۔“

”یہ ٹھیک ہے۔“ جمیلہ بیگم کے چہرے پر پہلی بار اطمینان نظر آیا۔

☆☆☆

ایک ماہ سے بھی کم عرصے میں عرفان خان اپنی بیوی جمیلہ، بچوں احمد، امجد اور زرقہ کو ساتھ لے کر پاکستان واپس پہنچ گئے۔ انہوں نے زرقہ کو یہی بتایا تھا کہ وہ چند ماہ کے لیے آئے ہیں، خوب گھومیں گے، پھریں گے اور پھر واپس چلے جائیں گے۔ زرقہ کتنی ہی چالاک سہی لیکن وہ ماں باپ کے اس جھوٹ کو نہ سمجھ سکی۔

کراچی آکر عرفان خان نے اپنی فیملی سمیت اپنے چچا قادر کے ہاں قیام کیا مگر ان کے چچا غریب بھی تھے اور غیر تعلیم یافتہ بھی۔ ان کا گھر بھی چھوٹا سا تھا، اس لیے پہلے دن سے عرفان خان گھر کی تلاش میں لگ گئے۔ وہ کرایے کے مکان میں رہنے کے بجائے اپنے ذاتی گھر میں رہنا چاہتے تھے۔ پہلے تو زرقہ سمجھ ہی نہیں سکی کہ اس کے ابو ذاتی گھر کیوں خریدنا چاہتے ہیں لیکن جب تک وہ سمجھتی وقت بہت

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

گزر چکا تھا۔ اسے چونکہ لڑکوں سے دوستی کا چسکا لگ ہی چکا تھا، اس لیے اس نے اپنے اس شوق کی تکمیل کے لیے آس پاس نظریں دوڑانی شروع کیں اور جلد ہی ابو کے چچا قادر کا بڑا لڑکا فاروق اسے بھا گیا اور اس نے اس سے دوستی گانٹھنے کی کوشش کی۔ فاروق فطرتاً شرمیلا تھا اور اس سے نظریں جھکا کر بات کرتا تھا جبکہ زرقہ کو ہمیشہ سے بولڈ لڑکے پسند تھے، بہرحال کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر تھا، اس لیے اس نے فاروق پر ہی اکتفا کیا اور اس کی شرم و حیا کو اس کی حماقت سمجھ کر معاف کر کے اپنا کام چلاتی رہی۔ وہ اسے بہانے بہانے سے اپنے پاس بلاتی اور نہ جانے کیا کھسر پھسر کرتی رہتی تھی۔ فاروق کی آنکھوں میں زرقہ کو دیکھ کر چمک سی آنے لگی تھی لیکن بعض اوقات وہ اس کی باتوں سے خوف زدہ بھی ہو جاتا تھا۔ کچھ ہی دنوں میں زرقہ کو اندازہ ہو گیا کہ یہ لڑکا اس کے مطلب کا نہیں ہے تو اس نے اسے مسترد کرتے ہوئے چچا قادر کے چھوٹے لڑکے فیض کو جانچا۔ وہ فاروق سے زیادہ بولڈ اور شوخ نظر آیا، گو کہ وہ بھی زرقہ کے معیار کا تو نہیں تھا لیکن اسے کسی نہ کسی کی تو ضرورت تھی لہٰذا اس نے فاروق کو چھوڑ کر فیض سے دوستی گانٹھ لی۔ چچا قادر اور ان کی بیوی یہ سب دیکھ رہے تھے۔ انہیں اپنے بیٹوں کی تربیت پر بڑا ناز تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے بیٹے کسی غلط راستے پر چلیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو بٹھا کر سمجھا دیا کہ وہ زرقہ سے دور رہیں۔ سعادت مند بیٹوں نے تھوڑی سی مزاحمت کے بعد اُن کے حکم کی تعمیل میں ہی عافیت جانی کیونکہ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی بڑی شاطر اور چالاک ہے اور دونوں بھائیوں کے درمیان تنازع کھڑا کر سکتی ہے۔

اس کے بعد چچا قادر اور ان کی بیوی نے باتوں باتوں میں جمیلہ اور عرفان کی توجہ زرقہ کے رویے کی طرف کرائی۔ وہ دونوں پہلے ہی یہ سب دیکھ رہے تھے، چنانچہ کچھ ہی دنوں میں انہوں نے گلشن اقبال سے ہٹ کر نسبتاً مضافاتی علاقے میں ایک گھر خرید لیا جہاں ابھی آبادی کم تھی اور چند گھر ہی آباد تھے مگر یہ جگہ پُرسکون تھی اور سبھی کو پسند آئی تھی اس لیے وہ لوگ جلد ہی چچا قادر کا گھر چھوڑ کر اپنے گھر میں شفٹ ہو گئے۔

☆☆☆

اس بستی میں بہت سے گھر اور بنگلے بھی بن رہے تھے اور کئی تعمیراتی پروجیکٹس اور فلیٹس بھی زیرِ تعمیر تھے، اس لیے بستی میں سوائے راج مزدوروں کے اور کوئی نظر نہیں آتا تھا یا چند ایک گھر آباد تھے لیکن ان کے مکین بھی کسی سے ملتے جلتے نہیں تھے۔ ان گھروں کے مرد صبح جا کر شام کو گھر آتے تھے اور پھر کسی سے بھی نہیں ملتے تھے۔ یہاں آنے کے بعد زرقہ بہت پریشان ہوئی کیونکہ یہاں اسے کوئی نوجوان لڑکا نظر ہی نہیں آیا جس سے وہ دوستی کر کے اپنی تسکین کا سامان کرتی۔ کچھ دن تک وہ اس علاقے کو دیکھتی رہی اور اس میں رہنے والوں کا جائزہ لینے کی کوشش کرتی رہی۔ مگر گھروں کے مکین اپنے گھروں کے اندر بند رہنا ہی پسند کرتے تھے، اس لیے اس کی نظر میں کوئی بھی نہیں آ سکا جس سے وہ دوستی کر پاتی۔ اگر کچھ لوگ نظر بھی آئے تو سیدھے اپنے گھروں میں چلے جاتے تھے۔ زرقہ اس امید پر گھنٹوں اپنے گھر کی چھت پر کھڑی رہتی تھی کہ شاید اسے کوئی نظر آ جائے۔ ظاہر ہے ہر وقت چھت پر کھڑے رہنے کی وجہ سے وہ آخر کار ان مزدوروں اور میسوں وغیرہ کی نظر میں آ گئی جو اس علاقے میں

Scan & PDF EIAZ AHMED Friendskorner.com



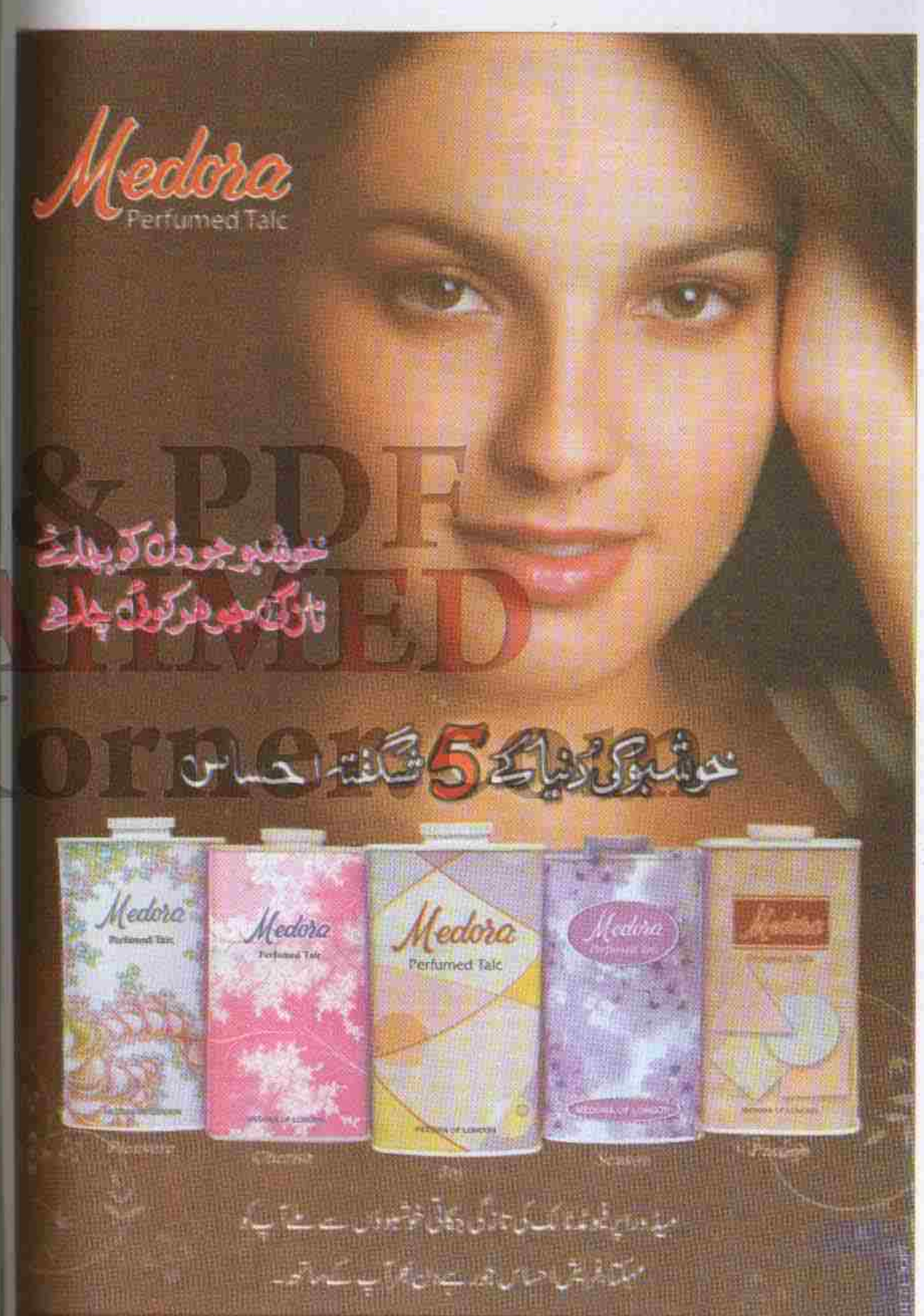

تعمیراتی کام کر رہے تھے۔ وہ لوگ بڑی حیرت سے اس بے باک لڑکی کو دیکھتے تھے جو اُن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی تھی۔ اس کی بے باکی انہیں بہت بھاتی تھی۔ وہ جس طرح للچائی نظروں سے اس کے پورے جسم کو گھورتے تھے، زرقہ کو اس سے بہت سکون ملتا تھا۔ اس کا شروع سے ہی یہ مزاج رہا تھا، غیر مردوں کو اپنی طرف بری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے جسم میں شرارے سے دوڑ جاتے تھے۔ وہ جان بوجھ کر اس طرح کھڑی ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ نظریں اس کے جسم کا طواف کریں۔ اس سے اسے اپنے حسن اور خوب صورتی کا احساس ہوتا تھا اور وہ بڑے گھمنڈ سے سوچتی تھی کہ اس کے پاس حسن اور شباب کی وہ دولت ہے کہ اتنے سارے لوگ اس کے دیوانے ہیں۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ اس کے گھر کے سامنے فلیٹوں اور بنگلوں میں کام کرنے والے مزدور اور میسن اس کے حسن کی تعریف کریں، اس کی خوب صورتی کے قصیدے پڑھیں اور پھر اس کے حسن کی تپش کی تاب نہ لاتے ہوئے جل کر راکھ ہو جائیں۔

کچھ دن تک یہ سلسلہ چلتا رہا مگر ہرجائی فطرت کی مالک زرقہ جلد ہی اس کھیل سے بھی بور ہو گئی۔ یہ ٹھیک ہے کہ زرقہ کو مزدوروں اور میسنوں کی للچائی ہوئی نظریں اچھی لگتی تھیں لیکن وہ لوگ اس کی دوستی کے معیار پر پورے نہیں اترتے تھے، اسے تو بولڈ اور ماڈرن نوجوانوں کی تلاش تھی جو ابھی تک اس کی دسترس سے باہر تھے۔ وہ ان کی تلاش میں پاگل ہوئے جا رہی تھی۔

☆☆☆

''امی! یہ ابو نے ہمیں کس ویرانے میں لا کر ڈال دیا ہے۔'' ایک روز زرقہ نے اپنی امی سے شکوہ کیا۔ ''ایسا لگتا ہے یہاں کوئی رہتا ہی نہیں ہے۔ چھوڑیں اس ملک کو اور واپس امریکا چلیں۔ وہاں میرے اتنے سارے دوست تھے، وہ سب میرے منتظر ہوں گے۔''

''اب ہم امریکا واپس نہیں جا سکتے۔'' جمیلہ بیگم نے بیٹی کی بات سن کر کہا۔

''وہ کیوں؟'' زرقہ نے کہا۔ ''میں بائی برتھ امریکی ہوں۔ مجھے وہاں جانے سے کون روک سکتا ہے؟''

''پہلی بات یہ ہے کہ تمہارے ابو جس اسٹور میں کام کرتے تھے اس کے مالک بھی واپس پاکستان آ گئے ہیں۔'' جمیلہ بیگم نے بیٹی کو اطلاع دی۔ ''لہٰذا اب پہلا مسئلہ تمہارے ابو کے کام کا ہوگا۔ اور امریکا والے کسی بے روزگار کو قبول نہیں کرتے۔''

''مگر میں تو وہاں جا سکتی ہوں، میں جاب کر کے اپنی گزر اوقات کر لوں گی۔'' زرقہ نے خود سری سے کہا۔

''یعنی تمہیں صرف اپنی فکر ہے، اپنے ماں باپ کی نہیں؟'' جمیلہ بیگم نے غصے سے کہا۔

''یہی دنیا کا دستور ہے، ہر انسان اکیلا اس دنیا میں آیا ہے اور اکیلا ہی واپس جائے گا۔'' زرقہ نے کسی فلسفی کے انداز میں کہا۔ ''ہمیں دوسروں کے بجائے صرف اپنی فکر کرنی چاہیے۔ میں بالغ ہوں، خود مختار امریکی ہوں، میں واپس امریکا جاؤں گی۔''

جمیلہ بیگم کو بیٹی کی یہ بات سن کر بہت دکھ ہوا۔ وہ سوچنے لگیں جب ہماری اولاد ہماری محتاج تھی تو ہم نے اس کے لیے کیا کچھ نہیں کیا لیکن آج جب وہ بڑی ہو گئی ہے اور ماں باپ کی محتاج نہیں رہی تو صرف اپنی فکر کر رہی ہے۔''

''تم کہیں نہیں جاؤ گی کیونکہ تمہارے ابو نے



تمہاری شادی کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' جمیلہ بیگم نے یہ کہتے ہوئے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ''اس میں اس لڑکے کی تصویریں ہیں جسے تمہارے ابو نے تمہارے لیے پسند کیا ہے۔''

زرقہ کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اس لفافے کو پھاڑ کر پھینک دے مگر پھر اسے یاد آیا کہ اس میں لڑکے کی تصویریں ہیں اور لڑکا کوئی بھی ہو اس کی کمزوری تھا۔ چنانچہ اس نے وہ لفافہ کھول لیا۔ اندر سے جس لڑکے کی تصویریں نکلیں وہ اچھا خاصا ہینڈسم تھا لیکن اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ تھوڑا احمق اور گاؤدی بھی ہے۔ زرقہ نے لڑکے کی تمام تصویریں دیکھیں مگر اس لڑکے کے بارے میں اس کی رائے نہیں بدلی کہ لڑکا نہایت احمق ہے۔

''اگر احمق ہے تو چلے گا۔'' زرقہ نے خود سے کہا۔ ''سمجھ دار اور دانش مند شوہر مجھے بات بات پر ٹوکے گا خاص طور سے میری آزادی اور بے باکی ایک آنکھ نہیں بھائے گی لیکن بے وقوف شوہر میرے آگے پیچھے دم ہلاتا پھرے گا۔'' یہ سوچتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ دوڑ گئی اور وہ دوبارہ ان تصویروں کو دیکھنے لگی۔ ایک تصویر دیکھتے ہوئے وہ چونک گئی۔ اس میں مذکورہ لڑکے کے ساتھ ایک اور لڑکا بھی دکھائی دے رہا تھا مگر اس کی تصویر زیادہ واضح نہیں تھی البتہ وہ لڑکا زرقہ کو اس لڑکے سے زیادہ اچھا لگا جسے اس کے ابو نے پسند کیا تھا۔

تمام تصویریں دیکھنے کے بعد زرقہ نے دوبارہ لفافے میں رکھیں اور امی کو واپس دے دیں۔

''کیا جواب ہے تمہارا؟'' امی نے سوال کیا۔

''کل بتاؤں گی۔ سوچنے کا وقت تو دیں۔'' زرقہ نے جواب دیا تو جمیلہ بیگم کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔ وہ سوچنے لگیں کہ چلو کچھ امید تو بندھی۔ اچھا ہے، کسی طرح جلد سے جلد یہ لڑکی اپنے گھر کی ہو جائے۔

''امی! ان تصویروں میں ایک اور لڑکے کی دھندلی سی تصویر بھی ہے، وہ کون ہے؟'' زرقہ نے اچانک پوچھا تو اس کی امی چونک گئیں۔ انہوں نے

ایک محترمہ گوشت کی دکان پر گئیں اور بالترتیب مندرجہ ذیل آرڈر دیے۔ ''پندرہ سیر سینے کا گوشت۔''

''بہت اچھا۔''

''دس سیر روکھی بوٹیاں۔''

''بہت اچھا۔''

''دس سیر چکنی بوٹیاں۔''

''بہت اچھا۔''

''بیس سیر چانپ۔''

''بہت اچھا۔''

''پانچ سیر روکھا قیمہ۔''

''بہت اچھا۔''

''پانچ سیر چکنا قیمہ۔''

سارا گوشت تُل چکا، ادائیگی کی جا چکی تو ان محترمہ نے گوشت لانے والی گدھا گاڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''مہربانی کر کے اب یہ گوشت ہمارے گھر بھجوا دو۔''

''مجھے افسوس ہے کہ آپ کی خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔''

''کیا مطلب؟'' محترمہ نے بگڑ کر کہا۔ ''تمہاری گدھا گاڑی سامنے کھڑی ہے اور میرا گھر بھی زیادہ دور نہیں ہے، پھر تمہیں گوشت پہنچانے کا مناسب کرایہ بھی ادا کیا جائے گا۔''

''مجھے دوبارہ افسوس ہے۔'' قصاب نے جواب دیا۔ ''دراصل میں نے ابھی ابھی اپنا گدھا آپ کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔''

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

جلدی سے لفافہ کھولا اور اس میں سے تصویریں باہر نکال کر ایک ایک کر کے دیکھنے لگیں۔ زرقہ بھی انہیں دیکھ رہی تھیں۔ پھر اس نے ایک تصویر پر انگلی رکھ کر انہیں اس لڑکے کی تصویر دکھادی جس کے بارے میں وہ جاننا چاہتی تھی۔

"یہ...... یہ تو اس لڑکے کا چھوٹا بھائی ہے۔" جمیلہ بیگم نے کہا۔

"اس کا نام کیا ہے؟" زرقہ نے پوچھا۔

"فہیم، اس لڑکے کا نام فہیم ہے لیکن تمہارے ابو نے تمہارے لیے فہیم کا نہیں بلکہ اس کے بڑے بھائی سلیم کا انتخاب کیا ہے۔" جمیلہ بیگم نے وضاحت کی۔

"کیوں؟ اس انتخاب کی کوئی خاص وجہ؟" زرقہ نے بحث کرتے ہوئے سوال کیا۔

"سیدھی سی بات ہے، سلیم بڑا ہے اور اس کے گھر والے اسی کی شادی کرنا چاہتے ہیں، فہیم کی شادی وہ بعد میں کریں گے۔" جمیلہ بیگم نے جواب دیا۔

"ابو کو جلدی کیا ہے؟" زرقہ نے کہا۔ "کیا وہ تھوڑا بہت انتظار نہیں کر سکتے؟"

"نہیں، وہ بالکل انتظار نہیں کر سکتے۔" جمیلہ بیگم نے جواب دیا "کیونکہ وہ بیمار رہنے لگے ہیں۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ انہیں ہر طرح کی ٹینشن سے بچانا ہے ورنہ کسی وقت شدید ہارٹ اٹیک ہوسکتا ہے۔"

"یہ لڑکا کیا نام بتایا آپ نے اس کا، فہیم...... کیا یہ بھی سلیم کے ساتھ رہتا ہے؟" زرقہ نے عجیب سے انداز سے پوچھا تو جمیلہ بیگم نے پریشان ہو کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کچھ سمجھ رہی تھیں کہ زرقہ فہیم میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی کیوں لے رہی ہے جبکہ ان میں سے کسی نے بھی ابھی تک نہ سلیم کو دیکھا تھا اور نہ فہیم کو۔

"ہاں یہ سب ساتھ رہتے ہیں۔" جمیلہ بیگم نے زرقہ کو بتایا۔ "یہ فیملی پانچ افراد پر مشتمل ہے جن میں سے دو اماں ابا ہیں، ایک بیٹی اور دو بیٹے۔ بیٹی شادی ہو کر کینیڈا جا چکی ہے۔ سلیم اور فہیم اپنے ماں باپ کے ساتھ گلستان جوہر میں رہتے ہیں۔ وہ لوگ پہلے سلیم کی شادی کرنا چاہتے ہیں، فہیم کی شادی بعد میں ہوگی۔ میں نے تم سے صرف سلیم کے بارے میں تمہاری رائے مانگی تھی، فہیم کے بارے میں نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی بیٹی کی طرف دیکھنے لگیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ بات سمجھ میں آگئی یا کچھ اور سمجھنا چاہتی ہو۔

ادھر زرقہ کا آزادی پسند اور بے باک ذہن سوچ رہا تھا کہ سلیم گاؤدی قسم کا شوہر ثابت ہوگا، اس کی موجودگی میں فہیم سے دوستی گانٹھنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ گویا ایک گھر میں رہتے ہوئے اسے شوہر بھی مل سکتا تھا اور دوست بھی۔

"تمہارے ابو کو کیا جواب دوں؟" جمیلہ بیگم نے سوچوں میں گم اپنی بیٹی زرقہ کو غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کہا نا کل بتاؤں گی۔" زرقہ نے جواب دیا اور امی کے پاس سے اٹھ کر چلی گئی۔

☆☆☆

دوسرے دن عرفان خان نے اپنی بیوی جمیلہ کو سلیم کے گھرانے کے بارے میں ساری تفصیل بتادی۔ ان لوگوں کا گلستان جوہر میں ذاتی مکان تھا۔ وہ لوگ تعلیم یافتہ تو نہیں تھے، لیکن ٹھیک ٹھاک زندگی گزارتے تھے۔ سلیم اور فہیم کے ابو پرویز علی ٹیکسی چلاتے تھے اور صرف فور یا فائیو اسٹار ہوٹلز کی سواریاں اٹھاتے تھے جس سے انہیں اچھی خاصی آمدنی ہوجاتی تھی کیونکہ غیر ملکیوں سے انہیں ٹپ اور انعام یا بخشش کی صورت میں بہت کچھ مل جاتا تھا۔ آدمی جاہل ہونے کے باوجود ہوشیار تھے، پیسہ کمانے کے فن سے واقف تھے۔ سلیم اور فہیم دونوں ہی مکینک تھے۔ سلیم موٹر سائیکلیں ٹھیک کرتا تھا جبکہ فہیم کاروں کا مکینک تھا، ساتھ ہی وہ بہت اچھا الیکٹریشن بھی تھا۔ اس کے ابو پرویز علی کی بڑی خواہش تھی کہ کسی طرح فہیم ملک سے باہر چلا جائے مگر موقع نہیں مل سکا تھا۔

گھر کے سرپرست پرویز علی تھے، وہ گھر کا سارا خرچ اٹھاتے تھے۔ سلیم اور فہیم جو کچھ کما کر لاتے، اپنے ابو کے ہاتھ پر رکھ دیتے۔ وہ اس میں سے چار پانچ سو روپے دونوں بیٹوں کو جیب خرچ کے طور پر دے دیتے تھے اور باقی اپنی جیب میں رکھ لیتے تھے۔ اس طرح اس گھر کا خرچ چلتا تھا۔

"تو کیا آپ اپنی بیٹی کا رشتہ ایک مکینک سے کردیں گے؟" جمیلہ بیگم نے شوہر کی تفصیلی بات سننے کے بعد ان سے سوال کیا۔

"میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" عرفان خان نے کہا۔ "فیملی ٹھیک ہے، لڑکا بھی اچھا ہے، سب مل کر اچھا خاصا کما رہے ہیں۔ رہی بات مکینک کی...... تو محنت میں کیا برائی ہے۔ وہ محنت کرتا ہے۔"

"کیا زرقہ مان جائے گی؟" جمیلہ بیگم نے شوہر سے پوچھا۔

ان کے ذہن میں زرقہ کے وہ تمام سوال گھوم رہے تھے جو اس نے فہیم کے حوالے سے ان سے کیے تھے۔ وہ چاہ رہی تھیں کہ کسی طرح زرقہ خود ہی اس رشتے کے لیے انکار کردے کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ زرقہ سلیم کی بیوی بننے کے بعد اس کے چھوٹے بھائی فہیم کی طرف مائل ہوسکتی ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے شوہر سے یہ سوال کیا تھا۔

"یہ تم زرقہ سے خود پوچھ لو۔ اگر وہ مان جاتی ہے تو ٹھیک...... ورنہ کچھ اور دیکھیں گے۔" عرفان خان نے کہا۔

اسی شام کو زرقہ نے اپنی امی کو بتادیا کہ وہ اس رشتے کے لیے رضامند ہے۔ جمیلہ بیگم کو کچھ کچھ اندازہ تھا کہ وہ ہاں کردے گی۔ وہ ایک ماں تھیں۔ اصولاً انہیں بیٹی کا جواب سن کر خوش ہونا چاہیے تھا مگر اس وقت زرقہ کی ہاں نے انہیں پریشان کردیا تھا۔ انہیں آنے والے وقت کی بہت فکر تھی۔ ان کی ہٹ دھرم بیٹی ان کے لیے مسائل کھڑے کرسکتی تھی۔

☆☆☆

پرویز علی اور عرفان خان کے گھرانوں نے یہ طے کیا کہ زرقہ اور سلیم کا نکاح کردیتے ہیں، چند ماہ بعد رخصتی ہوجائے گی۔ اس پر کسی کو بھی اعتراض نہیں تھا۔ چنانچہ عرفان صاحب کے گھر پر ایک سادہ سی تقریب منعقد کی گئی جس میں زرقہ اور سلیم کا نکاح ہوگیا۔ نکاح کے بعد سلیم کے ابو پرویز علی نے اپنی بہو اور بیٹے کی تصویریں کھنچوانے پر اصرار کیا تو زرقہ کو سلیم کے بالکل برابر میں صوفے پر لاکر بٹھادیا گیا۔ زرقہ نے بڑے غور سے اپنے گاؤدی شوہر کا جائزہ لیا اور اپنے انتخاب پر خود کو دل ہی دل میں داد دی کیونکہ سلیم اس کی توقع سے بڑھ کر احمق لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی خوشی تھی جیسے کسی بچے کو اس کی توقع سے بڑھ کر اچھا کھلونا ملنے پر ہوتی ہے۔

اس کے بعد زرقہ کی نظریں فہیم کو تلاش کرنے لگیں جو اس کے مستقبل کی امید اور اس کا متوقع دوست تھا۔ اسی دوست کے حصول کے لیے تو وہ سلیم جیسے گاؤدی سے شادی پر رضامند ہوئی تھی ورنہ اس احمق کو وہ ہرگز قبول نہیں کرتی۔ فہیم کو اس نے ابھی

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

تک نہیں دیکھا تھا لیکن دل میں اسے کچھ اس انداز سے بسالیا تھا کہ اب وہ مرتے دم تک اس کے دل سے نہیں نکل سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ زرقہ کو نظر آ گیا۔ وہ فہیم ہی تھا جو تصویر میں اتنا جاذبِ نظر نہیں لگا تھا جتنا اس وقت لگ رہا تھا۔ اسمارٹ، ہینڈسم، بولڈ اور ڈیشنگ پرسنالٹی کا مالک...... تجربے کار زرقہ نے ایک ہی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ فہیم اس کے لیے آسان شکار ثابت ہوگا۔ دو مردوں کو ایک ساتھ اپنی انگلیوں پر نچانے کے احساس سے ہی اس کے رگ وپے میں سنسنی دوڑنے لگی۔ زرقہ نے فہیم کی طرف غور سے دیکھا تو فہیم مسکرادیا۔

"السلام علیکم بھابی! میں نے سوچا کہ میں آپ سے اپنا تعارف کرادوں، میں ہوں آپ کا دیور فہیم!"

اس نے زرقہ کو ادب سے سلام کیا تو زرقہ نے دل ہی دل میں کہا۔ "تمہیں تعارف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے لگتا ہے جیسے میں تمہیں جنم جنم سے جانتی ہوں۔" زرقہ کے ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی تو فہیم بھی مسکرادیا۔

☆☆☆

نکاح کے بعد کچھ ہی دن گزرے تھے کہ زرقہ کو فہیم کی یاد ستانے لگی۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس کسی کا نمبر نہیں تھا، نہ سلیم کا، نہ اس کے گھر والوں کا اور نہ فہیم کا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کسی طرح فہیم سے رابطہ ہوجائے تو وہ اس سے باتیں کرے اور اپنے دل کو اس کے سامنے کھول کر رکھ دے اور بتادے کہ وہ اسے کتنا چاہتی ہے کہ اس کی تصویر کی صرف ایک جھلک دیکھ کر ہی اس پر عاشق ہوچکی ہے۔ لیکن اس کا سلیم کے گھر والوں سے کوئی رابطہ نہ ہوسکا۔ جب اس نے اپنی امی جمیلہ بیگم سے سلیم کے گھر والوں کے فون نمبر کے بارے میں پوچھا تو اس کی جہاں دیدہ ماں نے اسے نظر انداز کردیا۔

اس دوران زرقہ کی بے چینی قابلِ دید تھی۔ سلیم اس کا شوہر بن چکا تھا مگر زرقہ کے دل میں اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی، وہ تو فہیم کی متلاشی تھی اور اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے مری جارہی تھی۔ چند روز بعد ہی اس کے دل کی مراد برآئی۔ سلیم اپنے امی ابو کے ساتھ اس کے گھر آیا تو فہیم بھی ساتھ تھا۔ جیسے ہی زرقہ نے سنا کہ فہیم بھی آیا ہے تو وہ خوش ہوگئی اور جلدی جلدی تیار ہوکر ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ اس نے نہ اپنے ساس سسر کو سلام کیا اور نہ سلیم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جس سے اس کا نکاح ہوچکا تھا اور جو اب اس کا سب کچھ تھا، اس کے بجائے وہ نظریں جما کر فہیم کو دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی خودسپردگی تھی۔ مگر احمق سلیم اپنی منکوحہ کی نظروں کو نہ سمجھ سکا بلکہ وہ یہ سمجھتا رہا کہ اس کی بیوی کی یہ حالت اسی کی وجہ سے ہوئی ہے اور یہ کہ وہ شرم کے باعث اس کی طرف نظریں نہیں اٹھارہی ہے۔ بے وقوف سلیم نے اپنی بیوی کی نظروں کو بھی نہیں دیکھا جو مسلسل فہیم کے چہرے کا طواف کررہی تھیں۔

دوسری جانب فہیم کے امی ابو زرقہ کے اس انداز سے کچھ پریشان نظر آئے۔ گھر واپس آنے کے بعد فہیم سلیم کی امی نے اس کے ابو سے کہا۔

"آپ نے دیکھا، ہماری بہو سلیم کے بجائے فہیم پر زیادہ توجہ دے رہی تھی؟"

"ہاں......" فہیم کے ابو نے مختصر جواب دیا۔

"امریکا سے آئی ہے نا، اس لیے وہ یہاں والی شرم و حیا سے محروم ہے لیکن ٹھیک ہوجائے گی۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" فہیم کی امی نے کہا اور بات آئی گئی ہوگئی۔



فہیم نے بھی اپنی بھابی کے خصوصی التفات کو محسوس کرلیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ زرقہ بھابی کو سلیم پر زیادہ توجہ دینی چاہیے تھی، کیونکہ وہ ان کا شوہر تھا مگر انہوں نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ بات اسے پریشان کرتی رہی، کچھ دیر تک اس الجھن میں رہنے کے بعد اس نے سر جھٹکا اور سب کچھ بھلانے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆

آخر وہ دن بھی آ گیا جب زرقہ، سلیم کی دلہن بن کر اس کے گھر آ گئی۔ شادی بیاہ کی تمام رسموں بالخصوص مہندی اور مایوں میں فہیم آگے آگے رہا۔ اس کے چہرے سے مسرت پھوٹی پڑ رہی تھی لیکن اس سے کہیں زیادہ خوشی زرقہ کے چہرے سے نمایاں ہورہی تھی۔ لڑکیاں اپنی شادی پر خوش ہوتی ہیں لیکن اتنی نہیں کہ دوسرے حیران رہ جائیں۔ مگر کسی کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ زرقہ کی خوشی کی اصل وجہ سلیم کی بیوی بن کے اس کے گھر آنا نہیں بلکہ فہیم کی قربت ہے جس کے لیے وہ پاگل ہوئی جارہی تھی۔

فہیم نے شادی بیاہ کی رسموں تک تو زرقہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی کی اور دیور ہونے کی حیثیت سے اس سے ہر طرح کا مذاق بھی کیا لیکن اس کے بعد وہ سنجیدہ ہوگیا اور اس نے زرقہ کا ادب و احترام کرنا شروع کردیا۔ جب وہ زرقہ کو ادب سے بھابی کہتا تو زرقہ کو برا لگتا تھا، وہ تو اس نوجوان کے منہ سے "ڈارلنگ" کا لفظ سننے کی خواہش مند تھی۔ مگر دنیا دکھاوے اور خاص طور سے اپنے ساس سسر اور سلیم کی خاطر وہ ضبط کرتی رہی۔ لیکن اس کی بے قرار نظریں فہیم کے چہرے کا اس طرح طواف کرتی تھیں جیسے فہیم کوئی دیوتا ہو اور وہ اس کی پجارن...... اس نے فہیم کے ساتھ اچھی خاصی بے تکلفی اختیار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن فہیم ایک حد میں رہتا تھا... یا تو فہیم اپنی بھابی کے اشارے کنایوں کو سمجھتا نہیں تھا یا پھر نظر انداز کردیتا تھا۔ سلیم اپنے گاؤدی پن میں رہتا تھا۔ اس مکینک کو امریکا پلٹ بیوی مل گئی تھی، وہ اس پر نازاں رہتا تھا اور دوستوں کے سامنے سینہ تانے پھرتا تھا۔ زرقہ نے ایک طرف سلیم کو اپنی اداؤں سے اپنا دیوانہ بنالیا تھا تو دوسری جانب فہیم کو مسلسل اپنے جال میں پھانسنے کی تگ و دو کررہی تھی۔ سلیم، فہیم کے ماں باپ یہ سب دیکھ رہے تھے لیکن کچھ کر نہیں پارہے تھے۔ اس دوران یہ بھی ہوا کہ زرقہ اپنے ماں باپ کے گھر رہنے گئی لیکن ایک رات بھی نہ رکی اور واپس چلی آئی۔ سلیم سمجھتا تھا کہ اس کی محبت زرقہ کو واپس لے آئی ہے اور اس کے ماں باپ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی بہو کو اپنی سسرال بہت اچھی لگتی ہے، فہیم کی ملی جلی کیفیت تھی جبکہ زرقہ جانتی تھی کہ وہ کس کی خاطر واپس آئی ہے، وہ اس سے ایک گھڑی بھی دور نہیں رہ سکتی تھی، اس لیے وہ جب بھی اپنے امی ابو کے گھر گئی صرف دن میں اور رات کو اپنے گھر واپس آ گئی۔

زرقہ نے فہیم کی قربت سے وہ فیض تو حاصل نہیں کیا جس کی وہ خواہش مند تھی لیکن وہ اس کی نظروں کے سامنے تھا، اسی سے اسے تسلی تھی۔

اسی دوران معلوم ہوا کہ زرقہ امید سے ہے۔ اب تو سب خوش ہوگئے۔ سلیم اور خاص طور سے اس کے ماں باپ نہال ہوگئے۔ شرطیں لگ گئیں کہ بیٹا ہوگا یا بیٹی، جب زرقہ سے اس کی خواہش کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا۔ "میرا دل چاہتا ہے کہ میرے ہاں بیٹا ہو، مگر اس کی شکل صورت فہیم جیسی ہو۔"

یہ بات ایسی تھی کہ سلیم اور اس کے ماں باپ



Scan & PDF EIJAZ AHMED FriendsKorner.com

سناٹے میں آگئے مگر فہیم نے قہقہہ لگاتے ہوئے فخریہ کہا۔ ”میرا بھتیجا مجھ پر نہیں ہوگا تو اور کس پر ہوگا۔“ تو سب ہنس دیے۔

زرقہ کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوا، وہ ہو بہو اپنے باپ سلیم پر تھا، ناک نقشہ، آنکھیں، ہونٹ، وہ بنا بنایا سلیم تھا۔ جلد ہی یہ بچہ پورے گھر کی آنکھ کا تارہ بن گیا۔ اسی دوران گھر میں فہیم کی شادی کی باتیں ہونے لگیں جنہیں سن کر زرقہ کو بہت برا لگا مگر وہ کچھ نہیں کر سکی البتہ یہ ضرور ہوا کہ اس کے ساس سسر نے اسے اختیار دیا کہ وہ جس لڑکی کو پسند کرے گی، اسی سے فہیم کی شادی ہوگی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ وہ ہر لڑکی کو ریجیکٹ کر دے گی مگر بعد میں اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ اپنے سیدھے سادے شوہر کی طرح فہیم کے لیے بھی کسی سیدھی سادی لڑکی کا انتخاب کر لے۔ اس طرح یہ ہوگا کہ وہ لڑکی اس کے زیر اثر بھی رہے گی اور کبھی فہیم کے اور اس کے درمیان میں بھی نہیں آئے گی۔ اب لڑکی کی تلاش کا سلسلہ شروع ہوا اور کچھ ہی دنوں میں ایک لڑکی فائنل کر لی گئی۔

یہ لڑکی اچھے خاندان کی تھی اور تعلیم یافتہ تھی۔ اس کے والد ایک ملٹی نیشنل فرم میں اچھے عہدے پر فائز تھے۔ یہ لڑکی زرقہ کو اس لیے پسند آئی تھی کہ ایک تو وہ سیدھی تھی، دوسرے کم گو تھی، تیسرے اس کے اور فہیم کے مزاج میں بہت فرق تھا۔ زرقہ کا خیال تھا کہ فہیم کی اور اس لڑکی کی نہیں بنے گی، کچھ ہی عرصے میں دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی۔ اس کے بعد فہیم کی دوسری شادی کا کوئی امکان نہیں ہوگا اور اسے پوری آزادی مل جائے گی۔ وہ اس کی دل جوئی کچھ اس طرح کرے گی کہ پھر وہ صرف اس کا ہو کر رہ جائے گا۔ یہ وہ شیطانی پلان تھا جو زرقہ کے شیطانی ذہن نے بنایا تھا اور وہ اس کے مطابق عمل کرنے کی تیاری کرنے لگی۔

کچھ ہی عرصے بعد نائلہ، فہیم کی بیوی بن کر آگئی۔ نائلہ کی فیملی اچھی تعلیم یافتہ تھی، زرقہ کو حیرت اس بات پر تھی کہ نائلہ کے ماں باپ فہیم جیسے موٹر مکینک سے اپنی بیٹی کی شادی پر کیسے تیار ہو گئے…… بعد میں اسے نائلہ کے ماں باپ کی بات چیت سے اندازہ ہوا کہ وہ سیدھے سچے لوگ ہیں اور محنتی لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے فہیم میں یہی چیز دیکھی تھی اور اسے پسند کر لیا۔

نائلہ فطرتاً ایک سیدھی لڑکی تھی۔ تعلیم نے اسے مزید باشعور بنا دیا تھا، اوپر سے ماں باپ کی اچھی تربیت اس کی اضافی خوبی بن گئی تھی۔ فہیم بھی اپنی بیوی کی خوبیوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ماں باپ بھی نائلہ اور فہیم کی جوڑی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور اپنے خاندان والوں کو فخر سے بتاتے تھے کہ ان کی چھوٹی بہو تو ہیرا ہے۔ نائلہ کے آنے سے زرقہ کا بڑا نقصان ہوا تھا۔ ایک تو ساس سسر کی ساری توجہ نائلہ کی طرف ہو گئی تھی، دوسرے یہ کہ خود فہیم بھی اپنی بیوی میں ایسا گم ہوا تھا کہ اب زرقہ کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔ سلیم کو بھی اپنی چھوٹی بھابی بہت اچھی لگی تھی۔ وہ دن رات اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتا تھا۔ ان سب باتوں نے مل کر زرقہ کو اتنا جیلس کیا… کہ وہ حقیقتاً نائلہ سے حسد کرنے لگی تھی۔ جب نائلہ اور فہیم ساتھ ہوتے تو اس کا جی چاہتا کہ نائلہ کو دھکا دے کر فہیم کو اپنی جانب کھینچ لے اور اسے بتا دے کہ یہ لڑکا میرا ہے، تیرا نہیں۔ جب ساس سسر اپنی تعلیم یافتہ اور سمجھ دار بہو نائلہ سے دنیا جہاں کے موضوعات پر باتیں کرتے تو ان کے انداز میں احترام ہوتا کیونکہ نائلہ کی باتوں سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ اس کا مطالعہ کافی وسیع ہے اور اس نے بہت کچھ پڑھ رکھا ہے۔ یہ سب دیکھ کر ساس سسر اس بہو پر خاص توجہ دیتے تھے۔ اس وقت زرقہ کا جی چاہتا کہ ان پر چیخے، چلائے اور کہے کہ تم لوگ اس لڑکی پر اپنی محبتیں کیوں نچھاور کر رہے ہو جس نے مجھ سے میرا فہیم چھین لیا ہے۔

وقت گزرتا رہا، اللہ نے نائلہ کو ایک پیاری سی بیٹی دے دی جس کے بعد دو باتیں ہوئیں۔ پہلی یہ کہ فہیم کی توجہ اپنی بیوی اور بیٹی پر زیادہ ہو گئی اور دوسری یہ کہ نئے مہمان کی آمد فہیم کو گراں گزری کیونکہ اس سے اس کی جیب پر اثر پڑا تھا۔ شادی سے پہلے اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ شادی کے کچھ عرصے بعد کیا ہوگا اور وہ کس طرح مالی دباؤ کا شکار ہو جائے گا۔ چنانچہ مسائل پیدا ہونے لگے، فہیم اور اس کی بیوی نائلہ کے درمیان فاصلے پیدا ہونے لگے۔ اس موقع پر نائلہ کے میکے والوں نے کافی پیسے خرچ کیے۔ نہ صرف اسپتال کے تمام بل ادا کیے بلکہ بعد میں نائلہ اور اس کی بیٹی کے اخراجات بھی خود برداشت کرنے لگے۔ اس دوران نائلہ کا کلمہ پڑھنے والے ساس سسر بھی پیچھے ہٹ گئے اور فہیم اکیلا رہ گیا۔

اسے یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ اس کی سسرال والے اس کا خرچ اٹھائیں، اس نے دبے دبے لہجے میں نائلہ سے احتجاج بھی کیا، مگر نائلہ نے کہا۔ ”فہیم! ہماری چھوٹی سی بیٹی ہے۔ میرے ماں باپ اگر مدد نہیں کریں گے تو ہم کیا کریں گے؟“

دوسری جانب زرقہ مسلسل فہیم کو اس کی بیوی اور سسرال والوں کے خلاف بھڑکاتی رہی اور کہتی رہی کہ اس کے سسرال والے اسے بدنام کر رہے ہیں۔ وہ ان لوگوں کی آمد اپنے گھر میں بند کر دے۔ اب وہ کھل کر کھیل رہی تھی اور نائلہ اور فہیم کے درمیان فاصلے پیدا کر رہی تھی تاکہ اس کے لیے فہیم آسان ہدف بن جائے۔ اس دوران وہ فہیم کے کھانے پینے کا خیال بھی رکھنے لگی اور اپنی جیب سے اسے پیسے بھی دینے لگی جس کے باعث فہیم اس کی طرف مائل ہوتا چلا گیا۔ وہ فہیم کو مجبور کرتی رہی کہ اپنے سسرال والوں کی آمد پر پابندی لگا دے، جب فہیم نے یہ بات کہی تو اس کے سسرال والے بھڑک اٹھے۔ وہ تو اپنی بیٹی کی وجہ سے اتنا کچھ کر رہے تھے اور ان کا احمق داماد انہی کو اپنے گھر آنے سے منع کر رہا تھا۔

اس طرح نائلہ اور فہیم کے بیچ ایک خلیج حائل ہونے لگی۔ کچھ عرصے بعد جب نائلہ اپنے ماں باپ کے گھر گئی تو واپس نہیں آئی۔ نائلہ کے والدین نے فہیم سے کہا کہ وہ الگ گھر لے اور وہاں اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ رہے۔ فہیم بھی اس پر رضامند نظر آیا اور اس کے ماں باپ کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا مگر یہاں بھی زرقہ بیچ میں آگئی۔ اس نے پہلے فہیم کو ایسا کرنے سے روکا اور پھر اپنے ساس سسر کو بھی بھڑکایا کہ کیا انہوں نے اپنا بیٹا فروخت کر دیا ہے جو وہ اس طرح ان لوگوں کی بات مان رہے ہیں۔ اس پر کافی دل شکنی ہوئی، کافی اختلافات پیدا ہوئے۔ درمیان میں کچھ لوگوں نے اس معاملے کو سلجھانے کی کوشش کی اور فہیم کو سمجھایا مگر زرقہ کا خفیہ ہاتھ اپنا کام کرتا رہا۔ وہ صرف فہیم کو اپنے پاس دیکھنا چاہتی تھی اور اس میں وہ کامیاب ہو گئی۔ آخرکار فہیم اور نائلہ میں علیحدگی ہو گئی جس کے بعد فہیم مکمل طور پر اپنی بھابی زرقہ کا ہو کر رہ گیا۔ زرقہ خوش ہے کہ اسے اس کی شوہر کی رفاقت بھی ملی ہوئی ہے اور اپنے محبوب دیور کی بھی…… اس نے واقعی حقیقی ناگن ہونے کا ثبوت دیا۔

☆☆☆

Scan & PDF EIAZ AHMED Friendskorner.com

ناولٹ

# میں چاندِ سی

میمونہ خورشید

ارسہ گھر پہنچی تو اسے معلوم ہوا فرحان کل رات ہی فیصل آباد چلا گیا تھا۔ اسے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا پھر اس نے جھوٹ کیوں کہا کہ وہ اس سے مل کر ہی فیصل آباد جائے گا۔ وہ سخت کوفت کا شکار ہو رہی تھی تبھی اس کی توجہ گھریلو صورت حال پر پڑی۔ بھائی جان اور ماں باہم الجھ رہے تھے۔

”کہاں سے لا کر دوں گا میں ایک دم اتنی بڑی رقم...... ساجدہ سے کہیں کہ وہ اس خبیث انسان کا فون

چوتھا حصہ

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

ہی اٹینڈ نہیں کرے۔"

"تو کیا میں ساری عمر یہاں بیٹھی رہوں گی؟" ساجدہ یکدم بولی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے باسط، جتنی مدت کے لیے آپ لوگوں نے رقم مانگی تھی وقت اس سے بھی زیادہ ہو گیا ہے مگر آپ لوگ کو تو جیسے احساس ہی نہیں ہے۔"

"احساس سے کیا مراد ہے تمہاری، کیا ہم دینا نہیں چاہتے یا میں نے ذاتی مصرف میں اڑا دیے پیسے۔ کان کھول کر سن لو ساجدہ اگر تم نے باسط سے رقم دلوائی تھی تو ذاتی مجھ پر احسان نہیں کیا تھا۔ اپنی ماں پر احسان کیا تھا۔ فقط میں ہی بڑا نہیں ہوں تم بھی بڑی بہن ہو اگر ماں کے کام آ گئی تھیں تو الٹا ہم پر احسان کیوں جتا رہی ہو۔"

"بھائی جان...... احسان مجھے نہیں، آپ کو جتانے کی عادت ہے۔ میں تو صرف یاد دلا رہی ہوں اور پھر میں احسان کروں گی تو اپنے شوہر کی احسان مند ہو کر کروں گی۔ آپ کی طرح امی نے ہمیں تو کچھ نہیں سونپ رکھا۔ سب کچھ دبا لینے کے باوجود بھی آپ امی پہ احسانات کر رہے ہیں۔"

"سن رہی ہیں امی اس کی بکواس!" دلاور اشتعال میں آ گیا۔

"خدا کے واسطے میرا سر پھٹ جائے گا۔ ساجدہ چپ ہو جاؤ۔" نعیمہ بیگم نے سر تھام لیا اور چلائیں...... دلاور اور ساجدہ چپ ہو گئے دوسرے ہی لمحے نعیمہ بیگم چکرا کر گر پڑیں۔ ارسہ جو دیر سے خاموش تماشائی بنی تھی تیزی سے ماں کی طرف دوڑی۔

☆☆☆

"ہمارے گھر سے خوشیاں اور سکون جیسے ختم ہی ہو گیا ہے۔" اس نے رنجیدگی سے سالار کی طرف دیکھ کر کہا اور سر جھکا لیا۔

"اتنی سنگین حالت تھی آنٹی کی کہ وہ اسپتال پہنچی ہوئی ہیں اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں!"

"کیا بتاتی...... ڈر لگتا ہے آپ سے بھی۔ صبح میں اس لیے بنا بتائے ہی چلی آئی تھی کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔"

"ارسہ...... کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔ تمہاری امی...... میری بھی کچھ لگتی ہیں۔" ارسہ نے چونک کر سالار کی طرف دیکھا۔ اسے یقین ہی نہیں آیا کہ سالار اس کی ماں کے دکھ پر اس طرح تڑپ کر اسپتال دوڑا چلا آئے گا۔ نہ صرف ان کی عیادت کرے گا بلکہ دو ایک روز کے لیے اسے اس کی ماں کے پاس بھی چھوڑ کر چلا جائے گا۔ جاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"آنٹی کا خیال رکھنا ہیپاٹائٹس معمولی مرض نہیں ہے۔ بہت کیئر کی ضرورت ہے انہیں۔ رات کو میں امی کو بھی لے کر آؤں گا۔ اماں جی بھی تمہاری امی کی طبیعت پوچھ رہی تھیں۔ ویسے آنٹی کو کب سے ہے...... ہیپاٹائٹس۔" اسے اچانک ہی پتا چلا تھا اس لیے پوچھ بیٹھا، ارسہ چونک گئی وہ نہیں چاہتی تھی کہ ماں کے مرض کے متعلق اس کے شوہر کے گھر والوں کو پتا چلے مگر اب چونکہ پتا چل ہی گیا تھا تو چھپایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا جیسے ہی تشخیص ہوئی دلاور بھائی نے امی کے علاج میں غفلت نہیں برتی۔"

"بہت اچھی بات ہے یہ تو اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اچھا میں اب چلتا ہوں، تم اپنا بھی خیال رکھنا۔" وہ اسے متفکر اور پژمردہ پا کر دلاسا دیتے ہوئے چلا گیا۔

نعیمہ بیگم کی تو بیشتر ایسی طبیعت ہو ہی جاتی تھی۔ انہیں بلڈ لگتا تھا اور ہفتے دس دن میں وہ گھر آ جاتی تھیں لیکن سالار نے اس کی فیملی کے دکھ کو گہرائی سے محسوس کیا ہے۔

"کیا سالار اس مشکل وقت میں ان لوگوں کی مدد کر سکتا ہے۔" اسے یہ خوش فہمی چین ہی نہیں لینے دے رہی تھی۔

تیسرے دن ہی وہ گھر آ گئی...... سب نے اس کی ماں کے متعلق حال احوال لیا۔ وہ پریشان اور کھوئی کھوئی سی تھی۔ سالار اس سے ہمدردی کر رہا تھا اور وہ دل ہی دل میں سات لاکھ روپے مانگنے کا مضمون بنا رہی تھی۔ لوہا گرم تھا۔ چوٹ ابھی لگ سکتی تھی اس نے دل کڑا کر کے مطالبہ کر دیا۔ سالار نے اس کی بات سنی اور خاموش ہو گیا۔ یہ بات تو وہ باسط کے ذریعے پہلے بھی جان چکا تھا مگر اس نے ارسہ پہ ظاہر نہ کی۔

"میں صرف کچھ عرصے کے لیے ادھار لے رہی ہوں...... دلاور بھائی جلد ہی آپ کو یہ رقم لوٹا دیں گے۔ حالات بڑے سنگین ہو رہے ہیں۔ امی کی طبیعت صحیح نہیں رہتی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساجدہ باجی کا گھر اجڑ جائے۔ اگر آپ مجھ پر یہ احسان کر دیں گے تو میں ساری عمر آپ کی احسان مند رہوں گی۔" سالار نے بغور اسے دیکھا گویا اس میں اتنی میچورٹی اتنی حساسیت تھی کہ وہ دوسروں کے غم کو اپنے اوپر طاری کر رہی تھی اور اس مصیبت سے دوسروں کو نجات دلانے کے لیے خود اس کی مقروض ہو رہی تھی۔ پھر وہ بتانے لگی۔

"امی کی بیماری پہ دلاور بھائی بہت پیسہ لگا رہے ہیں جس کی وجہ سے اُن کا ہاتھ تنگ ہو جاتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ ملکی حالات کیسے چل رہے ہیں۔ پراپرٹی کی خرید و فروخت کا کام خاصا رسکی ہو گیا ہے۔ لگے تو ٹھیک لگ جائے ورنہ اکثر پیسہ بونڈ ہو جاتا ہے۔ محراب بھائی نے کچھ عرصے کام کیا ہے، دلاور بھائی کے ساتھ وہ اچھی طرح جانتے ہیں ان کی صورتِ حال کو...... ہاتھ کے کھرے سچے ہیں دلاور بھائی، پیسہ ماریں گے نہیں۔" وہ اپنے لفظوں سے، معصومیت سے سالار کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

سالار نے اگلی صبح دکان پر بڑے بھائی سے بات کی تو محراب سوچ میں پڑ گئے... جبکہ الباب نے صاف انکار کر دیا۔

"اسے صاف انکار کر دو، سات لاکھ روپے معمولی رقم نہیں ہے۔ کہاں سے لوٹائیں گے وہ لوگ اور پھر۔" یہ کہتے ہوئے الباب نے زبان روک لی۔

"کیا بات ہے بھائی جان بتائیں مجھے۔" سالار نے الجھ کر بھائی کی طرف دیکھا۔ محراب نے الباب کو اشارتاً روکا تھا۔

"کچھ نہیں...... تم اس سے کہو فی الحال سیزن کا وقت ہے، ہم اتنی بڑی رقم نہیں دے سکتے۔"

سالار نے فی الوقت مایوس سی شکل بنا لی۔ اس کے دل میں بھائیوں کی طرف سے خلش پیدا ہوئی تھی اگر وہ سارے کاروبار کا مالک ہوتا تو آج اسے یوں ہاتھ نہ پھیلانا پڑتے۔ اسے اپنی کمتری اور کم مائیگی کا خوب اچھی طرح سے احساس ہو گیا تھا۔ وہ ایک روز وہ چپ چپ سا رہا۔ دوبارہ اس نے بات بھی نہیں کی۔ محراب اس کی خاموشی کو محسوس کر رہے تھے۔ اس سے قبل اس کی خاموشی کسی بغاوت یا بدگمانی کا پیش خیمہ بنتی محراب علی اسے بتانے لگے۔

"دیکھو سالار! میں نے کچھ عرصے دلاور علی کے ساتھ خطیر رقم انویسٹ کر کے پراپرٹی کی خرید و فروخت کا کام کیا ہے اور نفع بھی کمایا ہے لیکن یہ کام انہی لوگوں کو راس آتا ہے جو پیسہ بونڈ کر سکتے ہوں۔ ہمارے جیسے کاروباری لوگ بہت سارا پیسہ چند مہینوں

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

یا سالوں کے لیے بونڈ نہیں کر سکتے۔ ہمارا کپڑے کا کام سب سے زیادہ شاندار ہے۔ میں نے دیکھا ہے دلاور علی کے ساتھ کام کر کے اس کا ذاتی پیسہ تو کم ہی ہوتا تھا بیشتر وہ پاٹنرز ہی رکھتا تھا۔ کبھی وہ کسی پاٹنر کا پیسہ دبا لیتا تھا کبھی کسی کا۔ میں اس صورت حال کو سمجھتے ہوئے خود ہی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ ہمارے لیے سات لاکھ روپے کی رقم کوئی بہت بڑی رقم نہیں ہے۔ میں ابھی تمہیں دے سکتا ہوں لیکن...... میں یہ بھی جانتا ہوں دلاور علی یہ رقم بہت جلد نہیں لوٹا سکے گا۔"

"آپ ضمانت کے طور پر ارسہ کا زیور رکھ لیں۔" وہ بے ساختہ کہہ گیا۔ محراب علی دنگ ہی تو رہ گئے۔ وہ بیوی کی محبت میں اتنا اندھا ہو رہا تھا کہ اسے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

"یہ بات تم سے ارسہ نے کہی ہے۔"

"نہیں...... یہ میں خود کہہ رہا ہوں۔" وہ نظریں چرا کر بولا۔ "میں ارسہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا بھائی جان۔ آخر میری بھی کوئی حیثیت ہے گھر میں، اس کاروبار میں۔ آپ سمجھ رہے ہیں ناں وہ دوسرے خاندان سے آئی ہوئی ہے سحرش اور ناز یہ بھابی کی طرح سب کچھ جانتی نہیں ہے۔ ادھار دے رہے ہیں ہم۔ اس سے ہماری حیثیت کا رعب ہی پڑے گا اور پھر میرا اور ارسہ کا رشتہ ایسا نہیں ہے کہ وہ مجھے دھوکا دے سکے۔ وہ خود وصول کر کے دے گی اپنے بھائی سے۔"

"بہت بچپنا ہے تمہارے اندر۔" الباب سے بالآخر رہا نہ گیا۔ "بالفرض وہ ہمیں لوٹانے میں کامیاب نہ ہوئے تو کیا تم میاں بیوی کے درمیان یہ بات وجہ تنازعہ نہیں بنے گی جس طرح ساجدہ اور باسط کے درمیان بن رہی ہے۔"

"میں نے کہا ناں...... میں اپنی فرم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ خود خسارہ ادا کروں گا۔"

"ایک ہی بھوت سوار ہے اس کے سر پر...... دے دیجیے اسے پیسے لیکن اس بات کا دھیان رکھیے گا یہ بات گھر میں نہ کھلے خاص طور پر اماں جی کے سامنے۔ نہیں تو وہ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا بھی جینا حرام کر دیں گی۔"

☆☆☆

ارسہ سات لاکھ روپے لے کر جب گھر پہنچی تو سبھی حیرت زدہ سے رہ گئے۔

"اب کوئی بھی اس کی تفصیل مت پوچھے اور ساجدہ آپا کو اُن کے گھر بھیجنے کی تیاری کیجیے۔" اس نے چہک کر کہا تو دلاور کے کاندھوں کا بوجھ اتر گیا اور نعیمہ بیگم کی تشکر سے آنکھیں بھر آئیں۔

☆☆☆

سالار کا فون بج رہا تھا، اس نے نمبر دیکھا تو باسط کا تھا۔ حیرت کی بات تھی باسط کو اتنی رقم ملنے کی اتنی خوشی نہیں تھی جتنی اس بات کی تکلیف تھی کہ سالار کی دولت کا ڈنکا اس کے سسرال میں بجنے لگا ہے۔

"بڑے کھلے دل کا مظاہرہ کیا تم نے۔ مجھے تو ذرہ برابر امید نہیں تھی کہ تم ایک دم اتنی بڑی رقم دے کر اپنی بیوی کو بھیج دو گے۔"

"آپ کو اس معاملے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے، یہ میرا اور ارسہ کا معاملہ ہے۔"

"ہاں، ہاں کیوں نہیں۔ یہ رقم ارسہ کی شادی پر ہی تو خرچ ہوئی تھی۔ چلو تم نے قرض اتار دیا۔" باسط یہ کہہ کر بے ہودگی سے ہنسنے لگا۔ سالار نے غصے میں آکر فون بند کر دیا۔

☆☆☆

اگلے ہی روز باسط، سالار کی دکان پر آ گیا۔ اس سے قبل بھی وہ کپڑوں کی خریداری کے لیے سالار کی



دکان پر آتا تھا... لیکن آج لگتا تھا وہ خریداری کی غرض سے نہیں آیا۔ سرسری سا کپڑا وغیرہ دیکھ کر بیٹھا رہا۔ سالار چونکہ گاہکوں میں مصروف تھا کچھ فرصت ملی تو سالار اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"بڑی قربانی دی ہے تم نے میری خاطر...... میں نے بھی سسرال والوں کے لیے بہت کچھ کیا تھا لیکن صلہ کوئی نہیں دیتا یہاں تک کہ یہ جو بیویاں ہوتی ہیں نا یہ بھی میکے والوں کو زیادہ چاہتی ہیں۔"

"میری دکانداری کا ٹائم ہے باسط بھائی برا مت مانیے گا، میں اس وقت آپ سے گھریلو معاملات پہ بات نہیں کر سکتا۔" وہ اردگرد کسٹمرز کو دیکھ کر ہچکچایا تو باسط کھسیا سا گیا اور ہنس کر بولا۔

"خیر ہے خیر ہے۔ میں تو یہاں سے گزر رہا تھا اس لیے چلا آیا۔ ویسے ماشاء اللہ دکان بہت بڑی ہے تمہاری۔ پندرہ بیس تو ملازم ہی رکھے ہوئے ہیں۔ تینوں بھائی اکٹھے ہی کام کر رہے ہو؟" وہ کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"جی......" سالار نے مختصر جواب دیا۔

"اچھی بات ہے...... اچھی بات ہے۔ بہرحال ایک بات کہوں تم سے۔ ارسہ سے ہوشیار رہنا بہت چالاک لڑکی ہے۔" سالار کا دماغ گھوم گیا۔ آخر ارسہ اس کی غیرت و حمیت تھی، جذباتی پن میں اس نے باسط کا گریبان پکڑ لیا۔

"بہت عزت کرتا ہوں میں آپ کی...... ارسہ کے متعلق کوئی لفظ نہیں سننا چاہتا۔" باسط ڈھٹائی اور بے غیرتی سے ہنس رہا تھا۔ دکانداری کا لحاظ کرتے ہوئے سالار نے گریبان چھوڑ تو دیا لیکن اس کا چہرہ غصے سے لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ بس نہیں چلتا تھا کہ اسے جان سے مار دے۔ باسط نے گریبان جھٹکا اور سالار کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں تو تمہیں ہوشیار کرنے آیا تھا اگر تم نہیں سمجھنا چاہتے تو نہ سمجھو۔" یہ کہہ کر باسط آگے بڑھ گیا۔ سالار گاہکوں میں مصروف ہو گیا لیکن اس کا دماغ باسط کی بات میں الجھا ہوا تھا۔

رات کو وہ گھر آیا تو اس کا موڈ آف تھا۔ اس نے کسی سے بات نہیں کی اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اتفاق کی بات تھی جس وقت دکان پر باسط آیا تھا محراب اور الباب دونوں میں سے کوئی بھی دکان پر نہیں تھا۔

"کتنی شرمندگی ہوتی بھائیوں کے سامنے۔ آخر کیا وجہ تھی باسط ایسا کیوں کہہ کر گیا۔ ایسا کون سا کھوٹ ہے ارسہ میں جسے میں آج تک پرکھ نہیں پایا۔ ہاں بے پرواہ ہے۔" وہ چپ چاپ بستر پر لیٹ گیا پھر اچانک اسے بے چینی ہوئی تو اس نے ارسہ کا فون اٹھا لیا اور غائب دماغی سے کالز اور میسجز چیک کرنے لگا۔ اس کی سہیلیوں کے بے تحاشا میسجز بھرے پڑے تھے۔ بے توجگی سے اس نے فون ایک طرف ڈال دیا۔

"کیا جتانا چاہتا تھا باسط مجھے؟" وہ دل ہی دل میں سخت خائف تھا۔ "وہ بہنوئی ہے اس کا کیا حق بنتا ہے سالی کے متعلق ایسی بات کرے اور وہ بھی اس کے شوہر کے سامنے۔ یہ تو باسط کے خیالات تھے نہ جانے باقیوں کے بھی کیا کیا خیالات ہوں ارسہ کے متعلق...... اور اس کی صرف یہی وجہ ہے۔ جلتے ہیں وہ لوگ میرے گھرانے سے۔ اسی وجہ سے ارسہ کو بھی۔" اسی لمحے دروازہ بجا وہ خیالات کی روش سے باہر نکل آیا۔ سامنے ہی ارسہ کھڑی تھی۔

"امی آپ کو کھانے پر نیچے بلا رہی ہیں۔" اس نے ارسہ کی طرف دیکھا۔ باسط کے لفظ پھر دماغ میں گھومنے لگے۔ دل کرتا تھا ارسہ کو پکڑ کر پوچھے تمہارا



Scan & PDF EIJAZ AHMED Friends Korner.com

بہنوئی تمہارے متعلق ایسی ویسی گفتگو کر کے گیا ہے...... کیوں کی اس نے ایسی گفتگو لیکن وہ چپ رہا۔

"آپ جلدی کھانا کھالیں پھر میں نے امی کی طبیعت بھی پوچھنے جانا ہے۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے وہاں جانے کی۔" وہ یکدم چڑ چڑے سے انداز میں بولا۔ ارسہ اس کے جواب پر مایوس ہونے کے بجائے ہنس دی۔

"ٹھیک ہے، نہیں جاؤں گی۔ دلاور بھائی کا فون آیا تھا وہ کہہ رہے تھے آدھی رقم اب لے جاؤ اور آدھی رقم اگلے ہفتے دے دیں گے۔" وہ کہتے ہوئے سکون سے بیٹھ گئی۔ ناچار سالار کو بستر سے اٹھنا پڑا۔

ابھی کھانا کھا کر فارغ ہی ہوا تھا تو عشرت بیگم سنجیدگی سے کہنے لگیں۔ "سالار کھانا کھا چکے ہو تو میری بات سن کر جانا۔" سالار...... ان کے کمرے میں آگیا۔

"ارسہ نے اپنے بہن بھائیوں کی شادی میں اپنے بری کے زیورات مانگے تھے جو کہ میں نے سارے کے سارے دے دیے تھے پھر وہ شادی سے فارغ ہو کر آئی تو سب سامان ڈبوں میں پیک کر کے مجھے دے گئی جنہیں میں نے جوں کا توں رکھ دیا تھا لیکن میری عادت ہے جب بھی میں کسی بہو کو زیور دیتی لیتی ہوں ڈبے ضرور کھول کر تسلی کر لیتی ہوں۔ آیا کہ سامان مکمل ہے۔ آج جب مجھے فرصت ہوئی تو میں تجوری میں گھسی ارسہ کے سامان کو چیک کیا تو اس کے بڑے جڑاؤ سیٹ کی انگوٹھی نہیں تھی۔ میں نے سارے سامان میں دیکھ لیا، مجھے وہ انگوٹھی نہیں ملی۔"

"ہوسکتا ہے ارسہ وہ انگوٹھی اپنے کمرے میں ہی بھول گئی ہو۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" عشرت بیگم نے...... ذومعنی انداز میں کہا تو سالار چونک گیا۔

"کیا مطلب امی، کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟"

"میں نے سنا ہے اس نے وہ انگوٹھی اپنی چھوٹی بہن کو اس کے ولیمے پہ تحفے میں دی ہے۔"

"واٹ نان سینس! ولیمے پہ تحفے کا کیا تک ہے جبکہ وہ تو رابعہ کو تحفہ دے چکی تھی۔" سالار بری طرح الجھ گیا۔

"میں نہیں جانتی لیکن کسی نے مجھے اسی طرح بتایا ہے، ہوسکتا ہے یہ بات غلط ہی ہو۔ صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم اپنی طرف سے تسلی کر لینا یا تم مناسب سمجھو تو میں خود پوچھ لوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں کہ آپ پوچھیں، میں خود پوچھ لوں گا۔ آپ یہ سیٹ مجھے دے دیں، میں ابھی پوچھ لیتا ہوں۔"

سالار کمرے میں آیا تو ارسہ جانے کے لیے تیار کھڑی تھی، وہ سالار کے ہاتھ میں زیور کا ڈبا دیکھ کر ہنس دی اور اچھل کر بولی۔

"آپ میرے لیے زیور بھی لے کر آرہے ہیں۔ یہ تو مجھے پتا ہی نہیں تھا۔"

"اس میں ایک انگوٹھی کم ہے۔ کہاں ہے وہ انگوٹھی؟" اس کے ساتھ ہی سالار نے ڈبا کھول دیا۔ ارسہ کو فوراً خیال آیا کہ شادی کے ہنگامے میں وہ رابعہ سے انگوٹھی واپس لے ہی نہ سکی۔ اب اگر سالار کو بتائے گی کتنی سبکی محسوس ہوگی کہ وہ سالار پر ذرا بھی اعتماد نہیں کرتی تھی۔ تبھی اسے اپنی طرف سے تحفہ دے چکی تھی لیکن بعد میں وہ اتنا زبردست تحفہ لے آئے گا اسے دھچکا لگا تھا لیکن اسے رابعہ سے انگوٹھی تو لے لینی چاہیے تھی۔ نہ جانے سالار اور اس کے گھر والے اس کے بارے میں کیا سوچیں۔

"کیا ہوا کہاں کھو گئیں؟" سالار ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"میرا خیال ہے یہ انگوٹھی میں امی کی طرف ہی بھول آئی ہوں۔ ایک دو روز میں جاؤں گی تو اچھی طرح اپنے سامان میں دیکھ لوں گی۔"

"تم ابھی تو چل رہی ہو میرے ساتھ۔ ابھی دیکھنے میں کیا حرج ہے۔" سالار بالکل سنجیدہ تھا۔

"کیا ہو گیا ہے سالار آپ کو...... انگوٹھی کوئی بھاگ تو نہیں جائے گی۔ ابھی تو ہم کھڑے کھڑے امی کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں۔ تسلی سے چکر لگاؤں گی، اپنے کمرے کی الماریاں وغیرہ ٹٹولوں گی تبھی تو ڈھونڈ سکوں گی۔" سالار کے دل میں اس کی بات سے میل آ گیا۔ سب کو پتا تھا کہ رابعہ ہنی مون پر گئی ہوئی ہے اگر وہ انگوٹھی رابعہ کو دے چکی ہے تو ہفتے دس دن سے پہلے تو اس بات کا کوئی رزلٹ نہیں آنے والا اور اگر وہ واقعی بھول گئی ہے تو بھی پتا چل جائے گا۔ وہ ارسہ کو لے کر اس کے میکے چلا گیا۔

وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے تو باسط اور ساجدہ پہلے سے ہی وہیں بیٹھے تھے۔ باسط نے بڑی چبھتی نگاہوں سے سالار کی طرف دیکھا۔ ارسہ ماں سے مل کر بہن سے ملی پھر بہنوئی سے سر پر ہاتھ رکھوایا۔ اس کے ساتھ ہی باسط نے اس کی پیشانی پر بوسہ بھی لیا۔ سالار کو اس حرکت پر سخت کوفت اور جھنجلاہٹ ہوئی لیکن اس کے بعد دلاور علی کمرے میں آئے تو انہوں نے بھی ارسہ کے ایسے ہی سلام اور پیار دیا۔ دلاور علی تو چلو بڑا بھائی تھا۔ بہنوئی کو کیا یہ شرعی حق حاصل ہے کہ وہ سالی چاہے کتنی بھی چھوٹی ہو اس کے سر پر یا پیشانی کا بوسہ لے۔ اسے ارسہ پہ سخت غصہ آ رہا تھا جو باسط سے ہنسی ٹھٹول کر رہی تھی۔

دلاور علی اور نعیمہ بیگم، سالار کو خاصی اہمیت دے رہے تھے اگر ارسہ، باسط کے ساتھ ہنسی ٹھٹول نہ کر رہی ہوتی تو سالار، باسط کی کیفیت کو ضرور محسوس بھی کرتا اور محظوظ بھی ہوتا۔

"کیا ارسہ اتنی نادان اور کم عقل ہے جو صورتِ حال کو سمجھ نہیں سکتی۔ کتنا عرصہ ہو گیا مجھے یہی بات سمجھاتے سمجھاتے کہ تم اپنے بہنوئیوں سے فری مت ہوا کرو...... لیکن اس پر تو جیسے اثر ہی نہیں ہے۔"

اتنی سی دیر میں اظہر اور ماجدہ بھی آ گئے۔ کمرے میں اور بھی ہڑبونگ مچ گئی۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہاں عیادت کرنے والے آ رہے ہیں یا...... پرانے دوست مل رہے ہیں۔ اظہر بھی ارسہ سے اسی طرح ملا۔ ارسہ اپنی ترنگ میں تھی، سالار کا بس نہیں چلتا تھا کہ اس کا گلا ہی دبا دے۔ نہ صرف وہ خود ذلیل ہو رہی تھی بلکہ اسے بھی ذلیل کرا رہی تھی۔

"تم بہت کم بولتے ہو سالار۔ ہماری ارسہ تو بہت چنچل ہے۔" اظہر نے جان بوجھ کر سالار کی کیفیت سے حظ اٹھایا۔ باسط دل کھول کر ہنستا تھا۔ دکھ کی بات یہ تھی کہ اس کی ہنسی میں ارسہ، ساجدہ، ماجدہ کی بھی ہنسی شامل تھی پھر کچھ ہی دیر اس سے وہاں بیٹھا گیا اور وہ ضروری کام کا بہانہ کر کے اٹھ گیا۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا کہ تبھی ارسہ عبا اور حجاب میں ملبوس باہر نکلی اور آ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ سالار نے تیز چبھتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ برقع صرف مجھے دکھانے کے لیے پہنا ہے، کیا بہنوئی غیر محرم نہیں ہوتے۔" اس بات پر ارسہ قہقہہ لگا کر بولی۔

"اگلی بار میں برقع میں ملبوس ہی اپنے گھر والوں سے ملا کروں گی۔ فار گاڈ سیک سالار...... بہنوئی بھی بڑے بھائی ہوتے ہیں۔ تم کیوں اتنا فیل کرتے ہو ان باتوں کو۔"

"تو ٹھیک ہے، ان کی گود میں بیٹھ جاتیں۔" وہ جل کر بولا۔ ابھی ارسہ اس کی بات کا کوئی جواب دیتی کہ اسی وقت اس کا سیل فون بج گیا۔ فون رابعہ کا تھا۔

"اُف اللہ ایک تو یہ حجاب بھی ناں...... ہاں...... رابعہ تمہاری آواز نہیں آ رہی۔ ہاں...... دیکھو میں ابھی گاڑی میں ہوں۔ گھر جا کر تم سے بات کرتی ہوں۔" رابعہ نے ادھر سے کچھ پوچھا تھا۔ سالار نے صاف محسوس کیا، ارسہ نروس ہوئی تھی۔ جان بوجھ کر بات گھما کر بولی۔

"ہاں...... یہاں کا موسم تو بس ٹھیک ہی ہے۔ اچھا میں پھر بات کروں گی تم سے۔ ابھی میں اور سالار امی کی طبیعت پوچھنے آئے ہوئے تھے، گھر جا رہے ہیں۔" اس کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔

"پوری بات تو سن لیتیں اس کی۔ نہ جانے وہ کیا بتانا چاہ رہی تھی۔" سالار اسے کھوج چکا تھا۔

"کچھ نہیں، ایسے ہی بکواس کر رہی تھی۔ اپنے ہنی مون کا رعب جما رہی ہے مجھ پر...... اور ظاہر ہے جمانا بھی چاہیے۔ تم جو آج تک مجھے کہیں لے کر نہیں گئے۔ لوگوں کو موقع تو ملے گا ہی ناں۔"

"ضروری نہیں کہ ہنی مون پر فوراً ہی جایا جائے۔ جب بھی اکٹھے جاؤ ہنی مون ہی ہوتا ہے اور ابھی ہمارے کون سے بچے ہیں۔ چلیں جائیں گے ہم بھی۔"

"ہاں جی، تم نے تو لکھ رکھا ہے ناں کہ ابھی بچے نہیں ہو رہے۔" وہ کلس کر بولی تبھی اس کا فون پھر بج گیا۔ فون رابعہ کا ہی تھا۔ اس نے مس کال دے کر فون بند کر دیا۔ اس کے فوراً بعد ہی میسج آ گیا۔ اس نے میسج پڑھا تو اس کا رنگ اڑ گیا گاڑی میں ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے فاصلہ ہی کتنا ہوتا ہے...... سالار کو لگا کہ وہ میسج ڈیلیٹ کر رہی ہے۔ تبھی سالار نے اس سے موبائل چھین لیا، یہ حرکت بالکل بے ساختہ تھی۔ ارسہ ظاہر ہے اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ موبائل سالار کے پاس چلا گیا۔ اس نے نگاہ ڈالی۔ رابعہ کا میسج تھا۔

"تم نے جو انگوٹھی کی بات کی تھی ناں!" اسی وقت سالار نے گاڑی یکدم روک لی۔

"سالار کیا بے یقینی ہے تمہیں۔ میرا موبائل فون دو، میں تمہیں......" اتنے میں سالار سارا میسج پڑھ چکا تھا۔

"شاہد کو تمہاری انگوٹھی بہت پسند آ رہی ہے، وہ کہتا ہے ہم واپس نہیں دیں گے۔ تم اس کے بدلے ہم سے رقم لے لو۔" سالار نے ارسہ کی طرف دیکھا چونکہ ارسہ کو خود بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ سب کچھ اچانک ہو جائے گا وہ خود بھی چور سی بن گئی۔ بہتر یہی تھا کہ وہ سالار کو اب بھی سارا سچ بتا دیتی لیکن حسبِ معمول وہ بات کو گھمانے لگی۔

"رابعہ کو میری یہ انگوٹھی بہت اچھی لگی تھی اس لیے جب اسے دلہن بنایا تو اس کی ایک انگلی خالی تھی۔ میں نے وہ انگوٹھی پہنا دی۔ اب دونوں میاں بیوی بے ایمان ہو رہے ہیں۔"

"جھوٹ بول رہی ہو تم۔" سالار نے غصیلی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ "اس کے بعد پھر جھوٹ بولو گی اور جھوٹ پہ جھوٹ بولتی چلی جاؤ گی، ہے ناں!"

"میں جھوٹ نہیں بول رہی سالار...... میں سچ کہہ رہی ہوں۔ یہ انگوٹھی میں نے رابعہ سے واپس لینی تھی جو کہ میں بھول گئی تھی۔" وہ کمزور سی آواز میں بولی تو سالار کا دماغ گھوم گیا۔

"تو پھر تم نے گھر پہ مجھ سے یہ کیوں کہا کہ انگوٹھی تمہاری امی کی طرف تمہارے ذاتی کمرے میں ہو گی۔"

"کیونکہ مجھے یاد نہیں تھا۔" اس نے پست آواز میں جھوٹ بولا۔

Scan & PDF EIAZ AHMED Friendskorner.com

''پھر یہاں آتے ہی تمہیں یاد آ گیا اور تم نے گھر میں داخل ہوتے ہی رابعہ کو فون کیا ہے ناں' یہ دیکھو، تمہاری گورنگ کال جو تم نے مجھ سے آنکھ مچولی کھیل کر کی۔''

''میں نے سوچا...... رابعہ کا اور میرا مشترکہ تھا کمرا شاید رابعہ نے سنبھال کر رکھ دی ہو۔ اسی سے پوچھ لوں۔'' ارسہ نے پھر جھوٹ بولا تھا۔

''اس کے علاوہ اور کون سا جھوٹ باقی ہے۔''

سالار اسے نفرت سے دیکھ رہا تھا۔ غصے اور اشتعال کے مارے اسے لگتا تھا کہ اس کی دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ ارسہ کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا۔ وہ غصے میں تیز ڈرائیونگ کرتا ہوا گھر آیا تھا اور پھر اسی غصے میں اپنے کمرے میں چلا گیا صورتِ حال خاصی پریشان کن تھی۔ ارسہ کے بھی رنگ اڑ رہے تھے وہ سوچ رہی تھی کیسے معاملات کو کنٹرول کرے گی اگر بات سارے گھر میں پھیل گئی تو اس کی دو کوڑی کی بھی عزت نہیں رہ جانی تھی۔

سالار کو اس وقت ارسہ سے اس قدر نفرت محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ تبھی اس نے کمرے میں جاتے ہی کمرے کا دروازہ بند کرلیا تھا۔ گویا باسط جو کچھ کہہ کر گیا تھا اس بات میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور تھی۔ وہ ان حقیقتوں کو دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا جو اس پر آشکار ہو رہی تھیں۔

ارسہ سیڑھیاں چڑھ کر جتنی دیر میں اوپر گئی دروازہ بند ہو چکا تھا۔ وہ تذبذب میں کھڑی رہی۔ اِدھر اُدھر ٹہلتی رہی یونہی ایک گھنٹا گزر گیا۔ سالار نے دروازہ نہیں کھولا۔

اب چونکہ چور اپنے اندر تھا۔ کس منہ سے ساس کے پاس جاتی مگر نہ جانے سے بھی گزارہ نہیں تھا۔ بالآخر نیچے آ گئی۔ عشرت بیگم بستر میں لیٹی ہوئی تھیں۔ البتہ کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ اس نے لائٹ جلی دیکھ کر ڈائریکٹ اندر جانے کا ارادہ کرلیا۔ عشرت بیگم ریڈیو پر مسائل اور ان کا شرعی حل پروگرام سن رہی تھیں۔ ارسہ کو ساڑھے گیارہ بجے اپنے کمرے میں دیکھ کر چونک گئیں۔ ارسہ تذبذب میں کمرے کے وسط میں کھڑی تھی۔

''خیریت ہے ارسہ؟'' انہوں نے ریڈیو کی آواز بند کی۔ ''تم اپنی امی کی طرف گئی تھیں۔ سب خیریت تو ہے ناں۔''

''ہاں...... ہاں...... امی کی طرف سب خیریت ہے۔ وہ میں تو اس لیے آئی تھی کہ۔'' یہ کہہ کر اس نے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا ہوا اوپر؟'' عشرت بیگم حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''وہ آپ کے بیٹے نے ناراضی سے پھر کمرے کا دروازہ بند کرلیا ہے۔'' اس نے سر جھکا کر کہا۔

عشرت بیگم نے پھر گہری سانس خارج کی...... وہ لمحے کی چوتھائی میں انگوٹھی والے نوکر پر پہنچ گئیں ضرور سالار نے انگوٹھی کے متعلق پوچھا ہوگا۔ عشرت بیگم نے دل ہی دل میں سوچا مگر بہو سے نہیں پوچھا۔ انہیں گمان گزرا ہو سکتا ہے ارسہ انہیں خود ہی بتا دے۔

''کوئی بات ہوئی تھی تمہارے درمیان؟'' عشرت بیگم انجان بن کر بولیں۔

''ایسی تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔'' اس نے صاف جھوٹ بولا۔ عشرت بیگم کا ماتھا ٹھنک گیا۔

''تو اس کے دماغ میں خلل ہوا ہے کیا۔ اچھے بھلے تو تم لوگ یہاں سے نکلے ہو...... وہاں کوئی بات ہوئی تھی کیا؟''

''وہاں تو زیادہ دیر بیٹھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میں تو خود سمجھ نہیں پا رہی کہ انہیں ایک دم کیوں غصہ



آ گیا۔'' بہو کے جھوٹ بولنے پر عشرت بیگم کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا۔ پھر بھی انہوں نے خود پر کنٹرول رکھا۔

''وہ تمہارے ساتھ ہی گیا تھا اور تمہارے ساتھ ہی آیا ہے۔ جب تمہیں نہیں پتا کہ ہوا کیا ہے تو مجھے کیا بتانے آئی ہو۔'' وہ کڑوے سے لہجے میں بولیں تو ارسہ ان کے سامنے والی مسہری پر ٹک گئی اور معصومیت سے بولی۔

''مجھے ان کے غصے سے بہت ڈر لگتا ہے امی...... آپ اجازت دیں تو آج میں یہیں آپ کے پاس سو جاؤں۔''

''کیا؟'' عشرت بیگم کو گہرا جھٹکا لگا اور پھر ان سے برداشت نہ ہوا۔

''کس قسم کی لڑکی ہو تم...... بجائے اس کے کہ تم اپنے شوہر کو مطمئن کرواسے اعتماد میں لو۔ الٹا تم مجھ سے ایک غلط بات کی سپورٹ لینے آ گئیں۔''

''میں سپورٹ لینے نہیں آئی امی۔ صبح تک ان کا غصہ کم ہو جائے گا تو میں اپنے کمرے میں چلی جاؤں گی۔''

''تم نے مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔'' وہ غصے سے بولیں۔

''بات سنو ارسہ، تم نے سالار کو تو بے وقوف بنا رکھا ہے۔ ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتیں...... سمجھیں تم' میں تو شکر ادا کر رہی ہوں کہ اماں جی گھر پر نہیں ہیں اپنی بیٹی کے ہاں گئی ہوئی ہیں ورنہ انہوں نے تو تمہیں تمہاری اس حرکت پر ایسا ذلیل کرنا تھا کہ تمہاری ساری ہوشیاری نکل جاتی۔ صاف طرح سے کیوں نہیں بتاتیں تم کہ تمہارے مابین بات کیا ہوئی ہے؟'' ارسہ چپ رہی بالآخر عشرت بیگم نے خود ہی پوچھ لیا۔

''اس نے تم سے بری کی انگوٹھی کے متعلق پوچھا تھا ناں؟''

''وہ تو میں نے کہہ دیا تھا کہ امی کی طرف بھول آئی ہوں۔''

''بھول آئی ہو یا اپنی بہن کو تحفہ بنا کر دے دی ہے؟'' ارسہ گنگ سی رہ گئی۔

''آپ سے کس نے کہا امی یہ سب کچھ؟''

''ہمارے لیے وہ انگوٹھی اہمیت نہیں رکھتی ارسہ...... صرف چند سیکنڈ میں تمہارے جھوٹ نے مجھے زچ کر دیا تو نہ جانے اسے تو تم نے کتنا ٹارچر کیا ہوگا اور الٹا مجھ ہی سے اس کی شکایت لے کر آ گئیں۔''

''میں آپ کے پاس شکایت لے کر تو نہیں آئی امی۔'' یہ کہہ کر ارسہ نے رونا شروع کر دیا۔ ''میں نے تو آپ کو سچ سچ بتا دیا ہے کہ مجھے آپ کے بیٹے کے غصے سے بہت ڈر لگتا ہے۔''

''کیوں، غصے میں کیا کبھی اس نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے، وہ بے وقوف صرف خود کو ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ نہ جانے اتنی دیر میں تو وہ غصے سے کتنا پاگل ہو گیا ہوگا۔ تمہارا کیا جاتا ہے تم تو مزے سے یہاں سونے آ گئیں۔ بجائے اس کے کہ اپنے معاملے کو اپنے کمرے میں ہی نمٹا لیتیں۔'' عشرت بیگم جوتیاں پہن کر کمرے سے باہر نکلیں۔

''ایسا کیا پاگل ہے میرا بیٹا...... جو خوامخواہ تمہیں کمرے سے نکال دے گا۔ اپنا قصور تو تم کبھی نہیں بتاتیں۔ آخر کب تک ہم اسے دبائیں...... یہ تو شکر ہے کہ وہ کمرا ہی بند کرلیتا ہے ورنہ اس کا غصہ مشہور تھا گھر کا سامان توڑ دیتا تھا اور اب...... اب...... صرف وہ اپنی صحت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ مجھ سے تو اوپر بھی چڑھا نہیں جائے گا۔'' وہ انٹرکام کی طرف بڑھیں اور



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

الباب سے بات کرنے لگیں۔

☆☆☆

"مجھے تو پہلے ہی نظر آ رہا تھا ایک نہ ایک دن یہ تماشا ضرور ہوگا۔" الباب سخت غصے میں تھا جب کہ محراب علی گہری سوچ میں بیٹھے تھے۔

"رات جو کچھ بھی ہوا۔ اچھا نہیں ہوا...... بات کچھ بھی تھی سالار کو ارسہ پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔"

"تو کیا اس کے حال پر چھوڑ دے۔" الباب بڑے بھائی سے الجھ پڑا۔

"تو کیا مارنے پیٹنے سے وہ اپنی عادتیں ترک کردے گی۔" محراب علی ضبط سے غرائے۔

"بہت غلط جگہ پر رشتے داری کی ہے ہم لوگوں نے سالار کی۔ بالکل بھی صحیح لوگ نہیں ہیں وہ... اگر وہ لوگ صحیح ہوتے تو ارسہ کی تربیت ایسی نہ ہوتی، وہ تو اپنی ہٹ دھرمی سے ایک انچ نہیں ہٹتی۔ امی کو اس نے زچ کردیا مگر اصل بات ہی نہیں بتائی جبکہ امی جانتی تھیں اس کے باوجود وہ ہوشیار بنتی رہی۔ اسی بات کا ڈر تھا...... میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا اس بے وقوف کو اتنی بڑی رقم نہ دیں جس قدر وہ دینے پر جذباتی ہو رہا ہے مانگنے پر اس سے بھی زیادہ جذباتی ہوجائے گا اور پھر تماشا ہمارے ہی گھر میں لگے گا اور وہ لگ گیا۔"

"کون سی رقم کی بات کر رہے ہو تم لوگ؟" عشرت بیگم چوکنا ہوگئیں ناچار محراب علی کو ماں کو ساری بات بتانا پڑی۔

"مگر میں تو نہیں جانتی اس معاملے کو...... نہ ہی سالار نے مجھ سے ایسا کوئی ذکر کیا۔" اس کے بعد عشرت بیگم نے زیور میں سے انگوٹھی غائب ہونے کی بات کی اور پھر یہ بھی بتایا کہ انہیں کس نے بتایا ہے کہ وہ انگوٹھی ارسہ اپنی چھوٹی بہن کو شادی کے تحفے میں دے چکی ہے۔ چونکہ الباب اور محراب کے لیے یہ واردات بالکل نئی اور چونکا دینے والی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

"پھر کیا پول کھلا؟"

"وہی تو سچ نہیں بتا سکی وہ اپنے شوہر کو...... جس پر وہ غصے میں آیا اور بات ہم لوگوں تک پہنچی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ارسہ کے گھر والوں میں سے کس سے بات کروں۔"

"دلاور علی سے بات کریں...... اور اس سے کہیں کہ اپنی بہن کا دماغ درست کرے اگر وہ اسی ہٹ دھرمی پر قائم رہی تو...... اپنے نقصان کی خود ذمے دار ہوگی۔"

"کون سے نقصان کی بات کر رہے ہو الباب تم...... بجائے اس کے کہ تم سالار کو سمجھاؤ اسے الٹا شے دے رہے ہو۔"

"میں شے دے رہا ہوں۔ بات سنیں بھائی جان کوئی کسی کے معاملات میں جب تک مداخلت نہیں کرتا جب تک خود انسان نہ چاہے۔ ارسہ نے حالات ایسے پیدا کردیے ہیں کہ وہ اس گھر میں ایڈجسٹ ہونے کے قابل ہی نہیں رہی ہے۔"

"تو کیا مطلب ہے تمہارا...... اسے اس گھر سے نکال دیں۔ ہوا ہے کبھی ہمارے خاندان میں ایسا...... بنالیں اس گھر کو خاندان بھر میں جگ ہنسائی کا مرکز...... کہاں چلی گئی تمہاری عقل الباب...... یہ صرف سالار کی ہی گرہستی کا مسئلہ نہیں ہے، ہمارے پورے گھر کے وقار کا سوال ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے سوچو جو کچھ سالار کر رہا ہے ہم بھی یہی کریں تو بات کہاں تک چلی جائے گی۔"

"سالار نہیں کر رہا...... ارسہ اور ارسہ کے گھر والے کر رہے ہیں، وہ لڑکی چاہتی ہی نہیں کہ اپنے گھر میں دیانت داری اور اخلاص کی بنیاد رکھے۔ اس قدر مقابلہ کیا ہے اس نے رات سالار کا۔ بالآخر زچ ہوگیا سالار اور اس کا ہاتھ اٹھ گیا۔ اب شرمندہ ہونے کے بجائے وہی ان سن پٹی لیے پڑی ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں۔ اس کی ماں اور بھائی کو بلاؤ اور معاملہ انہیں سونپو۔"

"پھر کیا غلط کیا تھا ارسہ نے جب اپنے بھائی کو فون کردیا تھا...... تب ہم لوگوں کو برا کیوں لگا تھا پھر آجائیں اس کے میکے والے وہی نمٹالیں اس معاملے کو۔ دے دیجیے اپنے گھر کی نمبرداری ان لوگوں کو......" محراب اکھڑ کر بولے تو عشرت بیگم اور الباب کو چپ ہونا پڑا۔

"کاروباری ٹور کے سلسلے میں کچھ روز کے لیے سالار کو کراچی بھیج رہا ہوں۔ اتنے عرصے کے لیے ارسہ بھی اپنے میکے چلی جائے گی۔ ہفتے دس دن کا ٹور ہوگا سالار کا...... اس عرصے میں ارسہ اپنے معاملات سمیٹ لے گی۔ گھر میں بٹھا کر جرح اور بحث کرنے سے بہتر یہی ہے کہ اسے کچھ وقت دیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ وہ سالار کو اب مایوس نہیں کرے گی۔" محراب کی اس پیشکش کو سالار نے رد کردیا۔

"ارسہ...... اب اپنے میکے کبھی نہیں جائے گی۔ یہ بات آپ لوگ اچھی طرح سمجھ لیجیے۔"

"اتنی کھینچا تانی سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں سالار...... بالفرض وہ انگوٹھی اپنی بہن کو دے بھی چکی ہے تو اب تمہارے سامنے کس طرح اقرار کرے مگر وہ کہہ رہی ہے کہ واپس لے آئے گی۔ اسے وقت دو۔ وہ ہماری رقم اور انگوٹھی لے آئے گی۔ کیوں اپنے گھر میں ان چیزوں سے فساد بپا کر رہے ہو۔"

"بات نہ تو انگوٹھی کی ہے بھائی جان اور نہ ہی پیسوں کی۔" سالار بری طرح جھنجلا رہا تھا۔ ایک ایسی جھنجلاہٹ جس میں بے بسی عیاں تھی۔ کیا کیا بتائے آخر وہ گھر والوں کو۔ اس کی بھی عزتِ نفس تھی غیرت تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بھائیوں کے سامنے ارسہ کی کردار کشی کرے۔ اس کے بہنوئیوں کے خیالات بتائے طرزِ عمل بتائے۔ ان کے گھر کا رہن سہن بتائے، اس سے بہتر یہ ہے کہ کسی بھی طرح سے سسرال سے اس کی جان چھوٹ جائے۔ نہ تو وہ خود جانا چاہتا تھا اس گھر میں اور نہ ہی بیوی کو بھیجنا چاہتا تھا۔

"ٹھیک ہے، تم سوچ لو اس معاملے کو۔ وگرنہ دوسرا طریقہ یہی ہے کہ میں دلاور علی کو یہاں بلا کر بات کرلیتا ہوں۔ ہاں مگر میری ایک شرط ہے تم مجھے حقائق اور دلائل سے ثابت کروگے کہ واقعی وہ انگوٹھی اپنی بہن کو دے چکی ہے۔"

"تو کیا آپ یہی سمجھ سکے ہیں بھائی جان...... زیادہ سے زیادہ انگوٹھی کتنے کی ہوگی ایک لاکھ روپے کی ناں...... بات انگوٹھی کی نہیں ہے اعتماد کی ہے۔ ارسہ نہ تو مجھ پر اعتماد کرتی ہے اور نہ ہی اس کے جھوٹ نے اسے اعتماد کے قابل چھوڑا ہے۔ اگر اس کے گھر والے اسے سمجھا سکتے ہیں اسے اس گھر میں نبھانا چاہتے ہیں تو انہیں بلالیجیے وگرنہ بے سود ہے سب کچھ۔"

☆☆☆

سب کے لیے دلاور علی کا رویہ حیران کُن تھا۔ وہ اپنی بہن کی طرف سے سب سے معافی مانگ رہا تھا خاص طور پر اس نے سالار کی بہت دلجوئی کی اور اپنے سابقہ رویے کی بھی معافی مانگی۔

"آپ سب لوگ ارسہ کی غلطیوں کو اس کی بے وقوفی سمجھ کر معاف کردیجیے۔ آئندہ ارسہ آپ کو کسی بھی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔" پھر دلاور علی نے بہن کو نیچے بلایا اور شوہر سے معافی مانگنے کو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کہا۔ ارسہ نے نہ صرف شوہر سے معافی مانگی بلکہ باقی گھر والوں سے بھی معافی مانگی۔

''دراصل میرے ہی لاڈ پیار نے میرے چھوٹے بہن بھائیوں کو ہٹیلا مزاج بنادیا ہے۔ بہت چھوٹے چھوٹے تھے یہ لوگ جب ابو کا انتقال ہوگیا تھا۔ بس میں ان کی خواہشات پوری کرتا رہا۔ امی تو عرصہ دراز سے بیمار ہیں۔ زیادہ توجہ ہی نہیں دے سکیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ کچھ ضدی سے ہوگئے لیکن آپ فکر نہ کریں۔ آئندہ یہ آپ کو کوئی بھی شکایت کا موقع نہیں دے گی بلکہ اس کی جو شکایت ہو آپ لوگ مجھے بتائیں۔ میں اس کی خبر لوں گا۔''

''کیوں ارسہ، میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں......'' ارسہ نے سر جھکا کر ثبات میں گردن ہلادی۔ تین دن سے گھر میں جو ٹینشن چل رہی تھی دلاور علی کے لفظوں سے یکدم زائل ہوگئی۔ عشرت بیگم، دلاور علی کے رویے سے خاصی متاثر ہوئی تھیں۔

''چلو کوئی تو ہے گھر میں جو معاملہ فہمی کرسکتا ہے۔'' ارسہ میکے چلی گئی تھی اور سالار کراچی جاچکا تھا۔

عشرت بیگم بیٹیوں کو حالات سے آگاہ کررہی تھیں۔ تینوں بیٹیوں کی ارسہ کے معاملے میں ملی جلی رائے تھی۔

☆☆☆

''پاؤں پکڑ لیتے ان لوگوں کے...... اس قدر زیادتی کی اس شخص نے میری بیٹی کے ساتھ اور تم الٹا معافی منگوانے پر مصر ہوگئے۔ ان کی کسی بھی زیادتی پر احتجاج ہی نہیں کیا تم نے دلاور...... آخر ایسی بھی کیا مجبوری تھی تمہاری...... اجڑ تو نہیں رہی تھی ارسہ...... بستی تو اسی گھر میں۔ تمہیں کس چیز کی جلدی اور فکر تھی؟'' نعیمہ بیگم بیٹے پر نالاں تھیں۔

''آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے امی کہ وہ لوگ خاندانی اور رئیس لوگ ہیں۔''

''تو کیا ہم خاندانی نہیں ہیں؟'' نعیمہ بیگم بھڑک گئیں۔ ارسہ ماں کے پہلو سے چپکی بیٹھی تھی۔

''کوئی شک نہیں کہ ہم بھی خاندانی ہیں لیکن اچھے اور بڑے گھرانے سے رشتے داری کرنا اور نبھائے رکھنا باقی رشتے داروں پر خاصا اثر ڈالتا ہے اور پیسے کی بھی کوئی کمی نہیں ان لوگوں کے پاس۔ برے بھلے وقت میں ارسہ بہت کام آسکتی ہے ہمارے۔''

''ہونہہ...... سات لاکھ روپے انہوں نے کچھ دن کے لیے کیا دے دیے تم تو اونچے خواب دیکھنے لگے۔ لکیر کے فقیر لوگ ہیں۔ گھر میں پکن لیا۔ گھر میں ہی کھالیا، نہ ہوٹلنگ نہ شاپنگ، نہ سیر و تفریح۔ رابعہ ہنی مون پر سے بھی ہو آئی اور ان لوگوں نے اس بارے میں سوچا تک نہیں۔ کملا ہی گئی ہے میری بچی تو اس گھر کی گھٹن سے۔ کیسے پتنگ کی طرح اڑتی پھرتی تھی شادی نہ ہوئی پاؤں کی زنجیر ہوگئی۔ نری جیل ہے اس کا گھر...... تھانے دارنی، ایک وہ بڑی اماں، سالار صاحب تو کسی جیلر کی طرح ہی مسلط رہتا ہے۔'' نعیمہ بیگم نخوت سے کہہ رہی تھیں۔ ارسہ ماں کے اور قریب ہوگئی وہ اس وقت اس کے دل کی ترجمانی جو کررہی تھیں۔

''ہوجائے گا امی...... سب کچھ کنٹرول ہوجائے گا۔ ایک صرف سالار کنٹرول میں آجائے۔ یوں سمجھیں پھر سارا گھر ارسہ کے ہاتھ میں ہوگا اور اس کے لیے ابھی ارسہ کو قربانیاں دینا ہوں گی۔ سالار کا اعتماد بحال کرنا ہوگا۔ اس گھر میں اپنی جگہ بنانا ہوگی۔''

''مگر بھائی جان...... میں ان بڑی بوڑھیوں کے کام دن رات نہیں کرسکتی۔ بڑی اماں تو ضرورت سے زیادہ ہی ہر چیز میں مین میخ نکالتی ہیں۔ میں اس گھر کی بہو ہوں، غلام تو نہیں جو ایک کام وہ مجھے بار بار جتا کر کروائیں۔ روٹی اِدھر سے کچی ہے، اُدھر سے جل گئی ہے۔ آٹے میں نمک صحیح نہیں لگی...... سالن میں چکنائی نظر نہیں آرہی...... چاول ضرورت سے زیادہ نرم ہوگئے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ لوگ صرف کھانے اور ٹھونسنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ بھی گھر کا پکا ہوا۔ بازار کے کھانوں سے تو اللہ واسطے کا بیر ہے ان لوگوں کو، ایک روز میرا مچھلی کھانے کو دل کررہا تھا میں نے سالار سے فرمائش کی تو سالار بھی گھر والوں کے لیے فرائی فش لے آئے۔ لو جی پھر کیا تھا جو بات کا بتنگڑ بنا...... بیوی کو پکانا نہیں آتا اس لیے بازاروں سے لے لے کر آتا ہے اور بھی نہ جانے کیا کیا۔ میں تو صاف بات ہے بڑی اماں کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیتی ہوں لیکن موصوف کے تو وہ مچھلی کانٹے کی طرح پھنس گئی۔ کھانا ہی نہیں کھایا۔ بعد میں مجھ سے کہہ رہے ہیں اگر تم یہ مچھلی اپنے ہاتھ سے پکاتیں تو سب کس قدر تعریفیں کرتے اور مجھے بھی لانے میں مزہ آتا۔''

''میرے ہاتھ کی اور اس گھر میں تعریف ہوجائے۔ بھول ہے آپ کی میں نے کہا تو مزے سے فرمارہے ہیں۔ ہاں تمہیں پکانا بھی تو صحیح طرح سے نہیں آتا۔ تم ایسا کرو کچھ دن سحرش بھابی سے ٹریننگ لے لو یا پھر مریم آپی سے سیکھ لو۔ ساری اسکن خراب ہوگئی ہے میری کچن میں رہ رہ کر کہاں تھی مجھے عادت...... پھر بھی وہ لوگ مطمئن نہیں ہوتے۔ بس ان لوگوں کا تو عورت کے بارے میں نظریہ یہی ہے کہ وہ چولہا سنبھالے کچن میں بیٹھی رہے۔ عورت کا گھر میں بن ٹھن کر پھرنا تو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لپ اسٹک لگالو تو اعتراض...... بڑھے ہوئے ناخنوں پہ اعتراض...... نہ جانے کس کس چیز پر اعتراضات باقی ہیں ابھی اور بھائی جان کہہ رہے ہیں کہ میں قربانی دوں۔ دل تو مار چکی ہوں میں اپنا اور کیا قربانی دوں؟''

''ہاں میری بچی...... میں جانتی ہوں تو اس گھر میں بہت گھٹن کا شکار ہے۔''

''ہاں...... تو اس گھر میں ہے ناں گھٹن کا شکار...... ارسہ کے پاؤں وہاں کچھ مضبوط ہوجائیں تو ارسہ حالات ایسے پیدا کردے کہ وہ لوگ علیحدہ گھر دینے پر مجبور ہوجائیں اور وہ تبھی ہوگا جب ارسہ ماں بنے گی...... سال ہونے کو ہے اور ارسہ کی طرف سے کوئی خبر ہی نہیں ملی۔'' دلاور علی نے ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی تو نعیمہ بیگم کا بھی دھیان جاگا۔ چونک کر بولیں۔

''میں تو بیمار رہتی ہوں کیا اس کی ساس کا فرض نہیں تھا کہ ارسہ کو کسی لیڈی ڈاکٹر کو دکھاتیں۔ کیا سالار نے کبھی بچے کی خواہش نہیں کی؟'' نعیمہ بیگم بیٹی سے پوچھ رہی تھیں۔

''خواہش تو ہے مگر جنون نہیں...... کہتے ہیں ہوجائیں گے۔''

''لو...... سال ہونے کو ہے اور کب ہوگا...... اِدھر شادی ہوتی ہے اُدھر بچہ پڑ جاتا ہے۔ ویسے تو انہیں تم سے ہر چیز چاہیے، بچے کے بارے میں فکر نہیں ہوئی۔ مجھے تو لگتا ہے کچھ دال میں کالا ہے۔'' دلاور علی کے جانے کے بعد نعیمہ بیگم نے بیٹی سے کہا۔

''سالار کراچی سے آجائے تو تم دونوں میاں بیوی کسی اچھے لیڈی ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ دلاور صحیح کہہ رہا ہے۔ بچہ ہونے کے بعد ہی تم سالار کو نکیل ڈال سکتی ہو اور اس گھر میں قدم جما کر اپنی بات



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

منوا سکتی ہو یوں چھڑی چھانٹ تو وہ تمہیں کبھی اہمیت نہیں دیں گے۔" کتنی اہم بات تھی ارسہ نے سوچی ہی نہیں تھی۔

☆☆☆

"سال ہونے کو آیا ہے اور ہمارے ابھی تک کسی نئے مہمان کی آمد کی سن گن ہی نہیں ہوئی، میں سوچ رہی تھی کیوں نہ ہم کسی ڈاکٹر کے پاس چلیں۔" اچانک ارسہ نے کہا تو سالار چونک گیا حالانکہ کراچی سے آنے کے بعد وہ خاصا ریلیکس تھا کیونکہ ارسہ نے میکے سے آتے ہی سالار کو انگوٹھی اور بقیہ رقم لوٹا دی تھی۔ جس سے سالار کے سارے اندیشے زائل ہو گئے تھے پھر ان کا بھائی جو طرزِ عمل کر کے گیا تھا اس سے نہ صرف گھر والوں کو بلکہ سالار کو بھی خاصا اطمینان ہوا تھا۔ دلاور کے رویے کی بدولت ہی سالار نے ارسہ سے انگوٹھی لیتے وقت کوئی بحث نہیں کی تھی۔ بات تو ارسہ صحیح کہہ رہی تھی۔

"لیکن یہ بات تو گھر والے سوچیں گے، میں کیسے پیش رفت کر سکتا ہوں۔" اس نے ہنس کر ارسہ سے کہہ دیا۔ ارسہ بے چین ہو گئی۔

"گھر والے تو مجھے لگتا ہے ایسا کبھی نہیں سوچیں گے۔" وہ جل کر بڑبڑائی۔ سالار اس کی چاہت دیکھتے ہوئے اس کے قریب آ گیا۔

"تو یہ کون سا مشکل معاملہ ہے تم خود چلی جانا۔ بہرحال میں تمہیں لے کر نہیں جا سکتا۔ تمہیں پتا ہے بڑی اماں کا وہ باتیں بنائیں گی کہ کل شادی ہوئی ہے اور آج بیوی کو علاج کے لیے اٹھائے اٹھائے پھر رہا ہے اور پھر پتا نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی دیر ہے۔ خوامخواہ ایشو بن جائے گا۔ میں مریم آپی کو بلا لوں گا وہی تمہیں لے جائیں گی۔ اب خوش ہو تم؟"

ارسہ دل سے خوش نہ ہوئی پر جبراً مسکرا دی۔ وہ چاہتی تھی سالار بھی ساتھ جائے اور اپنا ٹیسٹ کرا لے۔ آخر کمزوری کسی میں بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کا فی الحال منہ نہ پڑا۔

"ارے ہاں، دیکھو میں تو بھول ہی گیا۔ دو روز ہو گئے مجھے آئے ہوئے۔ تمہارے لیے ایک سرپرائز گفٹ لایا تھا۔" اس کے ساتھ ہی سالار نے اپنا سفری بیگ کھولا جس میں ابھی تک بن دھلے کپڑے یونہی پڑے تھے۔

"یار، یہ کپڑے تو ماسی سے دھلوا لیتیں۔ اسمیل ہو گئی ہے۔" اس نے بنا دھلے کپڑے ایک طرف ڈالے۔

"ایک ہفتے کے بعد آتی ہے ماسی ابھی دو دن قبل ہی تو مشین لگا کر گئی ہے۔"

"تو کیا ایک ہفتے تک کپڑے اسی بیگ میں پڑے رہیں گے۔" سالار کو جھنجلاہٹ ہوئی۔

"خیر...... انہیں صبح دھوپ میں ڈال کر واشنگ مشین میں ڈال دینا۔ ماسی جب بھی آئے گی دھو لے گی اور اب یہ دیکھو...... تمہارے لیے۔" اس نے ایک چھوٹا سا جیولری بکس ارسہ کی طرف بڑھایا۔ ارسہ نے اشتیاق سے جھپٹنے والے انداز میں اسے چھینا۔ سالار ہنسنے لگا۔

"آرام سے...... تمہیں ہی دے رہا ہوں۔" ارسہ نے بے چینی سے کھولا۔ اس میں سونے کے ٹاپس تھے۔

"بہت خوب صورت اور نفیس۔ بہت زبردست ہیں۔" وہ بے ساختہ سراہ گئی۔

"اس کے علاوہ ایک عدد جوتی بھی ہے۔ وہ تمہیں نیچے امی سے ملے گی۔"

"وہ دے دی ہے انہوں نے مجھے۔ بڑا عجیب لگا مجھے...... صاحب شادی کے بعد شہر سے باہر بھی گئے تو کیا لائے۔ جوتے...... پورے گھر والوں کے...... یہاں جوتے نہیں ملتے۔"

"بے وقوف لڑکی۔" سالار ہنس دیا۔ "اماں جی نے کہا تھا سب کی جوتیاں ضرور لانا۔ خاص طور پر تمہاری۔"

"کیوں، انہوں نے کہیں سر پر تو نہیں مارنی تھیں؟" سالار ہنس دیا۔

"سر پر مارنے کے لیے نہیں پاؤں میں پہننے کے لیے۔ ان کے نظریے کے مطابق مرد جب سفر پر جائے تو اپنی زنانی کی چپل ضرور لائے۔ اس سے ان کی جوڑی میں برکت ہوتی ہے یا شاید دوسرے معنوں میں کہہ لو یہ سمبل ہے جوڑا قائم رہے گا۔"

"عجیب لاجک ہے۔" ارسہ کو اچھا بھی لگا اور حیرت بھی ہوئی۔ "تو سب زنانیوں کی جوتیاں کیوں لے آئے۔"

"سب کے جوڑے سلامت رہیں اس لیے۔" سالار نے بے ساختہ کہا تو دونوں ہی ہنس دیے۔

☆☆☆

"میں تو خود سوچ رہی تھی کہ امی سے بات کروں کہ ارسہ کو کسی ڈاکٹر کو دکھائیں لیکن لگتا ہے امی کا اس طرف دھیان ہی نہیں۔ نایاب کی شادی تمہارے ساتھ ہی ہوئی تھی وہ بک ہو چکی ہے۔ ہمیں بھی ارسہ کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ کہیں لیٹ ہونا کسی مسائل کی وجہ سے نہ ہو۔"

"مجھے تو مریم آپی سچ پوچھیں نا جھجک آتی ہے امی سے بات کرتے ہوئے۔" سالار بولا۔

"ہاں...... ہاں تو تمہیں کیا ضرورت ہے بات کرنے کی، میں خود آ کر لے جاؤں گی اسے کسی ڈاکٹر کے پاس اور مجھے پتا ہے امی نے کچھ نہیں کہنا۔"

"اچھا تو پھر کب آ رہی ہیں آپ؟"

"دیکھو...... میرے بچوں کے ایگزامز ہو رہے ہیں، ہفتہ دس دن تو مجھے بالکل بھی فرصت نہیں۔ اس کے بعد دیکھ لیں گے۔" سالار نے فون بند کر دیا تو ارسہ چڑ گئی۔ منہ پھلا کر بولی۔

"ابھی دس دن اور انتظار کرنا پڑے گا۔ واہ...... اللہ میاں...... کس جگہ پھنسایا ہے مجھے۔ ایک ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے بھی کتنی محتاجگی ہے، کتنا مجبور شوہر ہے میرا۔ مجھے کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس بھی لے کر نہیں جا سکتا۔ اوہ میرے اللہ...... اسے یہ خوف ہے کہ اس کی ماں اس کے بارے میں کیا سوچے گی کہ اسے بچوں کی خواہش ہو رہی ہے۔ مائی گاڈ......" ارسہ نے غصہ ضبط کرتے ہوئے گرم سانس کو پھنکار کر باہر نکالا اور تنتنا کر سالار کے پاس سے کھڑی ہو گئی۔ سالار اپنے گھریلو ماحول اور بنیادی تربیت کی وجہ سے اس وقت ارسہ کے سامنے واقعی پسپا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ارسہ کو ہاتھ پکڑ کر واپس اپنے پاس بٹھا لیا۔

"اچھا...... ناراض مت ہو۔ ایک حل اور بھی ہے۔ تم کل اپنے گھر چلی جاؤ پھر وہاں سے اپنی کسی بھابی یا بہن کے ساتھ جس ڈاکٹر کو چاہو چیک کرا لو اور یہ رکھو۔" اس نے والٹ کھول کر ہزار، ہزار کے تین چار نوٹ اس کے سامنے رکھ دیے۔ یہ تجویز ارسہ کو پسند آئی تھی...... یکدم اس کا غبار چھٹ گیا۔

☆☆☆

"آج یہ پھر میکے جا رہی ہے۔ ابھی آٹھ دس دن تو رہ کر آئی تھی۔" عشرت بیگم نے اچنبھے سے سوال کیا۔

"وہ بات یہ ہے امی...... ارسہ کی امی کی طبیعت رات کو خراب، بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے ارسہ ساری رات پریشان رہی۔ صبح میں نے



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

پوچھا تو مجھے تو بتا بھی نہیں رہی تھی کہ اس کی رات اپنے گھر والوں سے بات ہوئی تھی۔ میں نے سوچا چلو...... چھوڑتا ہوا چلا جاؤں گا مل لے گی اپنی امی سے۔'' سالار نے نظریں چراتے ہوئے جھوٹ بولا تو عشرت بیگم چپ ہو گئیں۔

''دائمی شوگر اور بلڈ پریشر کی مریض ہوں میں بھی اچانک طبیعت ایسی خراب ہوتی ہے دن بھر ہوش نہیں رہتا، آئے دن بیٹیاں نہیں چلی آتی ہیں۔ اپنے گھر بار بھی دیکھے جاتے ہیں۔ اب یہ نایاب کو ہی دیکھ لو، ریڑھ کی ہڈی کی مریضہ ہے اس کی ساس مجال ہے وہ بچی ایک رات بھی شادی کے بعد میکے میں رکی ہو۔ جاتے ہی گھر کی ذمے داریاں سنبھال لیں پھر ارسہ کی ماں کوئی اچانک بیمار نہیں ہوئیں کئی برسوں سے اس مرض میں مبتلا ہیں۔ پھر بھی ایسے اتاؤلی ہو کر بھاگتی ہے جیسے اچانک افتاد آ گئی ہو۔ گھر کی ذمے داریوں کا احساس ہی نہیں پر اسے کیا کہوں بیٹا ہی نالائق ہے میرا۔ بیٹے کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اب تو ڈر لگنے لگا ہے اس کی بیوقوفیوں سے بھی۔'' عشرت بیگم سبزی بناتے ہوئے منجھلی بہو سحرش کو بتا رہی تھیں جو اپنے دو بیمار بچوں کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔

☆☆☆

''وہ تو شکر ہوا کہ وہ سالار کی بہن کے ساتھ لیڈی ڈاکٹر کے پاس نہیں گئی ورنہ سارا پول کھل جاتا۔ لیڈی ڈاکٹر نے مسئلہ بتا دیا ہے ارسہ کو۔ باقاعدہ تین ماہ علاج ہوگا۔ اس کے بعد حمل کی امید کی جا سکتی ہے۔ میرا تو پورا ہی دن ضائع ہو گیا...... پہلے ٹیسٹ کروانے پر رپوٹوں کا انتظار کیا پھر کہیں جا کر کہیں خلاصی ہوئی۔'' ماجدہ کمر پکڑ کر چارپائی پر لیٹ گئی۔

''کچھ بڑا مسئلہ تو نہیں بتا دیا ڈاکٹر نے؟'' نعیمہ بیگم پریشانی سے بولیں۔

''پتا نہیں...... تین ماہ کے بعد پتا چلے گا۔ فی الحال تو آپ اسے یہ دوائیاں منگوا دیں۔''

''نہیں...... رہنے دیں آپی...... میں گھر جا کر سالار سے منگوالوں گی۔'' وہ مایوسی سے بولی تو ماجدہ بھڑک کر بولی۔

''دماغ درست ہے تیرا۔ وہ تیری دوائیں لینے جائے گا تو اسے تیرے مرض کے متعلق پتا چل جائے گا۔ دوائیاں یہیں سے منگوا کر لے جا۔ جب ختم ہو جائیں تو اور یہیں سے آتے جاتے لے جانا اور کوشش کرنا ان تین ماہ میں سالار کو تمہارے متعلق کچھ پتا نہ چلے۔''

''اور جب میں دوا کھاؤں گی تب تو پوچھے گا وہ؟''

''ہاں تو کہہ دینا۔ ڈاکٹر نے دی ہے۔ اب یہ دوا پہ لکھا تو نہیں ہوا کہ مسئلہ کیا ہے۔ اب جاؤ اور جا کر کسی سے دوا منگواؤ اور ہاں میرے لیے ذرا اچھی سی چائے بھی بناتی لانا۔'' ارسہ بے دلی سے کمرے سے نکل گئی۔

''مجھے کچھ بتاؤ گی ماجدہ کہ مسئلہ کیا ہے؟'' نعیمہ بیگم پریشان ہو کر بیٹھ گئیں۔ ماجدہ ماں کی طرف دیکھ کر بولی۔

''اس کی بچے دانی میں رسولیاں ہیں۔ اگر پریگننسی جلدی نہ ہوئی تو وہ رسولیاں بڑھتی جائیں گی اور آگے مشکل ہو سکتی ہے۔''

''ہائے میرے اللہ...... یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔'' نعیمہ بیگم نے پریشانی سے سر تھام لیا۔

''اب اتنی بھی خطرناک بات نہیں ہے۔ بڑے جدید علاج آ گئے ہیں۔ آپ دعا کریں اسے جلد حمل ٹھہر جائے۔ ایسے کیسز میں بچہ ہو بھی جاتا ہے مگر اس کے ضائع ہونے کے بھی امکان ہوتے ہیں۔ بہت اچھی ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی ہوں میں اسے۔ امید دلا رہی تھیں کہ انشاء اللہ رزلٹ اچھا ہی آئے گا۔ اب یہ باقاعدہ علاج کرے۔ جب بات ہے۔'' ماجدہ نے ارسہ کو واپس کمرے میں آتا دیکھ کر عجیب نگاہوں سے کہا تو نعیمہ بیگم نے پریشانی سے سر پکڑ لیا۔

☆☆☆

''ایسی بھی کیا جلدی ہے مریم...... ابھی تو سال بھی نہیں ہوا۔ ہو جائے گا بچہ۔ اللہ کی طرف سے دیر ہے تو اس میں حکمت ہی ہوگی اور ویسے بھی سال دو سال تو ایسے ہی نکل جاتے ہیں۔ مجھے خود چار سال بعد پہلا بچہ ہوا تھا۔''

''امی! آپ کا وقت اور تھا۔ اب معاملات اور ہیں۔ اب ڈاکٹرز بھی یہی کہتے ہیں زیادہ دیر کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ کچھ دن میں نایاب کا چھلا ہو جائے گا سب پھر ارسہ کے متعلق پوچھیں گے۔ کیا بہتر نہیں کہ ہم اسے دکھا لیں۔'' عشرت بیگم قائل ہو گئیں۔

''اچھا ٹھیک ہے، لے جانا اسے... پر آج تو گاڑی نہیں ہے کل پرسوں کا دن رکھ لو۔'' ارسہ سب کچھ چلتے پھرتے سن رہی تھی اور دل ہی دل میں پریشان بھی تھی کہ کس طرح اس بلا کو ٹالے۔ شام کو جب سالار آیا تو وہ اس پر ناراض ہونے لگی۔

''اب اپنی بہن کو خود ہی ٹالیں۔ میں ایک ڈاکٹر کی دوا کھا رہی ہوں۔ وہی کافی ہے میرے لیے۔''

''میرا خیال ہے تم مریم آپی کے ساتھ چلی جاؤ۔ وہ اچھی تجربہ کار ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں گی تمہیں اور ویسے بھی دس دن ہو گئے ہیں تمہیں ادویات کھاتے ہوئے۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا۔ جب تمہیں کوئی مرض نہیں بتایا ڈاکٹر نے تو تمہیں دوا کس چیز کی کھلا رہی ہے۔'' سالار کی دلیل کے سامنے ارسہ کو خاموش ہونا پڑا۔ کیا کہتی۔

تیسرے دن ہی مریم اسپیشل اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کے لیے آ گئی۔

ڈاکٹر انجم لیفٹیننٹ کرنل لیڈی ڈاکٹر تھیں۔ سی ایم ایچ کی سب سے سینئر ڈاکٹر...... انہوں نے ارسہ کا اچھی طرح سے چیک اپ کیا پھر الٹرا ساؤنڈ کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

''پانی کی تھیلیاں بن رہی ہیں۔ میں میڈیسن دیتی ہوں۔ کچھ دن وہ کھا لیں پھر ایک ماہ کے بعد آ کر مجھے چیک کرائیں۔''

''ڈاکٹر صاحبہ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں؟'' مریم نے فکرمندی سے پوچھا۔

''بالکل بھی پریشانی کی بات نہیں، انشاء اللہ صاحبِ اولاد ہو جائیں گی۔ ویسے شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے۔'' ڈاکٹر نے نسخہ لکھتے ہوئے پوچھا۔

''تقریباً ایک سال۔'' ارسہ نے جواب دیا۔

''پھر تو کوئی بھی مسئلہ نہیں ہے۔ آپ یہ میڈیسن لے لیں اور نیکسٹ ٹائم آئیں تو ہسبینڈ کے ساتھ آئیں۔''

''وہ کیوں میڈم؟'' مریم نے پوچھا۔ ڈاکٹر انجم ہنس دیں۔

''وہ آئیں گے تو آپ کو بھی پتا چل جائے گا۔ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت بھی نہ پڑے۔''

''تو کیا آپ ان کا ٹیسٹ کروائیں گی؟'' ارسہ نے تڑاخ سے کہا تو ڈاکٹر انجم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نسخہ اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے بولیں۔

''فی الحال آپ اپنا علاج کریں۔ ہسبینڈ کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

جو معاملات ہوں گے وہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔''

''آپ ایسا کریں میڈم...... ان کا بھی ٹیسٹ لکھ دیں۔ ہوسکتا ہے اس کی ضرورت پڑ ہی جائے۔''

ارسہ بے چینی سے بولی تو مریم کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔

''بہت جلدی ہورہی ہے آپ کو بچے کی؟'' ڈاکٹر انجم نے پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور نسخے کے پیچھے ٹیسٹ لکھ دیا۔

''فی الحال مسئلہ آپ کا نظر آتا ہے۔ آپ اس کا علاج کریں۔'' وہ دونوں گھر آگئیں۔

مریم پریشان تھی کہ کس طرح ارسہ کے سامنے ماں کو بتائے کہ ارسہ نے وہاں کیا حرکت کی ابھی وہ تذبذب میں تھی کہ ارسہ نے نسخہ ساس کے سامنے کردیا اور برقع اتارتے ہوئے بولی۔

''ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ادویات کھائیں اور اپنے ہسبینڈ کو اگلی بار ساتھ لے کر آئیں۔ وہ ان کا بھی ٹیسٹ لیں گی۔''

''کس چیز کا ٹیسٹ؟'' عشرت بیگم کو غصہ آگیا، پہلے وہ تمہارا علاج تو کرلیں پھر ہی ٹیسٹ مانگ لیں اس کا۔''

''اچھا ارسہ، تم اپنے کمرے میں جاؤ۔'' سچویشن کو سمجھتے ہوئے مریم نے ارسہ کو ٹال دیا اور ماں کو کول کرنے لگی۔

''بے وقوف ہے یہ لڑکی اور کچھ نہیں۔ حالانکہ ڈاکٹر نے ایسے نہیں کہا تھا جیسے یہ بتا رہی ہے۔''

''ہاں تو تم نے اس کے منہ پر کیوں نہیں کہی یہ بات۔''

''چھوڑیں امی...... ایسے ہی گھر میں بات بڑھتی۔ اولاد تو ہمارے سالار کی ہی ہوگی ناں...... وہ جس طرح مطمئن ہونا چاہتی ہے ہوجائے۔''

''تو یہ کیا معمولی بات ہے اس نے گھر میں گھستے ہی مجھے کہہ دیا کہ ہسبینڈ کا ٹیسٹ مانگا ہے۔ اس کے کرنے کی تھی یہ بات...... پانچ پانچ سال بچے نہیں ہوتے۔ کبھی لڑکیاں منہ پر ایسی بات نہیں لاتیں۔ کون سی بے یقینی تھی اسے جو اس نے یہ بات کہی۔''

''چھوڑیں امی...... آپ کیوں اپنا بلڈ پریشر بڑھا رہی ہیں، میں سمجھا دوں گی اسے وہ ایسی بات نہ کرے۔ اس میں ہماری ہی نہیں اس کی بھی عزت خراب ہونے والی بات ہے۔''

''تو کیا یہ بات اسے خود نہیں سمجھ آئی۔ لاحول ولا...... کیسی منہ پھٹ لڑکی ہے۔ مجھے پٹاخ سے کہہ دیا ہے کہ شوہر کا ٹیسٹ مانگا ہے۔'' عشرت بیگم کا غصہ دیکھتے ہوئے مریم ساری بات دل ہی میں رکھ کر اپنے گھر چلی گئی۔ مبادا ماں زیادہ مشتعل نہ ہوجائے۔

☆☆☆

''کیا ہوا...... خیریت تھی سالار بغیر ناشتے کے ہی چلا گیا؟'' سحرش نے ارسہ کو کچن میں پا کر پوچھا۔

''کیا بتاؤں بھابی...... سمجھ نہیں آتی ان لوگوں کی...... کل میں مریم آپی کے ساتھ لیڈی ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے سالار کا ٹیسٹ مانگ لیا۔ بھلا اس میں میرا کیا قصور...... اِدھر ماں کا منہ بن گیا اُدھر موصوف رات بھر سے منہ پھلائے ہوئے ہیں۔''

''تو یہ بات تھی۔'' سحرش حیران ہوئی۔ پھر اس نے یہی بات جب الباب سے کہی تو الباب کو غصہ آگیا۔

''تمہیں یقین ہوگا اس کی باتوں کا، میں تو اس کی بات کا یقین نہیں کرسکتا۔''



''آپ کی بہن مریم بھی تو تھی اس کے ساتھ۔'' سحرش نے جرح کی۔

''مریم کم تعلیم یافتہ ہے...... نہ جانے اس نے انگلش میں کیا گٹر پٹر کرکے لیڈی ڈاکٹر سے ٹیسٹ لکھوایا ہے۔''

''ویسے الباب...... آپ خوامخواہ غصہ کر رہے ہیں، میں دیکھ رہی ہوں۔ ارسہ کے موضوع سے آپ بہت جلد غصے میں آجاتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے آپ چڑنے لگے ہیں اس سے۔ ہمیشہ ہی نیگیٹو سوچتے ہیں اس کے بارے میں اگر ڈاکٹر نے سالار کا ٹیسٹ لکھ بھی دیا ہے تو اس میں سالار یا آپ اتنا غصے میں کیوں آرہے ہیں۔ کروا لینے میں کیا حرج ہے۔'' سحرش کو الباب نے تنقیدی انداز میں دیکھا اور تاسف سے بولا۔

''لگتا ہے تمہیں ارسہ سے زیادہ ہمدردی ہوگئی ہے۔ ایک گندی مچھلی سارے جل کو گندا کرتی ہے۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ تمہارے اوپر کہیں ارسہ کا رنگ نہ چڑھنا شروع ہوجائے۔'' الباب یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا سحرش ہق دق رہ گئی۔

☆☆☆

سحرش کی چاروں بچیاں جیسے ہی پڑھائی سے فارغ ہوتیں ارسہ کے کمرے میں گھسی رہتیں، ٹیوٹر آتا تو سحرش انہیں آوازیں دے رہی ہے۔ قاری آتا تو سحرش پکار رہی ہے۔ یہاں تک کہ رات کو سونے کے لیے الباب بچیوں کو بلانے کے لیے پچھلے پورشن سے آتا تھا۔ اسے ہر وقت بچیوں کا ارسہ کے کمرے میں گھسے رہنا بالکل اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ یہ بات سحرش کو کئی بار باور کرا چکا تھا۔ سحرش ان...کو روکتی بھی تھی لیکن بچیاں آنکھ مچولی کھیل کر پھر کمرے میں گھس جاتی تھیں۔ ارسہ کے کمرے میں ان کے لیے سب سے اٹریکٹیو چیز میک اپ کا خزانہ تھا۔ ارسہ ان کے نت نئے ہیئر اسٹائل بناتی، ان کا میک اپ کرتی تو بچیاں بہت خوش ہوتیں۔ انہی باتوں کی وجہ سے وہ ارسہ کو سب سے اچھا سمجھتی تھیں لیکن جب وہ کمرے سے باہر نکلتیں تو ارسہ ان کے منہ ہاتھ دھلوا دیتی تھی۔

اسے پتا تھا اماں جی سے لے کر الباب بھائی تک سب ان خرافات کو ناپسند کرتے ہیں۔ بچیوں کا دل بھی خوش ہوجاتا تھا اور وہ گھر والوں کی تنقید سے بھی بچی رہتی تھی۔ وہ اکثر سوچتی تھی ان معصوم بچیوں کا کیا قصور ہے۔ جنہیں ان لوگوں نے وقت سے پہلے مرجھا دیا ہے۔

کیا اٹریکشن ہے بچوں کے لیے ایسی زندگی میں جہاں صرف روک ٹوک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ارسہ واش روم میں تھی چاروں بچیوں نے کمرے میں گھس کر خود ہی ایک دوسرے کا میک اپ کرلیا تھا۔ وہ اپنے اس کارنامے پر خوشی سے ناچ رہی تھیں تبھی سحرش نے آواز دی کہ قاری آگیا ہے۔ وہ ایسے ہی نیچے آگئیں۔

''یہ تمہاری شکلوں کا کیا حال ہو رہا ہے؟'' سحرش نے غصے سے ڈپٹا۔ اماں جی کی نگاہ پڑی تو انہوں نے واویلا کردیا۔

''اور بھیجو...... میں روکتی ہوں تو تم سب کو برا لگتا ہے۔ یہ لچھن سیکھ رہی ہیں یہ وہاں۔ خوب اچھی تربیت ہوجائے گی دلہن...... تم بھی مزے سے مگن بیٹھی رہتی ہو۔ دو دو گھنٹے دیکھتی ہی نہیں کہ بچیاں کہاں ہیں۔ بیٹیوں کی ذات ہے...... اتنی لاعلمی تمہاری اچھی نہیں ہے۔'' سحرش مجرم سی بن گئی۔ اسے بچیوں پہ سخت غصہ آرہا تھا۔

''تمہارے بابا گھر پر نہیں اگر وہ دیکھیں گے تو تم پہ ہی نہیں مجھ پر بھی غصہ کریں گے۔ کیا مصیبت تھی



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

تمہیں یہ کچھ کرنے کی۔" اس نے بڑی بچی کو پکڑ کر دو تھپڑ لگا دیے۔

"مما...... میک اپ کرنے میں کیا برائی ہے۔ چاچی بھی تو میک اپ کرتی ہیں؟" تیسری بچی نے معصومیت سے کہا۔

"وہ بڑی ہیں شادی شدہ ہیں۔ تم معصوم بچے ہو...... ساری اسکن خراب ہو جائے گی تمہاری۔ تم نے دیکھا ہے میں کبھی میک اپ کرتی ہوں۔ گندا ہوتا ہے یہ...... نہیں کرنا چاہیے۔" سحرش بچیوں کے منہ ہاتھ دھلواتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ تبھی چھوٹی بچی معصومیت سے بولی۔

"کوئی نہیں جی اگر یہ گندی چیز ہوتی تو چاچی ہمارے نہ لگاتیں۔ وہ تو روزانہ ہمارا میک اپ کرتی ہیں۔ اپنے موبائل سے ہماری تصویریں بناتی ہیں پھر ہم سب دیکھتے ہیں۔ پھر وہ گانے چلاتی ہیں۔ ہم اچھلتے کودتے ہیں۔ ہمیں ناچنا تو آتا نہیں پر چاچی کہتی ہیں کہ سکھا دیں گی۔ وہ کلاپنگ کرتی رہتی ہیں اور ہمیں مزہ آتا ہے۔"

"اُف میرے خدا...... یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو ثمن اگر تمہارے بابا کو پتا چل گیا تو وہ تمہارا گلا ہی دبا دیں گے۔"

"بابا تو ہیں ہی گندے...... ہر وقت غصہ کرتے رہتے ہیں۔ سالار چاچو اچھے ہیں انہیں تو غصہ ہی نہیں آتا۔ کبھی نہیں ڈانٹتے۔"

"ہاں...... تمہیں تو جیسے پتا ہے ناں کہ اسے غصہ نہیں آتا۔ غصہ آجائے اسے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے۔"

"پر ہمیں تو کچھ نہیں کہتے ناں، وہ بابا تو ہر وقت غصہ ہی کرتے رہتے ہیں۔"

"کہوں گی تمہارے بابا سے...... رات آجائیں گے ناں۔ بتاؤں گی انہیں، آپ کی ثمن لاڈلی آپ کی برائیاں کر رہی تھی۔"

"بتا دیجیے گا...... میں بھی کہہ دوں گی، میں نے تو ایسا کہا ہی نہیں۔" ثمن نے ہاتھ نچا کر تالی بجائی اور جھٹ سے بھاگ گئی۔ سحرش کو تو اس کی شرارت پر ہنسی آگئی لیکن عشرت بیگم جو دیر سے پوتی کو دیکھ رہی تھیں تفکر میں گرفتار ہو گئیں۔ جھوٹ بولنے کی عادت انہوں نے ارسہ میں پائی تھی۔ یہی عادت اگر بچیوں میں آگئی...... تب الباب تو سحرش کا جینا حرام کر دے گا۔

"یا اللہ...... میں کیسے خاندان کی لڑکی کو اپنے گھر میں لے آئی ہوں تو ہی میرے خاندان کا سکون اور وقار قائم رکھنا۔" وہ دل ہی دل میں دعا گو تھیں۔

☆☆☆

"کیا ہوا بھابی...... بچیوں کو آپ نے میرے کمرے میں آنے سے کیوں روک دیا؟" سحرش نے ارسہ کو کوئی جواب نہیں دیا تو ارسہ سمیع اللہ کو گود میں اٹھاتے ہوئے بولی۔

"مجھے پتا ہے امی نے روکا ہوگا۔ پتا نہیں، یہ ساسیں کیوں چاہتی ہیں اگر ایک گھر میں دو بہوئیں ہیں تو ان کی آپس میں نہ بنے۔"

"نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔" سحرش نے رکھائی سے کہا۔ "بچوں کے ایگزیم شروع ہو گئے ہیں اس وجہ سے انہیں ٹائم نہیں ملتا۔"

"لیکن ثمنی مجھے بتا رہی تھی کہ الباب بھائی نے آپ پر سختی کی ہے کہ بچے میرے کمرے میں نہ آئیں۔ کیوں...... بھائی کیا میں اس گھر کی فرد نہیں ہوں اور پھر بچوں نے اگر میک اپ کر بھی لیا تو ان باتوں سے کون سی قیامت آجاتی ہے۔ بچوں کا دل خوش ہو جاتا ہے۔"

Scan & PDF EIJAZ AHMED Friends Korner.com

"بات میک اپ کی نہیں ہے ارسہ...... تم میاں بیوی اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ معصوم بچے بھی تمہارے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں، میں پانچ بچوں کی ماں ہوں لیکن ہم لوگ اپنے بچوں کے سامنے تہذیب سے رہتے ہیں۔ میری چاروں بچیوں میں تمن نڈر بھی ہے اور منہ پھٹ بھی۔ وہ بتا رہی تھی کہ چاچی...... چاچو کی گود میں سر رکھ کر لیٹ کر ٹی وی دیکھتی ہیں۔ کبھی چاچو کے چٹکی بھرتی ہیں کبھی گدگدی کرتی ہیں اور اس بے وقوف نے یہ سب کچھ اپنے باپ سے کہا ہے۔" ابھی سحرش کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ارسہ ہنس دی اور پھر ہنستی چلی گئی۔

"اتنا سب کچھ تو بچے ٹی وی ڈراموں میں، فلموں میں بھی دیکھ رہے ہیں۔" وہ الٹا سحرش کا بھی مذاق اڑا رہی تھی۔ سحرش کو ارسہ کی بے پروائی پر سخت غصہ آیا۔

"اول تو ہم لوگ بچوں کو ایسا کچھ دیکھنے ہی نہیں دیتے...... دوسری بات یہ کہ فلم، ڈرامے انٹرٹینمنٹ کا ذریعہ ہے، ہم اپنے بچوں کے لیے ایسی انٹرٹینمنٹ کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔ ہماری اپنی تہذیب ہے ایک ماحول ہے ہمارا...... فلموں میں تو ہیروئنز بے لباس ہو کر بھی آتی ہیں تو پھر ہمیں وہی سب کچھ اپنا لینا چاہیے۔"

"ارے بھابی...... آپ تو جذباتی ہی ہوگئیں، میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔ یقین کریں کبھی بے دھیانی میں ہوگیا ہوگا ایسا...... سالار تو خود ایسے معاملات میں بہت وہمی ہیں بلکہ مجھے ہی ٹوکتے رہتے ہیں کہ بچے بیٹھے ہوئے ہیں خیال کرو۔" سحرش نے دزدیدہ نگاہوں سے ارسہ کی طرف دیکھا۔

"تو گویا اس کے کہنے پر بھی تم سے کنٹرول نہیں ہوتا۔" وہ تاسف سے سوچ کر رہ گئی۔

☆☆☆

"آخر کب تک اس طرح منہ پھلا کر پھرتے رہو گے، اسے تو اپنے کہے گئے لفظوں پر نہ تو ندامت ہے اور نہ شرمندگی...... کھایا پیا اور آدھے دن پڑ کر سوئی رہی۔ کچھ عرصے سے دیکھ رہی ہوں ایک نیا ہی ڈھنگ اپنا لیا ہے۔ کبھی سحرش کی طرف چلی جاتی ہے اور کبھی نازیہ کی طرف...... حالانکہ میں الباب کی عادت کو جانتی ہوں۔ اس نے اپنی بچیوں تک کو روکا ہوا ہے تمہارے کمرے میں جانے سے مگر اس کی بیوی کی سمجھ نہیں آتی۔ کیوں دیورانی کو گود میں بٹھا رہی ہے۔ جب دیکھو اپنے کمرے میں لیے بیٹھی رہے گی۔ اِدھر ہنسی ٹھٹول...... ایک تم ہو...... ہر بات کو جان کا روگ ہی بنا لیتے ہو...... اماں جی کی وجہ سے میں تو تم سے کوئی بات نہیں کرتی۔ ان کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی تو حشر مچا دیں گی۔ سمجھ نہیں آتا قدرت نے ہمیں کس امتحان میں ڈال دیا ہے۔ مجال ہے وہ لڑکی ایک انچ بھی تبدیل ہوئی ہو۔ میرے تو کانوں سے یہ الفاظ نہیں نکل رہے کہ اس نے ڈاکٹر کے پاس سے آنے کے بعد مجھے کیسے کہا کہ ٹیسٹ مانگ رہی ہے ڈاکٹر۔" سالار سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسے خود بھی ارسہ کے رویے کا رنج و غصہ تھا۔

"ایک بات کان کھول کر سن لو سالار۔ اگلے ماہ میں خود جاؤں گی ڈاکٹر کے پاس اسے لے کر اگر ڈاکٹر نے یہ بات مجھے کہہ دی کہ ارسہ میں ہی کوئی نقص ہے تو یاد رکھنا سالار پھر میں اس لڑکی کو اپنے گھر میں نہیں بساؤں گی۔" عشرت بیگم کے الفاظ بڑے ہی کڑوے اور نوکیلے تھے۔ جنہیں ارسہ نے کان لگا کر بغور سنا تھا اور اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔

(باقی آئندہ)

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

# ایک تھی نیناں

راحت وفا

کچھ کھٹی سی، کچھ میٹھی سی ... کبھی شعلہ سی ... کبھی شبنم سی ... تھوڑی بھولی سی ... تھوڑی نادان سی ... محبت، نفرت اور اعتبار کے تکون میں سرگرداں ... رشتوں کے ٹکراؤ اور الجھاؤ کی داستان ... جس میں بھول اور نادانی کی کسک اور گناہِ بے لذت کی حقیقت کا اسرار ہر قدم پر کچوکے لگاتا ہے۔

**ایک نابغہ روزگار، پرتجسس، نفسیاتی اور رومانوی ناول جو آپ کو اپنے سحر میں جکڑ لے گا**

قسط 8

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

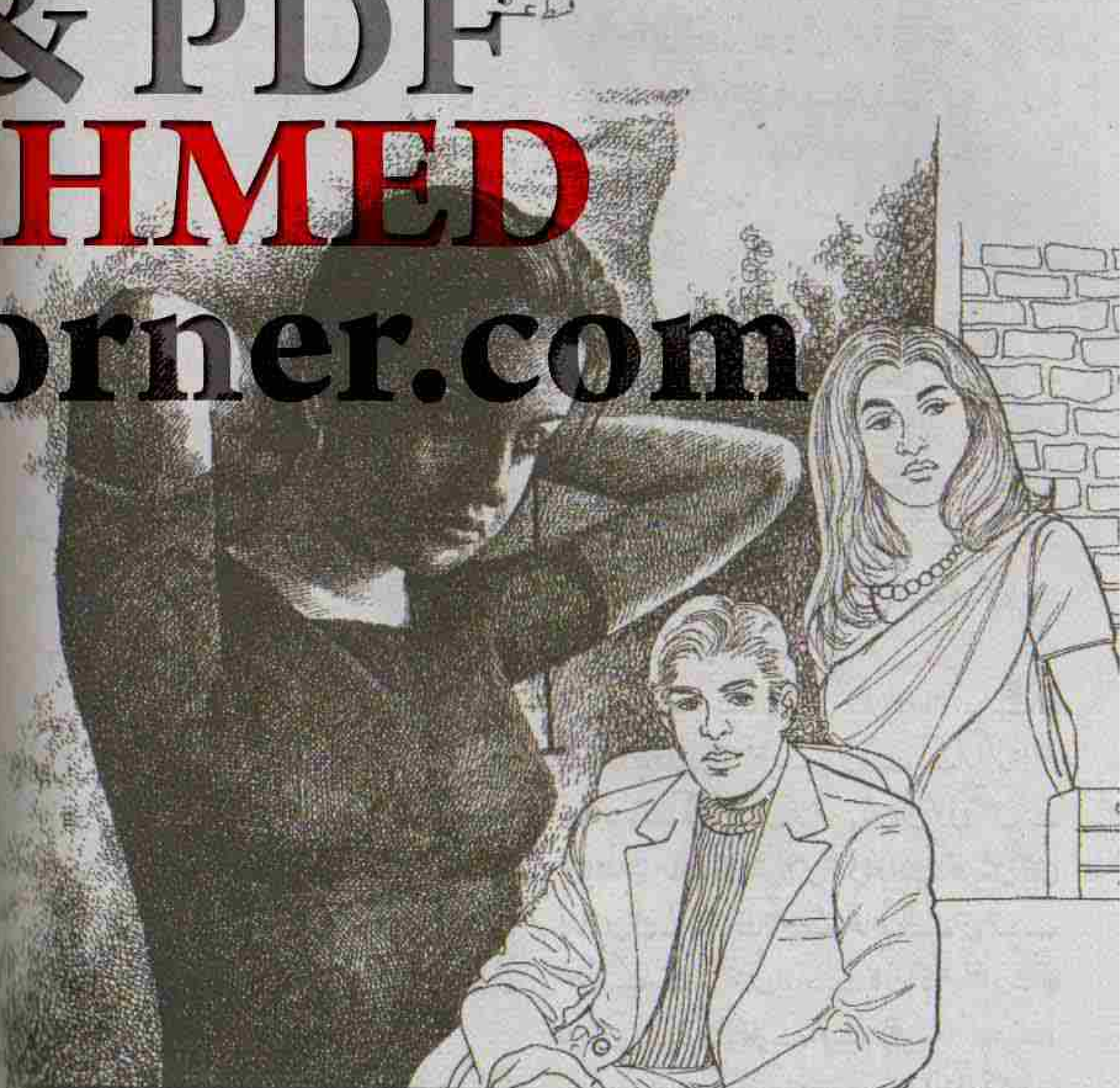

کمرے کی صفائی کا مکمل جائزہ لے کر وہ باہر آئیں اور رابعہ کی طرف دیکھا وہ اپنے بند کمرے کے دروازے کو گھور رہی تھیں۔

”بیٹا! تمہاری جگہ وہاں ہے۔“ بوا نے اُن کے ہر سوال سے پہلے بڑے سلیقے سے کہا۔

”یہ کس نے کہا آپ سے؟“ وہ الجھیں۔

”میری عمر نے، میرے تجربے نے۔“ مختصراً کہا۔

”بوا! یہ ضد ہے ریحان کی۔“

”نہیں بیٹا! یہ اس کی خوشی ہے، وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔“ انہوں نے کہا مگر وہ سرد آہ بھر کے بولیں۔

”آپ اس کے جھوٹ پر لاکھ پردہ ڈالیں، مجھے اس کی کسی بات پر یقین نہیں۔“

”یقین کرنا ہی پڑتا ہے، تمہاری ساس بھی تمہاری طرح سوچنے لگی تھیں...... خیر آؤ آرام کرو اپنا سامان الماریوں میں رکھو...... میں ذرا باورچی خانے کا چکر لگا آؤں۔“ بوا نے خاصی لمبی بات کی۔

”بوا! آپ ریحان کو کتنا جانتی ہیں؟“

”جتنا شاید وہ خود کو بھی نہیں جانتا۔“ وہ بہت روانی میں کہہ گئیں۔

”پھر بھی!“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گئیں...... پھر بولیں۔

”بوا! آپ نہیں جانتیں...... کچھ بھی نہیں جانتیں۔“

”جانتی ہوں مگر ریحان کو انسان سمجھو، فرشتہ نہیں۔“ وہ بولیں۔

”ہا...... اس نے میرے اعتبار کا خون کیا اتنی گھناؤنی حرکت، اس پر معافی۔“ رابعہ نے تلخی سے تمسخر اڑایا۔

”چلو، کمرے میں چلو۔“ وہ ٹال گئیں۔

”ریحان کو فتح یاب کرانا چاہتی ہیں آپ۔“

”نہیں، مرد تو ہے ہی خود سری کا دوسرا نام۔“

”بوا! مجھے اس کے ساتھ نہیں رہنا۔“ وہ ڈٹ گئیں۔

”ضد نہ کرو، نیناں کی خاطر، کچھ مان لو، کچھ منوا لو۔“ انہوں نے پیار سے انہیں گلے لگاتے ہوئے ایک مہربان ماں کی طرح سمجھایا...... وہ ان کے سینے سے لگی موم کے قالب میں ڈھل گئیں۔

”یہ نیناں ہی تو میرے پاؤں کی زنجیر بن گئی ہے۔“ وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے ریحان کے کمرے تک آگئیں جو کہ پہلے ان کا بھی تھا۔

”سمجھ لو نیناں ہی ریحان کی کمزوری ہے۔“ دروازے کے باہر سے انہوں نے کہا اور دائیں ہاتھ مڑ گئیں...... رابعہ چند ثانیے دروازے کے عین وسط میں جمی رہیں پھر اندر قدم رکھے...... سب سے پہلی نظر بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر پڑی جہاں ان کی اور ریحان کی شادی کی تصویر رکھی تھی۔ دوسری سائڈ ٹیبل پر نیناں اور ریحان کی ہنستی مسکراتی تصویر رکھی تھی...... دھیرے دھیرے چلتے ہوئے بیڈ تک پہنچیں اور تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ



گئیں۔ آنکھیں موندلیں کمرے میں پچھلی یادوں سے کنارہ کرنے کے لیے۔

”یار! تمہاری بند آنکھیں بھی بولتی ہیں۔“ انہوں نے جھک کر پلکیں چوم کر کہا تو وہ خود میں سمٹ گئیں۔

”بس، بس دور سے ہی تعریف فرمایئے۔“

”اونہہ...... کچھ تعریفیں بازوؤں میں بھر کے کی جاتی ہیں۔“ ان کو پرے کرنے پر بھی خود بخود بازوؤں میں سمٹتی چلی گئیں...... کچھ دیر انہوں نے شوخیوں اور رنگین شرارتوں میں انہیں جکڑ کر بند کیے رکھا۔ جب ذرا موقع پا کر وہ آزاد ہونے میں کامیاب ہوئیں تو وہ مخمور آواز میں بولے۔

”جان! دل چاہتا ہے کہ تمہیں ہر پل، ہر گھڑی اپنے بازوؤں میں لیے رکھوں۔“

”جی ہاں! کام کاج کے لیے بھی اب وقت نکالیں، شادی کو پندرہ دن گزر گئے ہیں۔“

”یار! صرف پندرہ دن ہوئے ہیں اور تم اتنی دور دور بھاگتی ہو۔“ انہوں نے ایک بار پھر جھپٹ کر کلائی دبوچ لی۔

”پلیز... پلیز ریحان، خیال کریں، یہ دیکھیں بریسلیٹ ٹیڑھا ہو گیا ہے۔“ وہ منت سماجت کے دوران بریسلیٹ دکھانے کی کوشش کرنے لگی مگر بے سود۔

”ہزاروں بریسلیٹ اور آجائیں گے۔“ وہ شوخی سے بولے۔

”اوہ، چھوڑیں نا...... چھوڑیں پلیز......“ وہ بڑبڑائیں۔

”مما کیا ہوا؟“ نیناں نے کندھا پکڑ کر ہلایا تو وہ حقیقت کی دنیا میں آگئیں۔ بے دھیانی میں بریسلیٹ والی کلائی پر دوسرا ہاتھ تھا...... چہرے پر شبنمی سی نرمی تھی ہونٹ چباتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

”کچھ نہیں......“

”مما پلیز! بی پی......“ نیناں کو معلوم تھا کہ اس وقت وہ یہاں کیوں ہیں؟ کس ذہنی کوفت کا شکار ہیں۔

”میں آپ میں خوش ہوں، میری فکر نہ کرو۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا تو نیناں کے چہرے پر زندگی سے... بھرپور مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میں آج بہت خوش ہوں۔“ وہ بولی۔

”نیناں! اب اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔“

”مما! مجھے میتھس میں بہت پرابلم آرہا ہے۔“

”تو کیا مسئلہ ہے، رمان کا میتھس بہت اچھا ہے، اسے کہہ دیتی ہوں۔“

”نہیں، بس آپ مجھے بابا سے کہہ کر ٹیوٹر رکھوادیں۔“ وہ بولی۔

”نیناں! میرے یہاں آنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں آپ کے بابا میں انوالو ہوں۔“ وہ خاصی سنجیدگی سے بولیں...... نیناں ایک دم چپ ہوگئی۔

”اور ہاں کوشش کرنا کہ اپنے اور میرے درمیان انہیں نہ لانا۔“ رابعہ نے تاکید کی تو نیناں نے معصومیت سے اثبات میں گردن ہلادی۔

فیضو نے آکر کھانا لگنے کی اطلاع دی تو رابعہ نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

☆☆☆

دن بھر موسم خشک اور چمکدار تھا مگر رات ایک دم ہی جانے کہاں سے گھٹا آئی اور موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ تیز ہوا کے ساتھ بارش کا شور کھڑکیوں کے پٹ ہولے ہولے اپنے ہونے کا احساس دلا رہے تھے...... نیناں سدا کی بارش سے، تیز ہواؤں سے خوف زدہ ہونے والی تھی۔ ننھا سا دل پھڑ پھڑانے لگا...... چاہا بھاگ کر بوا کے پاس چلی جائے، پیروں میں سلیپر ڈالے ہی تھے کہ لائٹ چلی گئی، چاروں طرف گھپ اندھیرا چھا گیا۔ ایسے میں تو اس کی سانس جیسے رک گئی...... گلے میں پھندا سا پڑ گیا...... حلق سے آواز نہیں نکل پائی مگر ایک دم بوا کی آواز اور دروازے کی دستک نے سانس بحال کی۔ انہیں شاید احساس تھا وہ خود ہی اس کے پاس آگئیں...... دروازہ کھولتے ہی وہ ان سے لپٹ گئی۔ انہوں نے اپنی آغوش میں چھپا لیا تو اسے سکون آیا۔

''بوا، بوا...... دروازہ لاک کر دیں۔'' وہ ہکلائی۔

''نیناں! بیٹا اس طرح ڈرتے نہیں، یہ لو بند کر دیتے ہیں۔'' انہوں نے کہا اور دروازے کی چٹخنی لگا دی۔

اس کا اگلا سوال ماں کے لیے تھا۔

''وہ مما اکیلی ہیں۔''

''ہاں! لیکن وہ گہری نیند سوئی ہوئی ہیں، میں وہیں تھی۔'' انہوں نے پیار سے اسے بستر پر لٹایا اور خود اس کے برابر لیٹ گئیں۔

''انہوں نے میڈیسن پھر کھالی ہوں گی۔''

''عادت بن گئی ہے، کیا کریں؟'' انہوں نے بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی دراز سے ٹٹول کر موم بتی اور ماچس نکالی...... موم بتی کے ننھے سے شعلے میں اس کو تحفظ کا سا احساس ہوا۔

''بوا! مما کو سمجھائیں نا!'' اس نے اس وثوق کے ساتھ خواہش ظاہر کی کہ جیسے سب کچھ بوا کے اختیار میں ہو۔

''بچے! رابعہ کو صرف تم ہی سمجھا سکتی ہو...... جا کر کمرے کا حال دیکھو، سب الماریوں کا سامان نکال کر باہر پھینکا ہوا ہے، جانے کیا تلاش کرتی رہی؟'' وہ خاصی فکر مندی سے بولیں۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا ایسی کیا بات ہے جو مما کو بابا سے اتنی نفرت ہو گئی۔''

''بھول اور نادانی کا موسم بہار اور خزاں کے مانند ہوتا ہے تمہاری دادی کہا کرتی تھیں۔''

''کاش دادی زندہ ہوتیں۔'' بے ساختہ ہی اس کے لبوں سے نکلا تو بوا سرد آہ بھر کے رہ گئیں۔

''زندہ تو رہنے کی ان کی اپنی خواہش مر گئی تھی۔''

''بوا! مجھے اپنے کمرے سے اسی لیے بہت لگاؤ ہے وہ یہاں محسوس ہوتی ہیں۔''

''پیاری بیٹی! تمہارا تو نام و نشان بھی کہیں نہیں تھا۔'' بوا ہنس کر بولیں۔

''یہ کمرا ان کا تھا، وہ دیوار پر تصویر ان کی ہے۔'' ملگجے سے اجالے میں اس نے انگلی سے دیوار کی سمت اشارہ کیا تو بوا نے بختی سے ہونٹ بھینچ کر خاموشی اختیار کی۔ نیناں نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا مگر وہ تو جیسے وہاں تھیں ہی نہیں...... ان کی نگاہیں دادی کی تصویر پر جمی تھیں...... نیناں نے دھیرے سے اُن کی گود میں سر



رکھ دیا تو ان کی کمزور سی انگلیوں میں حرکت پیدا ہوئی، اس کے بالوں میں سرسراتی انگلیوں کا کمال تھا کہ بارش کے شور کے باوجود وہ سو گئی۔ ہر ڈر اور خوف سے محفوظ ہو کر۔

☆☆☆

''سکھاں! سکھاں!'' ایک دم ہی روشنی غائب ہوئی تو مہ جبیں کی آواز کپکپائی۔

''جی بی بی! میں یہیں ہوں، آپ ہلنا نہیں، مہندی خراب ہو جائے گی۔'' سکھاں نے جلدی سے موم بتی جلائی تو ڈاکٹر مہ جبیں کو سکون آیا۔

''آپ تو بلاوجہ ڈر جاتی ہیں، باہر دیکھیں کتنا ہنگامہ ہے۔'' سکھاں نے کمرے سے باہر کے شور اور ناچ گانے کی طرف اس کی توجہ مبذول کرائی۔

''مگر مجھے یہ ہنگامہ اچھا نہیں لگ رہا۔''

''یہ تو بری بات ہے بی بی، صبح آپ کی برات آئے گی۔'' سکھاں کی آنکھوں میں دیے جل اٹھے تو مہ جبیں پہلو بدل کر رہ گئی۔

''سکھاں! راجا صاحب کے تصور سے بھی میرا دل ڈولنے لگتا ہے مگر کوئی میری بات سمجھنے والا نہیں۔''

''بڑی بیگم صاحبہ بھی نہیں؟'' سکھاں نے پوچھا۔

''ہاں وہ بھی نہیں۔'' مہ جبیں کے لبوں سے درد ٹپکا تو سکھاں کے اندر اپنی ماں شادو چھلانگ مار کے اتر گئی۔

''میری ماں کی طرح۔'' وہ کھوئی کھوئی سی بولی اور رحمت سے ملنے کی کسک جاگ اٹھی۔

''تمہاری ماں کو تو میں زیادہ نہیں جانتی.. پر امی کو اچھی طرح جانتی ہوں۔'' مہ جبیں نے کہا۔

''بس صحنوں کا، دیواروں کا فرق ہے۔'' سکھاں دکھی سی ہو گئی۔

''چل چھوڑ، ہم دونوں یہاں سے چلے جائیں گے۔'' مہ جبیں نے اس کو بہلانے کے لیے کہا تو وہ ٹھٹکی۔

''ہم دونوں۔''

''ہاں! امی نے تمہیں بتایا نہیں؟'' مہ جبیں نے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ ہونق بنی نفی میں گردن ہلا گئی۔

''میرے ساتھ تمہیں ہمیشہ کے لیے بھیج رہے ہیں۔''

''نہیں، نہیں۔'' دھڑام سے کچا کوٹھا دل کے اندر گرا اور تصدیق کرنے کے لیے وہ باہر بھاگی، اس حصے میں جہاں اس کی ماں شادو اور باپ کام کاج میں مصروف تھے۔ اس کی پتھرائی آنکھوں کو پڑھ کر شادو نے نگاہیں چرا لیں، اشکوں نے ٹوٹ ٹوٹ کر اسے جھنجوڑا مگر وہ تو اس کی رخصتی کا پیمان کر چکی تھی۔

''مجھے جہیز کے سامان کی طرح بے زبان سمجھ کر کیوں بھیج رہی ہے۔'' وہ کراہی۔

''بے وقوف! عمر بھر ٹھاٹھ سے رہے گی، یہ تو قسمت والوں کو مقام ملتا ہے۔'' ماں نے بڑے فخر سے اسے اطلاع دی۔

''بیٹیاں ایسے بھی رخصت کرتے ہیں کیا؟'' سکھاں کا سوال لبوں پر آیا مگر دم توڑ گیا...... بڑی بیگم صاحبہ



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

نے اس کا سوال تو نہیں سنا البتہ خوشی بھرا پیغام دیا۔

''سکھاں! خاص ملازمہ کو ہی رخصت ہو کر جانا پڑتا ہے، تمہاری بھی شادی ہو گئی سمجھ لو، اپنی بی بی کے ساتھ رہنا۔''

''جی، کیوں نہیں۔'' شادو نے سکھاں کی جگہ خوش ہو کر اقرار کیا۔

''میری شادی کس سے؟''

''ہا! ہا! پگلی! ہمارے ہاں بیبیوں کے ساتھ خاص ملازمہ ہی جاتی ہے، تمہاری ماں نے، باپ نے بتایا نہیں، یہ تو پیسہ دے کر فیصلہ ہوتا ہے۔'' بڑی بیگم صاحبہ نے حیرت سے پوچھا تو سکھاں کی نگاہیں ماں کے چہرے پر ٹنگ گئیں۔

''اب سمجھی کہ تو مجھے ڈولی میں بٹھانے آئی ہے۔'' سکھاں کے آنسو رخساروں پر سے پھسل کر پیلے کناری لگے دوپٹے میں جذب ہو گئے۔ مردہ قدموں سے چل کر بی بی کے پاس آئی تو وہ ماجرا جان گئی۔

''یہ ظالم رسم تمہیں دکھی کر رہی ہے تو میں احتجاج کرتی ہوں۔'' مہ جبیں نے کہا تو اس نے لرزتا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔

''نہیں، میں دکھی نہیں ہوں۔''

''مجھے معلوم ہے کہ تم دکھی ہو، رحمت کی آرزو تمہاری بھیگی آنکھوں سے چھلک رہی ہے۔''

''نہیں بی بی! مجھے کوئی رحمت نہیں چاہیے، اپنی بی بی کے ساتھ رہنا میری خوشی ہے۔''

''جھوٹ......؟''

''یہ سچ ہے، میں نے اپنی بی بی کو زیادہ دیکھا ہے، رحمت تو سایہ تھا وہ بھی دوپہر کا۔'' وہ بولی۔

''سکھاں! ابھی وقت ہے پھر دوپہر کا سایہ بھی نہیں ملے گا۔''

''بی بی چھوڑو میرے ماں باپ نے جس سے چاہا بیاہ دیا۔'' سکھاں نے بہت صبر سے کہا اور گھٹنوں میں منہ دے کر بیٹھ گئی۔ مہ جبیں اس کے دکھ کو سمجھتی تھی شاید اسی لیے بہار بیگم اندر آئیں تو وہ کہہ بیٹھی۔

''امی! سکھاں کو اس کے گھر بھیج دیں۔''

''کیا مطلب؟''

''مجھے اسے ساتھ نہیں لے جانا، اب زمانہ بدل گیا ہے ہر گھر میں ملازم ہوتے ہیں۔''

''ہمارے گھر کا زمانہ نہیں بدلا، جو نوکرانی بچپن سے ساتھ رکھی جاتی ہے وہی ڈولے کے ساتھ جاتی ہے اور راجا صاحب کے گھر شاید ہی کوئی ملازم ہو۔'' بہار بیگم نے فرش پر بیٹھی سکھاں کو سنانے کے لیے زور سے کہا۔

''مگر امی! سکھاں کی بھی کوئی مرضی ہے، اس کی شادی ہونی چاہیے۔''

''جب پہلی مرتبہ اس کا باپ اسے لایا تھا تب ہی آغا جی نے ساری رقم دے دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ یہ مہ جبیں کے ساتھ جائے گی۔''

''امی جہیز کے سامان اور سکھاں میں کوئی فرق نہیں کیا؟''

''اس نے کچھ کہا ہے؟''



''نہیں بیگم صاحبہ! میں تو جانے پر خوش ہوں۔'' سکھاں جلدی سے اٹھ کر بولی۔

''چلو آؤ اپنا سامان بھی دیکھ لو کچھ کمی تو نہیں......'' بہار بیگم نے سکھاں کو کہا۔

''سب ٹھیک ہی ہوگا۔'' وہ بولی۔

''امی یہ ظلم ہے۔'' مہ جبیں نے آخری احتجاج بلند کیا۔

''ابھی اہمیت پتا نہیں، پرائے گھر میں قدر آئے گی۔'' بہار بیگم نے بیٹی کو سختی سے کہا اور چلی گئیں...... مہ جبیں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ سکھاں نے مسکرا کر اس کی تشویش اور پریشانی دور کر دی۔

''بی بی آپ کو اندھیرے میں ڈر لگتا ہے نا، میں ساتھ رہوں گی تو ڈر نہیں لگے گا۔'' سکھاں نے بہت دھیرے سے کہا جو شاید مہ جبیں سن بھی نہیں سکی۔

☆☆☆

راجا صاحب نے اپنے ذہن اور آغا جی کی جیب کے لحاظ سے کوٹھی سجائی تھی اور حجلۂ عروسی کی آرائش و زیبائش بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ سکھاں نے بی بی کا زریں آنچل سرکا کر کمرے کے بارے میں بتایا تو مہ جبیں پہلی بار خوش ہوئی۔

راجا صاحب مردانہ وجاہت کا بے مثال نمونہ تھے۔ ریشمی لباس میں نازک اندام سی مہ جبیں کو دیکھتے ہوئے بولے۔

''مہ جبیں کے لیے پھولوں اور ستاروں سے کمرا سجایا ہے۔'' وہ بری طرح شرما گئی۔ راجا صاحب دوستوں کے جھرمٹ میں گھر گئے تو سکھاں نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''بی بی! کمرے میں آرام کر لیں۔''

''ہوں... لیکن!'' صرف مردوں کے ہجوم میں سکھاں ہی اس کے لیے آشنا تھی۔

''آپ چلیں، یہاں صرف راجا صاحب کے دوست ہیں۔'' سکھاں نے اصرار کیا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ بھاری لباس میں نئی جگہ چلنے کے لیے سکھاں کے سہارے کی ضرورت تھی۔

''شکر ہے امی نے تمہیں میرے ساتھ بھیج دیا ورنہ......'' مہ جبیں نے کمرے میں داخل ہو کر اطمینان بھری سانس لی۔

''آپ فکر کیوں کرتی ہیں، راجا صاحب بہت اچھے ہیں۔'' سکھاں نے کہا۔

''لیکن سکھاں، میرا دل گھبرا رہا ہے۔'' ننھی ننھی پسینے کی بوندیں اس کے چہرے پر نمودار ہو گئیں۔

''کیوں...... کیوں؟ میں ہوں نا......'' سکھاں نے شدتِ محبت سے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔

''سکھاں تمہارا کمرا کہاں ہے؟''

''ذرا دور ہے۔''

''نہیں، تم ساتھ والے کمرے میں رہو گی۔''

''اچھا لیکن کل سہی فی الحال آپ آرام کریں۔'' سکھاں نے اسے بیڈ پر بیٹھنے میں مدد دی۔

''اچھا ابھی میرے پاس بیٹھ جاؤ۔''



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

”کچھ کھالیں، سیب کاٹوں؟“ سکھاں نے بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر رکھے فروٹ دیکھ کر پوچھا۔

”نہیں، کچھ دل نہیں چاہ رہا۔“

”بات کیا ہے؟“

”پتا نہیں آغا جی نے ٹھیک کیا ہے یا غلط......“ مہ جبیں تکیے کے سہارے نیم دراز ہوگئی، سکھاں نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ باہر کوئی نہیں تھا، سب جا چکے تھے۔ وہ پریشان سی ہو کر ذرا باہر نکلی تو باورچی خانے سے راجا صاحب ہاتھ میں ٹرے اٹھائے باہر نکلے۔ دو مگ ٹرے میں موجود تھے۔ دودھ یا چائے کے یہ سکھاں نہیں جان سکی بس اتنی تسکین ہی کافی تھی کہ وہ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے مہ جبیں کا خیال کیا تھا۔ سکھاں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا، لائٹ آن کی اور اپنا بیگ کھول کے سامان نکالا۔ بڑی بیگم صاحبہ نے سچ مچ بڑے بڑے دو سوٹ کیس اس کے سامان سے بھر کے دیے تھے۔ کپڑے، جوتے، سرمہ، کاجل، چوڑی پائل سب کچھ ہی تھا۔ ہر چیز دیکھتے ہوئے ایک ہی خیال ستاتا رہا کہ یہ کیسی رخصتی ہے؟ کیسا بیاہ ہے؟ کہ دوسرا کوئی نہیں پلکیں بھیگیں تو صاف کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

”سکھاں! اب یہی تیرا گھر ہے، تیرا مقدر ہے۔“ کسی نے کان میں کہا تو رحمت کا احساس دل میں جاگا لیکن پھر یہ سوچ کر دروازہ بند کرلیا.... رحمت تو بہت پیچھے رہ گیا ہے؟ تو بہت دور آگئی ہے بھول جا سب پچھلے منظر..... سوچتے سوچتے جانے کس پہر آنکھ لگ گئی کیونکہ نیند تو کانٹوں کے بستر پر بھی آجاتی ہے۔

☆☆☆

”فیضو! سب لوگ کہاں ہیں؟“ طلال نے ناشتے کی میز خالی دیکھ کر فیضو کو آواز دے کر پوچھا۔

”سب ناشتا کر رہے ہیں۔“

”کہاں اور کیوں؟“

”بیگم صاحبہ کے کمرے میں۔“

”اوہ!“ وہ ہونٹ سکیڑ کر بولا اور خود بھی اٹھ کر ریحان اختر کے کمرے میں آگیا۔

”مامی! صبح بخیر......“ کچھ عجیب سے انداز میں وہ بولا، نیناں اور رابعہ کے منہ میں ٹوسٹ پھنس سا گیا۔

”بیٹھو، ناشتا کرو۔“ رابعہ نے دھیرے سے کہا۔

”مامی! میز پر جو ناشتا لگا ہے، وہ کون کھائے گا؟“

”وہ آپ کے لیے ہے طلال بھائی......“ نیناں نے ہمت کر کے کہا۔

”اچھا، میں اچھوت ہوں کہ اکیلا ناشتا کروں؟“ وہ یکدم تیخ پا ہوگیا۔

”کہا تو ہے کہ ناشتا کرلو، کیوں بات بڑھاتے ہو۔“ رابعہ نے کچھ سختی سے کہا۔

”رسی جل گئی پر بل نہیں گیا۔“

”تہذیب میں رہو طلال، رشتوں کا احترام مت بھولو۔“ رابعہ کو غصہ آگیا۔

”بہت خوب...... رشتوں کا جتنا احترام آپ کرتی ہیں کسی ایرے غیرے کے ساتھ کافی پی لی۔“ وہ چبا چبا کر بولا۔



”طلال بھائی! آپ اس طرح کیوں سوچتے ہیں؟“ نیناں بولی۔

”تم چپ کرو چڑیا، ماموں کی عزت اس طرح خراب کرنے کی کسی کو اجازت نہیں۔“

”طلال! بات نہ بڑھاؤ، جاؤ جا کر ناشتا کرو۔“ بوا نے اسی وقت آ کر سمجھانا چاہا مگر وہ اور زیادہ مشتعل ہوگیا۔

”بوا! آپ ماموں کی وفادار ہیں یا ان کی جو اپنے کلاس فیلو کے ساتھ عیش کرتی پھرتی ہیں۔“

”کچھ بھی سمجھ لو۔“ انہوں نے جل کر کہا۔

”دیکھو طلال! اپنی ذہنیت کا علاج کراؤ۔“ رابعہ نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئیں...... اس کی نگاہوں کی زد میں اب نیناں تھی۔

”چڑیا! کالج نہیں جانا کیا؟“ وہ کچھ نہ بولی۔

”اٹھو نیناں، کالج جاؤ۔“ بوا نے کہا۔

”بوا! وہ......“ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ وہ بولا۔

”جلدی باہر آجاؤ، میں گاڑی نکالتا ہوں۔“ وہ باہر نکل گیا تو نیناں نے صاف انکار کردیا۔

”بوا! مجھے طلال بھائی کے ساتھ نہیں جانا۔“

”نیناں کیا بچوں جیسی حرکت ہے، اپنے اندر اعتماد پیدا کرو۔“ بوا نے دھیرے سے کہا۔

”مما کہاں گئیں؟“

”میں دیکھتی ہوں لیکن جاؤ دیر ہو رہی ہے، ریحان نے آ کر ناراض ہونا ہے۔“

”اچھا لیکن مما کو آپ دیکھتی رہنا۔“ وہ معصومیت سے بولی۔ بوا نے اثبات میں گردن ہلادی۔ وہ چلی گئی تو وہ رابعہ کو دیکھنے کے لیے ٹیرس کی طرف آگئیں۔

”یہاں کیوں آگئیں؟“

”سانس لینے کے لیے، اس کمرے میں دم گھٹتا ہے۔“

”رابعہ! بیٹا جینا ہے تو پورے احساس کے ساتھ جیو، ابھی تو ریحان آئے بھی نہیں، ان کے سامنے تو بہت سمجھداری سے رہنا ہے۔“

”کاش...... میں اب ان کے ساتھ رہنا چاہتی۔“ وہ چلائی۔

”اچھا بس، چھوڑو، جو تم کہتی ہو وہ میں نے مان بھی لیا لیکن وہ تو نہیں مانتا۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ریحان اختر میرے دل میں اپنا مقام بحال نہیں کرسکتے۔“

”رابعہ!“

”ہوں!“

”ایک بات کہوں؟“

”جی۔“

”طلال کو نرمی سے سمجھایا کرو۔ اس کی حیثیت بہت زیادہ ہے اور اہمیت بھی ہے۔“



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"آپ کا مطلب ہے کہ میں اور میری بچی طلال کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوا کریں۔" رابعہ کو برا محسوس ہوا۔

"ہرگز نہیں، طلال کا ہے ہی کون صرف ریحان۔" بوا نے جانے کس وجہ سے کہا۔

"اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ رشتوں کا احترام بھول جائے۔"

"نرمی سے اثر قبول کرلیتا ہے، ریحان نے اسے اس طرح کا بنایا ہے۔"

"بہرکیف! آپ اسے سمجھا دیں۔"

"اچھا! اب اٹھو اندر چلو کپڑے تبدیل کرو، ریحان نے آج آنا ہے۔"

"بوا! آپ یہ مان کیوں نہیں لیتیں کہ ریحان کے آنے یا نہ آنے سے مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، میں صرف نیناں کی وجہ سے آئی ہوں، باقی وہ تعلق وہ اعتبار اب دوبارہ قائم نہیں ہوسکتا۔"

"ایسا لگتا ہے کہ اس گھر میں پرانی فلم چل رہی ہے۔ تمہاری ساس بھی ایسی باتیں کرنے لگی تھیں۔"

"کیا مطلب...... لگی تھیں؟"

"کیونکہ جو انہوں نے سوچا نہیں تھا ویسا نکلا، بس پھر وہ گھٹ گھٹ کے جیتی رہیں کبھی کبھی تو تمہارے اندر وہی دکھائی دینے لگتی ہیں۔"

"کیا معلوم؟ آپ نے انہیں دیکھا جانا، میرا تو صرف ریحان سے اصولی اختلاف ہے۔"

"ان کا بھی اصولی جھگڑا ہی تھا۔"

"بوا! ریحان کے ابا نے بھی بے وفائی کی ہوگی۔" وہ اپنے تناظر میں بولی۔

"نہیں، بس ان کا معاملہ بھی اور تھا جس نے بہتری کا راستہ نہیں دیکھا، اسی لیے کہتی ہوں کہ نیناں کے ذریعے ریحان اختر تک رسائی رکھو، شاید ریحان کا جرم اپنے باپ کی طرح سنگین نہ ہو۔" بوا نے وثوق سے تو نہیں البتہ انداز سے کہا۔ رابعہ کے دماغ کی رگیں چٹخنے لگیں، ایک دم ہی غصہ آنے لگا مگر عین اسی لمحے فیضو نے آکر ریحان کے فون کی اطلاع دی۔

"مجھے نہیں کرنی بات...... جا کر فون بند کردو۔" وہ چلائی تب بوا نے فیضو کو ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا اور خود فون سننے کی غرض سے پیچھے چلی گئیں۔

"بوا! اس گھر میں آپ کا وجود کتنا بڑا سہارا ہے، ورنہ کیا ہوتا؟" رابعہ نے سوچا۔

☆☆☆

رمان تیار ہوکر آفس کے لیے نکل رہا تھا کہ طاہرہ پھپھو نے کچھ سامان کی لسٹ اسے تھماتے ہوئے کہا۔

"رمان! یہ سامان تو دے کر جاؤ۔"

"یہ کیا سامان ہے؟" لسٹ پر نظر ڈالتے ہوئے وہ بولا۔

"بس چائے کے ساتھ کچھ تیاری کرنی ہے۔" طاہرہ پھپھو نے گول مول سا جواب کچھ بجھے بجھے انداز میں دیا۔

"خیر تو ہے پھپھو، ڈرم اسٹکس، بسکٹ، پزا، کیک، مٹھائی؟" ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل کے پاس پہنچ کر



شرارت سے پوچھا۔

"کچھ مہمان آرہے ہیں دعا کو دیکھنے کے لیے۔" وہ گلوگیر لہجے میں کہہ کر بلاوجہ مسکرانے کی اداکاری کرنے لگیں تو وہ حسبِ عادت شریر ہوگیا۔

"آپ کو صدمہ ہے یا خوشی؟"

"رمان! صدمہ بھی ہے اور خوشی بھی۔" طاہرہ پھپھو اور زیادہ سنجیدہ ہوکر بولیں۔

"ہیں! یہ کیا منطق ہے؟"

"تمہیں جو کہا ہے وہ کرو۔" وہ بولیں۔

"یہ کون لوگ ہیں جن کا دماغ خراب ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"دعا کو دیکھنے کے لیے آنے والوں کی دماغی حالت پر شک ہے مجھے۔" وہ بہت سادگی سے بولا۔

"کیوں..... کیونکہ وہ غریب ہے، بدشکل ہے۔" طاہرہ برامان گئیں تو وہ شرمندہ ہوگیا۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا، میں تو مذاق کررہا تھا۔"

"یہ بلاوجہ کا مذاق اور شرارت چھوڑ.. کیوں نہیں دیتے۔" عارفہ ٹرے میں ناشتا لیے آئیں اور سرزنش کی۔

"یہ سامان دے جاؤ بس۔" طاہرہ پھپھو یہ کہہ کر چلی گئیں تب عارفہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"دعا کے لیے طاہرہ بہت فکرمند ہے۔"

"کیوں، کیا ہوگیا ہے دعا کو؟" اس نے ہوا میں بات اڑادی۔

"ایک ماں سے یہ پوچھنا حماقت ہے۔" عارفہ سنجیدگی سے بولیں۔

"یہ ایک دم ایسی کیا بات ہوگئی کہ سب فلاسفر بن گئے۔"

"بس کوئی اچھا رشتہ ہے تو آرہے ہیں۔" عارفہ نے نظروں نظروں میں بیٹے کو ٹٹولا۔

"چلیں، اچھی بات ہے۔" وہ چائے کا آخری گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

"رمان! طاہرہ نے کوئی سوال نہیں کیا مگر میں سمجھ سکتی ہوں کہ اس کے لبوں کے اندر سوال دبا ہے۔"

"مثلاً......؟"

"دعا کے لیے یقیناً پہلا خیال تو تمہارے لیے آتا ہے۔" عارفہ نے کہا تو وہ منہ پھٹ، پھٹ ہی تو پڑا۔

"جی ہاں! دعا میرے نام کے اعلان کے ساتھ تو تشریف لائیں، ان کے گلے میں میرے نام کا تعویذ ڈال کر اللہ نے بھیجا۔"

"بس کرو، ایسے استہزا اڑاتے ہیں کسی کا؟" عارفہ نے دھیرے سے ڈانٹا۔

"اس میں مذاق والی کیا بات ہے، میں سامان بھجوادوں گا۔" وہ بہت کچھ سمجھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"رمان! نیناں بہت مشکل سوال ہے بلکہ ناممکن ہے۔" عارفہ نے اس کے دل کے تار چھیڑ دیے۔ وہ ایک ٹک ماں کو دیکھتا رہا پھر بولا۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''امی! کچھ خاص ہی لوگوں سے ہوتی ہے محبت، ہر شخص کو تو دل سے پکارا نہیں جاتا، سورج کی کرنوں سے ہی اجالا ہوتا ہے، اب گھر میں چاند تو اتارا نہیں جاتا۔'' عارفہ بہت کچھ سمجھ گئیں۔ وہ لسٹ اٹھا کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکل گیا اور عارفہ سوچ کے سمندر میں ڈبکیاں کھانے لگیں۔

''نیناں۔'' ان کے نزدیک ایک مشکل اور ناممکن سوال تھا، پسند ہونے کے باوجود اس کے تصور سے بھی مایوسی ہونے لگتی تھی۔ ہر پل ہر لمحے رمان کی نگاہوں میں اس کا چہرہ دمکتا دیکھتی تھیں لیکن دل تھام کر رہ جاتی تھیں کیونکہ انہیں یہ حقیقت معلوم تھی کہ ریحان اپنے بھانجے سے زیادہ کسی کو اہمیت نہیں دیں گے۔ لہٰذا یہ خیال بھی خال تھا کہ نیناں کے بارے میں کچھ سوچا جائے مگر رمان یہ سب ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اسے جانے کیوں یہ سچائی تسلیم نہیں تھی۔ وہ نیناں کے لیے ہی خوش گمان تھا۔ عارفہ کو دعا سے کچھ لگاؤ اسی لیے تھا کہ دعا ان کی رسائی میں تھی۔ رمان کو جی جان سے چاہتی ہے، طاہرہ اور برکت اللہ رمان کو پسند کرتے ہیں مگر مسئلہ تو رمان کا تھا۔ وہ دعا کے لیے بالکل اس طرح نہیں سوچتا تھا۔ عارفہ کو طاہرہ کے سامنے رات بھی خاصی شرمندگی سی ہوئی تھی۔ طاہرہ نے رات دانستہ آ کر آنے والے مہمانوں کے بارے میں بتایا تھا تو عارفہ ان کے لہجے کی حسرت محسوس کر کے چپ ہو گئیں۔ کہنے سننے کو تو کچھ تھا نہیں لہٰذا خاموشی بہترین حکمت عملی تھی۔ طاہرہ نے بھی بھابی کو زیادہ مشکل میں نہیں ڈالا کچھ نہ پوچھا اور نہ کوئی نند ہونے کا دباؤ ڈالا، ذکر کر کے چلی گئیں مگر کافی رات تک وہ کروٹیں بدلتی رہیں، دعا کے بارے میں سوچتی رہیں۔

☆☆☆

''گاڑی کے ہارن پر وہ کمرے سے باہر بھاگیں اور نیناں کے کمرے میں جا کر چھپ گئیں۔ ریحان سے ملنے سے دل نے نفی کر دی تو آندھی طوفان کے مانند کمرا چھوڑ دیا۔ بوا نے ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا مگر چپ ہو گئیں۔ ریحان مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف گئے اور کمرے میں بکھری، الٹی پلٹی چیزیں دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے۔ پورا کمرا میدان جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔

''بوا...... بوا!''

''ریحان آہستہ، بالکل والد صاحب کی طرح چلانے لگے ہو۔'' بوا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو اُن کی نگاہوں کے تعاقب میں سارے کمرے کا حال دیکھ کر چپ ہو گئیں۔

''یہ دیکھ رہی ہیں، یہ کمرا ہے یا اصطبل......؟''

''باہر آ جاؤ، میں ٹھیک کراتی ہوں۔''

''کیا ٹھیک کرائیں گی، رابعہ کی ذہنی حالت کا اندازہ کریں، کیا چاہیے اسے؟''

''شاید وہ کچھ جو تم نے چھپا رکھا ہے، دکھا کیوں نہیں دیتے؟'' بوا نے بڑے تحمل سے کہا تو اُن کو پتنگے لگ گئے۔

''وہ بیوی ہے، بیوی بن کر رہے، کچھ دیکھنے دکھانے کا وہم دماغ سے نکال دے۔'' وہ پھنکارتے ہوئے باہر نکلے اور اس کی تلاش میں پاگلوں کی طرح پھرنے لگے۔ نیناں کا کمرا جھٹکے سے کھولا تو وہ وہیں بڑے پُرسکون انداز میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔



''اچھا! اچھا طریقہ ہے شوہر کو خوش آمدید کہنے کا۔'' وہ سینے پر بازو باندھ کر دروازے سے ٹیک لگائے ہوئے بولے۔ وہ چپ رہیں۔

''رابعہ! کیا نکالنا چاہتی ہو؟'' وہ ضبط نہ کر سکے۔

''مطلب کی بات کریں ریحان اختر۔''

''کمرے کی جو حالت بنائی ہے اسے چل کر دیکھو۔''

''میں نے حالت بنائی ہے، دیکھنے کی مجھے ضرورت نہیں۔''

''پھر کیا ڈھونڈ رہی تھیں؟'' وہ جبڑے بھینچ کر ان کے بالکل قریب آ گئے۔

''وہی تمہارے سیاہ کرتوت کے ثبوت، جو تم نے غائب کر دیے ہیں، جن کی وجہ سے مجھے تم سے نفرت ہو گئی ہے۔'' وہ غرائیں۔

''رابعہ! ریحان اختر سے نفرت اور دشمنی مہنگی پڑے گی، چلو اٹھو کمرے میں چلو۔'' رابعہ نے ہمیشہ کی طرح نفی کی اور ان کے مضبوط ہاتھ میں رابعہ کے بال جکڑے گئے تو وہ اور زیادہ مشتعل ہو گئیں۔

''جب تک اپنے گناہ کا اعتراف نہیں کریں گے، وہ ثبوت نہیں دیں گے، میری محبت آپ کو نہیں ملے گی۔''

''مجھے محبت لینی آتی ہے، ضدی ہوں بہت...... بہتر یہی ہے کہ ضد نہ کرو۔'' وہ مٹھی میں زیادہ سختی سے بال جکڑتے ہوئے بولے۔ عین اسی وقت نیناں کالج سے آ گئی، یہ صورت حال دیکھ کر وہ فق سی ہو گئی۔ کپکپی سی طاری ہو گئی۔ ریحان اختر نے رابعہ کے بال چھوڑ دیے اور مسکرا کر بیٹی کی طرف بڑھے مگر وہ بھاگ کر باہر نکلی اور روتے ہوئے لان میں بھاگنے لگی۔ ریحان پیچھے بھاگے لیکن پھر پلٹ کر واپس آئے اور رابعہ کی کلائی پکڑ کر کھینچتے ہوئے اپنے کمرے میں لے آئے اور بیڈ پر دھکیل کر چلائے۔

''میری نیناں کی سانسوں میں زہر مت گھولو، میری بیٹی میرا سرمایہ ہے۔''

''کتنے کم ظرف ہو ریحان اختر اپنی بیٹی سے اتنی محبت اور دوسروں کی بیٹی اتنی گھٹیا اور حقیر کہ۔''

''شٹ اپ! میری نیناں کو کسی سے ملانے کی جرأت نہ کرنا۔''

''کیوں...... کیوں ریحان اختر؟''

''کیسی ماں ہو، بیٹی کو باپ سے خوف زدہ کرتی ہو۔'' وہ رخ موڑ کر لمبی آہ بھر کے بولے۔

''تم نیناں کے باپ نہیں ہو، وہ صرف میری بیٹی ہے۔''

''اپنی زبان کو لگام دو۔'' وہ گرجے تب بوا کو ہی مداخلت کرنی پڑی۔

''جاؤ جا کر دیکھو لاڈلی بیٹی لان میں بیٹھی رو رہی ہے۔''

ان کے کہنے پر ریحان دیوانوں کی طرح باہر بھاگے۔

''رابعہ! تھوڑا انتظار کر لو، نیناں کی خاطر ہی سہی۔'' انہوں نے بڑے سلیقے سے کہا۔

''مجھے ریحان کی شکل دیکھتے ہی کچھ ہونے لگتا ہے۔'' رابعہ نے اعتراف کیا۔

''رابعہ بیٹی! ہو سکتا ہے کہ غلط فہمی ہو، وہم ہو گیا ہو، ریحان کے رات دن میرے سامنے گزرے ہیں۔''



Scan & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

''یہی تو آپ کی خوش فہمی ہے۔'' وہ بڑبڑائیں۔

''مان لیتی ہوں لیکن سمجھوتے کے سوا چارا کوئی نہیں۔''

''سمجھوتا ہی ہے۔'' انہوں نے کمرے میں اپنے موجود ہونے کی طرف اشارہ کیا۔

''میں، کھانا لگواتی ہوں، ہاتھ منہ دھو کر باہر آجاؤ۔'' بوا نے بہت پیار سے ان کے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور چلی گئیں۔

☆☆☆

رات وہ بہت دیر سے گھر آیا۔ ابھی گاڑی پورچ میں لاک کر رہا تھا کہ رابی خالہ کا فون آگیا۔ چلتے چلتے وہ بات کرنے لگا۔

''او کے! کل شام کے بعد ہی وقت نکال سکوں گا۔'' کمرے میں داخل ہونے پر اس نے آخری جملہ ادا کیا اور موبائل آف کر کے شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے اسے اتار کے ڈریسنگ ٹیبل پر ڈالا، چینج کرنے کے لیے واش روم جانے لگا تو یاد آیا کہ جوتے نہیں اتارے سو بیڈ کے کنارے پر ٹک کے جوتوں کے تسمے کھولنے لگا۔ اسی اثنا میں باہر قدموں کی آہٹ ابھری تاہم وہ پھر بھی تیزی سے چینج کے لیے واش روم میں گھس گیا۔ صبح سے اتنی رات تک آدمی پیک ہو کے رہ جاتا ہے، حد درجہ تھکن اور شدید بھوک کے باوجود کپڑے تبدیل کرنا اس کی پختہ عادتوں میں سے ایک تھی۔ ہاتھ منہ دھو کر باہر نکلا تو کافی فریش ہو چکا تھا مگر دعا کو کمرے میں دیکھ کر چونکا پھر وال کلاک پر نگاہ ڈالی تو مزید ٹھٹکا۔

''ہیلو دعا! یہ رات کے بارہ بجے بھی تم جاگ رہی ہو، جانتا ہوں اس پرستان کے شہزادے کی تعریفیں سنانے کے لیے بے چین ہوگی۔ ویسے وہ کون...... گدھا ہے جو تم پر مرتا ہے۔'' وہ مخصوص انداز میں بولتا چلا گیا، وہ چپ رہی...... بالکل چپ...... نہ اس کی آنکھوں میں کوئی سوال تھا اور نہ لبوں پر جنبش...... تو وہ پھر سے ٹیپ ریکارڈر کے مانند چل پڑا۔

''ارے تمہارے ہونٹوں پر گوند لگ گئے ہیں کیا؟ ہوں! بہت بول رہی ہوں گی وہ برداشت نہیں کر سکے ہوں گے، اب سب رمان احمر تھوڑی ہوتے ہیں کہ تمہاری بک بک برداشت کریں۔''

''ہاں! اسی لیے یہ مٹھائی، یہ کیک، یہ سب کچھ تمہارے لیے ہے، کھاؤ۔'' اس نے میز پر رکھی ٹرے سے کور اٹھایا اور بولی تو وہ ششدر رہ گیا۔ سب چیزیں ان چھوئی تھیں۔

''اچھا! اب سمجھا مہمان نہیں آئے اس لیے چپ ہو، یار! یہ مہمان تو بہت بدتمیز تھے، میرا اتنا خرچہ کرا دیا اور آئے بھی نہیں، معلوم ہے پورے پندرہ سو روپے خرچ کیے تھے میں نے۔'' وہ پھر خود سے اسٹارٹ ہو گیا تو وہ جھلا اٹھی۔

''بس کرو، تمہیں پیسوں کی پڑی ہے۔''

''اوہ! سوری! تم فکر نہ کرو، وہ آجائیں گے اور وہ نہ آئے تو کوئی بھی آجائے گا۔ یہ چیزیں فریزر کرلو، اوون میں بہترین گرم ہو جائیں گی۔'' اس نے اور جلتی پر تیل ڈالا تو وہ پھٹ پڑی۔

''تم بے حس ہو، خود غرض ہو، تم سے سر ٹکرانے سے بہتر ہے دیوار سے سر پھوڑ لوں۔'' وہ یہ کہتے ہوئے



باہر چلی گئی۔ رمان آوازیں دیتا رہ گیا مگر وہ رکی نہیں وہ کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ عارفہ اس کے لیے کھانا لے کر آگئیں۔

''اس کی بات سن لیتے تو آوازیں نہ دینی پڑتیں۔'' عارفہ نے سرزنش کی۔

''امی! وہ تو مہمانوں کے نہ آنے پر اداس ہے، غصہ مجھ پر نکال گئی۔'' اس نے صفائی پیش کی۔

''نہیں، بات یہ نہیں ہے۔''

''بات کیا ہے؟'' اسے بھوک لگی تھی جلدی سے سالن پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

''مہمان آئے تھے۔''

''مہمان آئے تھے...... تو کیا دعا پسند نہیں آئی انہیں؟'' لقمہ چباتے ہوئے پوچھا۔

''اس کی تو نوبت ہی نہیں آئی، دعا نے پہلے ہی انہیں کھری کھری سنا کر جانے کو کہہ دیا۔''

''کیا؟'' ہاتھ میں پکڑا نوالہ پلیٹ میں چھوٹ گیا۔

''اسی لیے کہتی ہوں کہ ابہام اور الجھن دور کر دو۔'' عارفہ بہت اپ سیٹ تھیں۔

''میں نے کون سی الجھن اور کیا ابہام پیدا کیا ہے؟''

''رمان! جس مرکز پر تمہاری نظریں جمی ہیں، وہ گمنام رستے پر ہے۔''

''اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ میں دعا کو یقین دلا دوں۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''دعا اپنی بچی ہے، گھر میں ہی رہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''مجھے اعتراض ہے او کے! اب مجھے سونے دیں بہت تھکا ہوا ہوں۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ عارفہ نے مصلحت پسندی کے تحت خاموشی اختیار کی اور کھانے کے برتن سمیٹ کر چلی گئیں۔

☆☆☆

تھکن کے جس احساس کے ساتھ وہ گھر میں داخل ہوا تھا وہ جیسے کہیں پنکھ لگا کر اڑ گئی تھی۔ وہ بیڈ پر سیدھا لیٹا نیم تاریک ماحول میں چھت گھور رہا تھا، جو بھی ہوا تھا اس کا ذمے دار وہ نہیں تھا، اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دعا ایسا طرز عمل اختیار کرے گی۔ سب کو پریشان کرنے کا مجرم وہ نہیں تھا پھر بھی مضطرب تھا۔ نیند آنکھوں سے اوجھل تھی، رہ رہ کر طاہرہ پھپھو اور برکت پھوپا کا خیال آرہا تھا بظاہر نہ سہی لیکن کچھ تو قصوروار وہ اسی کو سمجھ رہے ہوں گے، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے دعا کو سمجھائے ''محبت کسی ایسے شخص کو تلاش نہیں کرتی جس کے ساتھ رہا جائے، محبت تو ایسے شخص کو تلاش کرتی ہے جس کے بغیر نہ رہا جائے اور جس کے بغیر میں نہیں رہ سکتا، میں نہیں رہ سکوں گا وہ نیناں ہے۔'' اس نے خود کلامی کی تو ایک سکون سا اندر اتر گیا۔ احساس جرم سے نجات مل گئی۔ ذہنی کوفت سے چھٹکارا مل گیا۔

یہ تو سچ تھا کہ اسے دعا سے دوستوں جیسی محبت تھی، انسیت تھی، اس سے لڑنا جھگڑنا، شرارت کرنا، چڑانا اچھا لگتا تھا مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں، اس سے آگے کی ساری دنیا ایک مرکز اور محور کے مانند صرف نیناں کا طواف کرتی تھی۔ جس کا نہ احساس نیناں کو ہوا تھا اور نہ اس نے اظہار کی کوشش کی تھی۔ اس کا یقین تھا کہ اس کے احساس کی گرمی اور جذبوں کی سچائی نیناں کے دل میں خود بخود جاگے گی اور وہ اظہار کرے گی اپنے شبنمی



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہونٹوں سے، اپنے نین کٹوروں سے، گلابی رخساروں سے، سیاہ زلفوں سے، مرمریں بانہوں سے...... تب جا کر محبت کی تلاش مکمل ہوگی۔ فی الحال تو وہ یک طرفہ احساسات کی حدت میں پگھل رہا تھا، بالکل شاید دعا کی طرح جیسے وہ یک طرفہ اس کے لیے بے باک جذبے اپنے دل میں پیدا کر چکی تھی۔ اس سے پوچھے بنا اس سے جانے بنا...... شاید یہ بھی دل کی مجبوری اور بے بسی ہے کہ انسان بے اختیار ہی کسی کو چاہنے لگتا ہے، کوئی خود بخود صبر و قرار لوٹ کر لے جاتا ہے۔ یہ حال نیناں کے لیے اس کا تھا تو اس کے لیے دعا فاطمہ کا تھا۔

"رمان احمر! تمہیں دعا کو سمجھانا ہوگا، نادان لڑکی اور سے اور نہ کچھ کر دے۔" گاڑی سے چھلانگ والا منظر سوچ کر ہی اسے جھرجھری سی آگئی اور وہ پریشان ہو کر کروٹیں بدلنے لگا۔

☆☆☆

اپنے انگلش کے نوٹس مکمل کر کے وہ کرسی سے اٹھی تو بوا اس کے لیے گرم دودھ کا گلاس لے آئیں۔ اس نے ہمیشہ کی طرح دودھ دیکھ کر برا سا منہ بنایا۔

"بری بات، دودھ نور ہے، اس کے لیے ایسے منہ نہیں بناتے۔" انہوں نے کہا۔

"بوا! میرا آج بچ دل نہیں چاہ رہا۔"

"آج کیا خاص عجات ہے؟"

"بابا آگئے ہیں۔"

"نہیں، ابھی نہیں آئے کوئی کام؟" وہ وہیں بیٹھ گئیں۔

"مما اکیلی ہیں۔"

"تو کیا ہوا، وہ گولی کھا کر سوگئی ہیں۔"

"بابا کو ذرا بھی پروا نہیں۔" وہ دکھی ہوگئی۔

"نہیں، ریحان تمہاری مما سے بہت محبت کرتے ہیں، تم پر جان نچھاور کرتے ہیں۔"

"یہ کیسی محبت ہے کہ مما گولی کھا کر سوتی ہیں، بابا بال پکڑ کر کھینچتے ہیں۔" نیناں اداس سی تھی۔

"جب تک شک اور بدگمانی کا بال نہیں نکلے گا تب تک شاید ایسا ہی رہے۔"

"بوا! آپ کو تو سب پتا ہے آپ مما بابا کو کلیئر کرا دیں۔"

"نہیں نیناں، مجھے وہ نہیں معلوم جس کا ذکر تمہاری مما کرتی ہیں۔"

"آپ کچھ تو کہیں بابا کو۔"

"نیناں! بیٹے! ذہن پر بوجھ نہیں ڈالتے۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں کہ دودھ پی کر سو جاؤ۔" انہوں نے کہا اور کمرے سے باہر آگئیں۔ کچن کو مکمل طور پر صاف کرا کے اپنے کمرے میں آگئیں تو فیضو آگیا۔

"کیا بات ہے فیضو؟" انہوں نے پوچھا۔

"بوا! بارش ہو رہی ہے، باہر جھاڑو دینے والا آیا ہے، کوئی گرم کپڑا مانگ رہا ہے۔" فیضو بولا۔



"اوہ! ہاں ہاں دے دو، وہ چیک والا کمبل دے دو۔" انہوں نے جلدی سے کہا۔

"ویسے بابا بہت بوڑھا ہوگیا ہے۔" فیضو ہلکی سی آواز میں کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ بوا نے فوراً خود کو دیوار گیر آئینے میں دیکھا تو سب حساب کتاب سمجھ میں آگیا۔

"فیضو ٹھیک کہتا ہے، بابا بوڑھا ہوگیا ہوگا۔" انہوں نے فیضو کی بات کا گویا جواب دیا۔ ماہ و سال کے حساب کتاب میں کافی وقت لگ ہی جاتا ہے۔ ان کی نظریں اپنے بوڑھے ابھری ہوئی رگوں والے ہاتھوں پر جم گئی تھیں۔ لحاف پر دونوں ہاتھ رکھے وہ بڑی دیر گزرے وقت کو ڈھونڈتی رہیں۔

باہر بارش کے پانی کا طوفانی شور تھا۔ برفیلی ہواؤں کا زور تھا کہ بند کھڑکیاں کانپ کانپ جا رہی تھیں۔ اندر اتنی ٹھنڈ تھی تو یقیناً باہر بہت سردی ہوگی۔ شاید کمبل وہ بھی پرانا، سردی میں حرارت کا کام نہ کر سکے انہوں نے یہ سوچ کر آنکھیں موند لیں۔ اس بار بھی بارش خوب ہوئی تھی اور بادل ٹوٹ کے برسا تھا۔ گلیاں کوچے جل تھل تھے۔ بند دروازوں کے شیشوں پر بوندوں نے ہواؤں سے لڑ کر دستک دی تھی۔

☆☆☆

مینہ کی بوچھار اور برفیلی ہواؤں کی وحشت ناک چیخوں میں خوف سے پھیلی پتلیوں میں جانے کہاں سے کالی، بدشکل چڑیلیں گھس آئی تھیں کہ کمرے کے نیم تاریک ماحول میں ہر شے ناک میں بول بول کر نازک طبیعت اور کانچ سے اعصاب والی مہ جبیں کو ہراساں کر رہی تھی۔ اس کی دونوں مٹھیوں میں دبیز مخملیں کمبل سختی سے دبا تھا۔ ایسے میں باہر گیٹ پر گاڑی کے ہارن نے مٹھیوں کی سختی کچھ کم کر دی تو بولی۔

"وہ، وہ سکھاں! راجا صاحب آگئے ہیں، دروازہ کھولو۔"

"بس کریں بی بی! اب تو ایسے ڈرنا چھوڑ دیں۔" سکھاں نے یہ کہتے ہوئے گویا اسے یاد دلایا کہ وہ اب شادی شدہ ہے۔

"جلدی دروازہ کھولو، راجا صاحب جانے اتنی دیر سے کیوں آتے ہیں؟" اس کے لہجے میں عجلت اور جھنجلاہٹ دونوں کا تاثر موجود تھا۔

"یہ لیں، کھول دیا دروازہ۔" سکھاں نے تیزی سے دروازہ کھول دیا، مگر راجا صاحب کچھ دیر گزرنے کے باوجود اندر نہیں آئے تو وہ بیڈ سے اچک اچک کر کھلے دروازے سے باہر دیکھنے لگی۔

"راجا صاحب کہاں رہ گئے؟"

"آجائیں گے، میں کھانا لگواتی ہوں۔" سکھاں نے کہا، پلٹنا ہی چاہتی تھی کہ راجا صاحب اسی کو پکارتے ہوئے چلے آئے۔

"سکھاں! سکھاں! کلینک کی چابیاں لاؤ جلدی سے۔" انہوں نے نہ گلابی لباس میں ملبوس گلابی سی مہ جبیں کو دیکھا اور نہ بات کی۔ سکھاں باہر چلی گئی۔

"راجا صاحب! کیا مسئلہ ہے، اتنی دیر سے میں ڈر رہی تھی۔"

"اوہ! یہ ڈرنے کی عمر ہے کیا۔ ڈارلنگ اٹھو، آؤ میرے ساتھ۔" انہوں نے باہر نکل کر سکھاں سے چابیوں کا گچھا لیتے ہوئے بہت پیار بھرے لہجے میں کہا۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''مگر راجا صاحب!'' وہ بھی باہر لپکی۔

''جان! مریضہ ہے اسے تمہاری توجہ چاہیے، جلدی آؤ۔'' وہ بولے۔

''اس وقت کیا مسئلہ ہے؟'' وہ الجھن کا شکار ہوگئی۔ تب سکھاں نے ہمت بندھائی۔

''بی بی! آپ چل کر دیکھ لو، صاحب غلط تو نہیں کہہ سکتے۔''

''مگر اس موسم میں، دیکھو لائٹ بھی نہیں ہے۔'' مہ جبیں نے سکھاں کو جواب دیا جبکہ راجا صاحب آگے جا چکے تھے۔

''چلو بی بی! چلو۔'' سکھاں نے اس کا ہاتھ تھام کر آگے قدم بڑھائے۔

''باہر بارش ہے۔''

''رکیں، میں چھتری لے کر آتی ہوں۔'' سکھاں بھاگ کر اندر گئی اور چھتری لے آئی۔ چھتری کا لیور دبا کر اسے اور خود کو بارش سے بچانے کی کوشش کی۔ پورا لان کراس کر کے کلینک والا پورشن تھا۔ سر سے تو محفوظ رہیں البتہ پیر کچھ گیلے ہو گئے تھے۔

برآمدے میں دو دیو ہیکل مرد کھڑے تھے۔ ہلکے اندھیرے میں مہ جبیں کو خوف سا محسوس ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی راجا صاحب کلینک سے باہر نکلے۔

''یہ کون لوگ ہیں راجا صاحب؟'' وہ منمنائی۔

''تمہاری پیشنٹ کے لانے والے۔'' وہ نرمی سے بولے۔ وہ ان کی بات سن کر اندر داخل ہوئی تو ٹھٹکی۔ ایک خوب صورت نوجوان لڑکی سکڑی سمٹی پیشنٹ اسٹول پر بیٹھی تھی۔ موم بتی کے زرد سے ہالے میں اس کی آنکھوں میں بڑا گہرا اندھیرا تھا۔ ملگجی سی چادر میں اس کے بدن کی کپکپاہٹ اس نے اور سکھاں نے واضح محسوس کی۔

''جان! اب یہ تمہارے حوالے، جلدی بتا دینا اگر کوئی میڈیسن وغیرہ لانی ہوں۔ ہم گیسٹ روم میں ہیں۔'' راجا صاحب نے ہدایت اور تاکید کے درمیان کا فرق مٹا دیا اور باہر چلے گئے۔ ڈاکٹر جبیں نے بے بس نگاہوں سے بند ٹیوب لائٹس کو دیکھا اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس سے نہ کوئی سوال کیا اور نہ کچھ پوچھا۔ سب سمجھ میں آ گیا اور وہ سب جان گئی۔

جونہی لائٹ آئی تو حکم راجا صاحب کی تعمیل شروع کر دی۔ سکھاں کے سہارے دو ڈھائی گھنٹوں کے بعد وہ انجان مریضہ کو بچانے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کا تھکن سے برا حال تھا۔ باہر نکلی تو تقریباً تہجد کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ وضو کیا، اس لڑکی کی صحت اور سلامتی کی دعا کی جس کے بدن میں زہر پھیل چکا تھا اور اب جو دواؤں کے اثرات میں دنیا و مافیہا سے بے خبر اس کے کلینک میں لیٹی تھی۔ سکھاں نے چائے کا کپ بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر رکھا اور اسی لمحے راجا صاحب نے ایک خاکی بھاری سا لفافہ بیڈ پر بالکل اس کے سامنے اچھالا۔

''یہ لو، تین گھنٹوں کی محنت کا پھل۔'' راجا صاحب نے بڑی خوشی اور سرشاری سے کہا۔

''پلیز راجا صاحب! اس وقت مجھے تنہا چھوڑ دیں۔'' اس نے عجیب سے انداز میں منت کی۔ راجا صاحب سگار سے لطف اندوز ہوتے ہوئے واپس باہر چلے گئے۔



''سکھاں! میں نے ٹھیک نہیں کیا۔''

''بی بی! آپ نے ٹھیک کیا ہے پر راجا صاحب نے......'' دانستہ جملہ سکھاں کے ہونٹوں میں دبا رہ گیا۔

''تو کہا کیوں نہیں، یہ بتایا کیوں نہیں؟''

''میں، میں کیسے کہہ سکتی تھی، میں آپ کی ملازمہ ہوں۔'' سکھاں نے دھیرے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے یاد دلایا تو وہ ایک ٹک اسے دیکھتی رہی کچھ بولی نہیں۔ سکھاں کی طرف سے آنے والا جملہ اسے دکھی کر گیا جبکہ سکھاں نے ہلکے سے مسکرا کر اسے ڈھیر سارا حوصلہ دیا۔ کمبل پیروں پر پھیلا کر وہ خود مضطرب سی باہر نکل گئی۔ اپنی بی بی کے حوالے سے پریشانی کا پہلا احساس اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھب گیا مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

☆☆

باہر بارش کا طوفان تھم چکا تھا۔ صرف سرد یخ بستہ ہوا کا زور باقی تھا۔ کمبل کی نرم سی حرارت ناکافی لگ رہی تھی کہ وہ ہڑبڑا کے فرش پر کمبل میں دبکی سکھاں کو دیکھ کر بولی۔

''سکھاں! سکھاں! باہر کون ہے؟''

میرے نسوانی حسن کا راز
بلوسم بریسٹ ڈویلپنگ اینڈ ٹائیٹنگ کریم (ہربل)
چھوٹی بریسٹ میں اضافہ کر کے بریسٹ کی نشوونما کو مکمل کرتی ہے
بریسٹ کی نرمی کو دور کر کے سختی لاتی ہے۔ بریسٹ کو سڈول اور خوبصورت بناتی ہے۔
Rs.250/=
قیمت =/125
چہرے کے فاضل بالوں کو ہمیشہ کیلئے ختم کرتی ہے۔
یونانی کریم
گلیسی
قیمتی جڑی بوٹیوں کے اجزاء اور عرقیات سے تیار کردہ۔ بدنما داغ دھبوں، مہاسوں کو بھی صاف کر کے رنگ گورا کرتی ہے۔
بادشاہ دی ہٹی بوہڑ بازار راولپنڈی 051-7116666-5533528 کراچی میں ہوم ڈیلیوری کے لئے 0321-2022028
فون 2433682 ریاض محمد 69 نیو عالمگیر مارکیٹ شاہ عالم لاہور۔ فون 042-7666264
پورے پاکستان میں گھر پر منگوانے کے لیے اور بریسٹ میں کمی یا اضافہ کے بارے میں مفت طبی مشورے کے لیے حکیم صاحب سے تمام امراض کے مشورے کی سہولت بریسٹ وائلر آلہ کے بارے میں معلومات اس نمبر پر حاصل کریں۔
Cell: 0333-5203553, Website: wwwdevapk.com

"دیکھتی ہوں۔" سکھاں نے کہا اور باہر گئی کچھ دیر بعد آ کر بولی۔

"وہ جمعدار تھا، لڑکی کا بوڑھا باپ، سردی سے کانپ رہا تھا، اس کے لیے گرم کپڑا مانگ رہا تھا۔" سکھاں نے الٹے سیدھے جملوں میں بتایا۔

"وہ لڑکی تو ٹھیک ہے نا؟" اسے ایک دم خیال آیا۔

"راجا صاحب کہاں ہیں؟ اسے دیکھو بہت سردی ہے۔"

"آپ چھوڑ دیں اسے، آرام کریں۔" سکھاں جھنجلا سی گئی۔

"اس کا بوڑھا باپ کہاں تھا؟" اس نے ذہن پر زور ڈالا، رات ان دو آدمیوں کے علاوہ تو کوئی دکھائی نہیں دیا تھا۔

"وہ گاڑی سے چپکا کھڑا تھا۔"

"کیا! لیکن تم نے بتایا کیوں نہیں؟"

"بی بی! صبح ہو رہی ہے رات کی بات بھول جائیں۔ بس میں نے جمعدار کو کمبل دے دیا ہے کہ بوڑھے کو دے دو اور چائے بھی بنوا دی ہے، اس کو گرمی کی ضرورت تھی۔" سکھاں یہ کہہ کر قالین سے اپنا گدا تہ کرنے لگی۔

"کیا مطلب؟"

"بی بی! اس کی بیٹی ٹھنڈی پڑ گئی ہے۔" سکھاں نے انتہائی غیر معمولی دھیمے سے لہجے میں کہا تو مہ جبیں کی آہ حلق میں گھٹ گئی۔

گاڑی کے ٹائر چرچرائے اور گیٹ بند ہونے کی آواز پر سکھاں نے جلدی سے اپنا کمبل بھی تہ کیا۔ اسے اندازہ تھا کہ راجا صاحب اب اندر آئیں گے۔ ایسا ہی ہوا وہ ہنستے مسکراتے آ گئے مگر مہ جبیں چھلانگ مار کے ان سے دور بھاگی اور دروازے سے باہر نکلتی سکھاں کے بازوؤں میں جھول گئی۔

"سکھاں! وہ مر گئی، میں نے اسے مار دیا۔"

"اوہ سوئٹ ہارٹ! اس کا وقت پورا ہو گیا تھا، دیکھو وہ نیلی پڑ چکی تھی، تم نے بچانے کی کوشش کی مگر وہ ہار گئی۔" راجا صاحب نے بڑی محبت سے اسے اپنے بازوؤں میں بھر کر بیڈ تک لے جاتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر مہ جبیں پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"راجا صاحب! میں ڈاکٹر ہوں، میں نے ایسا کام کیوں کیا؟"

"دیکھو! یہ دنیا ہے یہاں سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں، وہ مریض تھی اور تم ڈاکٹر، تم نے کوشش کی مگر وہ مر گئی..... ہمیں کوئی نقصان نہیں ہوا، پورے پچاس ہزار کمائے ہیں تم نے۔" ان کا اس قدر سرد جملہ سن کر سکھاں تیزی سے باہر نکل گئی اور مہ جبیں کو اپنی سماعت پر یقین کرنے کے لیے بڑی دیر بھرپور کوشش کرنی پڑی ایسی کوشش باہر نکل کر سکھاں کو باورچی خانے کی دیوار سے لگ کر کرنی پڑی۔ بے اختیار پلکوں سے آنسو ٹوٹ پڑے۔ اپنی پیاری سی نازک سی بی بی کی حساس طبیعت کا خیال کر کے ہی وہ پریشان ہو گئی۔

"بی بی تو چیونٹی پر پاؤں پڑ جانے سے بھی رنجیدہ ہو جاتی تھی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ان کے علاج سے ایک لڑکی مر گئی، یہ دکھ یہ صدمہ تو انہیں چاٹ جائے گا۔ راجا صاحب نے اچھا نہیں کیا، اس حالت میں انہیں تو بہ



خیال رکھنا چاہیے..... اس صدمے سے کہیں برا اثر نہ پڑے۔ یا اللہ! میری بی بی اور بچے کی حفاظت کرنا۔" اس کے دل سے دعا نکلی..... "ورنہ بڑی بیگم صاحبہ اور آغا جی مجھے ہی الزام دیں گے۔ میں اپنا سب کچھ بی بی کے لیے چھوڑا ہے..... اس گھر کی خوشی کے لیے۔"

☆☆☆

ہیڈ آفس کی اچانک کال پر اسے دو دن کے لیے لاہور جانا پڑا..... جلدی جلدی میں وہ رابی خالہ سے رابطہ نہ کر سکا۔ واپسی پر امی سے ٹھیک ٹھاک جھاڑ پڑی۔

"غیر ضروری مصروفیت کا اظہار بہانہ بن جاتا ہے، معلوم ہے رابی نے کتنی بار فون کیا، نیناں کے سمسٹر ہونے والے ہیں، نہیں پڑھانا تو انکار کر دیتے۔" عارفہ نے نان اسٹاپ سنائیں تو وہ سر کے بال نوچتے ہوئے بولا۔

"اوہ گاڈ! میری مصروفیت آپ کو بہانہ لگ رہی ہے، معلوم ہے نوکری کے مسائل کیا ہوتے ہیں؟ لوگ لائن میں لگے ہوتے ہیں ذرا موقع ملے تو اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں۔"

"بس، بس سب پتا ہے مجھے۔" وہ بگڑیں۔

"میں رابی خالہ سے خود بات کر لوں گا، آج شام کو جاؤں گا۔" وہ بولا۔

"آج تو جانا ہی ہے، نیناں کی سالگرہ ہے۔" انہوں نے جل کر کہا۔

"کیا! آج نیناں کی سالگرہ ہے؟" اسے نامعلوم سی خوشی ہوئی۔

"جی ہاں! ٹھیک چھ بجے، دائیں بائیں نہ ہو جانا۔" انہوں نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئیں..... وہ نیناں کے لیے گفٹ کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا کہ دعا آ گئی اسے دیکھ کر وہ ہولے سے مسکرایا۔

"آؤ، شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"

"اب یہ شکل ہے ہی ایسی تو کیا کروں؟" وہ جل کر بولی۔

"نہیں، خیر شکل تو مناسب ہی ہے۔" وہ شرارتاً غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہوں! مناسب۔"

"اچھی خاصی مناسب۔" اس نے کچھ اضافہ کیا۔

"کیوں جھوٹ بولتے ہو؟ اگر اچھی خاصی مناسب ہوتی تو۔"

"تو مس ورلڈ بن جاتیں؟" اس نے جملہ اچک کر چھیڑا۔

"مس ورلڈ تو ایک ہی ہے۔" اس کے لہجے میں اچھا خاصا طنز تھا۔

"اونہہ! مس ورلڈ تو دنیا کے لیے ہوتی ہے، وہ تو نیناں ہے۔" وہ اپنی ترنگ میں کہہ گیا۔ دعا کے دل میں کرچیاں سی ٹوٹ گئیں۔

"کیا شرط ہے کہ وہ بھی تمہیں چاہے؟"

"کوئی شرط نہیں، کوئی ضروری نہیں، انسان کو اپنے جذبات پر اختیار ہوتا ہے بس۔" وہ بولا تو وہ بھیگے لہجے پر ضبط نہ کر سکی۔



Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

"ہاں! وہ تو چاند ہے جسے لوگ شوق سے دیکھتے ہیں، ہماری تو قسمت تاروں جیسی ہے۔ لوگ اپنی دعا مانگنے کے لیے ہمارے ٹوٹنے کا انتظار کرتے ہیں۔"

"یہ... یہ کیا کہا تم نے، خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔" وہ دکھی ہوگیا۔

"اور کیا کہوں، اماں مجھ سے اس دن سے ناراض ہیں، ابا بھی خفا خفا ہیں۔"

"وہ حرکت تمہاری ہے تو ناقابلِ معافی، میں سفارش کرسکتا ہوں۔" وہ بن کر بولا۔

"رمان! میں اتنی آسانی سے اپنے حق سے دستبردار نہیں ہوں گی، پہلا حق میرا ہے۔" وہ ایک دم ہی زور سے چلائی تو رمان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"شام کو سالگرہ میں چلوگی؟" اس نے موضوع ہی بدل دیا۔

"نہیں، ہرگز ہیں۔"

"ظاہر ہے تمہارا دل تو نہیں چاہے گا لیکن دماغ سے کام لو نادان لڑکی۔"

"اس کا مقام ہی کیا جو کوئی حیثیت ہی نہ رکھتا ہو۔" وہ یہ کہہ کر چل دی تو وہ زور سے بولا۔

"شام کو تیار رہنا، ہم نے جانا ہے۔" وہ تو بنا جواب دیے چلی گئی...... لیکن کچھ ہی دیر بعد جب وہ کمرے سے باہر نکلا تو طاہرہ پھپو نے کڑے لفظوں میں کہا۔

"دعا نہیں جائے گی۔"

"دعا جائے گی۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"کوئی تماشا کرنے کی ضرورت نہیں، اس نے پہلے ہی نادانی کرکے ہمارا نام روشن کیا ہے۔" طاہرہ پھپو کا غصہ ظاہر ہوگیا۔

"کیا تو جیہہ ہے یہ کہ رشتے مشروط کردیے جائیں، دعا میری کزن ہے، وہ کیوں نہیں جائے گی۔" وہ بھی حد درجہ ضدی پن کا مظاہرہ کرنے لگا۔

رمان! کیوں پھپو سے الجھ رہے ہو؟"

"الجھ آپ لوگ رہے ہیں، دعا ضرور جائے گی۔" اس نے اپنی ضدی اڑیل فطرت کے مطابق کہا۔

"رمان! دعا کو اور امتحان میں مت ڈالو۔"

"فی الحال کچھ اور نہیں، دعا کو میں لے کر جاؤں گا۔" وہ جانے حواس میں نہیں رہا تھا ایک ہی بات پر اڑ گیا۔ اس کی اس فطرت سے پھپو اور ماں دونوں واقف تھیں۔ اس لیے خاموش ہوگئیں۔ وہ اٹھ کر باہر گیا تو عارفہ نے طاہرہ کو تسلی آمیز اشارہ سا کیا۔ وہ نیم رضامندی ہو کر چلی گئیں لیکن عارفہ کو اضطراب سا لاحق رہا۔ رمان کی اس ضد اور تکرار کو وہ کوئی بھی معنی نہیں پہنا سکیں۔

بقیہ اگلے ماہ پڑھیں

☆☆☆



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

# ایسی کی تیسی

## عظمیٰ آفاق سعید

"ایک بار...... دوبار...... تین بار...... مگر آپ نے تو دماغ ہی کھالیا ہے۔ جب میں نے منع کردیا۔"

"مگر برائی کیا ہے اس میں؟" انہوں نے ہلکا سا احتجاج کیا۔

"بس ہے برائی...... جو مجھے نظر آرہی ہے۔"

"آپ بھی تو سوچیں کہ اس سے میرا دل کتنا بہل جائے گا۔" اس سے اُن کی آنکھیں تک

خوشامدانہ انداز میں انہیں دیکھ رہی تھیں۔

''سلمٰی بیگم، واقعی آپ کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' ہاں...... سٹھیا گئی ہیں آپ۔ جب سے آپ ساٹھ کی ہوئی ہیں، عقل نے آپ کا ساتھ دینا چھوڑ دیا ہے۔'' آصف صاحب کو آج غصہ ہی آگیا تھا۔

ملازم پانی کا گلاس لے کر دوڑا...... گلاس میز پر رکھ کر وہ اپنے لہجے کو قدرے نرم کرتے ہوئے بولے۔

''ہر کام' ہر ایک کے لیے مناسب نہیں ہوا کرتا۔ جب میں منع کر رہا ہوں تو یقیناً کوئی ایسی بات ہی ہوگی۔''

''آخر حرج ہی کیا ہے اس کام میں؟''

آصف چپ رہے۔ اُن کی اس خاموشی نے ہمت مزید پیدا کی۔

''سنیں اگر میں گھر میں بیٹھ کر کسی کے کام آجاؤں تو برائی ہی کیا ہے؟''

آصف لاتعلقی سے پردے کی اس بیل کو دیکھنے لگے جو ترچھی سی اوپر چڑھ رہی تھی اور جسے اس قدر سنجیدگی سے انہوں نے اس وقت بھی نہیں دیکھا تھا جب دو سال پہلے یہ پردے لگائے گئے تھے۔

''شادی کروانا کوئی برا کام نہیں ہے۔ جس کے بھی کام آؤ وہ دل سے دعائیں دیا کرتا ہے۔'' سلمٰی بیگم کی ہمت مزید بڑھی، اب وہ قدرے بلند لہجے میں بولیں۔

''ہاں، ہاں بہت برا کام ہے۔'' وہ دہاڑے...... انہوں نے حیرت سے دیکھا۔

''لوگ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے ایسی عورتوں کو۔''

''مگر کیوں؟''

''لوگوں کا یہی کہنا ہے کہ زیادہ تر عورتیں جو یہ کام کیا کرتی ہیں وہ بہت تیز، چالاک، مکار اور بعض بعض تو مردانہ ٹائپ بھی ہوتی ہیں۔''

''سب تو نہیں ہوتی ناں...... یہ فارمولا نیک اور ہمدرد خواتین کے لیے تو نہیں ہے ناں؟'' انہوں نے اپنی کمزوری سی آواز پھر بلند کی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کچھ عرصے سے آپ اتنی بحث کیوں کرنے لگی ہیں سلمٰی بیگم...... یہ کام آپ کے بس کا نہیں ہے، آپ اپنے بچوں میں دل لگایا کریں، اُن کے مسئلے حل کیا کریں...... تو آپ کے لیے بہت ہے...... خوامخواہ کی مصیبت اپنے سر لینا کہ اچھا کیا تو خدا نے کیا اور برا کیا تو فلاں نے پھنسوایا...... جیسا کام آپ جیسی بے وقوف عورت ہرگز نہیں کرسکتی۔ نہیں کبھی نہیں۔'' وہ وکیل بھی خود بن گئے اور فیصلہ بھی صادر ہوگیا اور سلمٰی بیگم کو گھر میں رہنے کی پھر سزا ہوگئی۔

چھوٹے بچے تھے تب تو واقعی سر اٹھانے کی فرصت نہیں تھی اور بچے بڑے ہوئے اور اُن کی شادیوں کے بعد وقت تو جیسے کاٹے نہیں کٹتا تھا مگر وہ بیوی جو ساری زندگی میاں کے حکم بجالاتی آئی ہو وہ بڑھاپے کی دہلیز پر بھی آکر اپنی خواہش اپنے دل میں ہی گھوٹ لیا کرتی ہے۔

سلمٰی بیگم اور آصف صاحب ایک ادھیڑ عمر جوڑا، روپے پیسے کی ریل پیل تھی۔ ایک بڑی ملٹی نیشنل کمپنی کے ڈائریکٹر جو تھے، پانچ بیاہی بیٹیوں کے ماں باپ، جس میں تین ملک سے باہر بیاہی تھیں اور دو اپنے شہر میں ہی تھیں۔ اتنا روپیہ پیسہ ہوتے ہوئے بیٹیاں پڑھی لکھی، خوب صورت ہوتے ہوئے بھی سلمٰی بیگم کو یاد تھا کہ انہیں بیٹیوں کی شادیوں میں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ جس کرب اور تکلیف سے وہ گزری ہیں کوئی اور ماں



نہ گزرے سو اسی لیے شادی کروانے کا نیک فریضہ انجام دینا چاہتی تھیں۔ جس کی راہ میں اُن کے میاں آصف صاحب ہی رکاوٹ بن رہے تھے۔

☆☆☆

ٹرن، ٹرن، ٹرن فون کی گھنٹی بدستور بج رہی تھی۔

''ارے شریف فون تو اٹھالو۔'' سلمٰی بیگم ٹی وی دیکھتے ہوئے نوکر کو آواز لگا کر بولیں۔

''وہ جی...... چھوٹی بی بی کا فون آیا ہے۔'' شریف نے آکر اطلاع دی۔

''شازیہ بی بی کا؟'' وہ پوچھ رہی تھیں۔

''جی ہاں۔'' ملازم اطلاع دے رہا تھا۔

''امی! السلام علیکم۔ کیا حال ہیں؟ طبیعت ٹھیک ہے؟ کوئی نئی بات بتائیں؟'' دوسری طرف سے شازیہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی۔

''ارے، ارے سکون لے بچی، کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اتنی جلدی میں کیوں ہو؟'' ماں تھیں آخر پریشان ہو رہی تھیں۔

''نہیں، نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں امی، بات کرنے کا ٹائم ہی نہیں ملتا۔'' شازیہ وضاحت دے رہی تھی۔

''ہاں، ہاں بھئی ماں سے بات کرنے کا ٹائم کس کے پاس ہے۔ تین باہر چلی گئیں ہیں۔ اُن کا آنا کیا جانا کیا۔ ایک مہینے میں پچیس دن تو ان کے بچے بیمار رہتے ہیں اور پانچ دن ان کی شاپنگ میں گزر جاتے ہیں۔ ماں کے لیے تو کسی کے پاس وقت نہیں ہے۔'' سلمٰی بیگم بھی دل کی بھڑاس نکال رہی تھیں۔

''یہ بات نہیں ہے، امی آج کل جمال آفس کی وجہ سے کچھ پریشان ہیں، باس سے کسی بات پر مڈبھیڑ ہوگئی ہے۔ اس کی ٹینشن ہے، بچوں کے

کیا آپ
لبوب مُقوّی اعصاب
کے فوائد سے واقف ہیں؟
کھوئی ہوئی توانائی بحال کرنے اعصابی کمزوری دور کرنے تھکاوٹ سے نجات اور مردانہ طاقت حاصل کرنے کیلئے کستوری عنبر زعفران جیسے قیمتی اجزاء والی بے پناہ اعصابی قوت دینے والی لبوب مُقوّی اعصاب ایک بار آزما کر دیکھیں۔ اگر آپ کی ابھی شادی نہیں ہوئی تو فوری طور پر لبوب مُقوّی اعصاب استعمال کریں۔ اور اگر آپ شادی شدہ ہیں تو اپنی زندگی کا لطف دوبالا کرنے یعنی ازدواجی تعلقات میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے بے پناہ اعصابی قوت والی لبوب مُقوّی اعصاب ٹیلیفون کر کے گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک وی پی VP منگوالیں فون صبح 10 بجے تا رات 9 بجے تک
المسلم دارالحکمت (رجسٹرڈ)
(دیسی یونانی دواخانہ)
ضلع وشہر حافظ آباد پاکستان
0300-6526061
0301-6690383
آپ صرف فون کریں۔ آپ تک لبوب مقوی اعصاب ہم پہنچائیں گے



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سالانہ امتحان شروع ہونے والے ہیں۔ پڑھانے والے ٹیوشن ٹیچر کے پیسے نہیں بڑھائے تھے تو وہ ہفتے میں چار چھٹیاں کرتا ہے۔ بچوں کو بھی دیکھنا پڑ رہا ہے۔" شازیہ بیچاری بھی اپنی پریشانیاں گنوا رہی تھی۔

"وہ عالیہ فون بھی نہیں اٹھا رہی، موبائل بھی بند ہے۔"

"میری بات ہوئی تھی عالیہ باجی سے ان کی ساس رات ہی رہنے آئی ہیں۔۔ان کے گھر اور آپ کو تو پتا ہے امی جب وہ آتی ہیں تو مہینہ بھر تو رہتی ہیں۔" شازیہ اطلاع دے رہی تھی۔

"اچھا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ عالیہ ایک مہینے تک تو نہیں آئے گی۔" سلمیٰ بیگم کو تشویش ہو رہی تھی۔ "تم کل چکر لگاؤ، ارے شازیہ کل آجاؤ...... ہفتہ اتوار ہمارے ساتھ گزار لو۔ ہمیں اچھا لگے گا تمہارے ابو بھی یاد کر رہے تھے بچوں کو۔"

"امی ابھی تو نہیں، بچوں کے سالانہ امتحان منگل سے شروع ہو رہے ہیں۔ آپ کے گھر آگئے تو پڑھ نہیں پائیں گے۔" شازیہ بتا رہی تھی۔

"ہمارے گھر کون سے بچے ہیں یا غل غپاڑہ ہے جو بچے نہیں پڑھ پائیں گے۔ الگ کمرے میں لے کر انہیں پڑھا لینا۔ کم از کم تمہاری شکل تو دیکھ لیں گے۔"

"اچھا دیکھوں گی وعدہ نہیں کرتی۔ چلیں دیر ہو گئی بہت پھر فون کروں گی۔" خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

☆☆☆

"کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" آصف صاحب، سلمیٰ بیگم کو خاموش دیکھ کر بولے۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔"

"نہیں...... نہیں آپ ٹھیک نہیں ہیں، کیا ہوا بچیاں یاد آ رہی ہیں؟" وہ محبت سے اُن کے ہاتھ کو پکڑ کر بولے۔

"یاد تو ان کو کیا جاتا ہے جن کو بھول جائیں، وہ کہیں پر بھی چلی جائیں ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہیں۔ آخر ماں ہوں انہیں کیسے بھول سکتی ہوں۔" وہ جواب دے رہی تھیں۔

"تو پھر یہ اداسی کیسی؟" اب آصف صاحب کو تشویش ہو رہی تھی۔

"میں کچھ بولوں گی تو آپ کو برا لگے گا۔"

"نہیں لگے گا آپ بولیں۔" انہوں نے جواب دیا۔

"سارا دن گھر میں بولائی بولائی پھرتی ہوں۔ کوئی کام کرنے کے لیے نہیں ہے۔ خانساماں کھانا بنا دیتا ہے، ماسی گھر صاف کر دیتی ہے۔ اوپر کے کام کے لیے دو، دو ملازم اور ہیں، باغبانی کا شوق تھا تو اس کا ٹھیکا بھی آپ نے اپنے مالی کو دے دیا ہے۔"

"تو آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ملکہ بنا کر رکھا ہوا ہے آپ کو۔" آصف صاحب ہنستے ہوئے بولے۔

"آپ ہنس رہے ہیں، میرا دل گھبرا رہا ہے ڈپریشن کے مارے۔" سلمیٰ بیگم حیرانی سے آصف صاحب کو دیکھ رہی تھیں جو اب کسی کتاب پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے۔

"تو شازیہ یا عالیہ میں سے کسی کو بلا لیں، ڈپریشن دور ہو جائے گا۔"

"کوئی نہیں آسکتا ہے، سب کے اپنے مسئلے مسائل ہیں۔ کسی کے بچوں کے امتحان ہو رہے ہیں تو کسی کے گھر مہمان داری چل رہی ہے۔" انہوں نے تنک کر کہا۔ "ایک کام کرنے کا دل چاہ رہا تھا وہ آپ نے منع کر دیا۔" اب وہ ڈرتے ڈرتے بول رہی تھیں۔

"کون سا کام؟" آصف صاحب پوچھ رہے تھے۔

"وہی جو میری سہیلیاں مسز اکرم اور مسز ہاشم شادیاں کروا رہی ہیں۔ اگر کسی کو کسی کا جوڑ بتا دیں تو کتنی خوشی ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ پتا نہیں ہم نے کتنا نیک کام کیا ہے۔"

"آج تو کہہ دیا ہے آپ نے...... آئندہ مت کہیے گا۔" آصف صاحب بولے۔

"آخر کیوں آپ اتنے غصے میں آجاتے ہیں اس بات پر، آپ کو یاد نہیں ہے کہ ہماری بیٹیوں کی شادی بھی کتنی مصیبت سے ہوئی تھی۔ کتنا پریشان رہے ہیں ہم، ہر ایک سے بول بھی نہیں سکتے تھے۔ عجیب بے بسی تھی۔ میں وہی چاہتی ہوں کہ ایسا کرب، ایسی بے بسی، ایسی لاچاری کوئی اور ماں محسوس نہ کرے۔" سلمیٰ بیگم اب جذباتی ہو رہی تھیں۔

"ہم نے اپنی بیٹیوں کو گھر سیٹ کر کے دیے ہیں، سلامی میں نئی گاڑیوں کی چابیاں دیں، کیسے نہیں ہوتی ہماری بیٹیوں کی شادی، پیسے میں بڑی طاقت ہوتی ہے..... سلمیٰ بیگم پیسہ بولتا ہے۔" وہ رعونت سے کہہ رہے تھے۔ جواب دینا وہ ضروری نہیں سمجھ رہی تھیں کہ شروع سے ہی کبھی میاں کے آگے جواب نہیں دیا تھا مگر دل میں سوچ رہی تھیں۔

"پیسہ ویسہ سب رکھا رہ جاتا ہے، اگر ایسا ہی ہوتا تو سب امیر لوگوں کی بیٹیوں کی شادیاں وقت سے ہو جایا کرتیں اور غریبوں کی بیٹیاں گھر بیٹھی رہتیں۔"

اصل میں وہ ایسے لوگوں کا قرض اتارنا چاہتی تھیں جو اُن کی بیٹیوں کی شادی کے وقت اُن کے کام آئے تھے۔ دوست احباب، خاندان کے بڑوں نے رشتے کروانے میں کافی مدد کی تھی۔ جس کا احسان وہ بھول نہیں سکتی تھیں۔ اپنی پانچویں بیٹی کی شادی کے بعد جو سکون جو راحت انہیں نصیب ہوئی تھی چاہتی تھیں کہ ہر ماں وہ راحت و چین حاصل کرے۔ کل کوئی اُن کے کام آیا تھا، آج وہ کسی کے کام آنا چاہتی تھیں۔ دیے سے دیا جلتا ہے اور اسے جلتے رہنا چاہیے۔

☆☆☆

"نہیں! وہ آصف نہیں مانتے۔" سلمیٰ بیگم اپنی دوستوں میں بیٹھ کر باتیں کر رہی تھیں۔

"کیا مطلب، آصف نہیں مانتے؟" مسز اکرم حیرت سے پوچھ رہی تھیں۔ "کیا اس بات کی اجازت بھی تمہیں آصف بھائی سے لینی تھی؟" وہ بدستور پوچھ رہی تھیں۔

AMERICAN HOMOEO PATHY
بغیر آپریشن کے علاج
جگر OVERY-PROSTAT
پتھری- پیشاب کا بار بار آنا- قطرہ آنا-
اولاد کا نہ ہونا - گیس- قبض- بواسیر-
درد کمر و گردن- ٹونسلز- یرقان- قد کا نہ بڑھنا
30 سالہ تجربہ (USA-LONDON)
Dr.Ali(D.H.M.S-RMP)USA
گلشن اقبال کلینک- ڈیفنس کلینک
رابطہ 0323-2357530
کراچی سے باہر دوا ارسال کرنے کا انتظام ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED friendsKorner.com

"ظاہر ہے بھئی، اُن سے پوچھ کے ہر کام کیا ہے، کبھی اُن سے کوئی چیز چھپائی نہیں اب......"

"تم کوئی انیس بیس سال کی بچی ہو جو اپنے فیصلے خود نہیں کر سکتیں؟" مسز ہاشم نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"تم ایک ادھیڑ عمر عورت ہو، اپنے دل کے سکون کے لیے اپنے لیے اپنی ذات کے لیے کوئی کام کرنا چاہتی ہو تو اس میں بھی میاں کا اجازت نامہ ضروری ہے۔ سوری میں نہیں سمجھتی۔" مسز ہاشم کو غصہ ہی آ گیا تھا۔

"سنو بے بی، بے بی لیس ماما، بڑی ہو جاؤ۔ ہر بات میاں کو بتانے والی نہیں ہوتی کچھ باتیں چھپانے والی بھی ہوتی ہیں۔" اب مسز اکرم بھی مذاق کے موڈ میں تھیں۔

"نہیں، نہیں بھئی، میں اپنے میاں کو دھوکے میں رکھ کر اُن سے جھوٹ بول کر نہ کوئی کام کرتی ہوں نہ کروں گی۔ اس سے میاں کا اپنی بیوی سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اور ایک اعتبار کا رشتہ ہی تو ہوتا ہے میاں بیوی کے درمیان۔" سلمیٰ بیگم اب اپنا اندیشہ بیان کر رہی تھیں۔

"بھئی جیسے تمہاری مرضی، ہمارا کام تھا سمجھانا، ہم نے سمجھا دیا۔ بچی تو تم بھی نہیں ہو۔" مسز اکرم اور مسز ہاشم ہتھیار ڈالتے ہوئے بولیں... اور وہ خاموش ہو گئیں...... یوں بھی ان کی خاموشی سے بہت بنتی تھی۔ وہ خاموش سوچتی ہی رہتی تھیں۔

☆☆☆

"سلمیٰ بیگم چند دنوں سے میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔" آصف صاحب، سلمیٰ بیگم کے پاس بیٹھتے ہوئے بولے جو تسبیح پڑھنے میں مگن تھیں۔

"جی بولیں! کیا سوچ رہے ہیں؟" وہ پوچھنے لگیں۔

"وہ آپ کیا کہہ رہی تھیں اس دن، آپ کی دوستیں جو میرج بیورو چلا رہی ہیں۔" آصف صاحب چندراتے ہوئے بولے۔

"ہاں ہاں، چلا رہی ہیں، پھر؟" سلمیٰ بیگم چونک کر بولیں۔

"وہ میں کہہ رہا تھا کہ آپ بھی کیا یاد کریں گی کہ کس اچھے آدمی سے پالا پڑا ہے، چلیں کر لیں آپ بھی شادی کروانے کا کام، آپ کو اجازت ہے۔" وہ فراخدلی سے بولے۔

"کیا واقعی؟ میں کر لوں، آپ کی طرف سے اجازت ہے۔" سلمیٰ بیگم کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں، ہاں کہہ تو دیا، کیا کاغذ پر لکھ کر دوں۔" آصف صاحب ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ! واقعی شوہر ہو تو آپ جیسا، آپ کو بیوی کے احساسات کا کتنا خیال ہے، مجھے پتا تھا کہ میری بات آپ مشکل سے ہی رد کرتے ہیں، تھینک یو آصف۔" اور دوسری طرف وہ دل ہی دل میں ہنس رہی تھیں کہ جس کام کی اجازت انہیں آج مل رہی تھی وہ کام تو دو مہینے پہلے وہ شروع بھی کر چکی تھیں۔ ان کی کوششوں سے دو بچیوں کی منگنیاں ہو چکی تھیں اور ایک کا رشتہ طے ہونے کے مراحل میں تھا۔

لیکن میاں کے آگے فرمانبردار بیوی بننے کا گُر بھی انہوں نے حال ہی میں سیکھ لیا تھا۔

چائے کی میز پر آصف بار بار ہنس رہے تھے اور وہ بھی مسکرا مسکرا کر ان کا بار بار شکریہ ادا کیے جا رہی تھیں۔



# میرے چارہ گر کو نوید ہو

تسنیم منیر علوی

وہ ہمیشہ سے ایسی ہی تھی۔ بے ڈھب سی، منہ پھٹ...... اور ساتھ ہی ساتھ چلبلی اتنی کہ تگنی کا ناچ نچا کر رکھ دے۔ ہیر پھیر میں ایسی ماہر کہ لوگ منہ دیکھتے رہ جائیں۔ اسکول میں تھی تو جہاں کسی نے پنسل یا ربر مانگا۔

"ففٹی کی پنسل، ففٹی کا ربر۔" اور بڑی اکڑ سے کہتی "اور نہیں تو کیا میرے پاس مفت تو نہیں آیا۔" اور شام کو اپنا پرافٹ بڑے نخرے سے سب ...

Scan & PDF IJAZ AHMED Friends Korner.com

بتاتی۔

چھٹی کلاس سے اسکول سائیکل پر جانے لگی جہاں کسی لڑکی نے کہا۔''آج گرمی بہت ہے تمہارے ساتھ سائیکل پر آگے بیٹھ جاتی ہوں۔'' فوراً کہتی۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں، آؤ راستے میں گولا گنڈا بھی کھلاؤں گی۔'' محبت سے آفر کرتی اور جب اس کو گھر پر اتارتی تو کہتی۔

''چلو کرایہ نکالو اور پچاس پیسے کا گولا گنڈا وہ تیرے لیے ڈسکاؤنٹ۔''

خالہ شریفہ بڑے مزے لے لے کر اپنی بیٹی کے قصے سناتیں کہ ہماری بیٹی تو ابھی سے پکی بزنس مین بن گئی ہے۔ اپنا نفع، نقصان خوب سمجھتی ہے...... اور آج سنا کہ اس دیدہ ہوائی کی شادی ہو رہی ہے جس نے بھی سنا اس کو کسی افواہ پر مبنی سمجھا۔ مگر جب خالہ شریفہ کے گھر سے کارڈ تقسیم ہوئے تو حیرت سے سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ خالہ شریفہ اماں کی دور پرے کی بہن لگتی تھیں۔ ہماری اماں تو رشتے داریاں نبھانے میں ایک دم فرسٹ کلاس فوراً مبارک باد کا فون کھڑکا دیا۔

''چلو شریفہ مبارک ہو، تمہاری بیٹی بھی خیر سے سسرال چلی۔'' اماں نے بڑے اشتیاق بھرے لہجے میں مبارک باد دے ڈالی اُدھر سے خالہ شریفہ نے کیا کہا وہ ہمیں اماں کی شکل دیکھ کر اندازہ ہو گیا۔ بڑی بے دلی سے ریسور کریڈل پر رکھا اور مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے میں لوٹ آئیں۔

''کیوں، چین پڑ گیا میٹھی میٹھی سن کر۔'' ابا نے اماں کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر اماں کو چھیڑا۔

''ہاں تو کیا غریب کی بچی کی شادی نہ ہوتی...... ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی تم لوگ تو یوں سمجھ رہی تھیں کہ ہماری بٹیا کے اماں باوا کے گھر بیٹھے بیٹھے بال سفید ہو جائیں گے۔ پورے خاندان نے ہمارا بائیکاٹ کر رکھا تھا، اب تم تو ہماری بہن ہو آ جانا اپنی بھانجی کو نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے۔''

اماں کو تو سچی کسی تھیٹر میں کام کرنا چاہیے تھا کیا بھرپور ایکٹنگ کی خالہ شریفہ کی کہ میں جو سامنے کھڑی تھی بے ساختہ ہنس دی اور ایک زوردار تالی بجانے ہی والی تھی کہ اماں کی غصے سے گھورتی آنکھوں نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

خالہ شریفہ اپنے چار بھائی بہنوں میں سب سے بڑی اور مردمار قسم کی خاتون ہوا کرتی تھیں۔ وہ تو نانی زلیخا کی قسمت اچھی تھی کہ داماد اچھا مل گیا جس نے اُن کو سنبھال لیا۔ یوں خالہ شریفہ اپنے تین عدد بچوں کے ساتھ بری بھلی جیسے تیسے زندگی گزار رہی تھیں مگر اسے کیا کہیے یا انسانی جبلت کہ ان کی اور اولادیں تو تعلیم میں بہترین تھیں مگر سب سے بڑی شبنم کا دیدہ کسی طور تعلیم میں نہ لگا۔ کچھ ٹیوشن سینٹروں اور ٹیوٹروں کو آزمایا مگر دسویں سے آگے نہ بڑھ سکی۔ سارے محلے میں چوکڑی بھرتی، دوستیاں نبھانے میں ایسی ماہر گھر کی قیمتی چیزیں بانٹتی پھرتی...... جانے اس طرح چوکڑی بھرتے بھرتے کب اچانک جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ دیا۔ صورت بلا کی معصوم، بھولی بھالی ایسی کہ یقین نہ آئے کہ اس صورت کے پیچھے کیا طوفان پوشیدہ ہے مگر اپنی اس خوبی سے بالکل بے خبر وہ سارے محلے میں آگ لگاتی پھرتی...... خود تو آس پاس کے لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ آنکھ مچولی، لنگڑی پالا، پہل دوج جیسے کھیل رہی ہوتی مگر اطراف کی عیاش نگاہیں اس فیاضی سے فیض یاب ہو رہی ہوتیں وہ تو جیسے خالہ شریفہ کے ہنٹر کھا کر روز بروز نکھرتی جا رہی تھی۔ حالت یہ تھی کہ اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

گی...... میل جول والے رشتے دار ملنے سے کترانے لگے تھے اگر کوئی رشتے دار کبھی بھولے سے خالہ شریفہ کے گھر قدم رکھ دے تو جہاں گئے داستان چھوڑ آئے کے مصداق گھر گھر چرچے اور خود موصوفہ سائیکل پر تیز تیز پیڈل مارتی اڑتی چڑیا کے پر گنتی۔

''اماں جلدی سے پیسے نکالیں، چچا کفیل کی فیملی آرہی ہے کچھ ناشتا پکڑلوں۔'' خالہ جلدی سے پیسے نکال کردیتیں اور گھر کی حالت درست کرنے میں مصروف ہوجاتیں جو زیادہ تر بی بی شبنم ہی پھیلا کرمٹر گشتی کو روانہ ہوئی تھی۔ اور واقعی تھوڑی کے بعد چچا کفیل اپنی فیملی کے ساتھ موجود ہوتے۔ دراصل یہ بس اسٹاپ پر اترتے ہی اطلاع بہم پہنچانے روانہ ہوگئی تھی۔ اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ کھیل میں پڑوسیوں سے لڑ پڑی ایسا جھانپڑ رسید کیا اصغر کو کہ دوبارہ ان کے دروازے کے سامنے سے نہ گزرا۔ سارے ناظم آباد میں پٹرول پمپ سے لے کر چورنگی تک لگتا تھا اس ہی کا طوطی بولتا تھا۔ دھاک بیٹھی تھی دھاک...... گویا محلے کی دادا...... اوہ سوری دادی مشہور تھی...... کیا مجال کسی کو خالہ شریفہ کا گھر ڈھونڈنے میں زحمت اٹھانا پڑی ہو۔ مگر یہ تو بچپنا اور نوجوانی تھی۔ لمحوں میں سال گزر گیا۔ خالہ نے تو اب ہر جگہ شبنم کی تعریفیں شروع کردی تھیں کہ اب بہت تمیز دار ہوگئی ہے، اب وہ کم عمری کی نادانیاں نہیں رہیں بڑی سمجھدار ہوگئی ہے...... تو کچھ لوگ رشتے کی غرض سے اُن کے گھر جا پہنچے۔ خوب صورت جو بلا کی تھی۔ مہمان خاتون سجے سجائے ڈرائنگ روم میں مع ایک عدد خوبرو جوان کے وارد ہوئیں خالہ نے شبنم کو آواز دی۔

''بٹیا...... یہ ہماری دوست ہیں، آنٹی سے ملو۔''

بڑے ادب سے آداب بجا لائی...... اماں تو جیسے نہال ہوگئیں آنے والی خاتون اس سے بھی زیادہ نہال...... دائیں جانب آنے والے نوجوان کو دیکھ کر مسکرائی۔ سمجھیں اُدھر تو بجلیاں سی گر گئیں اور پھر جانے کیا ہوا...... اچانک بول اٹھی۔

''ماموں جان آداب...... سوری میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ کہیے کیسے مزاج ہیں۔'' اور بڑے آرام سے صوفے پر براجمان ہوگئی۔ مہمانوں کے ساتھ ساتھ خالہ شریفہ کا بھی کاٹو تو لہو نہیں، بولیں تو کچھ نہیں مگر خجل سی ہوکر رہ گئیں اور جلدی سے بیٹے کو آواز دی۔

''ارے مہمان آئے ہیں، ذرا چائے یا کولڈ ڈرنک وغیرہ لاؤ۔'' مگر جانے مہمان خاتون کے صاحبزادے نے کیا اشارہ کیا کہ ان لوگوں نے اجازت طلب کرلی اور معذرت کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے...... اسی طرح کے ملتے جلتے جب کئی واقعات ہوئے تو لوگوں نے رخ کرنا ہی چھوڑ دیا۔ خالہ شریفہ بیچاری بہت لگام دیے رہتیں اور جب موڈ میں ہوتیں تو اس کو بیٹھ کر سمجھاتیں۔

''سمجھدار لڑکیوں کے یہ لچھن نہیں ہوتے، چھوٹے بھائی بہن بھی تو ہیں۔'' اُن کے لہجے میں ملال اتر آتا۔

''ہاں تو اماں پانچوں انگلیاں برابر تو نہیں ہوتیں نا۔ آپ طوبی کی شادی کردیں وہ بہت ذہین، سمجھدار اور آپ کی سب سے چہیتی بیٹی ہے۔ مجھے تو بخش دیں اگر کبھی عمر کے کسی حصے میں آکر مجھے میری خامیوں سمیت کسی نے قبول کرلیا تو کردوں گی آپ کا ارمان پورا ورنہ جا اپنی حسرتوں پر آنسو بہا کر سوجا۔'' اس نے نہایت بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنی اماں کو جواب دیا تو انہوں نے تو اپنا سر تھام لیا۔



Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

''خدا تجھے سمجھے، ایسی ناخلف اولاد اللہ کو مجھے ہی دینا تھی۔'' اور وہ پری جمال نازک اندام سرکش حسینہ سارے جہاں کے سکون غارت کر کے خراماں خراماں اِدھر سے اُدھر ڈولتی پھرتی۔

☆☆☆

ایک دفعہ اپیا کے دیور ابوظہبی سے وارد ہوئے، رشتے داروں سے ملنے ملانے میں کسی محفل میں اس بنفشی دوپٹے والی منہ زور قتالۂ عالم سے جا ٹکرائے۔ مقتل میں قاتل آیا ہے۔ قاتل پہ دل آیا...... اب دل جو آ گیا لاکھ سب نے سمجھایا کہ اس خوب صورت بلا کے حسن پر نہ جا مگر تیر نشانے پر لگا۔ ایک دو دفعہ گھر کے چکر کیا لگائے کہ یہ انہونی ہو کر رہی...... وہ بیل جو کسی صورت منڈھے پر نہ آتی تھی منڈھ گئی۔ دو چار رشتے دار جمع ہوئے اور نسبت کا اعلان کر دیا گیا۔ پھر سب نے دیکھا کہ گھر گھر دعوت نامے تقسیم ہونے لگے۔ ہماری اماں کو اپنی بھانجی پر بے طرح پیار آ گیا ایک چکر شادی کے گھر کا لگا آئیں کہ کوئی کام ہو تو ہمیں بتاؤ...... اماں گھر آ کر بہت خوش تھیں کہ شبنم اب بہت سدھر گئی ہے۔ میرے سامنے تو نہیں آئی مگر گھر سلیقے سے سجا بنا تھا...... پھر جانے اماں کا کیوں دل بھر آیا جب ایسی منہ پھٹ زبان دراز کی شادی ہو سکتی ہے تو سلیقہ مند، ہنر مند اور پڑھی لکھی کی کیوں نہیں ہو سکتی اور میں نے بے اختیار سامنے لگے آئینے میں اپنا سراپا دیکھا۔ بقول رقیہ ''یا شیخ ویزا بھیج...... درھم میں بڑی طاقت ہے، جانے حماد کو پھلجھڑی کیا پسند آ گئی۔ دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے۔'' میں نے خاص طور سے آگے مصرعہ مکمل نہ کیا کیونکہ ابھی تو گھر کو آگ لگنے میں کافی وقت درکار تھا۔

رقیہ میری جگری دوست نے اچھا کہا کہ بنفشی دودھیا رنگ بیچارے کو جھلسا کر رکھ دے گا مگر یہ سب خیال...... خیال ہی ثابت ہوا۔ شبنم کی شادی کا روح فرسا لمحہ بھی آ ہی گیا۔ خاندان بھر میں جیسے اوس سی پڑ گئی۔ کچھ بھی نہ ہوا۔ اچھی بھلی بلکہ شاندار سی شادی ہوئی۔ ہم بھی وہیں موجود تھے ہم چپ رہے......

دولھا، دلہن تو چاند ستارے کی ڈولی میں سوار کسی دوسری کہکشاں کے سیارے لگ رہے تھے، مووی بن رہی تھی دوسری طرف لوگوں کے دلوں پر چھریاں چل رہی تھیں روشنیوں کی چکاچوند کیمروں کی فلیش لائٹ میں لوگ دم سادھے کسی ڈرامائی سچویشن کے منتظر تھے کہ ابھی کہیں سے صدا آئے گی۔

''یہ شادی نہیں ہو سکتی۔'' پردہ اٹھنے کی منتظر بے نگاہ...... پردہ کب اٹھے گا مگر صد افسوس سارے پنڈال میں بیٹھے لوگوں کو سانپ سونگھ گیا اور دو نفوس کا جوڑا آہستہ آہستہ پنڈال سے رخصت ہو گیا۔ اس خاموشی کے بعد اچانک پہلے چہ مگوئیاں پھر بدگمانیاں اور آخر میں کان پڑی آواز نہ سنائی دے رہی تھی۔

''دیکھنا...... یہ شادی کتنے دن چلتی ہے۔'' کسی دل جلے نے گرہ لگائی۔

''دیکھنا بی بنو کل ہی گھر لوٹ آئیں گی۔''

میں پچھلی باتیں یاد کر رہی تھی، میں اٹھ کر کھڑکی کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی... باہر پائیں باغ میں جھانکنے لگی۔ بادِ نسیم کی ہلکی اور مدھم ہوا ہلکورے لے رہی تھی۔ سارا گھر خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔ لگتا تھا آج ابا مسجد بھی نہ جا پائیں گے اور اماں کی فجر بھی چلی جائے گی مگر میں مضمحل سی آنکھوں میں رات کاٹ رہی تھی۔ نیند مجھ سے کوسوں دور ہے۔

میں انجمن آرا بیگم ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی عام سی لڑکی ہوں یہ نہ جانے غریب لوگ اکثر اپنی معمولی صورت والی لڑکیوں کے ماہ پارہ، مہ جبیں، ماہ لقا جیسے نام کیوں رکھ دیتے ہیں؟ نہ میں ماہِ انجم کہ چاہی جاؤں نہ انجمن پزیرائی نہ انجمن آرائی...... یونیورسٹی میں ایم اے پولیٹیکل سائنس کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ ابا اماں دونوں میری آگے تعلیم کے سخت خلاف تھے کہ ایسے ہی غریبوں کی بچیوں کو کوئی پوچھنے والا نہیں جہاں ایم اے میں داخلہ لیا فوراً باتیں بننا شروع ہو جائیں گی کہ لڑکی کی عمر زیادہ ہے ورنہ ہمارے پاس یہ کارڈ تو ہوگا کہ لڑکی نے بی اے کیا ہے مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بی اے میں میری فرسٹ ڈویژن آ گئی اب تو میں اڑ گئی کہ مجھے یونیورسٹی جانا ہے۔ میں سانولے رنگ کی ایک معمولی شکل کی لڑکی ہوں، میری صورت میں کہنے والے کہتے ہیں کہ کچھ بولتی کچھ کھوجتی آنکھیں نمایاں ہیں۔ اس پر میرے چھریرے لمبے بدن پر جھولتی دراز چوٹی...... اماں تو میرے بالوں کے پیچھے ہی پڑی رہتی ہیں۔

''ارے کمبخت، اسے کٹوا دے۔ نیچے پیروں تک آ جائیں گے نحوست پھیلاتے ہیں۔'' اور میری جان جیسے بالوں میں تھی۔ مگر یہ بات تھی اکثر مجھے اس وقت شدید شرمندگی ہو جاتی کہ لوگ میرے پیچھے آنے والے میرا نازک سراپا اور اس پر لہراتی چوٹی دیکھ کر جلدی آگے نکل آنے کی کوشش کرتے مگر میری صورت دیکھ کر شاید مایوس ہو جاتے جو اُن کے چہرے سے صاف پتا چل جاتا۔ یعنی اس قد و قامت کے بعد چہرہ بھی تو دیکھوں کی خواہش کرتے۔

''زیرو انچ کمر کے ساتھ یہ مچلتی مچلتی ناگن لوگوں کے دلوں پر ہلچل مچانے کے لیے کافی ہے۔'' رقیہ ہمیشہ ایک پازیٹو پوائنٹ میرے لیے ضرور اپنے پاس رکھ کر مجھے کلین بولڈ کی ناکام کوشش کرتی۔

اب تو اماں مجھے کچھ نہیں کہتیں کیونکہ اب میں کماؤ پوت جو ہو گئی ہوں، ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتے ہوئے سب کی زبانیں بند ہو گئی ہیں مگر لڑکیوں کے دکھ عجیب ہوتے ہیں سکھ اس سے بھی عجیب...... اگر اماں کو بھولے بسرے میرے بال یاد آ جاتے تو کوسنے سے باز نہیں آتیں۔

''انجو یہ منحوس ...... ہیں تیرے ناگن جیسے بال جب تک کٹیں گے نہیں یہ تیرا روپ ڈستے رہیں گے تو شادی کیسے ہوگی۔'' اور میں ایک حساس سی لڑکی اماں سے لڑ پڑتی۔

''مجھے منحوس کہیں، میرے بالوں کو کچھ نہ کہیں قصور تو میری سانولی رنگت کا ہے، میری قسمت کا ہے اس میں ان ریشمی بالوں کا کیا قصور؟'' میں تنک کر جواب دیتی۔

اسکول میں دو دفعہ ڈبل پروموشن کی بدولت میرا تعلیمی سال بہت مختصر رہا، اب میں ملازمت کے باوجود تیئیس سالہ ایک متین اور خاموش طبع عورت سمجھی جاتی ہوں۔ اماں تو کڑھ کڑھ کر بیمار ہو گئی ہیں۔ یہی وہ وقت تھا جب اپیا زلیخا کے دیور حماد وارد ہوئے۔

اماں نے بڑے چاؤ سے ان کی دعوت کا اہتمام کیا۔ اماں کے کہنے کے مطابق قرینے کے کپڑے زیب تن کیے اور لائٹ سا میک اپ کا ٹچ بھی دیا مگر خدا کا کرنا آج ہی اک دانہ سا نمودار ہو گیا جو ہلکے سے بناؤ سنگھار سے شاید شام تک سرخ موتی کی صورت اختیار کر گیا۔

''ہائے رے میری پیاری دوست...... دولتِ حسن پر دربان بٹھا رکھا ہے۔ یہ تو نظر کا ٹیکا ہے۔''

رقیہ کا پھر ایک بار پازیٹو پوائنٹ۔ ''حسنِ سادہ بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کی سند ایک معیاری پیکج پر معیاری کمپنی میں ملازمت،



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اسمارٹ اور کیا چاہیے۔'' یوں وہ میرا بوجھ ہلکا کرتی۔

مگر ہوا کیا آنے والے نے تو نگاہ اٹھا کر دیکھا تک نہیں شاید وہ مجھے کوئی آیا سمجھ رہا تھا جبکہ خود موصوف ..... پینتیس سے ہرگز کم نہ ہوں گے۔ جب ہم سب نے سنا کہ شبنم سے شادی کر رہا ہے۔ رقیہ نے بالکل ٹھیک گیس کیا تھا۔

''درہم میں بڑی طاقت پوشیدہ ہے اور اداؤں میں اس سے زیادہ وہ تو آپ لوگوں نے سنا ہی ہوگا۔ انکھیوں سے گولی مارے۔'' رقیہ نے گا کر سنایا تو میں بے اختیار ہنس دی۔

''کیا غم ہے جو اس قدر مسکرا رہی ہو۔'' اس نے مجھے تمسخر سے ہنستے دیکھا تو اس کو بھی چٹکیوں میں اڑا دیا۔ وہ ہمیشہ مجھے سپورٹ کرنے میں لگی رہتی ہے۔ اب تو اماں کی میل جول والی خواتین نے طرح طرح کے مشورے دینا شروع کر دیے۔

''شاید اس کے رشتوں میں بندش ہے۔ اس کا ہلکا پھلکا میک اپ کرا کر تقریبات میں لے جایا کرو...... بلکہ یہ بیوٹی پارلر آخر کس مرض کی دوا ہیں۔'' وہ اماں جو ان چیزوں کی شدید مخالف، شادی سے پہلے لڑکی کو سادہ رہنا چاہیے۔ شادی پر نور نہیں آتا، وہ آج کہہ رہی تھیں۔

''اچھو کی شادی ہے۔ تم ذرا بیوٹی پارلر چلی جاؤ' میں رقیہ کو بلا دیتی ہوں۔'' اماں نے بڑی رسانیت سے کہا تو میں یہ سن کر اپنے کمرے میں جا گھسی۔

''نہیں جانا مجھے کسی شادی وادی میں، ایک چہرے پر دوسرا چہرہ سجا کر مجھ سے یہ سب نہیں ہوسکتا...... اگر جیسی ہوں جہاں ہوں کی بنیاد پر کوئی مجھے بیاہنے آئے تو آئے ورنہ مجھے ملمع نہیں چڑھانا۔'' حالانکہ رقیہ نے بھی مجھے سمجھایا۔

''تمہیں کپڑے پہننے کا سلیقہ ہے، تمکین، نمکین سا تمہارا حسن ذرا سی محنت سے نکھر جائے گا۔'' رقیہ میری جگری دوست جس کی ایک سال کے بعد رخصتی ہونے والی ہے مجھے بڑا دلاسا دیتی۔ اس وقت وہ بالکل علامہ بن جاتی۔

''دیکھو انجمن، علم کا اپنا ایک حسن ہوتا ہے ورنہ تم نے ان کو نہیں دیکھا پوش ایریا میں رہتے ہیں...... ارے وہ اپنے وہاج انکل اور ان کی ان پڑھ اولادیں، منہ کھولیں تو جہالت آنکھیں نکالے...... تم اپنے دل میں ملال نہ لاؤ۔ انشاء اللہ کوئی بزنس مین کوئی بہت پڑھا لکھا پروفیسر تمہیں دلہن بنا کر لے جائے کچھ تو ہوں گے جو ملاحت اور تمکنت پسند کرتے ہوں۔'' وہ بڑے دوستانہ انداز میں لیکچر دینے میں مگن تھی۔ یہاں میں جلی بھی جا رہی تھی۔

''تو گویا تمہارے خیال میں شادی کے لیے مری جا رہی ہوں۔ مجھے کوئی شوق نہیں ایک جگہ محکومی کے بعد دوسری بار غلامی میں زندگی بسر کروں، تم اپنا شوق پورا کرو اور میری جان بخش دو۔'' اس لمحے جانے کیوں ایک آنسو میری آنکھ سے لڑھک کر دامن میں جا گرا۔ رقیہ تو جیسے پشیمان سی ہوگئی۔ مجھے پیار سے لپٹا لیا۔

☆☆☆

ان دنوں اماں بالکل بستر سے آ لگی تھیں۔ ابا نے گھر سے باہر پناہ ڈھونڈنا چاہی مگر بے سود ثابت ہوا۔ بھائی ان دنوں انٹر کے امتحان میں مصروف تھا پروفیسر عسکری، ابا کے پرانے دوست تھے۔ ریٹائرڈ ہو چکے تھے ابا کے ساتھ شطرنج کھیلا کرتے بھائی کا ذکر ہوا تو فزکس پڑھانے پر رضامند ہوگئے۔ اب ابا نے ایک حل نکالا۔

''گھر کی دیوار میں در کھول کر ایک دکان کھول لیتا ہوں۔'' دراصل یہ تجویز بھی ابا کو محلہ ایسوسی ایشن

کی طرف سے آئی تھی۔

یار جب ایک ان پڑھ ماچس فروش ''اکیا'' جیسی چین پوری دنیا میں کھول کر سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال سکتا ہے تو تم کیوں نہیں اور یوں ایک چھوٹا سا کاروبار شروع ہوگیا۔ رات کو پرانے دوست احباب بھی جمع ہوجاتے پھر کسی نے کولڈ ڈرنک، آئس کریم اور بچوں کی سوئٹ وغیرہ کا مشورہ دیا جو فوراً قبول کرلیا گیا باہر کرسیاں تو رقیہ کے بابا نے رکھ دیں' لیجیے کچھ ہی دنوں میں دکان چل پڑی۔ جب آمدنی بڑھنے لگی تو ابا کو پھر میں نظر آنے لگی۔

''اب تم ملازمت کو خیر آباد کہہ کر گھر بساؤ......''

اب ابا خود کفیل جو ہوگئے...... اور آج ایک اچھنبے والی بات کچھ یوں ہوئی کہ ابا شام کو پروفیسر عسکری کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہوئے۔

''انجو بیٹی دو پیالی اچھی سی چائے تو لاؤ۔'' ابا جب لاڈ میں ہوتے تو مجھے انجو کہہ کر پکارتے اور دوسری حیران کُن تبدیلی یوں ہوئی کہ کہاں تو ہمیں بیٹھک میں یا چوپال میں سر نکالنے کی بھی اجازت نہیں تھی کہاں ہم سے کہا جارہا ہے چائے لاؤ...... یعنی مابدولت بہ ذات خود......'' مجھے اماں نے گم صم دیکھ کر گھورا۔

''اب مراقبہ کیا شروع کردیا' ابا جیسا کہتے ہیں ویسا ہی کرو۔ ذرا ڈھنگ سے اندر جانا۔'' دیوار گیر گھڑی کی مترنم گھنٹیاں بجنا شروع ہوگئیں ایک، دو، تین، چار، پانچ...... میں چائے اور کچھ اسنیک لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔ میں نے دیکھا ابا کا چہرہ کچھ متفکر ہے اور پروفیسر کے چہرے پر ہلکی سی مسکان نمایاں ہے جو اس قبیل کے پروفیسر پر عموماً ہوا کرتی ہے۔ یعنی بڑی مشکل سے لائی ہوئی جیسے ادھار مانگی ہوئی خاموش مسکراہٹ۔ مجھے دیکھ کر دونوں سنبھل گئے۔ میں نے نہایت تمیز سے آداب کیا اور واپس پلٹنے کو تھی تو ابا نے تعارف کرایا۔

''میری صاحب زادی' انجمن آرا بیگم ایم اے پولیٹیکل سائنس، آج کل ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کررہی ہے۔'' اور ابا شاید آگے کچھ بولتے پروفیسر کا جملہ میرے کانوں میں چھن سے جاگرا۔

''صاحب ہمیں منظور ہے۔'' میرے آنسو بہہ نکلے جواب تک آنکھوں کی دہلیز پر رکے ہوئے تھے۔

''تو یوں بھی ہونا تھا۔ سوچتی ہوں اندھیروں سے ضیا کیا مانگوں...... رقیہ تم نے ٹھیک کہا تھا کوئی پروفیسر تمہیں بیاہ کرلے جائے گا۔ سو پروفیسر تو ہے مگر کئی سال ریٹائرڈ اور بوسیدہ......'' میں آنچل سے آنسوؤں کو جذب کرتی باہر نکلی۔ سامنے دالان میں وہیل چیئر پر اماں مطمئن سی بیٹھی بے فکری سے خدیجہ مستور کی آنگن پڑھنے میں مصروف تھیں جبکہ خود اُن کے آنگن میں کیا ہونے والا ہے اس سے بے فکر' میں تقریباً بھاگتے ہوئے اپنے کمرے جا گھسی۔

اور اب مجھے اپنے قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ پروفیسر عسکری کے ساتھ میری بڑی بھلی گزربسر ہونے لگی۔

☆☆☆

جس طرح اہلِ جنوں بے باک ہوتے ہیں سو ہم بھی اب کسی حد تک بے باک ہوچلے تھے۔ عسکری بظاہر ایک بے ضرر سے مرد تھے' وقت سے سونا وقت سے پڑھنا، صبح واک پر جانا سو سب کچھ یونہی چلتا رہا۔ ماہ وسال نے کروٹ بدلی۔ ہلچل اس وقت مچی جب بھائی نے اطلاع دی۔

''آج شبنم باجی آئی تھیں۔ بہت پریشان ہیں' میاں کی جاب ختم ہوگئی ہے۔''

''اچھا...... کب یہ حسین حادثہ ہوا؟'' میں نے تجاہلِ عاوفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''شاید ایک دو مہینے ہوگئے ہیں' تمہارا بہت پوچھ رہی تھیں۔''

''اوہ نو' بھائی تم نے میرا پتا تو نہیں دے دیا......؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''نہیں...... مگر وہ کہہ رہی تھیں کسی دن شبنم کی طرف بھی جاؤں گی۔''

''اچھا۔'' اور بے اختیار میرا ہاتھ اپنے چہرے پر جاٹکرایا اور مجھے سرخ موٹا سا دانہ یاد آگیا۔

اماں نے رقیہ نے اور خود میں نے کیا' کیا جتن نہ کیا مگر مرض بڑھتا گیا اور شام تک وہ مٹر کے دانے کے برابر پھول کر سرخ ہوگیا تھا۔ میں نے بے دلی سے سوچا کاش ایسا نہ ہوتا...... پھر مجھے یاد آیا کہ رقیہ کا کزن لندن جاتے جاتے پوچھتا رہا۔

''انجمن سے کہو اب بھی وقت ہے نکاح کے لیے تیار ہوجائے میں پیپر بعد میں بھیج دوں، مجھے ایسا ہی مشرقی حسن پسند ہے۔'' مگر ایک تو اس وقت میں بی اے فائنل میں تھی۔ مجھ پر پڑھائی کا بھوت سوار تھا پھر ابا اڑ گئے۔

''ہم تو ہرگز نکاح نہیں کرسکتے۔ صاحب بہادر کا کیا بھروسا......'' ابا کی نظر میں صرف لندن کی رنگینی تھی نکاح کرکے کہیں...... اور ابا کے اس کہیں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ ہاں تو پتا نہیں یہ دل دیوانہ کہاں سے کہاں نکل گیا۔

شبنم اب اپنے دو عدد بچوں کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ سنا ہے شوہر نامدار صاحب امریکن ویزا لاٹری کے چکر میں ہیں۔ اس زمانے میں اس ذریعے سے بھی لوگ دھڑ دھڑ امریکا جارہے تھے۔ یہ نائن الیون سے پہلے کی بات ہے...... کچھ عرصے تو خاموشی رہی پھر یا تال میں پتھر پھینکا اور تلاطم سا پیدا ہوا۔

''سنا شبنم کا میاں امریکا جارہا ہے۔'' یوں شبنم اپنے دو عدد بچوں کے ساتھ یہاں ہی رہ گئی اور میاں بہتر مستقبل کے چکر میں پردیس سدھارے۔

اب خاندان میں دوبارہ موضوعِ سخن شبنم اور اس کے بچے بن گئے' ہر طرف ان ہی کا چرچا ہے۔ آپ جانیں خاندان میں شبنم جیسا کوئی کریکٹر موجود ہو تو پھر کیا کہیے...... ہائے شبنم وائے شبنم...... شبنم کے لڑکے نے شادی میں آئے مہمانوں کی گاڑیوں سے ہوا نکال دی...... وہاں جاکر نوکری کے لالے پڑگئے۔

''کسی مسجد میں جاکر سوجاتے ہیں۔ یہاں کا خرچ چلانا دشوار ہوگیا ہے۔ ہر مہینے مالک مکان کی بک بک الگ۔'' اب شبنم نے گھر گھر جاکر داستانِ الم ایسے رقت آمیز انداز میں سنانا شروع کی کہ اس کی بھولی بھالی صورت پر ترس کھا کر لوگوں نے امدادِ باہمی کا سلسلہ شروع کردیا۔ یہ حربہ کامیاب رہا...... اب اس کو بھی اپنا کام نکالنا خوب آہی گیا تھا۔ گھر کا سودا سلف اکثر مرزا صاحب دے جاتے...... مہینے کی گروسری ماموں جان ڈال گئے' منہ بولے بھائی اور ماموں درجنوں پیدا ہوگئے۔ لیجیے زندگی آسان ہوگئی...... بقول رقیہ انکھیوں سے گولی مارے...... اب کام آرہا تھا۔ مجھے تو یہ سارے حالات جان کر بڑا ہی دکھ ہوتا ابھی میرا سابقہ تو نہیں پڑا تھا مگر کہنے والے کہتے تھے کہ شبنم پر زمانے کی سختی کا ذرا بھی اثر نہیں پڑا اور سنا بیٹی تو ماں سے بھی زیادہ ناز آفریں ہے یعنی دو آتشہ...... مگر جانے کیوں مجھے شبنم سے ہمدردی سی ہونے لگی۔

رات ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئی...... صبح آنکھ نہ کھلی عسکری کے لیے ناشتا بھی نہ بنا پائی بیچارے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

یونہی اپنے کالج چلے گئے۔ میری رقیہ دو بیٹوں کی ماں بن کر بھی اب تو بی اماں بن گئی ہے۔ جب ملتی ہے ساتھ اس کے نصیحتوں کی ایک پٹاری ضرور ہوتی ہے۔ اللہ اس کو اچھا رکھے۔ ایسے لوگ ملکوں ڈھونڈو گے نایاب ہیں ہم کی تصویر ہوتے ہیں۔ کل مجھے اس نے ہی تو اطلاع دی کہ شبنم کے میاں نے کسی نیگرو سے شادی کرلی ہے مگر خود شبنم بڑی شدومد سے اس کی مخالفت میں بیان دیتی پھر رہی ہے کہ یہ پیپر میرج ہے۔ اس نے وہاں مستقل رہائش کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا۔

''لو میں یونہی پریشان ہورہی تھی سوچتی تھی سیاہ فام رنگت میں اس کو کیا نظر آیا کہ یہاں کے گلاب چہرہ چھوڑ کر سوکھے کالے گلاب پر مرمٹا۔''

ایک دن سہ پہر میں لان میں خزاں رسیدہ پتوں کو صاف کررہی تھی کہ مین گیٹ کی بیل بج اٹھی۔ دیکھا تو وہ سراپا ناز مسکین سا چہرہ لیے میرے سامنے کھڑی تھی۔ (مجھے تو سائیکل پر گھومتی کمر سے کس کے دوپٹا باندھے کس کر بالوں کی پونی لٹکائے وہ الھڑ سی لڑکی نگاہوں میں گھوم گئی)

''ارے شبنم تم!'' میں نے بظاہر بڑی خوش دلی سے استقبال کیا۔ آپ قسم لیں اس کے حسنِ جہاں سوز میں سرمو جو فرق آیا ہو۔ وہی عارضِ گل پہ شبنمی قطرے...... میرا سارا غصہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''آؤ...... آؤ...... اندر چلو ابھی لان میں بیٹھنے والا موسم نہیں ہوا بہت گرمی ہے۔'' اس نے اپنے نازک سے ہاتھ سے چہرے پر آئے قطروں کو سمیٹا تو جیسے تازہ بہاروں کی خوشبو لے کر نسیم آگئی۔

''اوہ...... جب ہی تو لوگ انگلیاں دانتوں تلے نہیں دباتے......'' میں اچانک جیسے شدید احساسِ کمتری میں مبتلا ہوگئی۔ اس کے سراپا... میں ایک عجیب سی پُراسرار دلکشی تھی کہ میری اپنی ذات کہیں موہوم سی ہوگئی...... پھر وہ آہستہ آہستہ اپنی معروف مسکراہٹ کے ساتھ گالوں پر گلاب دہکائے اندر چلی آئی۔ میں سراپا اشتیاق بنی اپنی خود کھو بیٹھی...... پھر بھی مسکرادینے پر مجبور ہوئی۔ بقول رقیہ مسکرانے میں اتنی کنجوس کیوں کرتی ہو کیا اس سے تمہاری سنجیدگی پر حرف آجائے گا۔ ایک تو یہ ہمیشہ رقیہ جانے بیچ میں کہاں سے آجاتی ہے۔ جب مجھے کالج میں الوداعی پارٹی میں ٹائٹل ملا۔

''نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی......
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں''

''دیکھا تمہاری آدم بیزاری سب کتنا محسوس کرتے ہیں۔'' رقیہ ہی تھی جس نے مجھے کہنی ماری تو میں نے بڑے شکوہ کناں انداز میں کہا۔

''کیا کروں یار...... مجھ سے اتنا نہیں سہا جاتا اور وہ بھی بغیر وجہ......؟''

اوہ لیجیے میں بھی کہاں پہنچ گئی...... تو صاحبوں میرے پاس تو ایک نازک اندام حسینہ موجود ہے۔ اے سی کی خنک ٹھنڈک وہ اپنے اندر اتارتے ہوئے بولی۔

''ذرا مشکل سے گھر ملا...... کل دراصل میں نے امی کو خواب میں دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں کبھی میری بچپن کی سہیلی کے گھر بھی چلی جایا کرو اس کے بچے کیسے ہیں۔ بس مجھ سے رہا نہ گیا اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے تم تک پہنچ ہی گئی۔'' اس لمحے اس کی آنکھیں گلابی سی ہوگئیں۔

''دراصل دونوں میں بچپن کی دوستی تھی۔'' اب وہ مجھے بڑی متبسم نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ میں حیرت زدہ سی اس کو تک رہی تھی۔ میں نے سوچا امی نے تو کبھی ایسے دوستانے کا ذکر نہیں کیا۔ شاید یہ سب ہماری پیدائش سے پہلے کے قصے ہوں اور شادی کے بعد اماں اور خالہ شریفہ میں فاصلے بڑھ گئے ہوں اور دونوں اپنے اپنے مدار میں گھوم رہی ہوں اس لیے آپس میں ملنا جلنا نہ رہ گیا ہو۔

''ہاں، تم ٹھیک کہتی ہو خالہ شریفہ کو امی بہت چاہتی تھیں۔ یاد ہے تمہاری نسبت طے ہوئی تو کیسے خوشی خوشی تمہارے پاس بھاگی تھیں۔'' میں نے بات کو گھماتے ہوئے کہا۔ ''اور سناؤ میاں جی کا کیا حال ہے۔ کچھ حالات کا مسئلہ حل ہوا؟'' میں نے تذبذب سے کہا۔

''ابھی کہاں...... بیچارے پریشان ہیں کہتے ہیں یہاں کا رہا نہ وہاں کا...... اب سوچو میرے ساتھ اکیلی میری جان تو ہے نہیں۔ گھر کا خرچہ...... لڑکی کی اٹھان دیکھو تو کہو کل شادی کردوں۔ دونوں کی تعلیم، شگوفہ کی تو میں جلد کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر شادی کردوں گی۔'' اس نے بڑے ملال سے کہا تو میں نے بھی جلد اس کو سنبھال لیا۔

''ارے نہیں، ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے پڑھنے دو...... صورت میں تو یقیناً تم سے بھی بڑھ کر ہوگی، ہوجائے گی شادی۔'' اس لمحے جانے کیوں اس نے بڑی زخمی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میں تو اپنی عادت کے برخلاف جانے کیسے اتنا کچھ کہہ گئی، اب میں نے بے چینی سے پہلو بدلا اور سامنے ٹک ٹک کرتی گھڑی پر نظر ڈالی۔

''شکر ہے ابھی عسکری کو آنے میں دیر ہے۔'' میں نے دل میں سوچا پھر میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''میاں کا دل لگ گیا تمہارے بنا؟''

''اب دل لگانا تو پڑے گا ساری کشتیاں جلا کر گئے ہیں۔'' اس نے بڑے سپاٹ لہجے میں اظہار کیا۔ ''بس اب تو مجھے ساری فکر شگوفہ کی ہے۔''

''ارے بھئی پھر تم پریشان ہوگئیں۔ وہ تو اسم بہ مسمی ہوگی تمہاری طرح کھلی کھلی۔'' اس لمحے اس کے چہرے کی سرخی لو دینے لگی۔ بڑی ادا سے کہا گیا۔

''میں کیا کہہ سکتی ہوں؟'' شفتالو جیسے گال دمک اٹھے۔

''ہاں رشتے تو آرہے ہیں اب حماد کچھ کما کر بھیجیں تو پھر تیاری کروں۔ ابھی تو گھر کے خرچ اور بچوں کی پڑھائی مسئلہ بنی ہوئی ہے۔'' اس نے فکر مندی سے کہا اور چلنے کے لیے کہنے لگی۔

''ارے کہاں...... کچھ چائے ٹھنڈا تو لے لو۔ اتنی دور سے آئی ہو۔''

''ہاں بڑی دور سے آئے ہیں تمہاری خاطر۔'' اس نے محبت پاش نگاہوں سے دیکھا۔ میں جلدی سے اٹھی کچن میں کچھ اسنیک پڑے تھے ایک ٹرے میں سجا کر کولڈ ڈرنک کے ساتھ لے آئی اور خود بیڈ روم میں آکر اپنے بچت کے لفافے میں سے پانچ ہزار نکال کر ایک لفافے میں رکھے اور شبنم کو دے دیے۔

یہ شگوفہ کے لیے......'' اس نے بڑی ادا سے مجھے پرے دھکیلا۔

''ارے، کیوں شرمندہ کررہی ہو۔ نہیں بھئی ایسا میں نہیں کرسکتی بس...... بس تم مجھ سے محبت سے مل لیں یہی کافی ہے میرے لیے۔'' وہ کچھ جھینپ سی گئی تھی۔

''ارے بھئی شبنم، یہ تو تحفہ ہے تحفے سے انکار نہیں کرتے، اب رکھ بھی لو اور ہاں کبھی کبھی آجایا کرو۔'' میں نے بڑی مشکل سے اس کے بیگ میں لفافہ ٹھونس دیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

تھے۔ کچھ شرمندہ سی یا شاید کچھ مشکور سی وہ جانے کے ارادے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب میں نے خدا حافظ کہہ کر وال کلاک پر نظر ڈالی تو شام کے چھ بج چکے تھے اور عسکری کسی لمحے بھی آ سکتے تھے۔ مجھے لگا کہ شبنم اب لمبی مسافت کے بعد تھک کر قدم دو قدم ستانے کو بیٹھنا چاہتی ہے مگر اس کے حسنِ جہاں سوز نے چہار سو جیسے آگ سی لگا دی تھی۔ واقعی عورت کو مرد کے سہارے اور اس کے ساتھ کی کتنی ضرورت ہوتی ہے۔ اب اس تنہا عورت کے جانے کتنے پروانے پیدا ہو گئے ہیں۔ جو اس کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں اور اب تو ساتھ میں ایک شعلہ جوالہ بنی نئی نویلی کلی بھی ساتھ ساتھ ہے۔ آج کے مردوں کے معاشرے میں اس بیچاری کا گزر بسر کتنا دشوار...... پھر خاندان بھر کی نگاہوں کی مرکز الگ، ہر ایک کو کھوج اور ٹوہ لگی...... خاندان کو ایک بار پھر ایک چٹپٹا موضوع ہاتھ آ گیا۔ ہائے ایک مجبور اور تنہا بے بس عورت...... لوگ تو جانے کس کس کی بے ہودہ باتیں کرنے لگے ہیں۔ ابھی کل ہی زلیخا آپی بتا رہی تھیں۔

''اجن مما کی گاڑی تو ہر وقت شبنم کے گھر کے آگے کھڑی رہتی ہے۔ ملازم پیکٹ پہ پیکٹ دھرے اندر جا رہا ہوتا ہے۔ خوب رکھ کر بے وقوف بنا رہی ہے اور اپنا الو سیدھا کر رہی ہے۔ سنا ہے اب شبنم نے مٹر گشتی ختم کر دی ہے سب گھر پر ہی میسر ہے...... یعنی ''ہوم ڈیلیوری'' شروع کر دی ہے۔ ابھی ابھی اطلاع آئی ہے گلشن کا کاروبار افضل چلا رہے ہیں، جانے کیوں حماد اتنی دور جا کر بیٹھ گیا۔'' مجھے تو یہ سب کچھ سن کر بھولی سی شبنم پر بے طرح رحم آ گیا۔

رات میں نے عسکری کو بیچاری کی بپتا سنائی۔ ''ہمارے لیے پہلے مدد کے حقدار قربت دار ہیں پھر دوسرے دوست احباب، ہمیں گا ہے بہ گا ہے شبنم کی مدد کرتے رہنا چاہیے۔'' میرے دل میں ہمدردی کے سوتے پھوٹ پڑے۔

''ہاں تو ضرور ہیلپ کرنی چاہیے، آپ ایسا کریں کل ہی کچھ رقم ان محترمہ کو دے آئیں۔'' انہوں نے بہت رسانیت سے مجھے جواب دیا۔

''مگر کیا کروں ڈرائیور آج کل چھٹی پر ہے۔'' میں کچھ مایوس تھی۔

''تو کوئی بات نہیں، ہم آپ کو کل لے چلیں گے۔'' انہوں نے چٹکی بجاتے میرا مسئلہ حل کر دیا۔ ''نیکی میں دیر کیسی؟''

☆☆☆

''اوہ، بھائی عسکری بھی ہمارے گھر آئے ہیں، آج جانے چاند ہمارے آنگن میں کیسے اتر آیا؟'' شبنم مجھے اور عسکری کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر کچھ گھبرا سی گئی۔ میں نے بے بسی سے اپنے مجازی خدا کی بال اڑی چندیا کی جانب دیکھا۔

کیسا خوب صورت طنز کا تیا پھینکا تھا مگر مجھے اس وقت بڑی حیرت ہوئی جب عسکری نے اس طنز کو محسوس بھی نہ کیا...... اطمینان سے صوفے پر بیٹھ کر شبنم کے دھلے شفاف چہرے کو تکنے لگے۔

''اوہ نو شبنم، آپ بھی کیسی بات کر رہی ہیں۔ چاند تارے تو جیسے کہیں جا سوئے ہیں اب تو گویا زمین پر کہکشاں سی اتر آئی ہے۔'' اور میں نے بدلے بدلے اپنے سرکار کو دیکھا تو کہیں چھپی چھٹی حس نے چٹکی سی لی۔ دس ہزار کا لفافہ میرا منہ چڑانے لگا۔

اس کو امداد کی کوئی ضرورت نہیں۔ گھر کی آرائش و زیبائش، ڈھنگ سے سجا ڈرائنگ روم باہر کھڑی نئی نکور آلٹو...... کسی ضرورت مند کا گھر ایسا



نہیں ہو سکتا، میری ہمدردی بھک سے اڑ گئی۔ ابھی ہم لوگ بیٹھے ہی تھے کہ ریشمی چلمن سے کوئی رنگین چہرہ جھانکا...... فضا اچانک خوشگوار ہو گئی۔ عسکری بھی کچھ مضطرب ہوئے۔

''ماما پلیز ذرا ادھر آئیں۔'' جیسے ایک ساتھ کئی سُریلی سی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں اور وہ ایکسکیوز کرتے ہوئے اٹھ گئی۔ میں نے دیکھا وہ دیر تک جاتی قیامت کو دیکھتے رہے۔ مجھے تو مارے گھبراہٹ کے پسینے چھوٹ گئے مگر عسکری اطمینان سے ابھی تک بیٹھے ریشمی سرسراتے پردے سے محظوظ ہو رہے تھے۔ میں نے قریب جا کر کندھا ہلایا۔

''میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہیے۔ شاید اندر کوئی وی آئی پی مہمان ہیں۔ اس لیے وہ ہماری پزیرائی نہیں کر پا رہی۔''

''ہاں...... اوہ...... ہاں'' وہ اپنے آپ میں ہوتے تو گفتگو کرتے جانے اس لمحے مجھے کیا ہوا۔ میں بے اختیار شبنم کو آواز دے بیٹھی۔

''شبنم...... شبنم اچھا ہم چلتے ہیں اجازت دو۔'' پھر سرسراتے پردے میں لگی گھنٹیاں بج اٹھیں، ایک سراپا ناز سامنے مثل مہ جبیں موجود تھی میں تو ٹھٹکا سی گئی اتنا مبہوت کر دینے کا حسن لشکارے مار رہا تھا۔

''اوہ، تم یقیناً شگوفہ......؟'' وہ قریب آ کر اپنی نازک سی حنائی ہتھیلی ماتھے پر لے گئی۔

''آداب آنٹی......''

''اوہ، جیتی رہو۔'' میں نے مرے مرے لہجے میں جواب دیا۔

''آپ لوگ تشریف رکھیں۔ ماما کے کزن آئے ہیں بس ماما اُن کو رخصت کر کے ابھی آتی ہیں۔'' اس نے بڑی نپی تلی گفتگو کی۔

''نہیں، نہیں تم بس ان کو ڈسٹرب نہ کرو اور ہمیں اجازت دو۔'' میں جیسے جلد از جلد اس طلسمِ ہوشربا...... سے بھاگ جانا چاہتی تھی اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی کہ کہیں پتھر کی نہ ہو جاؤں۔

''اوہ...... نو آنٹی، ماما بہت مائنڈ کریں گی میں ہوں نا کمپنی دینے کے لیے۔'' اور وہ کم سن بالکل نو شگفتہ کلی میرے برابر بیٹھ گئی...... میں نے کن انکھیوں سے دیکھا عسکری کا اشتیاق قابلِ دید تھا۔

''اُف یہ مرد ٹھیک وقت پر شادی کرتے تو اس سے کہیں بڑی اولاد ہوتی......'' میں نے جل کر سوچا پھر اس قاتل ادا کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

''آپ کے کیا مشاغل ہیں...... میرا مطلب ہے کیا کرتی ہیں، ہابی کیا ہے؟'' جانے آج میرے خاموش طبع شوہر کو کیسے زبان مل گئی تھی...... عسکری کے جواب میں شگفتہ سی کلی کھل اٹھی۔ گویا کلی نے کھل کر تبسم کیا۔

''میں سیکنڈ ائیر میں ہوں...... بس کرنا کیا ہے، پڑھائی کے بعد ماما کے ساتھ ہوتی ہوں۔ وہ جیسا کہتی ہیں ویسا ہی کرتی ہوں بس...... آنٹی ایک منٹ۔'' وہ اٹھ کر شاید کچن میں گئی اور ٹرالی دھکیلتے ہوئے واپس پلٹی۔

''لیجیے، یہ آئس کریم لیں۔ اسٹرابری آئس کریم ماما کی خاص فیورٹ۔'' ایک کپ عسکری کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے میں نے دیکھا اسٹرابری کا سارا رنگ اڑ کر اس لمحے اس کے چہرے پر آن پڑا...... باؤل پکڑ کر عسکری نے بے اختیار دوسرا ہاتھ بے بسی سے اپنے بالوں سے عاری سر پر پھیرا۔ میں ہولے سے مسکرا دی۔ ٹرالی میں جانے کیا کیا دھرا تھا۔ اتنے میں شبنم بھی اپنے جلوے بکھیرنے چلی آئی، جانے جادوگرنی نے کیسا پرفیوم لگایا ہوا تھا کہ اس کی مسحور کن



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

خوشبو نتھنوں میں گھستی جا رہی تھی۔

''بھئی معاف کرنا میرے کزن بہت دنوں بعد آئے تھے۔ عید قریب ہے نا، بچوں کے لیے تحفے تحائف لائے تھے۔'' اب عسکری نے نگاہوں سے میری جانب پیغام دیا۔ لفافہ نکالو مگر میں نے بالکل نظر انداز کر دیا اپنے بیگ پر ہاتھ کا دباؤ بڑھا دیا۔

''میں نے تو بیچارے کو بہت منع کیا، اب دیکھو نا اس طرح تو بہت برا لگتا ہے۔'' اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔

''چلیں ماما...... ویسے آپ بھی تو عید کی وجہ سے کتنی پریشان تھیں کہ مجھ سے رمضان میں بازار کے چکر نہیں لگتے۔ چلیے اب گھر بیٹھے اللہ نے سب انتظام کر دیا۔'' عسکری نے مجھے پھر اشارہ کیا مگر مجھ پر مطلق کچھ اثر نہ ہوا۔ میں نہیں اور سہی۔

''ہاں شبنم، یہ تو تم نے ٹھیک کہا مجھ سے بھی رمضان میں شاپنگ نہیں ہوتی۔'' میں نے اس کی بات کی پُر زور تائید کی۔

''بس اب رمضان کا مسئلہ رہ گیا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ ماہِ صیام کی برکت سے یہ مسئلہ بھی حل ہو ہی جائے گا۔'' اس نے پُر امید نگاہوں سے عسکری کو دیکھا۔ عسکری بادلِ ناخواستہ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں شکر بجا لائی کہ اس طلسم کدے سے بخیر و عافیت اپنے عمر رسیدہ شوہر کو گھر تک لے آئی۔ رقیہ میری ہم راز و ہمدم اس کو میں لفظ لفظ بتانا چاہ رہی تھی مگر اس کا فون بزی آ رہا تھا۔ رات کو جا کر کہیں بات ہو پائی تو کھانے کی میز پر تھی۔

''کل آؤں گی تمہاری طرف تو خوب باتیں ہوں گی۔'' دوسرے دن رقیہ آ گئی تو میری جان میں جان آئی۔ اب اس کی پٹاری کھل چکی تھی۔

''دیکھو انجو پیاری، مرد کی یہ بچپن، ساٹھ سال بڑی خطرناک عمر ہوتی ہے۔ ذرا پھونک پھونک کر قدم رکھنا...... ورنہ تو ایک شمع بجھائی تو کئی اور جلا لیں۔ خود راکھ کے ڈھیر میں نہ شعلہ ہوگا نہ چنگاری......'' وہ تو جیسے مجھے دہلائے دے رہی تھی میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

''اب تمہارے بہنوئی کے جیسا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ آفس سے گھر...... گھر سے آفس، اِدھر اُدھر کی عورتوں سے تو انہیں خدا واسطے کا بیر ہے۔ چاہے کوئی پری وش ہو یا شعلہ جوالہ...... اچھا تو پھر تم نے دس ہزار عسکری بھائی کو واپس کر دیے۔'' اس نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا۔

''تو اور کیا کرتی، کہنے لگے تمہاری تو جا کر نیت ہی بدل گئی اب یہ رقم تو اللہ کی امانت ہو گئی جب مدد کی غرض سے نیت کر لی تو کر لی۔ میں کسی وقت خود دے آؤں گا کارِ خیر میں تاخیر کیوں...... اب رقیہ میں کیا کہتی وہاں جا کر تو میاں جی آپ کی نیت میں فتور آ گیا تھا۔'' رقیہ نے تو میری حماقت پر سر پیٹ لیا۔

''لو خود دام میں صیاد آ گیا...... عمر تو ایسی عورتوں سے کوسوں دور بھاگتے ہیں، ایک دو دفعہ شبنم سے ٹکراؤ ہوا تھا تو کہہ رہے تھے بڑی چرب زبان اور طرح دار عورت ہے۔ اس سے فاصلہ ضروری ہے۔ بھئی ہم لوگ اس کے بعد سے پرے ہی پرے رہتے ہیں۔ اب تم عسکری بھائی کو اس کوچے سے دور رکھنا۔''

''بس بس رقیہ تم نے تو مجھے ڈرا کے رکھ دیا۔ اب وہ ایسی آتشِ گل بھی نہیں جو قریب جائے جھلس کر رہ جائے۔ بس ذرا رعبِ حسن سے عسکری کنفیوز ہو گئے تھے ورنہ تو ایسی پریشان کُن بات نہیں۔'' میں نے اپنے خیالوں کی ڈور کھینچ دی تو رقیہ تشویش بھرے



1987ء سے خدمت میں مصروف
LEUCODERMA-VITILIGO
پھلبہری
سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے
STEROIDS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT
ایوارڈز ہولڈر اجمل زیدی ماہر برص کے دورۂ پاکستان کا مستقل پروگرام

ASIAN EXCELLENCE PERFORMANCE AWARD

AWARD OF BEST ACHIEVEMENT

AWARD PILLAR OF LEUCODERMA

اسلام آباد
9-اپریل تا 30 مئی
9-اگست تا 30 ستمبر
9-دسمبر تا 30 جنوری
مستقل پتہ
مکان نمبر 62، اسٹریٹ نمبر 20، سیکٹر G-8/1
فون: 2265880 - 2854595 (051)
موبائل: 0300-8566188
فیکس: 2261636

پشاور
ہوٹل امین
کیم فروری تا 11 فروری
کیم جون تا 11 جون
کیم اکتوبر تا 11-اکتوبر
قیام
جی ٹی روڈ نزد ہشتنگری چوک پشاور شہر
فون: 9-2218215 (091)
موبائل: 0300-8566188

لاہور
ہوٹل عامر
14-فروری تا 27 فروری
14-جون تا 27 جون
14-اکتوبر تا 27-اکتوبر
قیام
لوئر مال نزد سیشن کورٹ، لاہور
فون: 19-7115015 (042)
موبائل: 0300-8566188

کراچی
فورچون سینٹر
13-مارچ تا 27 مارچ
13-جولائی تا 27 جولائی
13-نومبر تا 27 نومبر
قیام
آفس 706، 7 فلور، شاہراہ فیصل
نرسری اسٹاپ متصل K.F.C کراچی
فون: 021-7012068-9
موبائل: 0300-8566188

ملتان
ہوٹل سلور سینڈ
28 مارچ تا 6-اپریل
28 جولائی تا 6-اگست
28 نومبر تا 7 دسمبر
قیام
ریلوے روڈ نزد چوک عزیز ہوٹل ملتان
فون: 62-4518061 (061)
4582803 (0300-8566188)

www.leucodermatologist.com
E-mail: syedajmalzaidi@hotmail.com - syedajmalzaidi@yahoo.co.uk



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

لہجے میں بول پڑی۔

"مگر تم بھائی عسکری کی عمر تو دیکھو، ایسے میں پھسلنے کے چانس زیادہ ہوتے ہیں۔" اس نے میری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

"مگر رقیہ، عسکری کی اس عمر کی وجہ سے تو ہی مجھے اطمینان ہے، ان پر سانپ کے کاٹے کا بھی اثر نہ ہو۔" میں نے کچھ غیر اطمینان سا جواز تراشا۔

"سانپ نا...... سنو دیکھو تمہارا اور خالہ شریفہ ...... اور پھر ان کی صاحبزادی شبنم...... ان سب کا تمہارے خاندان والوں نے کیوں بائیکاٹ کیا ہوا تھا پھر اچانک سارا خاندان شبنم، شبنم کیوں کرنے لگا۔ یہ شبنم کا طریقہ واردات ہے۔ اپنی بھولی صورت اور اداؤں سے کام نکلنا چاہیے۔ میاں بیچارا اس کا جانے کس جھنجٹ میں جا کر پھنس گیا...... اس کو اپنا گھر تو چلانا ہے۔ اب وہ کوئی بھی ذریعہ ہو...... اس کو یہ طریقہ زیادہ سوٹ کرتا ہے۔ کام کے کام دام کے دام۔" رقیہ بیچ میں سانس لینے کو رکی تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"بس کرو...... اتنی بدظنی بھی اچھی نہیں۔" رقیہ کو شاید اپنی بات کی نفی پسند نہیں آئی جب ہی تو وہ فوراً جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے، تمہارا حسن ظن ہی سہی مگر واردات کے ہزار طریقے ہیں نہ کوئی خنجر نہ تلوار اور نہ ہی دامن پہ کوئی چھینٹ...... مگر پھر بھی واردات کی کرامت اثر دکھا جاتی ہے...... اچھا چلتی ہوں۔" میرا تو دماغ سنسنانے لگا...... طریقہ واردات ...... طریقہ واردات میں خدا حافظ کہتی باہر تک آئی۔ رقیہ نے گاڑی کا دروازہ کھولا اسٹیئرنگ سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کر دی...... میں نے وش کے لیے ہاتھ ہلایا پھر کھڑکی میں منہ ڈال کر نئی گاڑی کی مبارک باد دے ڈالی۔

"سوری، تمہیں مبارک باد نہ دے سکی۔"

"اوہ تھینک یو...... پھر ملیں گے۔" اور گاڑی چل پڑی۔

اچانک میرے سر پر جیسے آسمان سا آ پڑا، میری نگاہ گاڑی کے نمبر پر ٹک گئی...... اوہ...... یہ تو ہو بہو...... وہی نمبر ہے AG 2791 کل شبنم کے گھر پہ ہی سفید نئی آلٹو کھڑی تھی کیونکہ میرے فون نمبر سے ملتا جلتا نمبر تھا تو اس وقت بھی اس اتفاق پر ہنس پڑی تھی...... مگر آج...... تو یعنی...... شبنم کا کزن...... وہ کوئی اور نہیں...... رقیہ کا بھیلا بانکا میاں بھائی عمر میرے اردگرد جیسے زلزلے سے آ رہے تھے اور میرا وجود بگولوں کی زد پر تھا جانے میں کس طرح اندر تک آئی۔

"تم رقیہ ٹھیک کہہ رہی تھیں لیکن واردات...... کبھی کبھی انجانے میں اپنے گھر میں بھی ہو سکتی ہے۔ نقب لگتے کیا دیر لگتی ہے، اس میں عمر کی کوئی قید نہیں بس طریقۂ واردات اکثر جدا جدا ہو جاتا ہے۔"

اور میں اپنے بیڈروم میں جا کر گلدان میں پھول سجانے لگی جو کل شبنم کے گھر سے واپسی پر انہوں نے میرے لیے لیے تھے۔ صرف میرے لیے۔" رقیہ پیاری کبھی کبھی خزاں رسیدہ پتے...... آمد بہار کا پتا دیتے ہیں...... یہ تو تم اچھی طرح جانتی ہوگی...... تو رقیہ ڈیئر ہمارے آنگن میں بھی بہار کی آمد آمد ہے۔ یعنی میں...... بس اب تم خود سمجھ جاؤ...... کیونکہ تم ایک دانشور جو ٹھہریں۔"

# ہیپی برتھ ڈے

حرا فاطمہ

"ہادیہ ناشتا دو یار! مجھے دیر ہو رہی ہے۔" صارم اپنے والٹ، کی چین اور موبائل کی موجودگی کی تسلی کرتا ہوا آیا، کچن کے دروازے سے اندر جھانک کر ہادیہ کو ناشتے کا کہتا ڈائنگ روم میں جا کر چیئر کھینچ کر بیٹھ گیا۔ میز کو انگلیوں سے بجاتے ہوئے وہ پھر سے آواز لگانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ہادیہ نے ناشتا لا کر اس کے سامنے پٹخنے کے سے انداز میں دھرا اور واپس مڑ گئی۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED

''یہ کیا ہے؟'' کچھ پل حیرانی سے اس ناشتے کو دیکھتے رہنے کے بعد وہ ناشتے سمیت اس کے سر پر تھا۔

''ناشتا!'' پھاڑ کھانے والے انداز میں جواب ملا۔

''نئی خبر! یوں کرو، یہ تم کرلو اور مجھے ایک کپ چائے بنادو، زیادہ تکلیف نہ ہو تو۔'' طنزیہ انداز میں کہہ کر واپس ہوا اور آ کر اپنے کاغذات چیک کرنے لگا۔

''چائے۔'' روٹھے روٹھے انداز میں کہتی وہ کپ رکھ کر واپس پلٹنا چاہتی تھی کہ صارم نے مڑتے ہوئے اس کی کلائی تھام لی۔

''کیا ہوا ہے، صبح صبح ہی فیس کلاک بارہ کیوں بجا رہی ہے؟'' اس کے سامنے آتے ہوئے سیدھے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''کچھ نہیں۔'' ہادیہ کی آنکھیں پانیوں سے لبریز ہوگئیں۔

''آپ چائے لیں، ٹھنڈی ہوجائے گی۔'' کہتے ہوئے وہ جھٹکے سے بازو چھڑا لے گئی۔

''اُف...... پھر موڈ خراب! چلو یار واپسی پہ دیکھیں گے، دیر ہورہی ہے فی الوقت تو۔'' سیاہ بیگ ہاتھ میں لیا والٹ جیب میں رکھا اور پھر نظریں کچن کی طرف کیں۔

''ہادیہ، میں جارہا ہوں گیٹ بند کرلینا یاد سے اور اپنا خیال رکھنا، خدا حافظ۔'' ایک سانس میں بات ختم کرکے قدم دروازے سے باہر رکھا۔ ہادیہ بھی اس کے پیچھے باہر آئی۔ صارم نے گیٹ کھول کر واپس گاڑی تک آتے ہوئے ہادیہ کے خراب مزاج کی وجوہات تلاشنے کی کوشش کی۔ اسے مخاطب کرنے سے اجتناب بھی کیا تھا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اللہ کا نام لینے کے بعد گاڑی اسٹارٹ کی۔ ریورس کر کے گیٹ سے باہر نکالی ہی تھی کہ گیٹ کے دھاڑ سے بند ہونے پر بے ساختہ پلٹ کر دیکھا اور سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

☆☆☆

ہادیہ دروازہ بند کرکے اندر آئی اور لاؤنج میں پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔ آنسو سارے بند توڑ کر چہرے پر قطاریں بناتے چلے گئے، وہ بلک بلک کر رودی۔ تھوڑی دیر مسلسل روتے رہنے کے بعد وہ چپ ہوئی، صوفے پر سنبھل کر بیٹھنے کے بعد بال سمیٹ کر کیچر لگایا اور اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل سے کپ اور سامان اٹھانے کے لیے گئی۔ چائے کا کپ جوں کا توں دیکھ کر دل میں ندامت کا احساس جاگا مگر یہ ذرا دیر کے لیے ہی تھا۔

''ہونہہ! مجھے بھی پروا نہیں، میری پروا کی تھی؟ اتنا تک نہیں پوچھا کہ ناشتا کیوں نہیں کررہیں جیسے روز اکیلے ہی ناشتا کرتے ہیں۔'' تنفر سے سوچتے ہوئے سر جھٹکا، آنکھیں پھر بھر آئیں اور وہ سب چھوڑ چھاڑ وہیں چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

☆☆☆

صارم اور ہادیہ کی شادی کو دو سال ہوگئے تھے۔ صارم ایک معروف ٹریولنگ ایجنسی میں منیجر تھا۔ درحقیقت اس کا گھومنے پھرنے کا شوق ہی اسے اس طرف لایا تھا۔ ان دنوں وہ ایجنسی کے مری آفس میں اپنا تبادلہ کروا چکا تھا۔

چند دن پہلے ہی وہ دونوں مری پہنچے تھے۔ ان کے گھر کے آس پاس بس دو چار ہی گھر تھے، وہ بھی خاصے فاصلے پر تھے۔ عقب میں برف سے ڈھکے اونچے پہاڑ تھے۔ ان کے پیچھے سے جب سورج طلوع ہوتا تھا تو اس کی سنہری کرنیں ان پہاڑوں پہ



پڑتی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے ہر سو چاندی بکھری ہو۔ ان دونوں کو اپنے گھر کی لوکیشن بے حد پسند آئی تھی۔ گھر تو خاصا بڑا نہیں تھا۔ دو بیڈروم، لاؤنج اور سامنے مختصر سا لان۔ بڑے بیڈروم کو انہوں نے اپنے لیے سیٹ کرلیا تھا اور چھوٹے کو گیسٹ روم کے طور پر۔ لاؤنج خاصا بڑا تھا سو درمیان میں خوب صورت سے پردے لگا کر اسے ڈائننگ روم اور دوسرے حصے کو لاؤنج کم ڈرائنگ روم کی صورت دے دی تھی۔

دونوں کی فیملیز اسلام آباد میں سیٹل تھیں۔ سبھی ایک جگہ ٹک کے رہنے والے لوگ تھے سوائے صارم کے۔ بقول ابا جی آوارگی کا شوق اسے کسی جگہ زیادہ عرصے ٹکنے نہیں دیتا تھا۔

مری کے دلفریب نظارے تھے اور صارم اور ہادیہ، صارم نے آفس سے چند دن کی چھٹیاں لے رکھی تھیں۔ گھر کی سیٹنگ میں ہادیہ کا ہاتھ بٹاتے ہوئے اور پھر اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے وہ تمام ہوگئیں۔

دو دن پہلے ہی اس نے جوائننگ دی تھی۔ آج اس کا آفس میں تیسرا دن تھا۔ ہادیہ کو وہ کل شام سے چپ چپ دیکھ رہا تھا اور آخر کار صبح ناشتے پر کھل کر سامنے آئی تھی خرابی مزاج۔

اس بات پر وہ بہت پریشان تھا کیونکہ ان دو سالوں میں ہادیہ کو اس نے بہت صلح جو، مہربان اور محبت کرنے والی بیوی کے روپ میں دیکھا تھا۔ ہر وقت کے لڑائی جھگڑوں سے اسے وحشت ہوتی تھی...... لہٰذا اس کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ اس کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ پُرسکون گھر اس کا آئیڈیل تھا۔ اس کی اس خوبی کی معترف ہادیہ بھی تھی کہ صارم نے اس کے کسی کام میں بے جا مداخلت کی تھی اور نہ ہی ہدایتی شوہروں کی طرح ہر کام میں کیڑے نکالے تھے سو دونوں ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہے تھے۔ اب یہ پہلی ناچاقی نے دونوں کو ہی متاثر کیا تھا۔

☆☆☆

اپنے کام سے عشق ہونے کے باوجود بھی آج وہ دلجمعی سے کام نہیں کر پا رہا تھا۔ ذہنی رو بار بار بھٹکتے ہوئے ہادیہ تک جا پہنچتی تھی۔ نتیجتاً سارا کام خراب ہورہا تھا۔ پھر آفس ٹائم کے بعد بھی اس کا دل گھر جانے کو نہیں چاہ رہا تھا یونہی سڑکوں پر پیٹرول پھونک پھونک کر وہ دس بجے کے قریب گھر پہنچا۔ موبائل نکال کر ہادیہ کو مس بیل دینے کا ارادہ کیا مگر اس کی بیٹری آف تھی سو ہارن دیا۔ گیٹ فوراً کھلا۔

''ابا جی......'' اس نے آنکھیں پھاڑیں فوراً گاڑی سے باہر نکلا اور ابا جی کو سلام کیا۔

''وعلیکم، برخوردار۔'' عینک کے اوپر سے اسے دیکھا، سر سے پاؤں تک پھر پاؤں سے سر تک۔

''اندر چلو۔'' چھڑی سے اسے اشارہ کیا اور خود پیٹھ موڑ کر اندر کی طرف چلے۔ ہمت کرکے وہ بھی گاڑی میں بیٹھا، گاڑی اسٹارٹ کی اور اندر لا کر پورٹیکو میں کھڑی کی۔ پلٹ کر گیا اور دروازہ بند کیا۔ ابا جی باہر ہی کھڑے ملے۔

''چلو اندر۔'' پاس آنے پر چھڑی اس کی گردن میں پھنسائی اور چلنے کا اشارہ کیا۔

''ابا جی، میں۔'' منمنا کر کچھ کہنا چاہا۔

''خاموش۔'' ابا جی کی گرجدار آواز نے اسے چپ رہنے پر مجبور کردیا۔

اسے لیے وہ لاؤنج میں چلے گئے۔ سامنے اماں جی بھی براجمان تھیں اور ساتھ ہی ہادیہ تھی۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر ایک چہرے پر کنول کھلے



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

تو دوسرا ابھی مسکرا رہا تھا۔

"السلام علیکم! اماں جی۔" وہ اماں جی کی طرف لپکا۔ ابا جی کی چھڑی کو وہ فراموش کر چکا تھا مگر وہ تھی تو گردن میں موجود ناں۔

"اب سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" وہ ابا جی نہ ہوئے جو ذرا سا بھی لحاظ کر جائیں۔

"کہاں سے آوارہ گردیاں کرتے ہوئے آ رہے ہو؟ ہم تو سمجھنے لگے تھے کہ تم سدھر چکے ہو مگر تم مزید دیدہ دلیر ہو گئے ہو۔ پہلے تم مغرب سے پہلے گھر میں ہوتے تھے اب عشا کے بعد بھی گھر کا راستہ بھولنے لگے ہو۔" ابا جی ذرا سا چپ ہوئے تو اماں جی شروع ہو گئیں۔

"اے بچے، اس لڑکی کو ہم اپنی گارنٹی پر لائے تھے مگر تم نے لا کر اسے اس ویرانے میں ڈال دیا اور خود آدھی رات تک گھر سے باہر رہتے ہو۔ سچی سچی بتاؤ مجھے رات کو آتے تو ہو نا روزانہ گھر، غضب خدا کا، بچی کو اگر کچھ ہو جائے تو جواب دہ تو ہم ہوں گے نا؟"

"پتا نہیں وہ کون سی مائیں ہوتی ہیں جو اولاد کی ڈھال بن جاتی ہیں۔ یہ اماں جی تو......" اس نے آنکھیں بند کی اور خیال کے گھوڑے سرپٹ دوڑائے ایسی ماؤں کی تلاش میں۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ پہلے ابا جی پھر اماں جی کی طرف دیکھا۔ کوئی بھی بخشنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ نگاہ دونوں سے ہوتی ہوئی ہادیہ پر آ ٹکی۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ نگاہوں میں منت دیکھ کر پسیج گئی۔

"ابا جی، چھوڑیں، آپ تشریف رکھیے۔ آپ کا بی پی ہائی ہو جائے گا۔ آپ پلیز بیٹھیں، اب بہت کافی ہے۔ آئندہ دیر سے نہیں آئیں گے۔ ویسے بھی روزانہ دیر سے تھوڑی آتے ہیں۔ معاف کر دیں نا پلیز۔" وہ ملتجی انداز میں آگے بڑھ کر بولی۔ ابا جی نے اس کی گردن سے چھڑی ہٹالی اور باہر کی طرف چلے۔

"ارے ابا جی، آپ کدھر جا رہے ہیں؟ بیٹھیے نا۔" صارم ابا جی کے پیچھے لپکا۔ "ابھی تو میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہی نہیں۔" ابا جی نے پلٹ کر اسے زبردست گھوری سے نوازا۔ اسے پھر بھی اپنی بات کی نامعقولیت کا اندازہ نہیں ہوا۔ ابا جی پلٹ کر باہر نکل گئے۔

"اماں جی۔" اس نے پلٹ کر اماں جی کو گلے لگا لیا۔

"اے ہٹو، پیچھے ہو، میں نے کہا چھوڑ دو مجھے۔" انہوں نے زبردستی خود کو چھڑایا۔

"اماں جی، آپ یوں اچانک، مجھے فون کیا ہوتا میں خود جا کر آپ کو لے کر آتا...... اور گھر میں سب ٹھیک تھے۔"

"بس اچانک ہی آنا ہوا۔ تمہاری بہن کے پاس جائیں گے ایبٹ آباد، راستے میں سوچا تم سے ملتے جائیں۔" وہ بتانے لگیں۔ پھر کچھ یاد آنے پر تفکر سے بولیں۔

"تم نے کھانا کھایا؟ اے بہو! اٹھو بچے کے لیے کھانا لے کر آؤ بھوکا پیاسا ہوگا بچہ۔"

"نہیں اماں جی، کھانا تو میں کھا کر آیا ہوں۔" وہ ان کی ہمدردی پا کر کھل اٹھا۔

"اچھا پھر مجھے جانے دو، تمہارے باوا کا موڈ پہلے ہی خراب ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

"لیکن یہ گئے کدھر؟" اس نے آنکھیں مٹکائیں۔ اماں جی نے اس کا کان پکڑا۔

"سونے گئے ہیں، تمہارے باپ ضرور ہیں مگر آوارہ گردی کا شوق نہیں رکھتے، سمجھے۔"



"اماں جی بیٹھیں نا! ابھی تو میں نے آپ سے باتیں بھی نہیں کیں۔" وہ ٹھنک کر بولا۔

"اے ہٹو بھئی! سونے دو اب مجھے، کب سے جاگ رہے ہیں تمہارے انتظار میں، شام سے آئے بیٹھے ہیں۔ ہماری تو اس وقت آدھی رات ہوتی ہے۔ تم لوگ جا کر سو جاؤ اب اس موئے ٹی وی کے سامنے مت بیٹھے رہنا۔" وہ تنبیہہ کرتے ہوئے رخصت ہوئیں۔ صارم انہیں گیسٹ روم کے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ واپس آیا تو لاؤنج کو خالی پایا۔ بیڈ روم میں گیا وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ واپس پلٹ کر کچن میں چلا آیا۔ ہادیہ وہیں موجود تھی۔

"کیا ہو رہا ہے؟" وہ بڑے پیار سے بولا۔

"نظر نہیں آ رہا کیا؟" ہادیہ نے سختی سے جواب دیا۔

"ہونہہ، غصہ...... لگتا ہے ساس، سسر کی آمد ناگوار گزری ہے۔" وہ شرارتی انداز میں بولا۔ "ادھر بھی تم بالکل خاموش بیٹھی تھیں۔"

"میں ہرگز ان بہوؤں میں سے نہیں ہوں جو ساس، سسر کی آمد پر ناک چڑھا لیتی ہیں۔" اس نے درشتی سے جواب دیا اور کچن سے نکل گئی۔

"ہادیہ سنو تو، بات تو سنو یار سوری ویری سوری۔" وہ بھی پیچھے لپکا۔ "یار اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو مجھے بتاؤ۔ یقین کرو، سوری کر لوں گا لیکن یوں چپ تو مت ہو۔" وہ بے بسی سے بولا۔ ہادیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کمرے میں داخل ہوئی اپنا کمبل اٹھا کر صوفے پر ڈالا۔ پھر لیٹ کر کمبل سر سے پیر تک اوڑھ لیا۔ صارم بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔

☆☆☆

صبح ہی صبح وہ اٹھ کر جاگنگ کے لیے نکل گیا۔ دو میل دوڑ کے بعد واپس آیا تو ابا جی اور اماں جی کو ناشتے کی میز پر موجود پایا۔ انہیں سلام کیا اور خود بھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ ہادیہ ناشتا لگا کر خود بھی بیٹھ گئی۔ ابا جی ناشتے میں پراٹھا اور آملیٹ لیتے تھے اور اماں جی اور وہ خود صرف چائے ہی لیتی تھیں۔ صارم کی پسند ناپسند بدلتی رہتی تھی۔

"ابا جی شروع کریں۔" ہادیہ نے پراٹھا اور آملیٹ ان کی طرف بڑھایا۔

"اماں جی چائے۔" چائے کا کپ اماں جی کی طرف بڑھایا اور صارم کے لیے سلائس پر جیم لگانے لگی۔ سلائس اس کی طرف بڑھا کر وہ اپنے لیے بھی چائے نکالنے لگی۔ ابا جی نے اخبار میز پر رکھا، ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر دفعتاً صارم کی طرف متوجہ ہوئے۔

"یہ تم صبح، صبح اٹھ کر گھوڑے کی طرح دوڑنے نکل گئے۔ نہ نماز نہ قرآن۔" سلائس کا لقمہ اس کے حلق میں اٹکا۔

"تمہاری حرکتیں اب بھی ویسی ہی ہیں، اپنے رب کا شکر ادا کرو، اس کے آگے بھی سر جھکا لیا تو گناہ نہیں ثواب ہی ہوگا۔"

"ابا جی بس آج ہی رہ گئی، روزانہ تو پڑھتا ہوں۔"

"ہاں پڑھتا ہوں، تم اب سدھر جاؤ تو بہتر ہے۔ نماز، پڑھ لو، اس سے پہلے کہ تمہاری نماز پڑھی جائے۔"

ہادیہ کا کپ بے ساختہ لرزا، اماں جی بھی دہل گئیں، صارم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"اور یہ کچن کی لائٹ ابھی تک جل رہی ہے باہر دن چڑھ گیا یہاں ابھی تک روشنیاں ہی نہیں بجھیں......" اب کچن کی جلتی لائٹ انہیں متوجہ کر گئی۔ ابھی وہ ہادیہ کی کلاس لینے لگے ہی تھے کہ



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

صارم بول اٹھا۔

''ابا جی، بس لائٹ ابھی ابھی آئی ہے، میں بند کرآتا ہوں۔'' حالانکہ لائٹ بند بھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے اٹھا، ابا جی ناشتے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہادیہ نے بیک وقت صارم اور لوڈشیڈنگ کا شکریہ ادا کیا۔

☆☆☆

ابا جی فوجی بندے تھے اس بات سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ انہوں نے بیٹے سے کوئی بات نہیں کی، وہ صبح ہی روانہ ہوگئے۔ صارم آفس کے لیے تیار ہونے چل دیا جبکہ ہادیہ برتن سمیٹ کر کچن میں چلی گئی۔

''ہادیہ...... ہادیہ، میرے سوکس کدھر ہیں یار، مل نہیں رہے۔''

''ہادیہ۔'' مسلسل پڑنے والی پکار پر اس نے برتن پٹخے اور بیڈروم کی طرف چلی آئی۔ زور سے ڈریسنگ ٹیبل کی دراز کھولی جرابیں نکالیں اور بیڈ پر ڈال کر باہر نکلنا چاہا مگر صارم نے راستہ روک لیا۔

''راستہ چھوڑیں! یہ کام کا وقت ہے؟''

''نہیں، یہ بتاؤ کل صبح سے بارہ کیوں بج رہے ہیں؟'' وہاں اب بھی شوخی بھرا انداز تھا۔

''کچھ نہیں، راستہ دیں دیر ہورہی ہے مجھے۔''

''دیر مجھے بھی ہورہی ہے مگر ہونے دو، آج تمہارے مزاج کی خرابی کی وجہ دریافت کرکے رہوں گا، کیا بات ہے بولو۔'' وہ بیڈ پر بیٹھ گیا ساتھ ہی ہادیہ کو بھی بٹھالیا۔

''بتاؤ نا؟'' اس نے اصرار کیا وہ خاموش ہی رہی۔

''ٹھیک ہے مت بتاؤ، میں بھی دفتر نہیں جارہا، یہیں بیٹھا ہوں اور تمہیں بھی اِدھر ہی بیٹھنا ہوگا، وجہ بتا کر ہی اٹھ سکتی ہو تم۔''

''چھوڑیں مجھے!'' اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا۔

''نہیں۔''

''صارم پلیز۔''

''ہرگز نہیں۔'' ہاتھ پر گرفت مزید مضبوط ہوئی۔

''صارم۔'' وہ سسک اٹھی۔

''ارے، رے رے، پلیز، رو کیوں رہی ہو۔''

''آپ کو میرا ذرا خیال نہیں۔'' اسٹارٹ لیا گیا۔ صارم نے بے اختیار ٹھنڈی سانس لی۔

''تمہیں کیا پتا میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔'' اس نے ہادیہ کے آنسو پونچھنے چاہے۔

''نہیں...... بالکل نہیں کرتے۔'' اس نے صارم کا ہاتھ جھٹکا۔ آنسوؤں میں مزید روانی آگئی۔

''یہ انکشاف کیوں کر ہوا تم پر؟'' صارم نے وضاحت چاہی۔

''پرسوں میری سالگرہ تھی آپ کو یاد بھی نہیں رہا، دو سال صرف دو سال ہوئے ہیں ہماری شادی کو اور ان دو سالوں میں آپ نے مجھے ایک سالگرہ بھی نہیں وش کی جبکہ میں آپ کی ہر سالگرہ کتنے اہتمام سے مناتی ہوں۔ اپنے ہاتھوں سے کیک بیک کرتی ہوں، آپ کی پسندیدہ ڈشز تیار کرتی ہوں، آپ کو گفٹ دیتی ہوں اور آپ مجھے ہمیشہ بھول جاتے ہیں۔'' آنسوؤں میں مزید تیزی آگئی تھی۔ صارم نے بے ساختہ ہاتھ سر پر پھیرا۔

''سوری، ویری سوری، چلو میں تمہیں اب وش کردیتا ہوں، ہیپی برتھ ڈے ٹو......''

''کوئی ضرورت نہیں ہے، مری نہیں جارہی



میں۔'' اس نے تیزی سے بات کاٹی۔

''اچھا چلو، وعدہ کرتا ہوں آئندہ کبھی نہیں بھولوں گا، تمہاری آئندہ سالگرہ پر تمہیں وش بھی کروں گا، گفٹ بھی دوں گا اور تمہارے سارے کام آفس سے چھٹی لے کر خود کروں گا۔ اب خوش۔'' وہاں ذرا سی توجہ سے ناراضی کے بادل چھٹ گئے، مری کے بادل تھوڑا ہی تھے۔

''تیرے وعدے پہ جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا''

دل ہلکا پھلکا ہوا تو اسے بھی شوخی سوجھی، ہاتھ چھڑایا اور باہر چل دی، وہ بھی پلٹ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑا ہوا اور ٹائی کی گرہ لگانے لگا۔

☆☆☆

صارم کے آفس سدھارتے ہی وہ بھی گھر کی صفائی، ستھرائی میں لگی تو کہیں جا کر بارہ بجے کے قریب فارغ ہوسکی۔ تھکن حد سے سوا تھی۔ غسل کر کے کپڑے تبدیل کیے اور لائٹ سے اورنج کلر کا سوٹ پہن لیا، شولڈر کٹ بالوں کو سنوار کر یونہی کھلا چھوڑا۔ کچن میں جا کر اپنے لیے ایک کپ چائے بنائی اور لاؤنج میں چلی آئی۔ صارم لنچ لیتا بھی نہیں تھا سو اس نے بے فکری سے ٹی وی آن کیا اور چینل سرچنگ شروع کردی۔ ہر جگہ بور سے پروگرام چل رہے تھے۔ تنگ آکر ٹی وی بند کیا اور ریک میں پڑا ہوا رسالہ اٹھالیا۔

''اُف کیا مصیبت ہے۔'' کہانی اپنے عروج پر پہنچی ہی تھی کہ فون کی بیل بجنا شروع ہوگئی۔ جھنجلا کر رسالہ پٹخا اور اٹھ کر کونے میں رکھے ٹیلی فون اسٹینڈ تک گئی۔

''السلام علیکم!'' پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا گیا۔

## اشتہارات

### ضرورت ہے

ہمیں ایسے سامعین کی ضرورت ہے جو ایک شاعر کی غزلیں اور تازہ کلام سن سکیں۔ کم از کم بیس غزلیں روزانہ سننے والوں کو ترجیح دی جائے گی تنخواہ حسب ذائقہ دی جائے گی۔

○○○○

ہمارے یتیم خانے کے لیے ایک اعزازی خالہ کی ضرورت ہے۔

✿✿✿✿

ضرورت ہے ایک مرد کارکن کی جو ہماری ''تحریک نسواں'' کو چلا سکے۔

### تلاشِ گمشدہ

میرا ایک کتا صبح گھر سے نکلا تھا اب تک واپس نہیں آیا۔ اگر وہ خود اپنی تصویر دیکھے تو واپس آجائے، اُسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

✿✿✿✿

کوئی صاحب میرے کنوئیں کا ڈول اور رسّی چرا کر لے گئے ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ اب کنواں بھی اٹھا کر لے جائیں کہ ڈول اور رسّی کے بغیر یہ میرے لیے بے کار ہے۔

### خصوصی اعلان

رعایتی نرخوں پر ہماری دکان سے کفن خرید لیے۔ ہر بڑے کفن کے ساتھ بچے کا کفن مفت۔

ناہید بنت نور۔ واہ سیمنٹ ورکس

---

ساحل سمندر پر ایک شخص نے ایک خاتون کے پاس آکر کہا۔ ''محترمہ! وہ دیکھیے، آپ کا بیٹا میرے ہیٹ میں ریت بھر رہا ہے۔''

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، جناب! وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔'' خاتون نے جواب دیا۔ ''میرا بیٹا تو ادھر ہے وہ جو آپ کے کوٹ میں پانی بھر رہا ہے۔''

عائشہ خالد۔ میرپور خاص



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''وعلیکم السلام! خیریت؟'' دوسری طرف سے موجود صارم نے جواب کے ساتھ ہی سوال داغ دیا۔

''میرے آفس آنے کے بعد تمہیں پھر تو کسی نے نہیں بھر دیا۔''

''سوری، میں دراصل ڈائجسٹ پڑھ رہی تھی نا تو......''

''اچھا اچھا، سمجھ گیا۔'' صارم اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

''کوئی کام تھا آپ کو؟ اس وقت کیسے فون کرلیا؟''

''ہاں، اصل میں میرے ایک دوست کی بیگم کی سالگرہ ہے اس نے دعوت دی ہے۔ تم تیار ہو جانا۔'' صارم نے وضاحت کی۔

''میں نہیں جا رہی۔'' ہادیہ کو پھر سے اپنا غم یاد آیا۔

''جانا تو تمہیں پڑے گا لہٰذا تم تیار رہنا ورنہ جس حالت میں بھی ہو میں اسی حلیے میں لے جاؤں گا۔ سات بجے میں گھر آؤں گا اور فوراً نکلیں گے۔ ڈنر باہر ہی کریں گے۔''

''میں اباجی کو فون کر کے بتاؤں گی کہ صاحب بہادر کا آج پھر رات گئے آنے کا ارادہ ہے۔'' اس نے دھمکی دی۔

''بتادینا۔'' وہاں ازلی بے فکری تھی۔

''والدین کی جھڑکیاں پھول ہوتی ہیں۔'' ہادیہ نے ریسیور پٹخ دیا۔

''دوست کی بیوی کی سالگرہ ہے'' غم تازہ ہوا۔ نین کٹورے لبالب بھر گئے ''اپنی بیوی کی سالگرہ بھول گئے۔ دوست کی بیوی کی سالگرہ یاد رہی۔ نہیں جاؤں گی میں بھی۔''

☆☆☆

ٹھیک سات بجے گاڑی کا ہارن سنائی دیا اور ساتھ ہی موبائل پر بیل ہونے لگی، ہادیہ اٹھ کر دروازہ کھولنے چلی گئی۔ گیٹ کھولا اور تیزی سے واپس پلٹ گئی۔ صارم گاڑی سے باہر آیا دروازہ بند کیا اور اندر کی طرف چلا۔

''تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟ سات بج رہے ہیں، میں نے تمہیں انفارم کیا تھا ہادیہ؟'' وہ مزے سے بیٹھی رہی۔

''تم سے کہہ رہا ہوں۔'' وہ پاس آکر ذرا زور سے بولا۔

''میں نے کہا تھا نا نہیں جاؤں گی۔''

''اور میں نے بھی کچھ کہا تھا شاید تم بھول گئیں۔'' وہ خاموش رہی صارم ہونٹ بھینچے چند لمحے کھڑا دیکھتا رہا اور پھر پلٹ کر بیڈروم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ کندھے اچکاتی ٹی وی اسکرین کی جانب متوجہ ہوگئی۔ چند لمحے بعد صارم پھر واپس آگیا۔

''اوڑھو اسے اور فٹافٹ اٹھو۔'' جھٹکے سے دوپٹا کھینچ کر صوفے پر اچھالا اور میرون ایمبرائڈڈ شال اس کی طرف بڑھائی۔

''میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ ضدی لہجے میں بولی۔

''جانا تو ہوگا تمہیں اٹھو فوراً۔'' اس نے کلائی سے پکڑ کر جھٹکے سے اسے کھڑا کیا تھا اور شال اس کے کندھوں پر ڈال دی۔

''نہیں۔'' صارم نے اس کی طرف دیکھا، چہرے پر واضح انکار تحریر تھا۔

''چلو۔'' اس کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹ لے گیا۔ دروازہ لاک کیا اور ہادیہ کے واویلے پر کوئی



توجہ دیے بغیر چھوٹا سا لان عبور کیا۔ گیٹ سے نکل کر اسے بھی لاک کیا پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے اندر تقریباً پٹخ کر لاک لگایا۔ دوسری سائڈ سے آکر اندر بیٹھ کر زور سے دروازہ بند کیا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

''تم ضدی ہو تو تم سے زیادہ ضدی میں ہوں۔'' سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ ہادیہ چپ چاپ آنسو صاف کرتی رہی۔ باقی راستہ خاموشی سے کٹا۔

☆☆☆

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک خوب صورت سے محرابی کھڑکیوں والے ریسٹورنٹ کے سامنے صارم نے گاڑی روکی۔

''شال ٹھیک کرلو باہر سردی ہوگی۔'' کندھے سے جھولتی اس کی شال کو دیکھ کر اس نے تنبیہہ کی۔

''چلو پھر۔'' وہ اسی طرح خاموشی سے بیٹھی رہی تو وہ کندھے اچکاتا ہوا گاڑی سے اترا پھر دوسری طرف سے آکر اسے دروازہ کھول کر اترنے کا اشارہ کیا۔ خلافِ توقع وہ خاموشی سے اتر آئی۔ صارم نے بے ساختہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ اندر آکر وہ سیدھا کونے والی میز کی طرف بڑھا ہادیہ بھی اس کے پیچھے چلی۔

''بیٹھو۔'' کرسی کھینچ کر اسے بیٹھنے کا کہا اور پھر خود بھی بیٹھ گیا۔

''اپنا منہ سیدھا کرلو، کیا سوچیں گے وہ لوگ تمہیں بالکل خوشی نہیں ہے۔'' وہ بولا۔

''یوں لگتا ہے جیسے زبردستی تمہیں کرسی پر باندھ دیا گیا ہو۔'' اسے خاموش پا کر وہ پھر سے بولا تھا۔

''ہاں نہیں ہے مجھے خوشی، زبردستی لے کر آئے ہیں اور باندھ کر ہی تو بٹھا رکھا ہے۔'' وہ پھٹ پڑی۔

تازہ شمارہ ہر بک اسٹال پر موجود ہے

ماہنامہ
سرگزشت

جون 2011ء کے شمارے کی ایک جھلک

فسانہ ساز
اردو ادب کے ایک مایہ ناز ادیب کی سرگزشت جس کی کہانیوں میں انوکھا پن تھا

مہاچور
جعلسازی سے ارب پتی بن جانے والے فیس بک کے بانی کی سوانح حیات

زندہ دل
معین اختر کی زندگی کے مخفی و عیاں گوشے

مسلمان سائنس داں
دورِ حاضر کے مسلمان سائنسدانوں کا مختصر مختصر سا تعارف

گم شتہ محبت
ایک دوشیزہ کی آپ بیتی جو ہمیشہ کے لیے پاگل رہنے کی خواہشمند تھی

ان کے علاوہ

سراب جیسی طویل سرگزشت، معلوماتی اور دل دکھا دینے والی آپ بیتیاں جگ بیتیاں
وہ سب کچھ جو آپ پڑھنا چاہتے ہیں

بس ایک بار سرگزشت پڑھ کر دیکھیں،
آپ یقیناً گرویدہ ہو جائیں گے،

خاص شمارہ......ہر شمارہ، خاص شمارہ......ہر شمارہ، خاص شمارہ



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"صارم آپ مجھ سے بالکل محبت نہیں کرتے۔ میری سالگرہ تو آپ نے نہیں منائی۔ میں نے کہا میں نہیں جاؤں گی، آپ زبردستی لے آئے۔ بہت برے ہیں صارم، بہت ہی برے۔ آپ کو میرا ذرا خیال نہیں۔" اس نے دونوں بازو میز پر رکھ کر چہرہ چھپایا۔

"اچھا پلیز رونا مت۔ دیکھو ویٹر آرہا ہے کیا سوچے گا وہ۔" صارم نے اس کے بازو پر ہاتھ کر اسے متوجہ کرنا چاہا۔ ویٹر آچکا تھا۔ پہلے سے آرڈر شدہ سب لوازمات کے ساتھ اس نے سب میز پر رکھا اور واپس پلٹ گیا۔

"اچھا دیکھو! اوپر دیکھونا ذرا پلیز، اِدھر دیکھوناں۔" اصرار پر اس نے ذرا سا سر اٹھایا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، او سوری ہیپی برتھ ڈے ٹو یور موسٹ فیورٹ میگزین۔" اس نے شرارتی سے لہجے میں گنگنا کر کہا۔

"صارم، یہ کیا ہے؟" وہ حیرانی سے سیدھی ہو بیٹھی اور سامنے رکھے اپنے فیورٹ کیک اور پاس رکھے ماہنامے پر نگاہ ڈالی۔

"یہ...... تمہاری خوشی، تمہاری مسکراہٹ اور تمہاری آنکھوں میں دمکتے تارے جو ماند پڑنے لگے تھے۔ وہ ہنسی کی جھنکار جو مدھم پڑنے لگی تھی۔" وہ محبت سے بولتا چلا گیا۔

"صارم......" خوشی سے اس سے بولا ہی نہیں گیا۔

"یس مائی سوئٹ ہارٹ، اب جلدی سے کیک کاٹو۔"

"صارم آپ بہت اچھے ہیں۔ میرا کتنا خیال رکھتے ہیں آپ۔" کیک پیس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ بولی۔

"عورت کی بات کا کبھی اعتبار مت کرو، دنیا ٹھیک ہی کہتی ہے۔"

"کیوں؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"بھئی اب دیکھونا، کل تم نے کہا کہ مجھے تمہارا ذرا خیال نہیں ہے۔ دل میں تو پتا نہیں کتنی بار کہا ہوگا۔ ابھی آتے ہوئے تم نے پھر کہا۔ ابھی کہہ رہی ہو کہ میں تمہارا بہت خیال رکھتا ہوں۔ اب سچ کسے مانوں؟" کیک کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے وہ بولا۔

"تو جب رکھا تو میں نے کہہ دیا۔ اب جب نہیں رکھیں گے تو کیا پھر بھی کہا کروں کہ رکھتے ہیں۔" وہ بے نیازی سے بولی۔

"اچھا۔"

"ہاں، ابھی مجھے کیسے زبردستی گھسیٹ کر لائے ہیں۔"

"ٹھیک۔" اس نے سر ہلایا۔ "لیکن تمہیں اتنی زیادہ خوشی بھی تو دی ہے نا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" وہ بچوں کی سی خوشی سے بولی۔

"لیکن میرا گفٹ!"

"کون سا گفٹ؟"

"سالگرہ کا۔"

"منہ دھو رکھو، سالگرہ تمہاری نہیں ہے۔" وہ بے مروتی سے بولا۔

"مجھے گفٹ چاہیے صارم۔" انداز تحکمانہ تھا۔

"بھئی تمہاری سالگرہ پر دوں گا ناں تمہیں گفٹ۔"

"مجھے ابھی چاہیے۔"

"میری ذاتی ملکیت میں صرف ایک کار ہے۔ بینک بیلنس میرا صفر، تنخواہ دار بندہ ہوں۔ کار چا



تو بتاؤ تمہارے نام کر دیتا ہوں۔"

"وہ آپ ہی کو مبارک ہو۔ میں پرانی چیزیں نہیں لیتی، مجھے بالکل نئی چیز چاہیے۔" وہ منہ موڑ کر بیٹھ گئی۔

"اچھا یہ لو۔" چند لمحے اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد کوٹ کی جیب سے اس نے ایک پیکٹ نکالا۔ پیکنگ کھول کر کیس میں سے ایک نازک گولڈ کا لائٹ براؤن نگوں والا بریسلیٹ اس کی طرف بڑھایا۔

"واؤ، سو بیوٹی فل صارم۔ تھینک یو سو مچ۔" اس نے بازو آگے کیا۔

"اب تو آپ کو دو سالگرہ منانی پڑیں گی۔" صارم بریسلیٹ کا ہک لگا رہا تھا کہ وہ بول اٹھی۔

"دو کس کی، میں صرف ایک عدد بیوی رکھتا ہوں۔" اس نے شرارتی چہرے پر نگاہ کی۔

"ایک تو میری اور ایک میرے ماہنامے کی، کیونکہ یہ آئیڈیا آپ کا ہی ہے۔" وہ خوشگوار موڈ میں بولی۔

"مارے گئے۔" وہ کراہا۔

"چلو پھر میں تمہاری سالگرہ پر تمہیں ڈائجسٹ گفٹ کر دوں گا اور ڈائجسٹ کی سالگرہ پر تمہارا گفٹ تمہیں ملے گا۔" اس نے بھی سیر پر سوا سیر ہونے کا ثبوت دیا۔

"وہ اس وقت دیکھیں گے۔" وہ بے نیازی سے بولی۔

"سو سوئٹ۔"

"مجھے پتا ہے۔"

"کیا......؟"

"یہی کہ میں سوئٹ ہوں۔"

"لیکن میں تو ٹائٹل کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔" اس نے رسالے کا خوب صورت سا سرورق سامنے کیا۔

"انتہائی طوطا چشم ہو تم!" وہ دانت پیس کر بولا۔

"بیوی کس کی ہوں۔"

"تم......" اس نے لب بھینچے۔ ہادیہ بے ساختہ کھلکھلا اٹھی۔ صارم بھی ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلیں۔"

"ہوں...... چلتے ہیں۔" ہادیہ نے بھی تقلید کی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا ماہنامے کی سالگرہ کا صارم؟" ساتھ چلتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"اصل میں بیڈ سائڈ ٹیبل پر ڈائجسٹ رکھا دیکھ کر یونہی وقت گزاری کے لیے میں نے اٹھالیا...... وہیں میں نے سالگرہ نمبر پڑھا اور یوں یہ آئیڈیا میرے ذہن میں آیا۔ اب تو خوش ہو نا تم؟" اس نے وضاحت دے کر پوچھا۔

"بہت۔" خوشی اس کے چہرے سے چھلک رہی تھی۔

جب وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ رہے تھے تو صارم نے سوچا۔ "شریکِ سفر کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا اگر خیال رکھ لیا جائے تو سفر کتنا خوشگوار گزرے۔ آپ کی بیوی آپ سے کس چیز کی طلب گار ہے۔ ڈھیر سارے خیال کے بدلے کچھ پل تھوڑی سی توجہ کے۔ سودا خسارے کا تو نہیں۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ناولٹ

# قربتوں کی دوری

رضوانہ پرنس

چوتھا حصہ

"تو اس قدر مجھے اپنے قریب لگتا ہے
تجھے الگ سے میں سوچوں عجیب لگتا ہے"

عفان نے اپنے موبائل پر کوئی تیسری بار یہ میسج پڑھا۔ اس سے پہلے تو کبھی کسی نے اس قسم کے شعر نہیں بھیجے تھے۔ اس کے دوستوں میں تو کسی کو بھی شعرو شاعری سے کوئی خاص شغف نہیں تھا اور پھر یہ نمبر بھی بالکل انجان تھا۔ عفان کا ذہن بار بار روی کی طرف جا رہا تھا۔ اس کو یقین سا ہو رہا تھا کہ یہ شعر سوائے

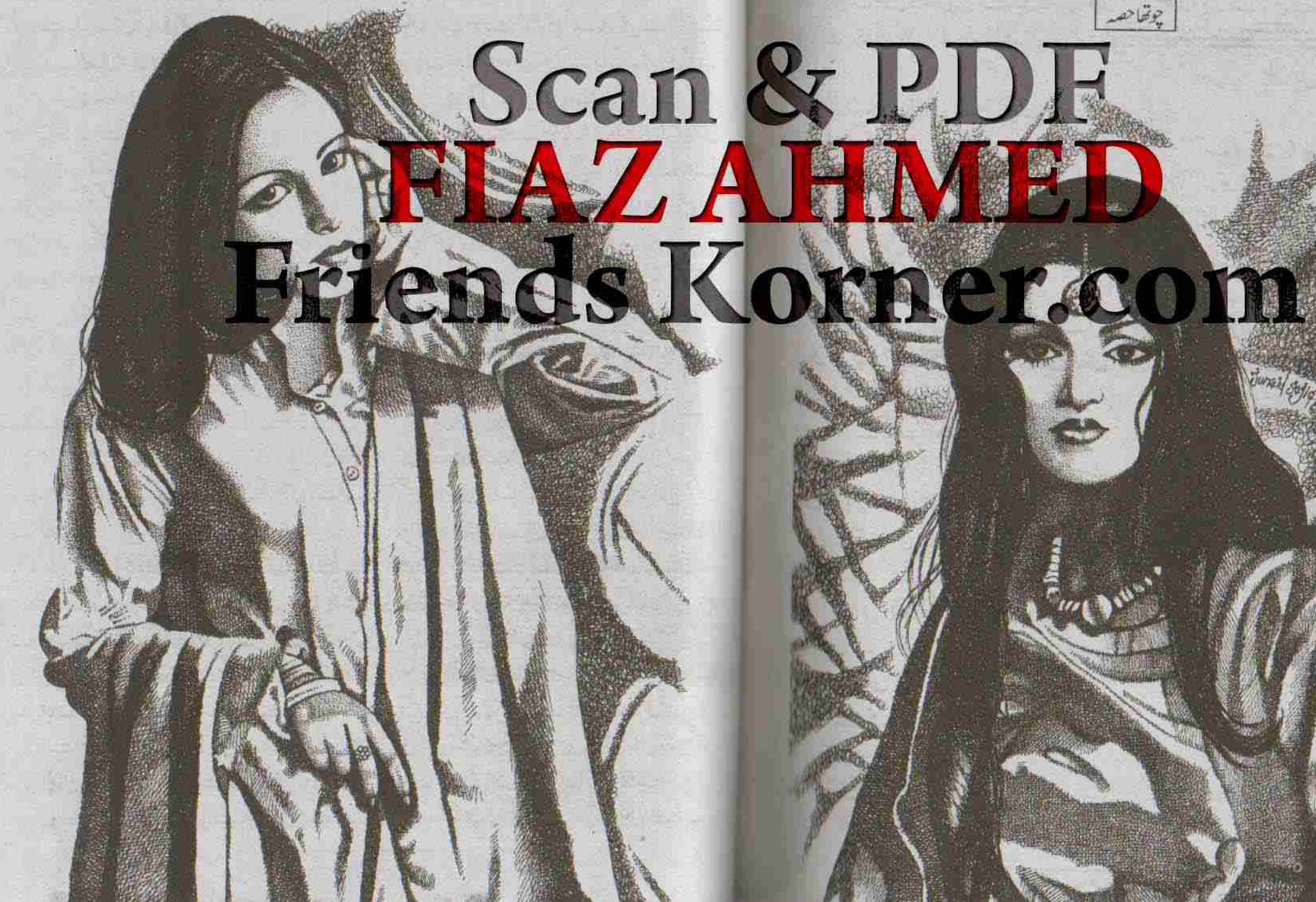

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

رومی کے کوئی اور نہیں بھیج سکتا۔ تبھی موبائل پر ایک بار پھر میسج کی ٹون بج اٹھی۔

اس نے جلدی سے دیکھا تو اسی انجان نمبر سے پھر ایک خوب صورت سے میسج نے جیسے اس کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول کرالی۔

''سنو ایک ایک خوب صورت نظم جو میں نے کہیں پڑھی تھی آج مجھے اپنے حسبِ حال لگ رہی ہے۔ اسے میں تمہاری نذر کررہی ہوں۔

میری محبت عیاں نہیں ہے
نہ کچھ کہوں تو
یہ مت سمجھنا
کہ تم کو میں چاہتی نہیں ہوں
مگر کسی سے کہا نہیں ہے
کبھی کسی سے نہیں کہوں گی

وہ چاہے تم ہو
میں چپ رہوں گی
خموشیوں کی زباں کی قائل
میں چپ رہوں گی
بس اِک رستہ نظر کا رستہ
کھلا رہے گا''

عفان نے گہری سانس لے کر کرسی سے ٹیک لگالی۔

''یہ یقیناً رومی ہے، میں نے منگنی کے دن اپنے ہر رویّے سے اسے بتایا دیا تھا کہ اسے اپنے بڑھتے ہوئے قدم پیچھے ہٹانے ہوں گے۔ اس کی محبت، اس کا جنون ایک بے چینی بن کر میرے دل میں بھی اتر تا جارہا ہے..... تبھی تو منگنی کے بعد سے اب تک میں اسے اوائڈ ہی کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ اگر مجھے ایمان سے اتنی شدید محبت ہے تو پھر رومی کیوں میرے حواسوں پر چھارہی ہے۔ کیا یہ بھی محبت ہے۔ نہیں..... نہیں یہ محبت نہیں محض وقتی جذبہ ہے۔ ایک حسین لڑکی کا والہانہ التفات میرے قدموں کے ڈگمگانے کا موجب بن رہا ہے۔'' اس نے تو اپنے دل کو سمجھا لیا تھا۔ منگنی کی انگوٹھی نے جیسے ایمان کی محبت دو چند کردی تھی۔ اتنے دنوں رومی سے ملاقات نہ ہونے کے سبب واقعی میں اس کا عکس جیسے عفان کی نگاہوں میں دھندلانے لگا تھا لیکن آج اس کی بھیجی ہوئی خوب صورت شاعری ایک بار پھر سے اس کے جذبات اور احساسات میں ایک نیا رنگ بھر رہی تھی۔

''ہوسکتا ہے یہ رومی نہ ہو۔'' اس نے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے سوچا۔ اس وقت وہ آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ایک اہم میٹنگ ہونے والی تھی لیکن اس وقت جیسے اس کا سارا دھیان صرف اپنے موبائل میں سمٹ آیا تھا۔ دل ایک چھوٹے سے بچے کی طرح سب کچھ بھول کر ایک بار پھر مچل اٹھا تھا۔ رومی کا حسین سراپا بار بار اس کے خیالوں میں آکر اسے ایک عجیب سے احساس سے دوچار کررہا تھا۔ تب ہار کر اس نے بھی اسی نمبر پر میسج کردیا۔

''تم کون ہو، پلیز مجھے بتاؤ؟'' موبائل ہاتھوں میں تھامے وہ بے تابی سے جواب کا انتظار کرنے لگا لیکن دوسری طرف جیسے مکمل خاموشی چھا گئی..... کوئی جواب ہی نہیں آیا۔ ہاں البتہ احسان صاحب کا بلاوا ضرور آگیا جو اسے میٹنگ کے لیے کال کررہے تھے۔ وہ الجھا ہوا سا احسان صاحب کے کمرے کی طرف چلا گیا جہاں سب لوگ اس کے آنے کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ میٹنگ ختم ہونے کے بعد واپس اپنے آفس میں آتے ہی اس نے جلدی سے اسی نمبر پر کال کی لیکن رنگ جاتی رہی کسی نے بھی کال ریسیو نہیں کی۔ اس نے مایوس ہوکر ایک اور میسج بھیجا۔

''آپ کی بھیجی ہوئی نظم جتنی اچھی ہے، آپ کی بزدلی اتنی ہی خراب ہے۔ پلیز اپنا نام بتائیں؟'' دو منٹ میں ہی جواب آگیا۔ اس نے بے چینی سے پڑھا۔

''جس کے دم سے میرے دن رات درخشاں تھے قتیلؔ
کیسے اب اس کے بنا وقت گزارا جائے''

''اوہ!'' وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ یقیناً رومی ہی تھی۔ ایک دو ہفتے سے وہ اسے اگنور کررہا تھا۔ ایمان کے گھر جانے کے بجائے وہ اس سے آؤٹنگ کے بہانے باہر ہی مل لیتا تھا۔ یہ شعر رومی کے شکوے کی زبان بن کر اس سے بہت کچھ کہہ رہا تھا۔

عفان نے ایک بار پھر اس نمبر پر کال کی لیکن وہ ریسیو نہیں کی گئی اس کی بے تابی بڑھنے لگی۔ دل ایک بار پھر ہمک ہمک کر رومی کو دیکھنے کی خواہش کرنے لگا۔ وہ اپنے آپ سے کیے گئے تمام وعدے بھلا کر اسی شام ایمان کے گھر پہنچ گیا۔ ایمان اسے یوں اچانک اپنے سامنے پاکر خوشی سے کھل گئی۔

''ارے، آپ یوں اچانک کیسے آگئے؟'' اس کے لہجے میں حیرانی آمیز خوشی تھی۔ کاٹن کے لال رنگ کے سادہ سے سوٹ میں وہ بہت اچھی لگ رہی تھی لیکن عفان کا ذہن تو کہیں اور ہی تھا۔ وہ اس وقت شدت سے اس دشمنِ جاں سے ملنے کو بے چین ہورہا تھا جس نے آج اسے سارا دن ڈسٹرب کیے رکھا تھا۔

''ہاں بس اچانک ہی میرا موڈ چائنیز کھانے کا بن گیا۔ میں نے ریسٹورنٹ میں ٹیبل بھی بک کروالی ہے۔ چلو تم اور شازی تیار ہوجاؤ بلکہ رومی کو بھی فون کردو۔ منگنی کے بعد اپنی سالیوں کو کوئی ٹریٹ نہیں دی ہے نا۔'' وہ بظاہر بے حد آرام سے ایمان کو اپنا پروگرام بتانے لگا جبکہ دل کا عالم کچھ اور ہی تھا۔ پتا نہیں کیوں اس وقت وہ ایک ٹین ایج لڑکے کی طرح بی ہیو کررہا تھا۔ رومی کو دیکھنے، اس سے ملنے کی خاطر کیسے پلان بنا رہا تھا۔ شازی تو اس کی یہ آفر سن کر خوشی سے اچھل ہی پڑی۔

''واہ بھئی، دولھا بھائی ہوں تو ایسے بس میں ابھی تیار ہوتی ہوں۔'' وہ کھلکھلاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھی تو ایمان نے رومی کو فون ملایا۔ اسی وقت راحت اندر کمرے میں داخل ہوئیں۔

''ارے عفان، یہ ڈنر کس خوشی میں دے رہے ہو تم؟'' انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''بس آنٹی، ایسے ہی دل چاہ رہا تھا۔'' وہ جواب تو اُن کو دے رہا تھا لیکن سارا دھیان ایمان کی طرف لگا ہوا تھا... جو رومی سے خفگی کا اظہار کررہی تھی۔ عفان پریشان سا ہوگیا یقیناً اس نے انکار کردیا تھا تبھی تو ایمان غصہ کررہی تھی۔ راحت بیگم کی باتیں جاری تھیں اور وہ بے دلی سے ہوں ہاں میں جواب دے رہا تھا۔ ایمان فون رکھ کر ان لوگوں کے نزدیک آگئی۔

''عفان، وہ رومی تو نہیں جارہی، اس کے کچھ گیسٹ آنے والے ہیں۔'' عفان کا دل بجھ گیا۔ جس کے لیے پروگرام بنایا تھا وہی طرح دے گئی تھی۔ اسے رومی پر غصہ آنے لگا۔ اچھا خاصا وہ اس کے سحر سے باہر نکل آیا تھا لیکن وہ دوبارہ اس کا سکون تباہ کرنے کے درپے ہورہی تھی۔ اس کی بے قراری کا تماشا دیکھنے میں اسے مزہ آرہا تھا۔ شاید وہ منگنی والے دن اس کی بے رخی کا بدلہ لے رہی تھی۔ کتنی ہی باتوں نے اس کے ذہن میں آکر اسے اپ سیٹ کردیا لیکن اس نے اپنے چہرے سے قطعی کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا بلکہ مسکرا کر راحت بیگم کی طرف دیکھا۔

''آنٹی یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ میں نے چار لوگوں کے لیے ٹیبل ریزرو کروائی تھی بس آپ

Scan & PDF ELAZ AHMED Friends Korner.com

ہمارے ساتھ چلیں۔ ویسے بھی آپ بتا رہی تھیں کہ انکل بھی ایک بزنس ڈنر پر گئے ہوئے ہیں۔'' راحت بیگم کچھ پس و پیش کے بعد راضی ہو گئیں اور کچھ ہی دیر میں ہنستا مسکراتا قافلہ کار میں بیٹھ رہا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ اس قافلے کا سالار اندر سے بہت اداس لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے ہوئے تھا۔

☆☆☆

کمرے میں بہت گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔ رحیم سر جھکائے پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا۔ صفو خالہ اور امینہ نیچے فرش پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ رحیم اندر آنے کے بعد نہ جانے کتنی دیر بلند آواز سے روتا رہا تھا۔ امینہ کی تو حالت ہی اسے دیکھ کر غیر ہو گئی تھی۔ وہ بے اختیار چیختے اور روتے ہوئے اس کے سینے سے جا لگی تھی۔ اس لمحے وہ یہ بالکل ہی بھول چکی تھی کہ رحیم اب اس کے لیے نامحرم ہو چکا ہے۔ اسے یاد رہا تو صرف یہ کہ چندا ان دونوں کی بیٹی تھی، وہ چندا کا باپ تھا۔ اس نے رحیم کے ساتھ دکھ اور سکھ کے بے شمار سال گزارے تھے۔ نکاح کے بول اور طلاق کے تین الفاظ کچھ بھی درمیان میں نہیں آئے بس محبت اور نفرت میں گندھا وہ تعلق یاد رہ گیا جو ان دونوں کے دلوں کے درمیان تھا۔ ان دونوں کو صفو خالہ نے بڑی ناگواری سے علیحدہ کیا۔

''امینہ، ہوش کے ناخن لے، رحیم اب تیرے لیے نامحرم ہے۔ دوپٹا سر پر لے اور جا کر فرش پر بیٹھ۔'' صفو خالہ سے ان دونوں کا اس طرح سے ملنا بالکل بھی برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ امینہ سسکیاں لیتے ہوئے جا کر فرش پر بیٹھ گئی۔ کتنے عرصے بعد اس کے شوہر نے اسے محبت اور ایک درد بھرے احساس کے ساتھ گلے لگایا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اللہ سے گڑگڑا کر کہے کہ وہ بہت اکیلی ہے۔ سامنے جو شخص بیٹھا ہوا ہے وہ اس کا بہت اپنا ہے اور آج اس شدید دکھ میں وہی اس کا سہارا بن سکتا ہے۔ یہ رشتہ تین لفظوں کا محتاج کیوں ہوتا ہے۔ کیا غصے میں کہے گئے تین الفاظ قلبی تعلق کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ ان آنسوؤں بھری سوچ میں اچانک ہی چھم سے رشید اور حمید کا خیال بھی اس کے ذہن میں جگمگا اٹھا۔ وہ بے قراری سے اٹھ کر رحیم کی طرف لپکی تو صفو خالہ نے اس کی چادر کو جھٹکا دے کر اسے روکنا چاہا۔ امینہ نے رک کر قہر آلود نظروں سے دیکھا۔

''صفو خالہ، میں بھیڑیوں کی اس دنیا میں بالکل تنہا سب کا مقابلہ کر رہی ہوں اور تو ہے کہ مجھے اس شخص سے بچانے کی کوشش کیے جا رہی ہے جو اس وقت میرا سب سے بڑا ہمدرد اور سہارا ہے۔ میرے چاروں طرف اتنا اندھیرا ہے کہ مجھے تیری کوئی شرع نظر نہیں آ رہی ہے۔ تو میری فکر نہ کر اور اپنے گھر جا۔''

صفو خالہ کو برا تو بہت لگا لیکن پھر بھی وہ اسے چھوڑ کر نہیں گئیں۔ بس چپ چاپ بیٹھ کر ہاتھ میں تھامی تسبیح پڑھنے لگیں۔ امینہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ رحیم کی جانب دیکھا۔

''رحیم، میرے دونوں بچے کہاں ہیں۔ انہیں تو نے بہن کے مرنے کی اطلاع نہیں دی کیا، وہ تیرے ساتھ کیوں نہیں آئے؟'' ایک ہی سانس میں اس نے کئی سوال کر ڈالے۔ رحیم سر نہوڑائے خاموش بیٹھا رہا، اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اس نے...... امینہ کے دل میں اندیشوں کے سانپ سر سرانے لگے۔ چندا کی وجہ سے دل ویسے ہی بہت چھوٹا ہو رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اب رشید اور حمید کے لیے بھی وہ چندا کی طرح بہت بری کوئی خبر سننے والی ہے۔

''دیکھ رحیم، خدا کی قسم مجھے کوئی خراب بات



مت بتانا۔ اب میرے دل میں بالکل بھی طاقت نہیں رہی۔ چندا نے مجھے اندر سے ختم کر دیا ہے۔ مجھے میرے حمید اور رشید واپس لا دے تاکہ میں تھوڑا سا اور جی لوں۔'' وہ روتے ہوئے رحیم کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ صفو خالہ نے تسبیح پڑھتے ہوئے کسمسا کے اسے دیکھا لیکن اس بار اسے کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکیں۔ رحیم بے اختیار کھڑا ہو گیا۔

''امینہ تو فکر نہ کر، میں جلدی تیرے بیٹوں کو لے کر تیرے پاس آ جاؤں گا۔ بس مجھے کچھ دن کی مہلت دے دے۔'' امینہ کا دل بہت تیز دھڑکنے لگا۔ رحیم کے چہرے سے گھبراہٹ مترشح تھی۔

''کیوں، کیا وہ ابھی تیرے پاس نہیں ہیں۔ کہاں چھوڑ آیا ہے تو انہیں؟'' اس نے رحیم کو جھنجوڑ ڈالا۔

''امینہ میں سچ کہہ رہا ہوں، تیرے بچے بالکل محفوظ ہیں اور ملتان میں ہیں، میں خود جا کر انہیں لے آؤں گا۔'' رحیم نے تسلی دینے والے انداز میں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو صفو خالہ جلدی سے اٹھ کر ان دونوں کے نزدیک آ گئیں۔ اس بوڑھی عورت کو اس وقت امینہ کے دکھ اس کی فکر اور پریشانیوں سے زیادہ صرف یہ فکر تھی کہ رحیم اس کے لیے اب نامحرم ہے اور وہ اس کے اس قدر قریب کیوں کھڑی ہے۔

''نہیں رحیم، تجھے حمید اور رشید کی قسم مجھے سچ سچ بتا دے انہیں ملتان تو نے کیوں بھیجا ہے؟'' اس نے بہت بے تاب ہو کر پوچھا۔

''دیکھ امینہ، آج میرے حواس کام نہیں کر رہے۔ مجھ سے بھی چندا کی موت برداشت نہیں ہو رہی۔ آج مجھ سے کوئی سوال نہ کر۔ دل کچھ سنبھلے گا تو کل پرسوں میں تجھے سب کچھ بتا دوں گا۔'' رحیم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیے۔

''لیکن اگر تو واپس نہ آیا تو میں کیا کروں گی رحیم؟'' اس نے روتے ہوئے بہت بے بسی سے رحیم کی جانب دیکھا۔

''نہیں امینہ...... تو مجھ پر بھروسا کر...... اپنی مری ہوئی بیٹی کی قسم میں ضرور آؤں گا۔'' وہ آنسو پونچھتا ہوا باہر نکل گیا۔

''ارے، تو نے اسے پھر سے بلا لیا۔ کم بخت کیوں محلے میں اپنی بدنامی کروانے پر تل گئی ہے؟'' صفو خالہ کی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ امینہ نے بے اختیار ان کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

''اللہ کے واسطے صفو خالہ تو اپنی منطق اپنے خیالات اپنے پاس ہی رکھ، نہ مجھے کسی شرع سے کوئی غرض ہے اور نہ کسی نامحرم سے کوئی مطلب ہے۔ ہمارے یہاں ہر بات کا مطلب ایک ہی بات کو کیوں لیا جاتا ہے، ارے مجھے اپنے بچے چاہئیں اور کسی قسم کی کوئی گندی غرض نہیں ہے مجھے رحیم سے۔'' وہ بہت چیخ کر بولی تھی۔ صفو خالہ بہت تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

''کل میں نے کتنے پیار سے صرف تمہاری خاطر کھانے کا پروگرام بنایا تھا لیکن تم نے نہ آ کر میرا دل توڑ دیا ظالم لڑکی۔'' وہ اس کی زلفوں کو چھیڑتے ہوئے بہت پیار سے اس سے شکایت کر رہا تھا۔

''عفان، میں تمہیں ایمان کے ساتھ دیکھنا برداشت نہیں کر سکتی۔ تم جب اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہو تو جیسے میرا دل بند ہونے لگتا ہے۔ پلیز عفان تم میرے سامنے کم از کم اسے ایسے نہ دیکھا کرو ورنہ میں مر جاؤں گی۔'' رومی نے بے اختیار اس



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کے سینے میں منہ چھپالیا۔

"نہیں جان، میرا وعدہ ہے کہ میں جلدی ہی یہ منگنی توڑ دوں گا......بس اب میری یہ زندگی صرف تمہارے لیے ہے۔ میں خود بھی صرف تمہارا ہوں۔" عفان نے صرف صرف کی گردان کرتے ہوئے اسے اپنے مزید نزدیک کرلیا۔

"رومی!" تب کسی کی تیز آواز پر وہ بے حد گھبرا کر پلٹی تو سامنے فائزہ بیگم کھڑی اسے نفرت بھری نظروں سے گھور رہی تھیں۔ چہرے پر شدید غصہ تھا۔

"امی، وہ میں......" اس نے ہکلاتے ہوئے کچھ صفائی دینی چاہی تو اُن کے زوردار تھپڑ نے جیسے اس کا چہرہ ہی گھما کر رکھ دیا۔ اور پھر اچانک ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں جلتے نائٹ بلب کی روشنی میں دھڑ دھڑاتے ہوئے دل کے ساتھ اپنے رخسار پر ہاتھ رکھے وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"اُف...... اتنے حسین خواب کا اینڈ کتنا بھیانک تھا۔" اس نے جھرجھری لے کر سوچا اور بیڈ سے اُتر کر اپنی رائٹنگ ٹیبل کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ نیند جیسے بالکل ہی اڑ گئی تھی۔ اس نے ٹائم دیکھا صبح کے تقریباً چار بج رہے تھے۔ وہ وہیں کرسی پر بیٹھ گئی۔ آنکھوں میں نہ جانے کیوں ڈھیر سارے آنسو اُمڈ آئے۔ کل سے اسے یونہی بلاوجہ ہی رونا آئے جارہا تھا۔ عفان کی دعوت ٹھکرا تو دی تھی لیکن سارا وقت خیال بس اسی کی طرف رہا تھا۔ وہ عفان کو تڑپانا چاہ رہی تھی لیکن اس کے بجائے خود زیادہ پریشان ہورہی تھی۔ عفان کو ایس ایم ایس کرنے کے بعد اس نے بہت بے قراری سے اس کے رسپانس کا انتظار کیا تھا جو اسے اس کے حسبِ منشا ہی ملا تھا۔ پھر عفان کا اچانک کھانے کا پروگرام بنالینا تو رومی کو دولتِ اقلیم دے گیا تھا۔ دل خوشی سے ناچ اٹھا تھا۔ یقیناً وہ اس کو دیکھنے، اس سے ملنے کو ایک بار پھر بے تاب ہونے لگا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ یہ شاعری کس کے دل کی آواز ہے اور اب وہ دیوانہ وار اس آواز کی جانب لپک رہا تھا۔ رومی نے دل پر پتھر رکھ کر اُن لوگوں کے ساتھ جانے سے انکار کیا تھا۔ اب اس کی باری تھی وہ عفان کے اس شوق کو پہلے مزید بھڑکانا چاہ رہی تھی۔ اسے دل بھر کر ستانا چاہ رہی تھی۔ عفان کی اس دن کی بے رخی کا بدلہ بھی تو لینا تھا اسے لیکن اب اسے ایسا محسوس ہورہا تھا کہ جس آگ میں وہ عفان کو جلانا چاہ رہی ہے اس میں تو وہ خود زیادہ جل رہی ہے۔ عفان کو دیکھنے، اس سے ملنے کی تڑپ اس سے جیسے برداشت ہی نہیں ہورہی تھی اور شاید یہ خواب اس کی ان ہی تمام تشنہ آرزوؤں کا عکس چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے سامنے رکھا ہوا موبائل اٹھایا اور دوسرے ہی لمحے وہ ٹائم کا لحاظ کیے بنا عفان کو ایس ایم ایس بھیج رہی تھی۔

"ہوں تو خفا اس سے
پر جانے پھر بھی کیوں
نہ چاہ کر بھی اس کو
چاہنا اچھا لگتا ہے"

عفان نے چائے پیتے ہوئے ایسے ہی اپنا موبائل چیک کیا تو سامنے اسکرین پر وہی نامعلوم نمبر جگمگاتا نظر آیا۔ اس نے ٹائم دیکھا وہ میسج سوا چار بجے آیا تھا۔ اس نے بے تابی سے میسج کھولا۔

"اوہ خدایا، رومی یہ تم مجھ سے چھپ کر مجھ ہی سے کون سا کھیل کھیل رہی ہو۔" اس نے گہری سانس لے کر سوچا۔ "میرے سکون کو درہم برہم کرنے میں اگر تم کو مزہ مل رہا ہے تو مجھے بھی تمہارے اس مزے کو ایک درد میں بدلنے کا فن آتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ اٹھالیا۔ یہ اس کے آفس جانے کا ٹائم تھا لیکن ناشتا ختم کرنے کے بعد اس نے انیلا کے کمرے کا رخ کیا جو یونیورسٹی جانے کے لیے تقریباً تیار ہی تھی۔

"آج تمہارا کوئی خاص پیریڈ تو نہیں ہے؟" وہ دروازے میں اِستادہ اس سے پوچھنے لگا۔

"کیوں بھائی، سب خیریت تو ہے نا؟" انیلا نے جواب دینے کے بجائے حیرت سے سوال کیا۔

"بس...... آج سخت بوریت محسوس ہورہی ہے۔ پاپا سے میں نے بات کرلی ہے۔"

"کون سی بات؟" انیلا مزید حیران ہوئی۔

"یہی کہ آج موسم بہت اچھا ہے، آفس میں بھی زیادہ کام نہیں سو ہم سب مل کر ہاکس بے چلتے ہیں۔ چوکیدار کو بھی میں نے فون کردیا ہے۔ وہ ہمارے ہٹ کی صفائی کروا رہا ہے۔"

"ہائے سچ بھائی!" انیلا کا چہرہ فرطِ مسرت سے سرخ ہوگیا۔

"ہاں، میں نے فرحینہ کو بھی فون کردیا ہے۔ وہ لوگ بھی تیار ہوگئے ہیں۔ ایک گھنٹے میں یہاں پہنچ جائیں گے۔ مما کو تو ہول سوار ہوگئی ہے۔ مجھ پر...بڑبڑانے کے ساتھ ساتھ خانساماں سے جلدی جلدی کھانے پینے کی چیزیں بنوارہی ہیں۔" عفان نے مسکراتے ہوئے مزید بتادیا۔

"یا اللہ، یہ ناشتا کرنے کے دوران کون سی وحی اتر آئی آپ پر بھائی جان؟" انیلا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دی۔ "پندرہ بیس منٹ میں دنیا ہی بدل ڈالی آپ کے اس جادو کے ناشتے نے۔" اس نے کچھ اتنی شرارت سے کہا کہ عفان بھی بے اختیار ہنس دیا۔

"اور ہاں...... میں نے ایمان کے گھر بھی فون کردیا ہے۔ وہ لوگ بھی چل رہے ہیں ہمارے ساتھ۔" عفان نے مزید اطلاع دی تو انیلا مسکرادی۔

"بھائی اگر آپ نہ بتاتے تو بھی مجھے معلوم ہی تھا، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ہم بنا پٹرول کے کار میں ہاکس بے چلے جائیں۔" عفان نے اس کی اس مثال پر بہت گھور کر اسے دیکھا تو وہ ہنستے ہوئے اس کے شانوں سے آلگی۔

پکنک بہت مزے دار رہی۔ سب ہی خوب انجوائے کررہے تھے۔ ایمان ریڈ ٹاپ اور بلو جینز میں اپنے خوب صورت بالوں کی پونی ٹیل بنائے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ عفان اس کا ہاتھ تھامے پانی میں کافی دور تک چلا گیا۔

"بس عفان اب زیادہ دور نہیں جائیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ کچھ ڈر کر بولی تو عفان نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور ایمان کا ڈر جیسے لمحوں میں ختم ہوگیا۔ اسے یاد رہا تو صرف یہ کہ اس وقت وہ عفان کی حمیت کی مضبوط پناہ گاہ میں ہے جہاں یہ لہریں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ واپس ساحل کی طرف آتے ہوئے عفان نے باتوں باتوں میں رومی کا ذکر چھیڑ دیا۔

"ایمان آئی ایم سوری، جلدی میں مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ ہم رومی کو بھی انوائٹ کرلیتے۔ اب یقیناً وہ تم سے لڑے گی۔"

"ہاں، آپ نے اتنا اچانک یہ پروگرام بنایا کہ شازی نے اپنی ایکسائٹمنٹ میں میرا بھی دماغ خراب کر کے رکھ دیا۔ سچ کافی دیر بعد مجھے اس کا خیال آیا لیکن پھر ٹائم ہی نہیں تھا۔" ایمان کو سچ مچ رومی کے ساتھ نہ آنے پر افسوس ہورہا تھا۔ عفان نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ کتنی کیوٹ اور معصوم سی لگ رہی تھی وہ اس وقت۔ عفان کو اس پر پیار آنے لگا۔ اس کی گرم نگاہیں اپنے چہرے پر محسوس کر کے ایمان کے رخسار سرخ ہوگئے۔ عفان کو یہ منظر اور بھی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

خوب صورت لگ رہا تھا تبھی شازی کی آواز پر وہ دونوں چونک گئے جو موبائل ہاتھ میں لیے ان کی طرف آرہی تھی۔

''لو بھئی، تمہاری بیسٹ فرینڈ کا فون ہے۔ عتاب سہنے کو تیار ہوجاؤ۔ ویسے میں نے بھی کافی کچھ سن لیا ہے۔'' اس نے موبائل ایمان کے ہاتھوں میں تھمادیا۔ ایمان نے موبائل کانوں سے لگاتے ہوئے مددطلب نظروں سے عفان کی جانب دیکھا تو عفان نے مسکراتے ہوئے بے اختیار اس کے ہاتھ سے موبائل لے لیا۔

''ہیلو۔'' وہ بے حد شگفتگی سے بولا۔

''مجھے ایمان سے بات کرنی ہے۔'' بے حد روکھے لہجے میں دوسری طرف سے جواب آیا۔

''دیکھیے جناب، یہ کباب میں ہڈی بننا اچھی بات نہیں ہوتی ہے۔'' عفان کو اسے تپانے میں مزہ آرہا تھا۔ ایمان نے گھبرا کر اسے دیکھا وہ تو معاملہ مزید بگاڑ رہا تھا۔ ایمان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کرنا چاہا لیکن وہ بڑے اطمینان سے رومی کا جواب سن رہا تھا۔

''آپ کباب ہوں یا بریانی مجھے آپ سے کوئی مطلب نہیں...... پلیز، ایمان کو فون دیں وہ جیسے ہتھے سے ہی اکھڑ گئی تھی۔

''اچھا، اچھا دیتا ہوں بھئی لیکن ہماری منگیتر صاحبہ پر زیادہ غصہ نہ کیجیے گا۔ بہت نازک دل ہے ان کا۔'' عفان نے اسے مزید جلایا۔

''آپ اپنی منگیتر صاحبہ کو شوکیس میں بند کر کے رکھیں، مجھے کوئی شوق نہیں ان سے بات کرنے کا۔'' اس بار تو وہ پورا شعلہ ہی بن گئی اور کھٹاک سے لائن ڈس کنیکٹ کردی۔ عفان نے بہت معصومیت سے ایمان کی طرف دیکھا۔

''بھئی، تمہاری دوست تو بہت لوز ٹیمپرڈ ہے مذاق ہی نہیں سمجھتی۔ دیکھو غصے میں فون ہی بند کردیا۔'' ایمان نے گھبرا کر موبائل جیسے اس کے ہاتھ سے چھین ہی لیا۔

''اوہ گاڈ، آپ بھی تو اس کے غصے کو مزید ہوا دے رہے تھے۔ عفان آپ نہیں جانتے کتنا زیادہ خفا ہوگئی ہے وہ اور پھر غلطی بھی تو میری ہی ہے میں کبھی پکنک پر اس کے بغیر نہیں گئی۔'' عفان نے پیار سے اس کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''اور یہ حسین غلطی اب تم کو بار بار دہرانی پڑے گی۔ پہلے کی بات اور تھی اب میں تمہاری زندگی میں داخل ہوچکا ہوں اسے یہ بات سمجھنی چاہیے۔ تم کو نہیں پتا جب وہ ہم دونوں کے درمیان ہوتی ہے نا تو میں کتنا ڈسٹرب ہوجاتا ہوں۔'' اس کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا کہ ایمان نے بے اختیار چونک کر اس کی جانب دیکھا تب اس نے مسکرا کر اپنی بات پوری کی حالانکہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ کہہ چکا تھا۔

''میرا مطلب ہے کہ میں کسی تیسرے کو اپنے اور تمہارے درمیان نہیں دیکھنا چاہتا ایمان۔ اب اگر وہ بھی اس وقت یہاں ہوتی تو کیا تم پوری توجہ مجھے دے پاتیں؟'' ایمان کے چہرے پر سرخی سی دوڑ گئی۔ عفان کا یہی والہانہ انداز تو اسے سب سے بیگانہ کردیتا تھا۔

''لیکن عفان میں ایک دم سے کیسے اسے اگنور کرنا شروع کردوں۔ ہم لوگ بچپن سے ساتھ ہیں۔ اس کو یوں اکیلا کیسے کردوں میں؟'' اس نے کچھ بے بسی سے عفان کی طرف دیکھا جبکہ دل میں عفان کے جملے امرت بن کر بھی اترے تھے لیکن اگر وہ عفان کے جملے کی گہرائی میں جا کر اس کی سچائی کو جان جاتی



تو یہ جملے اس کے لیے زہر قاتل بھی بن سکتے تھے۔

''اچھا بھئی، پریشان مت ہو۔ میں فون کر کے اس سے معذرت کرلیتا ہوں اور ساتھ ساتھ سارا الزام بھی اپنے سر لے کر تم سے اس کی خفگی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ذرا اس کا نمبر تو بتانا۔'' عفان نے بڑی ذہانت سے اپنے مطلب کی بات کی۔ ایمان کے بتائے ہوئے نمبر پر اس نے اپنے موبائل سے کال کی لیکن دوسری طرف سے نو رسپانس تھا۔

''وہ کال نہیں ریسیو کررہی ہے۔'' عفان نے تھوڑی سی پریشانی ظاہر کی۔

''دیکھا، کتنی ناراض ہوگئی ہے رومی۔'' ایمان پھر پریشان ہوگئی۔

''لیکن ایمان اس کے پاس تو میرا موبائل نمبر نہیں ہے پھر اسے کیسے پتا کہ میں اسے کال کررہا ہوں؟'' عفان نے حیرانی ظاہر کی۔

''ایک بار میں نے اس کے موبائل سے آپ کو فون کیا تھا تو اس نے آپ کا نمبر سیو کرلیا تھا۔'' ایمان نے سادگی سے بتایا تو عفان دل ہی دل میں مسکرادیا۔ تبھی انیلا نے زور سے ان دونوں کو پکارا۔

''ارے بھئی، اگر ان دو ہنسوں کی جوڑی کو فرصت مل گئی ہو تو پلیز کھانا کھانے تشریف لے آئیں۔''

ان دونوں نے چونک کر ہٹ کی جانب دیکھا جہاں میز پر کھانا سجایا جارہا تھا۔ ہٹ کے خوب صورت برآمدے میں لگی ہوئی میز کے گرد سب کھڑے ان ہی دونوں کا انتظار کررہے تھے۔ ایمان کچھا کچھی الجھی سی عفان کے ہمراہ ہٹ کی جانب چل دی جبکہ عفان کی آنکھوں کی چمک اس کے دل کی ترجمان بنی ہوئی تھی۔ اسے مکمل یقین تھا کہ رومی کا شدید غصہ اور جلن آج اسے اپنے خول سے یقیناً باہر لے آئے گی۔

☆☆☆

''یہ تو کیا کہہ رہا ہے رحیم؟'' امینہ تڑپ کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی تو رحیم نے اپنے آنسوؤں سے تر چہرے کو پونچھتے ہوئے اس کی جانب بڑی لجاجت سے دیکھا۔

''امینہ میں سچ کہہ رہا ہوں، مجھے چندا کی موت نے اندر سے بالکل ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ میں بہت بیمار رہنے لگا ہوں۔ میں اکیلے میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے تیرے ساتھ رہنا ہے۔ میں تیرے بغیر اب نہیں رہ سکتا۔ مجھے معاف کردے امینہ...... خدا کے لیے مجھے معاف کردے۔'' امینہ نے بہت بگڑ کر اسے گھورا۔

''ہوش کے ناخن لے رحیم، ہماری طلاق ہوچکی ہے۔ محلے والے پہلے ہی تیرے آنے جانے پر اتنی باتیں بنارہے ہیں...... اب مزید الٹی سیدھی باتیں کر کے مجھے اور بدنام نہ کر۔''

''مجھے محلے والوں کی پروا نہیں ہے۔'' رحیم اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔

''لیکن مجھے تو ہے، میرے پاس سوائے میری عزت کے اور باقی ہی کیا بچا ہے!'' امینہ کی آواز رندھ گئی۔

''امینہ، میں برسوں تیرے ساتھ رہا ہوں۔ تجھے میں نے کتنا مارا پیٹا بھی ہے، اس وقت تو محلے والے تیرے کسی کام نہیں آتے تھے۔ اب جبکہ مجھے تیری اور تجھے میری ضرورت ہے تو محلے والے کیوں درمیان میں آرہے ہیں؟'' رحیم کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

''بات صرف محلے والوں کی نہیں ہے رحیم۔ یہ اللہ کے نزدیک بھی گناہ ہے۔'' امینہ نے اسے اپنے



Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

طور پر سمجھانے کی کوشش کی۔

”میرے تین لفظ کہنے سے کیا ہمارا رشتہ گناہ میں بدل گیا۔ وہ بھی میں نے نشے میں بول دیے تھے اینہ دل سے میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔“ وہ لجاجت سے بولا۔

”مجھے کچھ نہیں پتا رحیم ...... بس ہمارا مذہب یہی کہتا ہے اور ہم بندے اس معاملے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔“ اس سیدھی سی جاہل عورت کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے رحیم کو سمجھائے۔

”بہن بھائیوں میں لڑائیاں ہو جاتی ہیں وہ پھر مل جاتے ہیں۔ بچوں اور اُن کے ماں باپ کے درمیان رشتے ناتے ٹوٹ جاتے ہیں اور پھر جڑ جاتے ہیں پھر میاں بیوی کے لیے کوئی گنجائش کیوں نہیں اینہ؟“ وہ روہانسی آواز میں بولا تو اینہ بھی رو دی۔ اس وقت واقعی اسے رحیم کی ذات سے بہت ڈھارس اور تقویت محسوس ہو رہی تھی ...... جیسے وہ تپتی دھوپ سے گھنی چھاؤں میں آگئی ہو لیکن ان دونوں کے درمیان طلاق کے تین لفظ جیسے ایک اژدھے کے مانند اُن کی محبت کو نگل رہے تھے۔

”میرے غصے اور میرے نشے نے تجھے مجھ سے دور کر دیا ہے اینہ ...... میں نے یہ دونوں چیزیں بہت دن ہوئے چھوڑ دیں۔ میں بہت بیمار رہتا ہوں۔ میری چندا بھی مر گئی ہے اب میں زیادہ دن نہیں جیوں گا۔ بس میں آخری وقت میں تیرے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔“ وہ مرد ہو کر بھی زار و قطار رونے لگا۔

”رحیم، میں اس بارے میں سوچوں گی لیکن خدا کے لیے پہلے حمید اور رشید کو ڈھونڈ کر لے آ۔ ہم دونوں کو جینے کا آسرا مل جائے گا۔“ اینہ نے بڑی خوشامد سے اسے دیکھا۔

”میں کیا کروں اینہ، میں کل سے تین چار بار ملتان فون کر چکا ہوں، مجھے جواب ہی نہیں آرہا۔“ وہ بے بسی سے بولا۔

”کون سا جواب؟“ اینہ نے ہول کر اسے دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا۔

”بول رحیم ...... تو نے میرے بیٹوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔ کہاں بیچ آیا ہے تو انہیں۔“ اس نے چیخ کر پوچھا تو رحیم نے گھبرا کر اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

”آہستہ بول اینہ، لوگوں نے سن لیا تو کیا کہیں گے۔“

”بھاڑ میں جائیں سب لوگ ...... بس تو مجھے یہ بتا کہ میرے بچے کہاں ہیں؟“ وہ بے قراری سے بولی تو رحیم نے ٹھنڈی سانس لے کر سر جھکا لیا۔

”دیکھ رحیم، میں تیری ہر بات مان لوں گی۔ ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ لیکن بس ایک بار ...... صرف ایک بار ہی مجھے میرے بیٹوں کی شکل دکھا دو، مجھے ان سے ملوا دو۔“ وہ بے اختیار اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

”اینہ وہ بات یہ ہے کہ ......“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”ہاں، ہاں بولو رحیم کیا بات ہے؟“ اینہ نے بہت بے تابی سے پوچھا۔

”اینہ تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ گی۔ مجھے گھر سے نکال دو گی؟“ رحیم نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا تو اینہ کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

”نہیں رحیم، میں وعدہ کرتی ہوں میں تجھے کبھی بھی نہیں چھوڑوں گی، مجھے بتا رحیم میرے بچے کس کے پاس ہیں۔ کہاں ہیں وہ؟“ رحیم ایک لمحے کو بالکل خاموش بیٹھا خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گیا۔ پھر کچھ ہچکچاتے ہوئے بولا۔



”اینہ جس دن میں نے تم کو طلاق دی تھی میں اسی دن حمید اور رشید کو لے کر ملتان چلا گیا تھا۔“

”لیکن کیوں رحیم؟“ اینہ کی آواز لرزنے لگی۔

”کافی دنوں سے میرا ایک دوست مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر میں ان دونوں بچوں کو اس کے حوالے کر دوں تو وہ ہر ماہ چار ہزار روپے دے دیا کرے گا لیکن میں تیرے ڈر سے انکار کر دیتا تھا۔ میرا دوست اکرم ملتان سے ہر مہینے آتا تھا اور مجھ سے اصرار کرتا رہتا تھا۔ جس دن میرا تجھ سے جھگڑا ہوا تھا، میں غصے میں باہر نکلا تو سامنے حمید اور رشید کھیلتے ہوئے نظر آئے تجھ سے انتقام لینے کی خاطر میں بچوں کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اینہ مجھ پر یقین کر اس وقت صرف تجھے ستانے کے لیے میں لڑکوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ میرے دماغ میں اور کچھ نہیں تھا لیکن اتفاقاً راستے میں ہی مجھے اکرم مل گیا۔ میں نے غصے میں اسے ساری بات بتا دی۔ اسے تو موقع مل گیا۔ مجھے خوب ہی ورغلایا۔“ رحیم کھوئی کھوئی سی ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

”اینہ! اس وقت میں ایک خودغرض آدمی بن گیا تھا۔ میں نے اکرم کی باتوں میں آکر بچے اس کے حوالے کر دیے۔ وہ انہیں لے کر ملتان جانا چاہتا تھا مجھے اطمینان دلانے کے لیے وہ مجھے بھی اپنے ساتھ ملتان لے گیا۔ وہاں میں نے اس کے گھر میں کچھ اور بچوں کو بھی دیکھا۔ جنہیں اس نے کافی اچھی طرح سے رکھا ہوا تھا۔ آتے وقت اس نے میری جیب میں دس ہزار روپے رکھ دیے اور میں وہ پیسے لے کر خوشی خوشی واپس لوٹ آیا اور جب میں واپس آرہا تھا اینہ تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ رشید تو میرے پیروں سے لپٹ گیا تھا۔“ رحیم کی آواز بھرا گئی جبکہ اینہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اپنے جگر گوشوں کی بے کسی کا سوچ کر اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ رحیم کی شکل اسے اس وقت اتنی کریہہ نظر آرہی تھی کہ دیکھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

”رحیم تو کتنا ظالم ہے ...... تو کتنا پتھر دل ہے۔ ارے میرے بچے تیرے جانے کے بعد کتنا ڈرے ہوں گے اجنبی لوگوں کے درمیان۔ ارے وہ منحوس مارا تیرا دوست کیوں لے گیا ہے میرے بچوں کو ...... بتا رحیم جلدی بتا؟“ وہ زور زور سے روتے ہوئے پوچھنے لگی۔

”وہ کہتا تھا کہ وہ بچوں سے بھیک منگوائے گا۔“ رحیم نے پھنسی پھنسی سی آواز میں جواب دیتے ہوئے سر جھکا لیا۔ اینہ نے زور سے سینے پر ہاتھ مار کر قہر آلود نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

”یہ تو نے کیا کیا رحیم؟ پتا نہیں وہ میرے بچوں کے ساتھ اور کون سے ظلم کرتا ہوگا۔ ایک بار عندلیب بی بی بتا رہی تھیں کہ اس دنیا میں اور بھی بہت سے گھناؤنے کاروبار کیے جاتے ہیں جن میں یہ معصوم بچے استعمال ہوتے ہیں۔ رحیم میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“ آخری جملہ کہتے ہوئے وہ جنونی انداز میں اٹھی اور رحیم پر جیسے پل پڑی۔ چیخ چیخ کر روتے ہوئے اس پر تھپڑوں اور مکوں کی بارش سی کر دی، اس کا منہ نوچ ڈالا۔ رحیم بالکل خاموش بیٹھا پٹتا رہا۔ جب وہ مار مار کر تھک گئی تو زمین پر بیٹھ کر منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ یہ اس کے بچوں کے ساتھ قدرت کون سے کھیل کھیل رہی تھی۔ کاش بدلے میں اس کی جان چلی جاتی لیکن اس کے بچوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ اس کے تینوں بچے جیسے اس کے دل کا زخم بن گئے تھے۔ چندا جن حالات سے گزری اور اس کی المناک موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کی رہی سہی طاقت اس وقت رحیم کے انکشافات نے چھین لی



Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

تھی۔

''رحیم بس اب تو فوراً اٹھ جا۔ میں بھی تیرے ساتھ چلوں گی۔ ہم لوگ ملتان جا کر حمید اور رشید کو واپس لے آئیں گے۔ چل جلدی کر۔'' اس نے دیوانوں کی طرح رحیم کا ہاتھ کھینچتے ہوئے اسے اٹھانے کی کوشش کی رحیم نے بڑی بے بسی سے اسے دیکھا۔

''میں نے بتایا نا کہ اکرم میرے کسی فون کا جواب نہیں دے رہا ہے۔ اس مہینے اس نے پیسے بھی نہیں بھجوائے۔ کل اس کا ایک جاننے والا ملا تھا وہ بتا رہا تھا کہ اکرم دبئی چلا گیا ہے۔ کچھ بچے بھی ساتھ لے گیا ہے۔ شاید ان میں حمید اور رشید بھی شامل ہیں۔'' وہ آنسوؤں سے بوجھل آواز میں بولا تو اینہ سکتے کے عالم میں اسے دیکھتی رہ گئی۔

''اب کیا ہوگا اینہ، ہم لوگ اپنے بچوں کو کیسے ڈھونڈیں گے؟'' رحیم اس کے پتھرائے ہوئے چہرے کو خوفزدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک چھوٹے سے بچے کی طرح پوچھنے لگا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک بچہ کوئی شرارت کر کے ماں کی ناراضی کے باوجود اسی کی گود میں چھپنا چاہتا تھا۔ اینہ کو دفعتاً رحیم پر ترس آنے لگا۔ بیمار اور لاغر سا یہ شخص اسے کیسی رحم طلب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''میں اپنے بچوں کو ضرور ڈھونڈوں گی رحیم۔ میری چندا کو تو اللہ نے اچانک محفوظ جگہ پر پہنچا دیا ہے لیکن میرے بچے ابھی اس ظالم دنیا کے خونخوار پنجوں میں تڑپ رہے ہیں۔ مجھے انہیں بچانا ہے۔ ہر صورت میں بچانا ہے، اپنی گود میں واپس لانا ہے۔'' وہ دیوانوں کی طرح بڑبڑاتے ہوئے اٹھی ہی تھی کہ دروازے پر ہونے والی زوردار دستک پر دونوں ہی چونک اٹھے۔ اینہ نے جا کر دروازہ کھولا تو سامنے مسز رازی کا ڈرائیور کھڑا ہوا تھا۔

☆☆☆

''دیکھو رومی، اب بہت ہوگئی ہے۔ قسم سے مجھے سخت ڈپریشن ہو رہا ہے۔ پلیز اب اپنی خفگی دور کرو ورنہ......'' ایمان کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

رومی نے خفا خفا سی نظروں کے ساتھ اسے دیکھا تو ایمان نے بڑی معصومیت سے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ کتنی دیر سے وہ رومی کو منا رہی تھی۔ لاکھوں صفائیاں دے ڈالی تھیں لیکن رومی کی ناراضی دور ہو کر ہی نہیں دے رہی تھی۔ ایمان پکنک سے واپسی پر فریش ہونے تھوڑی سی دیر کو ہی گھر گئی تھی اور پھر فوراً ہی رومی کے پاس پہنچ گئی تھی......اور اب تقریباً ایک گھنٹے سے وہ رومی کو منانے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔

''مجھے تم سے بہت شکایت ہے ایمان، تم اب مجھے بہت نظر انداز کرنے لگی ہو۔'' رومی نے بہت شکایتی نظروں سے گلہ کرتے ہوئے آخر اپنی خاموشی توڑ ڈالی۔

''نہیں رومی، خدا کی قسم ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے آج پکنک پر بھی سارا دن تم کو بہت ہی مس کیا۔ اچھا پلیز بس اب مسکرا دو...... ورنہ میں رونے لگ جاؤں گی۔'' ایمان کی آواز سچ مچ کچھ بھرا سی گئی تو رومی نے جبراً مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اچھا، اچھا مجھے زیادہ بلیک میل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جانتی ہو نا کہ میں تمہیں اداس نہیں دیکھ سکتی۔'' رومی کے یہ جملے اپنے اندر کتنی سچائی سمیٹے ہوئے تھے یہ سادہ دل ایمان بھلا کیا جانتی تھی۔ وہ تو رومی کے مسکرانے پر ہی خوش ہوگئی تھی اس کی جان میں جان آگئی تھی۔ وہ سچ مچ رومی کے اس طرح ہرٹ ہو جانے پر بہت پشیمان تھی۔



''یہ جو تمہارا کھڑوس منگیتر ہے نا سارا کیا دھرا اس کا ہے، وہ ہم دونوں کی دوستی سے جلتا ہے۔'' رومی کچھ اس طرح تپ کر بولی کہ ایمان کو ہنسی روکنا محال ہو گیا۔

''ارے نہیں بھئی، وہ خود بھی بہت شرمندہ ہو رہے تھے۔'' ایمان نے ہنستے ہوئے عفان کی طرف سے صفائی پیش کی لیکن دل ہی دل میں رومی کی قافیہ شناسی کی داد بھی دی۔ ''اگر رومی کو عفان کے آج کے زریں خیالات کا علم ہو جائے تو شاید وہ کبھی عفان کی شکل بھی نہ دیکھے۔'' ایمان کو یہ سوچ کر مزید ہنسی آگئی۔

''کچھ زیادہ ہی ہنسی آ رہی ہے تمہیں؟'' رومی نے چڑ کر اسے دیکھا۔

''بس تمہارے کھڑوس منگیتر کہنے پر ہنسی آ رہی ہے۔'' ایمان نے پیار سے اسے دیکھا تبھی فائزہ بیگم بھی ان دونوں کے پاس چلی آئیں۔

''مان گئی تمہاری ضدی دوست؟'' انہوں نے دزدیدہ نظروں سے رومی کو دیکھتے ہوئے ایمان سے پوچھا۔

''جی فائزہ آنٹی لیکن مجھے بہت محنت کرنی پڑی ہے۔'' ایمان شوخی سے بولی۔

''دیکھا رومی کتنی محبت کرتی ہے ایمان تم سے۔ اللہ تم دونوں کی اس محبت کو ہمیشہ قائم رکھے۔'' ان کے لہجے میں عجیب سی رنجیدگی در آئی جسے ایمان نے تو نوٹ نہیں کیا لیکن رومی سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بن گئی۔

''امی کیا ایمان کو آج صرف کھانے میں آپ دعائیں ہی دیں گی...؟'' اس نے ان کی دعا کو مزاح کے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کی۔

''آنٹی کی دعاؤں سے بڑھ کر میرے لیے اور کچھ نہیں۔'' ایمان نے مسکراتے ہوئے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

نظم

عجب طرح کی تھکن تھی تمہارے لہجے میں
جیسے بارش سے ذرا دیر کے پہلے کی فضا
کتنی بے چین سی ہوتی ہے برسنے کے لیے
جیسے درپیش ہو خوشبو کو ہوا کی ترتیب
جیسے صدیوں سے ہو بے کل وہ بکھرنے کے لیے
جیسے کئی لاکھ جزیرے ہوں گماں سے آگے
جیسے تارا کوئی شب بھر جاگے
اور صبح ہوتے ہی بے چین ہو گھر جانے کو
تم سے جتنی بھی ہوئی گفتگو وہ خوب رہی
دیکھنا یہ ہے کہ اب تم سے ملاقات کے بعد
اس دل آویز ملاقات کا رنگ کیا ہوگا
رنگ امید کھلے گا کہ بکھر جائے گا
وقت پرواز کرے گا یہ ٹھہر جائے گا

حنا دلپذیر، مشہور ٹی وی آرٹسٹ



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"اللہ تمہیں اور عفان کو ہمیشہ خوش رکھے۔ تم دونوں کی جوڑی سلامت رکھے۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوم کر مزید دعائیں دیں جو رومی کے دل میں بد دعائیں بن کر اتر گئیں۔ ایمان کچھ دیر بیٹھ کر واپس چلی گئی۔ اس دن کے بعد سے فائزہ بیگم نے پھر کبھی رومی سے اس ٹاپک پر بات نہیں کی تھی لیکن آج فائزہ بیگم کے جملوں نے رومی پر یہ بات کافی واضح کر دی تھی کہ فائزہ بیگم کے دل میں اس کی طرف سے ابھی تک شک کا کانٹا پوری طرح سے نکلا نہیں ہے۔

"اچھا ہے امی کہ آپ میری طرف سے پوری طرح مطمئن نہیں ہیں۔ میں بھی یہ چاہتی ہوں کہ آپ ذہنی طور پر کسی بھی بات کے لیے تیار رہیں۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر اپنی ماں کی طرف دیکھا جو ریاض صاحب کے ساتھ ٹی وی پر آنے والی کسی خبر پر تبصرہ کر رہی تھیں۔ رات کے کھانے کے بعد وہ کافی دیر فائزہ بیگم اور ریاض صاحب کے ساتھ بیٹھی گپ شپ کرتی رہی۔ جب وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تو رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ ایمان کے جانے کے بعد اس کا دل جیسے تھم تھم کر دھڑک رہا تھا۔ ایمان نادانستگی میں اس کی روح کو کتنے کچوکے دے کر چلی گئی تھی۔ دھیمی سی خوب صورت مسکراہٹ کے ساتھ جب وہ عفان کی والہانہ باتوں کو سناتے ہوئے گلابی ہوئی جا رہی تھی تو اس سے رومی کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس کے چہرے پر بکھرے اس گلابی رنگ پر ڈھیر ساری سیاہی انڈیل دے لیکن ایک بے چینی سی بے بسی کے ساتھ وہ ایمان کے منہ سے اس بے درد کا ذکر، اس کی محبت کے دل فریب قصے سنتی رہی تھی اور اس کے جانے کے بعد فائزہ بیگم کی تیز نظروں سے بچنے کی خاطر چہرے پر جھوٹی مسکراہٹوں کا خول چڑھانا بھی اسے کتنا مشکل لگ رہا تھا اور اب اپنے بیڈروم کی تنہائی میں اس کے اندر کا سارا غبار آنسوؤں کی شکل میں باہر آ رہا تھا۔ وہ سمجھی تھی کہ اب عفان دیوانہ وار اس کے پیچھے آئے گا اور اس کا ثبوت بھی تو رومی کو مل رہا تھا پھر اچانک کیسے وہ دوبارہ اس سے انجان بن گیا۔ تبھی موبائل پر بجتی ٹون نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے اس نے موبائل اٹھایا تو اسکرین پر عفان کا نام چمکتا دیکھ کر وہ ایک لمحے کو تو جیسے حیرانی سے ساکت ہی رہ گئی۔ اچانک ہی ملنے والی یہ خوشی دل کے اندر تک کہیں اتر گئی۔ وہ اسے بھولا نہیں تھا۔ وہ ناحق ہی اتنی دل برداشتہ ہو گئی تھی۔ اس نے بہت بے تابی سے ہیلو کہا۔

"سوری رومی، میں نے آپ کو اتنی رات گئے ڈسٹرب کیا۔" اس کی گمبھیر آواز پر رومی کا دل اتنی زور سے دھڑکا کہ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" رومی کی آواز خود بخود بھرا گئی۔

"تبھی معافی مانگنے کے لیے ہی تو فون کیا ہے۔ ویسے جب آپ مجھے ستاتی ہیں تب آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے آپ کو کب ستایا ہے؟" رومی کا لہجہ ہنوز روٹھا ہوا سا تھا۔

"یہ آپ کے بھیجے ہوئے خوب صورت اشعار...... آپ کا چھپا چھپا سا حسین اظہار مجھے کس بے چینی سے دوچار کر رہا ہے کچھ اندازہ ہے آپ کو؟" کتنے دلکش انداز میں وہ اس سے شکوہ کر رہا تھا۔ رومی کے ہاتھ پیر سنسنانے لگے۔

"میں نے آپ کو کوئی اشعار نہیں بھیجے۔" اس کی آواز لڑکھڑا سی گئی۔

"اس نمبر سے یقیناً نہیں بھیجے لیکن دوسرا نمبر شاید میرے لیے ہے۔ صرف میرے لیے...... ہے



نا؟" عفان کی بوجھل سی آواز رومی کے حواسوں پر چھانے لگی۔ ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ جیسے اپنے آپ سے بھی ہار گئی۔

"ہاں عفان...... کیونکہ میری محبت بھی تو صرف آپ کے لیے ہے۔" وہ بے اختیار رو دی۔

"تو پھر مجھے کیوں اتنا تڑپاتی ہو تم؟" وہ اس کے اظہار پر جیسے خوشی سے کھل ہی اٹھا تھا۔

"اور آپ مجھے کیوں اتنا جلاتے ہیں؟" وہ آنسوؤں سے بھیگی آواز میں بولی۔

"پاگل لڑکی اگر آج میں نے پکنک کا یہ کھیل نہ کھیلا ہوتا تو اتنا حسین جملہ...... اتنا خوب صورت اقرار کیسے سننے کو ملتا؟" وہ شرارت سے ہنسا تو رومی کے دل میں ڈھیر سارا سکون اتر آیا۔ تو یہ پکنک بھی ایمان کی خاطر نہیں بلکہ صرف اسے ستانے جلانے اور تڑپانے کے لیے عفان نے ارینج کی تھی۔

"آپ بہت خراب ہیں۔" وہ کچھ ناز سے بولی۔ آج پہلی بار ان دونوں کے درمیان سے جھجک کا پردہ ہٹا تھا۔ خاموشیوں کو زبان ملی تو آدھی سے زیادہ رات بیت گئی اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں کھوئے رہے۔

"ارے عفان، تین بج رہے ہیں۔" دفعتاً رومی کی نگاہ کلاک پر پڑی تو وہ حیران سی ہو گئی، وقت کا پتا نہیں چلا تھا۔

"اچھا چلو ایک شرط پر میں فون بند کروں گا۔" عفان کے خوب صورت لہجے کو اپنے دل میں اتارتے ہوئے وہ ہنس دی۔

"پھر کوئی ایسی شرط بتائیے گا جو میں پوری نہ کر سکوں اور اس طرح آپ بھی فون بند نہ کریں۔" رومی کی آواز میں ڈھیر سارا پیار انڈ آیا۔

"تمہاری یہی باتیں تو مجھے دیوانہ بنا رہی ہیں

خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

جون 2011ء کے شمارے کا ایک منفرد انداز
انجانے پہلو
آخری صفحات کی زینت ہر دلعزیز قلم کار ایچ اقبال کا ایک اور شاہکار...... دشوار راہ گزر...... دلگداز جذبات اور رشتوں کی آزمائش پر مشتمل ایک خوبصورت معاشرتی کہانی
تدبیر بنی تقدیر
ڈاکٹر ساجد امجد کی پُراثر تحریر...... تاریخ کے حوالے سے جانے پہچانے نام...... اورنگزیب اور دارا شکوہ کے درمیان بادشاہت کی رسہ کشی...... وہی بساط...... ویسی ہی چالیں...... کسی کی جیت کسی کی ہار کا قصہ
حضرت الیسعؑ
حضرت موسیٰؑ اور حضرت الیاسؑ کی شریعت کے پابند اور آپ کی طرح معجزات کے حامل ایک اور نبی کا احوال
کینہ پرور
ایکشن اور تجسس سے بھرپور ملک صفدر حیات کا ایک اور یادگار کارنامہ......
اس کے علاوہ
اناڑی، محفل شعر و سخن، آپ کے خط
مزید
منظر امام، کاشف زبیر، تنویر ریاض، نجمہ مودی، سلیم انور اور ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کا انداز تحریر

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

رومی، پلیز...... مجھ پر رحم کرو۔“ عفان کے والہانہ لہجے پر وہ غرور سے مسکرادی۔

یہ مرد بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں، ایک بے لوث سچی محبت کو پاکر بھی اگر کوئی اور خوب صورت، رنگین محبت کی جھلملاہٹ نظر آجائے تو اس طرف بھی دوڑ پڑتے ہیں۔ عفان کا شمار بھی انہی مردوں میں ہونے لگا تھا۔ اگر ایمان کی ہلکی پھوار جیسی محبت اس کے دل میں ٹھنڈک اتار دیتی تھی تو دوسری طرف رومی کے شعلے برساتے پیار میں جل کر بھسم ہونے میں بھی اسے مزہ آنے لگا تھا۔ وہ خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔

”اچھا تو پھر اپنی شرط بتائیں؟“ وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہوتے ہوئے بولی۔

”ایک اچھا سا شعر سنادو، اپنے خوب صورت سے انداز میں۔“ عفان کی فرمائش پر وہ ہنس دی۔

”بس اتنی چھوٹی سی فرمائش...... چلیں پھر اسی بات پر سنیں۔

ہم محبت میں بھی توحید کے قائل ہیں فراز
ایک ہی شخص کو محبوب بنائے رکھنا“

”تھینک یو رومی، کاش مجھے بھی کچھ اشعار یاد ہوتے تو تمہیں میں بھی اسی انداز میں جواب دیتا لیکن آج کی یہ یادگار رات میں ہمیشہ کے لیے اپنے دل پر لکھ لوں گا...... جس نے مجھ پر تمہاری محبت عیاں کر کے میری زندگی میں بہت خوب صورت رنگ بھر دیے ہیں۔“ عفان کی جذبات سے پُر آواز نے رومی کے دل میں بہت خوب صورت سی ہلچل مچادی اور دوسری طرف ایمان آج کے دن کی خوب صورت یادوں کو اپنی پلکوں میں چھپائے بہت پُرسکون نیند سو رہی تھی۔ اسے علم ہی نہیں تھا کہ جن دو لوگوں کو وہ اپنی زندگی سمجھتی ہے وہ کتنی بے دردی سے اس کی اپنی زندگی اور اس سے وابستہ خوشیوں کے ساتھ کیسا سفاک کھیل کھیل رہے ہیں۔

☆☆☆

”رحیم تو ایسا سوچ بھی کیسے سکتا ہے؟“ امینہ نے ماتھا پیٹ کر اس کی جانب دیکھا۔

”بس ایک یہی حل ہے میرے پاس...... اس کے علاوہ کوئی اور چارا بھی تو نہیں۔“

”یا اللہ تو میری زندگی سے یہ امتحانوں کا سلسلہ کب ختم کرے گا۔ میں کیا کروں، میں کدھر جاؤں؟“ امینہ نے آسمان کی طرف کچھ ایسے دیکھا جیسے وہاں سے اللہ اسے دیکھ رہا ہو۔

”اللہ سے کیوں شکوہ کرتی ہے امینہ؟“ رحیم کا لہجہ بہت تلخ تھا۔

”ارے، غلطیاں تو نے خود کی ہیں۔ کیوں اس سے مزید ناراضی مول لے رہا ہے رحیم۔“ امینہ نے بگڑ کر اسے ٹوکا تو وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”بس کبھی کبھی امینہ منہ سے الٹی سیدھی بات نکل جاتی ہے۔“

”توبہ توبہ کر رحیم!“ امینہ نے اپنے گال پیٹ ڈالے۔ سیدھی سادی سی عورت رحیم کے خیالات سے سہمی جارہی تھی۔

”دیکھ رحیم تیری ان فضول باتوں کی وجہ سے میرے دونوں بچے مجھ سے کبھی نہیں ملیں گے۔ مت ناراض کر میرے اللہ کو۔“ وہ بہت تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔

”کیوں، میری باتوں کی وجہ سے اللہ تیرے بچے تجھ سے کیوں نہیں ملوائے گا۔ قصور اگر میرا ہے، غلطیاں میں نے کی ہیں تو تجھے کس بات کی سزا مل رہی ہے۔“ وہ بحث کرنے لگا۔



”وہ مجھے سزا نہیں دے رہا رحیم، وہ میرا امتحان لے رہا ہے۔ میں کبھی بھی اپنے اللہ سے بدگمان نہیں ہوں گی چاہے تجھ جیسا کافر مجھے کتنا ہی بھڑکا لے۔“ امینہ کا لہجہ اپنے معبود کی محبت سے چور چور تھا۔ ”اور تو میرے منہ سے نکلے جملوں کو پکڑا مت کر، میں نے اللہ سے گلہ نہیں کیا تھا میں نے تو صرف اس سے پوچھا تھا کہ امتحان کب ختم ہوں گے؟“ امینہ کا دل اتنے بڑے بڑے حادثوں کے بعد بھی اللہ کی محبت سے روشن تھا اور یہی روشنی اس کے غم کے اندھیروں میں اسے راستہ دکھاتی تھی۔

”اچھا...... میری بات تو وہیں رہ گئی۔ امینہ وہ آدمی بہت نیک اور نمازی بندہ ہے۔ وہ جب مان گیا ہے تو پھر تجھے کیا اعتراض ہے۔ خدا کے لیے انکار مت کر امینہ تجھے...... وہ بہت ہی جلدی طلاق دے دے گا پھر ہم دونوں شادی کرلیں گے۔ دیکھ امینہ کیا تجھے مجھ پر ترس نہیں آتا۔ میں بالکل اکیلا ہوگیا ہوں۔ ہم دونوں کو مل کر اپنے بچوں کو ڈھونڈنا ہے۔ امینہ مان جا میری بات......“ رحیم تقریباً گڑگڑا رہا تھا۔ امینہ نے ایک طویل سانس لے کر رحیم کی جانب دیکھا۔

”اور اگر اس نے مجھے طلاق نہ دی پھر کیا ہوگا...... یا ہم دونوں بھی ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے پھر؟“ اس نے بہت سادگی سے سوال کیا تو رحیم بھپر ہی تو اٹھا۔

”آگئی تو اپنی ذات پر منحوس عورت۔ ابھی سے تیری نیت خراب ہورہی ہے۔“ امینہ کے ہونٹوں پر استہزائیہ ہنسی آگئی۔

”اوقات تو اپنی تو دکھا رہا ہے رحیم۔ اپنے مطلب کے لیے مجھے کسی دوسرے آدمی کے حوالے کررہا ہے۔ ساری زندگی تو نے صرف مجھے ستایا ہے، مجھ پر ظلم کیا ہے۔ میرے بچوں کو مجھ سے چھینا...... میری چندا کبھی نہ مرتی اگر تو کچھ ڈھنگ کا ہوتا، بے سہارا چھوڑ کر چلا گیا تھا تو ہم دونوں کو۔ ارے نیچ ذات تو تیری ہے اور کان کھول کر سن لے میں ہرگز بھی کسی سے نکاح نہیں کروں گی، شکر ہے میرے جملوں سے تجھے غیرت تو آئی۔“ رحیم ایک منٹ تک بالکل خاموش سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر تھکے تھکے قدموں سے باہر کی جانب چلا گیا۔ امینہ نے اسے روکا نہیں۔ وہ جانتی تھی کہ یہ قدم آج اس گھر سے نہیں بلکہ اس کی زندگی سے بھی جارہے ہیں۔

آج اس کی رحیم کے ساتھ یہ آخری ملاقات تھی۔ عندلیب نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ امید کی ڈور اب مزید رحیم کے ہاتھ میں نہ تھمائے اگر اسے رحیم کے ساتھ اب کسی بھی قیمت پر نہیں رہنا ہے تو ہمت کرکے اسے مایوس لوٹانا ہوگا اور آج جو بات رحیم نے اس سے کی تھی اس کے بعد تو اس کا ارادہ مزید مستحکم ہوگیا تھا۔ اسے رحیم کے دوبارہ نکاح میں آنے کے لیے ہرگز کسی اور کی زوجیت میں جانا قبول نہ تھا۔ اب تو وہ زندہ ہی صرف اپنے حمید اور رشید کے لیے تھی جو نہ جانے کن ظالم ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے اور جب سے عندلیب نے ان دونوں کو ڈھونڈنے میں اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا امینہ کو رحیم کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی، یہ الگ بات تھی کہ اسے رحیم پر ترس بھی آتا تھا۔ جس بے کسی سے گڑگڑا کر وہ اس کا ساتھ مانگ رہا تھا، امینہ کو اسے ٹھکراتے ہوئے ایک عجیب سا افسوس ہوا تھا۔ وہ بیمار، لاغر، دکھی اور تنہا شخص جس نے ساری زندگی اسے سوائے دکھوں کے اور کچھ بھی نہیں دیا تھا اب بالکل ٹوٹنے کے بعد اس کی محبت



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کے سائے میں آنا چاہ رہا تھا لیکن خود غرضی کا لبادہ اوڑھ کر جو کہ اس کا خاصہ تھی۔ رحیم کے جانے کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ بالکل ہی خالی ہاتھ رہ گئی ہو۔ نہ اس کے بچے اس کے پاس رہے تھے اور نہ ہی اس کے سر کا سائیں۔ کتنی تہی دامن تھی وہ، یہ بھی شکر ہی تھا کہ اسے مسز رازی اور عندلیب کا سہارا میسر آ گیا تھا ورنہ دنیا اس پر مزید تنگ ہو جاتی۔ عندلیب کے امید دلانے پر کہ اس کے بیٹے بہت جلد اس کے پاس ہوں گے۔ امینہ کو جینے کا جیسے ایک سہارا سا ہو گیا تھا۔ اس دن جب مسز رازی کا ڈرائیور اسے لینے آیا تھا تو رحیم نے دل بھر کر اس کے جانے کی مخالفت کی تھی۔

''اب میں آ گیا ہوں امینہ، تجھے کوئی نوکری کرنے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے بہت سختی سے امینہ کو منع کیا تھا۔

''واہ بھئی کیا کہنے تیرے رحیم۔ جب میرا تیرا رشتہ تھا تب تو ایک دن بھی ڈھنگ سے تو نے اپنی ذمے داری نہ نبھائی...... اب کس رشتے سے تو میری لگی لگائی نوکری چھڑوا کر ایک بار پھر مجھے دنیا میں خوار ہونے پر مجبور کر رہا ہے؟'' امینہ کو غصہ آ گیا تھا تبھی صفو خالہ تیز تیز قدموں سے اندر داخل ہوئی تھیں۔

''امینہ باہر کب سے ڈرائیور کھڑا ہے۔ آخر تیری باتیں کب ختم ہوں گی؟'' انہوں نے کینہ توز نظروں سے رحیم کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''بس خالہ، میں جا رہی ہوں۔'' امینہ نے سامنے تیار رکھا ہوا بیگ اٹھایا۔

''میں بھی ساتھ چلوں گا۔'' رحیم نے تیزی سے اس کے ہاتھ سے بیگ لیتے ہوئے کہا۔

''تو کس خوشی میں جائے گا بھئی؟'' صفو خالہ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے گھورا۔

''مجھے اس بیگم صاحبہ کا گھر دیکھنا ہے جہاں امینہ کام کر رہی ہے۔'' وہ بیگ لے کر آگے بڑھ گیا۔ امینہ نے اشارے سے صفو خالہ کو کچھ کہنے سے روکا تھا اور ان کے گلے لگ کر انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے رحیم کے پیچھے پیچھے کار کی جانب چل دی تھی۔ مسز رازی کے گھر آنے کے بعد رحیم آج دوسری مرتبہ جس پروپوزل کے ساتھ امینہ کے پاس آیا تھا اس کے بعد امینہ نے اس کو ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی سے نکال دیا تھا لیکن نہ جانے کیوں آنسو تھے کہ تھم ہی نہیں رہے تھے۔

''امینہ کیا ہوا، کیوں رو رہی ہو تم؟'' دفعتاً عندلیب اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ جلدی سے آنسو پونچھتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

''کچھ نہیں عندلیب بی بی، اصل میں ابھی رحیم آیا تھا۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں بتایا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم نے آج فیصلہ کر ہی لیا۔'' عندلیب نے گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا۔ ویسے بھی عندلیب کو رحیم کا یوں منہ اٹھا کر گھر میں چلے آنا پسند نہیں آ رہا تھا۔ اب جبکہ امینہ سے اس کا کوئی رشتہ نہیں رہا تھا تو اس کا اس گھر میں آنے کا بھی کوئی جواز نہیں بنتا تھا۔ وہ امینہ کی مجبوری بھی سمجھ رہی تھی جس کی بنا پر وہ رحیم سے ملنے پر مجبور تھی تبھی کل شام اس نے امینہ کو سمجھایا تھا۔

''دیکھو امینہ، تم کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہیے کہ رحیم ایک بالکل ناکارہ شخص ہے۔ وہ کسی بھی قیمت پر تم کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہے گا کیونکہ اسے اب تمہاری ضرورت ہے اور تم جانتی ہو کہ دوبارہ نکاح کرنے کے لیے اب تمہیں حلالہ کرنا پڑے گا۔''

''نہیں عندلیب بی بی، ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔'' وہ تڑپ ہی تو گئی۔



''تم دیکھ لینا امینہ اس بار وہ تمہیں اسی بات کے لیے مجبور کرے گا۔ میں تمہاری شادی کے خلاف نہیں۔ کوئی اچھا شخص ملے تو تمہیں حق ہے کہ تم اس کا ہاتھ بخوشی تھام لو لیکن اس خود غرض اور ناکارہ شخص کو دوبارہ اپنی زندگی میں کبھی شامل نہ کرنا۔'' عندلیب کے سمجھانے پر وہ کچھ لمحے خاموش بیٹھی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

''عندلیب بی بی خدا کی قسم اگر حلالہ کی شرط نہ بھی ہوتی تب بھی میں کبھی بھی رحیم سے دوبارہ نکاح نہ کرتی۔ اس آدمی کی وجہ سے میں دربدر ہوئی...... میری چندا مر گئی اور کتنی بے عزتی سہہ کر وہ اس دنیا سے گئی۔ میرے حمید اور رشید مجھ سے بچھڑ کر نہ جانے کہاں اور کیسے ہاتھوں میں پل رہے ہیں۔ میں تو بس اپنے بچوں کو ڈھونڈنے کی وجہ سے رحیم سے مل رہی ہوں۔''

''ارے وہ چرسی آدمی تمہاری ہرگز کوئی مدد نہیں کرے گا۔ بس اس وقت تم اس کی ضروریات پوری کرنے والی مشین لگ رہی ہو اسے۔ تم بچوں کی فکر نہ کرو۔ میرے ملنے والوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔'' عندلیب کی دی ہوئی امید کی روشنی میں اس نے رحیم کا ہیولہ بھی اپنی زندگی سے نکال دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ عندلیب کو حقیقتاً اس کے اس فیصلے سے بہت خوشی ہوئی تھی۔ تبھی وہ اس وقت امینہ کے ساتھ امید افزا باتیں کر کے اس کی اداسی کو کچھ کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور عندلیب کی باتوں نے واقعی امینہ کے بجھے ہوئے دل میں کچھ خوشیوں کی رمق پیدا کر دی تھی۔

''اچھا امینہ، میرے خیال میں امی کے جاگنے کا وقت ہو رہا ہے تم چائے بنا کر امی کے کمرے میں ہی لے آؤ۔ میں وہیں جا رہی ہوں۔'' دفعتاً عندلیب گھڑی دیکھتے ہوئے کھڑی ہو گئی جو تقریباً شام کے پانچ بجا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ امینہ کوئی جواب دیتی اچانک ہی مسز رازی کی دلدوز چیخوں کی آواز نے دونوں کو بالکل ہی حواس باختہ کر دیا۔ عندلیب تقریباً دوڑتے ہوئے ان کے کمرے کی طرف بھاگی۔ امینہ بھی اس کے پیچھے تھی لیکن مسز رازی کے بیڈروم میں پہنچ کر اندر کے منظر نے جیسے انہیں ایک لمحے کے لیے بالکل ہی ساکت کر دیا تھا۔

☆☆☆

''سنو رومی، تم سے ایک مشورہ کرنا ہے۔'' ایمان کافی ایکسائٹڈ سی لگ رہی تھی۔

''سب خیریت تو ہے نا؟'' رومی نے بہت اچھنبے سے اس کی جانب دیکھا۔

''ہاں بھئی، سب خیریت ہی ہے۔ اصل میں پرسوں عفان کی برتھ ڈے ہے، مجھے تو یاد ہی نہیں تھا وہ

Monthly Digest
مکتبہ اہلاً و سہلاً
Sole Distributor
SUSPENSE
سسپنس
SARGUZASHT
سرگزشت
PAKEEZA
پاکیزہ
JASOOSI
جاسوسی
ویلکم بک شاپ
WELCOME BOOK SHOP
P.O.Box 27869
Karama, Dubai
Tel: 04-3961016
Fax: 04-3961015
Mobile: 050-6245817
E-mail: welbooks@emirates.net.ae
JD Group of Publications



Scan & PDF
EIAZ AHMED
Friends Korner.com

تو بھلا ہوا انیلا کا جس نے باتوں باتوں میں اس کا ذکر چھیڑ دیا۔'' ایمان نے چمکتی آنکھوں سے اسے تفصیل بتائی تو رومی کو اپنی ہی فکر پڑ گئی۔ اسے عفان کو بہت ہی یونیک سا تحفہ دے کر اپنی محبت کی شدتوں کو ظاہر کرنا ہوگا۔ وہ سوچوں کے بھنور میں ڈوبنے لگی۔

''رومی بتاؤ نا، میں عفان کو کس طرح کا پریزنٹ دوں؟'' ایمان اپنی ہی الجھن میں گرفتار تھی۔

''بھئی وہ تمہارا فیانسی ہے تم اس کی پسند ناپسند کو مجھ سے بہتر جانتی ہوگی۔'' وہ کچھ بے دلی سے بولی۔

''اچھی دوست ہو تم، ذرا سا مشورہ بھی نہیں دے سکتیں۔'' ایمان نے خفگی سے اسے گھورا تو وہ جبراً ہنس دی لیکن دل ہی دل میں جز بز ہوتے ہوئے اس نے سوچا۔

''افوہ بھئی، یہ آج کل مجھے کتنے جبر سے کام لینا پڑ رہا ہے۔ کبھی امی کے سامنے اور کبھی ایمان کے سامنے۔'' اپنی سوچ کو اپنے تک محدود رکھتے ہوئے وہ ایمان کی طرف متوجہ ہوگئی۔

''میرے خیال میں ایک زبردست سا پرفیوم دے دو۔ ویسے کیا عفان کی فیملی اس کی سالگرہ سیلیبریٹ کر رہی ہے یا تم لوگ کہیں باہر جا رہے ہو؟'' رومی نے مشورہ دینے کے ساتھ ساتھ اس سے سوال بھی کر ڈالا۔

''نہیں، عفان کو برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنا بالکل پسند نہیں۔ انیلا بتا رہی تھی کہ بس اس دن وہ سب لوگ کہیں باہر ڈنر پر مل کر چلے جاتے ہیں لیکن اس بار بہت عرصے کے بعد یعنی پاکستان واپس آنے کے بعد یہ عفان کی پہلی برتھ ڈے ہے اور پھر بقول انیلا منگنی کے بعد تو میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں عفان کو مزے کا سرپرائز دوں۔ اس لیے ہم سب نے مل کر اسے سرپرائز پارٹی دینے کا پروگرام بنایا ہے۔ بس میں اچانک ہی انہیں اپنے گھر بلالوں گی جہاں پہلے سے ان کے گھر والے اور دوسرے مہمان بھی موجود ہوں گے۔ خوب زبردست فنکشن کا انتظام ہوگا۔ سچ رومی ہم سب بہت ایکسائٹڈ ہیں۔'' ایمان کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا لیکن رومی کے دل میں جیسے بے شمار پنکھے چل رہے تھے۔ وہ چہرے پر جھوٹی خوشی سجائے بظاہر ایمان کی باتیں سن رہی تھی لیکن ذہن کچھ اور سوچ رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے بے اختیار وہ منگنی والا دن گھوم گیا جب عفان اسے دانستہ نظر انداز کر کے ایمان کے جلوؤں میں کھویا ہوا تھا۔ کیا وہ دن ایک بار پھر اس کی زندگی میں آ کر اسے آنسوؤں میں ڈبونے والا تھا۔

عفان کی برتھ ڈے منا کر ایمان ایک بار پھر اس کے دل میں اتر جائے گی اور وہ خود عفان کے دل سے اتر جائے گی۔

''نہیں، نہیں...... اب میں دوبارہ اس اذیت سے نہیں گزروں گی۔ میں عفان کے دل میں اتروں گی اور ایمان اس کے دل سے اترے گی۔'' اس نے اسی لمحے اپنے آپ سے عہد کیا تھا۔ اتنے میں شازی بھی ہنستی مسکراتی ان دونوں کے پاس آبیٹھی۔ اس کے پاس اس سرپرائز پارٹی کے لیے کچھ اور پلان بھی تھے جنہیں وہ بہت جوش خروش سے ایمان کے ساتھ ڈسکس کر رہی تھی لیکن جو پلان اس وقت رومی کے ذہن میں چل رہا تھا اس کا تو وہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

''ایمان میری سویٹ سی دوست، آئی ایم سوری تم جس کے لیے اتنی پلاننگ کر رہی ہو وہ ہرگز بھی تمہارے اس فنکشن میں شریک نہیں ہوسکتا، اس کی برتھ ڈے منانے کا حق صرف میرا ہے۔'' اس نے بہت طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ ایمان کی جانب دیکھا جو شازی کی کسی بات پر بے ساختہ ہنس رہی تھی۔

# چاند ہرجائی ہے

بشریٰ گوندل

میرے ہاتھ میں کوئی پرانا ڈائجسٹ تھا جس کی ورق گردانی کرتے ہوئے دھیان وہیں کہیں اٹکا ہوا تھا، یہ ضروری ہے کہ آپ جو کام کر رہے ہوں سارا دھیان اسی کام میں لگا ہوا ہو۔ بعض اوقات دھیان کی لہریں دور دراز بھٹک رہی ہوتی ہیں۔ اسما میرے پاس چلی آئی اور مجھے اس کی آمد کی خبر ہی نہ ہوسکی ورنہ اس کے آنے سے قبل میں اپنی آنکھیں ہی صاف کر لیتی۔

"تم ہمیشہ دبے پاؤں آتی ہو۔" میں نے رخ پھیرا حالانکہ اب اس کی ضرورت نہیں تھی۔

"اچھا، آئندہ ہارن بجا کر آیا کروں گی ویسے...... یہ رو رو کر ڈائجسٹ پڑھنے کی کوئی نئی رسم چلی ہے کیا؟" میرے سامنے بیٹھ کر اس نے رسالہ میرے ہاتھ سے لے لیا۔ "جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس میں ایسی کوئی کہانی نہیں ہے جس پر یوں دھاڑیں مار مار کے رویا جائے۔"

میں فقط ایک شاکی نگاہ اس پر ڈال کر گپ چپ بیٹھی رہی۔ لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں میرے خاموشی سے بہتے آنسوؤں کو اس نے دھاڑیں مار مار کر رونا قرار دیا تھا۔ وہ میری چپ سے میرے دل کا حال جان گئی تھی۔ وہ میری دوست تھی، ہمراز تھی، میری ماں جائی تھی اس نے بہت نرمی سے میرے آنسو صاف کیے۔

"رونا کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے اگر رونے سے مسئلے حل ہو جایا کرتے تو دنیا میں کسی کو کوئی مسئلہ درپیش نہ ہوتا۔ فقط آنسو بہا دینا بزدلی ہے۔ ایک بات بتا دوں میں تمہیں زویا، وقت اب بھی تمہارے ہاتھ میں ہے اور فیصلے کا اختیار بھی۔ اس طرح ہاتھ پاؤں چھوڑ کر تو وہ روتے ہیں جو وقت کو اپنے ہاتھوں گنوا چکے ہوں۔ زندگی میں کسی جگہ تو اسٹیپ لینا ہے۔ زندگی ہمیں بار بار نہیں ملتی اور نہ ہی اتنی ارزاں ہے کہ ایک آدمی کے لیے رول دی جائے اور زندگی نہ ہی کسی ایک آدمی پر ختم ہے کہ وہ نہیں ہوگا تو سانس نہیں آئے گی۔ ابھی تمہارے پاس وقت ہے سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو...... اور اب تو امی اور ابو بھی بددل سے ہو چکے ہیں اس رشتے سے۔ بس تمہارے فیصلے کے منتظر ہیں اور تم نہ جانے کیوں چپ ہو؟"

"سوچ سمجھ کر فیصلہ......؟" اس کی لمبی چوڑی، بات میں میری سوئی اس جگہ پر اٹک گئی۔ دل کے فیصلوں میں سوچ اور سمجھ کہاں ہوتی ہے کہ آدمی نفع و نقصان کو کیلکولیٹ کرے، خسارے کا حساب لگائے۔ یہ کوئی حساب کا سوال تو نہ ہوا نا۔ لوگ تو محبت کے نام پر سولی چڑھ جاتے ہیں پوری زندگی ایک نام پر فقط ایک نام کی آس پر گزار دیتے ہیں۔ میں چاہ کر بھی اسے محبت کا یہ فلسفہ نہ سمجھا سکی۔

مجھے کیا خبر تھی کہ مجھے محبت ہو جائے گی...... یا شاید محبت ہونے سے قبل کسی کو بھی خبر نہیں ہوتی...... محبت یونہی دبے پاؤں دل کی سرزمین پر قدم دھرتی ہے کہ پھر ساری زمین میں محبت ہی محبت اگ آتی ہے۔ مجھے تو محبت ہونے سے قبل محبت کے ہجے بھی معلوم نہ تھے اور پھر محبت ہوئی بھی تو کس سے...... شہنام سے، شہنام مصطفیٰ جس کے سنگ بچپن کھیل کر گزارا اور پھر لڑکپن کے کچے پکے پل اور پھر آتی بہار کی طرح خوشبو بھری جوانی کے پہلے قدم پر جب شہنام ٹکرایا تو قدم مزید چلنے سے انکاری ہو گئے۔ پڑاؤ ڈالنے کی خواہش قدموں سے لپٹنے لگی۔ وہ مجھے سرتاپا بدلا ہوا ملا۔ وہ بچپن، لڑکپن کا شہنام تو کوئی اور تھا اور یہ جوانی کی دہلیز پر کھڑا شہنام قطعی مختلف اور نیا نیا سا تھا۔ خوابوں سے سجی جگر جگر کرتی روشن آنکھوں کے ساتھ وہ میرے روبرو کھڑا تھا اور یہ اس کی آنکھوں کی چکاچوند روشنی ہی تھی جس نے میرے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ پھر مجھے اس کے سوا کچھ نہ دکھا۔ اس کے خواب، اس کی خواہش، اس کی طلب...... دامنِ دل میں اس کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اس طلب نے مجھے انگلی پکڑ کر خواب نگر میں چھوڑ دیا اور میں حقیقت کو جان کے بھی انجان رہی کہ خواب نگر میں حقیقت کے ڈراوے کہاں ہوتے ہیں۔ اب بھی میں خوابوں کے بوجھ سے مندی مندی آنکھوں سے حقائق دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتی تھی۔

شہنام مصطفیٰ ابو کے کزن کا بیٹا تھا اگرچہ ان کے اور ہمارے درمیان اچھے مراسم تھے...... گھر سے گھر جڑا تھا لیکن بیچ میں پھر وہی طبقاتی تقسیم کا جھگڑا آن ٹھہرا۔ جسے پاٹتے پاٹتے آدمی ختم ہو جائے مگر وہ ختم نہیں ہوتا...... مگر دل تو ہمیشہ سے کسی ضدی بچے کی طرح اپنی منواتا ہے۔ جب ضد پر آئے تو اس طرح کی اونچ نیچ کہاں دیکھتا ہے۔

اور یہ محبت کی رسم جب سے چلی ہے تب سے آنکھوں کو خواب چھپانے نہ آئے۔ آنکھیں دل میں اگتی محبت کے سارے راز عیاں کر دیتی ہیں۔ ساری کہانیاں حرف بہ حرف کہہ دیتی ہیں اور ہماری آنکھوں میں لکھی محبت کی کہانی جب گھر والوں کے علم میں آئی تو کسی جانب سے کوئی اعتراض نہ آیا کوئی ظالم سماج محبت کی راہ میں رستہ روکنے نہ آیا۔ کسی پس و پیش کے بغیر ہم دونوں کے بیچ ایک خوب صورت سے ان چھوئے رشتے کا معتبر حوالہ آن ٹھہرا۔ محبت کی تو یہ بڑی پرانی عادت ہے جن کو چاہا ان کو پا لو اور دل کی خواہش رد ہو جانے پر دل کی دیواروں سے سر پٹخ پٹخ کر روتے رہنا۔

☆☆☆

"منگنی کا پیریڈ بڑا خوب صورت ہوتا ہے اسے جی بھر کے انجوائے کرنا چاہیے......" میری سہیلیاں سنی سنائی کہانیاں سنانے بیٹھ جاتیں اور میں تو تھی ہی خوابوں کی اسیر...... خواب اوڑھ کر نیندوں کے سفر پر بڑی دور جا نکلتی کہ واپسی کی راہ بھول جاتی۔ شہنام کی آنکھیں مجھے دیکھتے ہی روشنیوں سے بھر جاتیں پھر خدا جانے کیا ہوا...... محبت کو کس کی نظر لگ گئی۔ ہر چیز بدل گئی تھی۔

اب شہنام کی آنکھوں کی روشنیاں ماند پڑنے لگی تھیں۔ یہ فقط دو سال پہلے کی بات ہے دو سال اگرچہ کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوتا مگر پل پل کر کے گزارنے والے کا وقت ٹھہر ٹھہر کر گزرتا ہے۔ جب شہنام نے فرسٹ ڈویژن میں ایم سی ایس کیا تو خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ایسے لائق فائق بندے کو تو پہلی فرصت میں کوئی اچھی سی جاب مل جائے گی اور یہ اچھی جاب پتا نہیں کون سی ہوتی ہے اور کہاں ہوتی ہے۔ اب تو وہ بھی ناامید اور مایوس سا ہو رہا تھا...... کتنے خواب آنکھوں میں ٹوٹے کتنی جوتیاں راہوں میں مگر کچھ نہ بن سکا اور اب تو اس کے چہرے پر گہرے تفکر کی لکیریں ہوتی، یوں لگتا جیسے یہ لکیریں اس کے چہرے کا حصہ ہوں۔

میں الگ پریشان تھی اور پریشانی تو ہوتی ہے خود سے وابستہ لوگوں کو پریشان دیکھ کر...... کتنے دنوں سے گھر میں ٹینشن سی تھی کئی پرپوزلز آئے ہاں اب اور تب میں واضح فرق تھا...... اب ایک طرف پورا گھر تھا اور دوسری طرف میں اکیلی...... اور ایسے میں میری آنکھیں روتے روتے راتوں کا پچھلا پہر کر دیتیں۔

"یا اللہ میرے خواب سلامت رکھنا۔" دل گریہ و زاری کرنے لگتا۔ محبت کس طرح کڑا امتحان ثابت ہو رہی تھی، ایک طرف گھر والوں کی محبت تو دوسری طرف شہنام مصطفیٰ کی دل میں روزِ اول جیسی محبت...... اپنے لیے تو میں نے کبھی کچھ سوچا ہی نہ تھا کبھی کچھ چاہا ہی نہ تھا۔

گھر والے چپ چاپ تھے اور یہ گہری چپ کیسے جیتے جی مار دیتی ہے۔

"کیسے ہو شہنام؟" میری جب بھی اس سے بات ہوتی تو جواباً اس کا تھکا تھکا بیزار سا لہجہ سنائی



Scan & PDF
EIAZ AHMED
friendskorner.com

دیتا۔

''بس گزارا ہو رہا ہے۔''

اس کے لہجے کی اداسی میرے خوابوں میں دراڑیں ڈالنے لگتی۔

''فی زمانہ اگر گزارا بھی ہو رہا ہو تو بڑی بات ہے۔'' میں ہولے سے کہتی حالانکہ میرا دل چاہ رہا ہوتا کہ میں اسے کہوں کہ وہ جواباً اللہ کا شکر ادا کیا کرے۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ بہتر ہے آدمی عشق کرے (اللہ سے) نہیں تو شکر ادا کرے اور ہم لوگ نہ عشق کرتے ہیں اور نہ شکر پھر زندگی سہل کیسے ہو بھلا؟

☆☆☆

''پھر تم نے کیا سوچا ہے؟'' اسما ایک بار پھر آنکھوں میں بے شمار سوال لیے میرے روبرو تھی۔

''کس بارے میں؟'' میں نے یوں کہا جیسے یہ کوئی قطعی غیر اہم مسئلہ ہو جس سے میرا کوئی تعلق نہ ہو اور میری زندگی میں اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہو۔

''واہ، کیا لاعلمی ہے......'' اسما چڑ گئی۔ ''بھئی ظاہر ہے اپنے بارے میں، اپنی زندگی کے بارے میں اور شہنام کے بارے میں۔ میری مانو تو تم ایک ہی بار فیصلہ کر لو زویا جو سوچنا ہے ایک ہی بار سوچ لو یوں سولی پر جان نہ لٹکاؤ، اپنی بھی اور خود سے وابستہ لوگوں کی بھی۔ جتنا رونا ہے ایک ہی بار رو لو۔'' وہ میری آنکھوں میں جمع ہوتا پانی دیکھ چکی تھی اور آنکھوں کا کیا ہے آنکھوں کی سطح تو آج کل ہر وقت گیلی رہتی تھی خواب ٹوٹنے کا اندیشہ گھڑی گھڑی رُلاتا۔

''یہ زندگی ہے اسما اور زندگی کا ہر مسئلہ اتنا آسان نہیں ہوتا کہ اسے چٹکیوں میں حل کر لیا جائے۔'' میں نے بھیگی آواز میں کہا۔

''وہی تو...... مسئلہ اس طرح حل کرو کہ پھر کوئی مسئلہ نہ رہے۔ جب کبھی اپنے بارے میں سوچو تو یہ بات دھیان میں رکھنا زویا کہ شہنام مصطفیٰ اپنی پانچ بہنوں کو بیاہنے کے بعد جب تم تک آئے گا تو تھکن اس کے سارے جذبوں کو نچوڑ چکی ہوگی۔''

کوئی برچھی تھی جو کہیں ترازو ہوئی تو درد بے حساب ہوا، میں نے ایک شاکی نظر اسما پر ڈالی جو کتنی سفاکی سے حقائق بیان کر رہی تھی۔

اس وقت تو میں پوری جان سے کانپ گئی جب امی میرے سامنے آئیں...... حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے خود کو اس معاملے سے الگ تھلگ رکھا ہوا تھا۔

''تمام حالات تمہارے سامنے ہیں زویا۔ اگر تم اب بھی رضامند ہو تو۔'' امی کی آدھی بات آنسوؤں نے کھالی اور کوئی کھارا نمکین پانی میرے دل پر گرا تھا۔

میں کچھ نہ بولی۔ نہ ہوں نہ ہاں...... بس چپ چاپ انگوٹھے کی نوک سے کارپٹ کا کونا مروڑتی رہی کبھی کبھی آدمی کو یونہی چپ لگ جاتی ہے گہری چپ پھر جس روز ابو نے میرے سر پر ہاتھ رکھا تو ضبط کے بندھن تڑتڑ کر کے ٹوٹنے لگے۔

''والدین اولاد کے دشمن نہیں ہوتے بیٹا، ماں باپ اولاد کے لیے کبھی برا سوچ ہی نہیں سکتے۔ اولاد ماں باپ سے جتنا بھی پیار کرے وہ اس پیار کے پاسنگ بھی نہیں ہوتا جو ماں باپ کرتے ہیں آگے تمہاری مرضی......'' میں خاموشی سے سامنے پھیلی ہتھیلیوں پر آڑی ترچھی لکیریں دیکھتی رہی اور ان لکیروں میں چھپے بھید سوچتی رہی۔

☆☆☆

امی آج کل پورا دن میرے لیے دعائیں مانگتی رہتی تھیں۔

زندگی میں کتنے ہی لوگ ہمیں دعائیں دیتے ہیں پھر پتا نہیں وہ ساری دعائیں کہاں اندھیرے رستوں میں گم ہو جاتی ہیں۔

سب حقائق سامنے تھے۔ کوئی بھید نہ تھا، کوئی راز نہ تھا گریز کی خواہش تو مجھے کبھی نہ رہی تھی مگر اسما بھی شاید ٹھیک ہی کہتی تھی کہ میں شہنام کے گھر کے ماحول میں مس فٹ ہوں گی اور اس سے بھی بڑی اور تکلیف دہ بات یہ تھی جو اسما کے ساتھ ساتھ میرے علم میں بھی تھی اور جس سے میں نظر چرائے ہوئے تھی کہ اس گھر میں سوائے شہنام کے کسی کو میری ضرورت تھی اور نہ چاہ...... یہ محبت تو میرے ہی دل کی زمینوں پر اگی تھی اور مجھے الہام تھا کہ میں اس محبت سے سب ٹھیک کر لوں گی۔ گویا محبت نہ ہوئی جادو کی چھڑی ہو گئی۔ مگر اب حالات عجیب صورت اختیار کرتے جا رہے تھے لیکن محبت کا پلڑا تو اب بھی بھاری تھا۔ محبت کی فصل تو اب بھی دل کی زمین پر پوری توانائیوں کے ساتھ لہلہا رہی تھی۔

پھر میں نے شہنام مصطفیٰ سے ایک ہی بار کھل کے بات کرنے کا سوچ لیا۔ آر یا پار...... اگرچہ یہ سوچ ہی خاصی پُر آزار تھی اور دل کو لہولہان کرتی تھی مگر اس کے سوا دوسرا رستہ نہ تھا اور اب تو میں تھک گئی تھی بہت دن، مہینے ہو گئے تھے مجھے اس کی خاطر لڑتے ہوئے...... جھوٹے، سچے دلائل دیتے ہوئے، اگر بچھڑنا ہی ٹھہرا تو ایک ہی بار اذیت سے گزر جائیں یہ پل پل کی موت۔

مجھے جانے کیوں یہ گمان تھا کہ میں شہنام سے کھل کر ہر بات کروں گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

امی کے واہمے، ابو کے خدشے، اسما کے اندازے اور میرے شبہات سبھی بے بنیاد ثابت ہوں گے۔ کسی اسم سے، طلسم سے، منتر یا کوئی جادوئی طریقہ کار...... کچھ ویسا ہو جائے گا جیسا دل چاہتا ہے محبت کو تو شروع سے عادت ہے خوش فہمیوں میں جینے کی اور میری خوش فہمیوں کے محلات زمیں بوس ہوئے تو میں بڑی دیر تک اپنے خوابوں کے ملبے پر ساکت سی نڈھال بیٹھی رہ گئی۔

شہنام مصطفیٰ سے کھل کر بات کرنے کی بات تو درمیان میں ہی کہیں رہ گئی۔

وہ محبت جس کی جڑیں میرے اندر دور تک پھیلی ہوئی تھیں ان جڑوں میں تو کسی نے بڑی بے دردی سے زہر ملا دیا کہ میرا پورا وجود نیل و نیل ہو گیا اور محبت دھول اڑاتے رستوں کی مسافر ہو گئی۔

بعض اوقات انسان کے سارے اندازے غلط ثابت ہوئے ہیں۔ آپ کسی دوسرے کے بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں دے سکتے۔ جانے کس گھڑی کون راستہ بدل لے۔

میں اس لمحے ہاتھ پاؤں چھوڑ کے اس مسافر کی طرح بیٹھی تھی جو بیچ راہ میں اپنا سب کچھ لٹا آئے۔ دولت نے ایک بار پھر محبت کو خرید لیا تھا اور محبت کی پگڈنڈیاں کیسے ویران ہوئی تھیں اور پھر مردوں کو تو پتا ہوتا ہے کہاں کہاں گھات لگانی ہے کس طرح بولی لگا کے کہاں سے دام آدھے وصول کرنے ہیں اور کہاں سے پورے۔

جب زندگی آپ کو پورا حصہ نہیں دیتی تو پھر بعض اوقات غلط اور صحیح بھول جاتا ہے۔ صرف اپنی خواہش اور اپنی ضرورتیں یاد رہ جاتی ہیں اور شہنام مصطفیٰ نے ایسا ہی سودا کر لیا، اپنی خوب صورتی کا، اپنی وجاہت کا...... اور اپنی محبت کا بھی...... اور میں زہر کھانے کے بعد نیم مردہ ہوئی محبت کے مرقد پر تنہا بیٹھی رہ گئی۔ محبت کی قسمت میں یہ وچھوڑے جانے کیوں لکھے ہیں؟

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

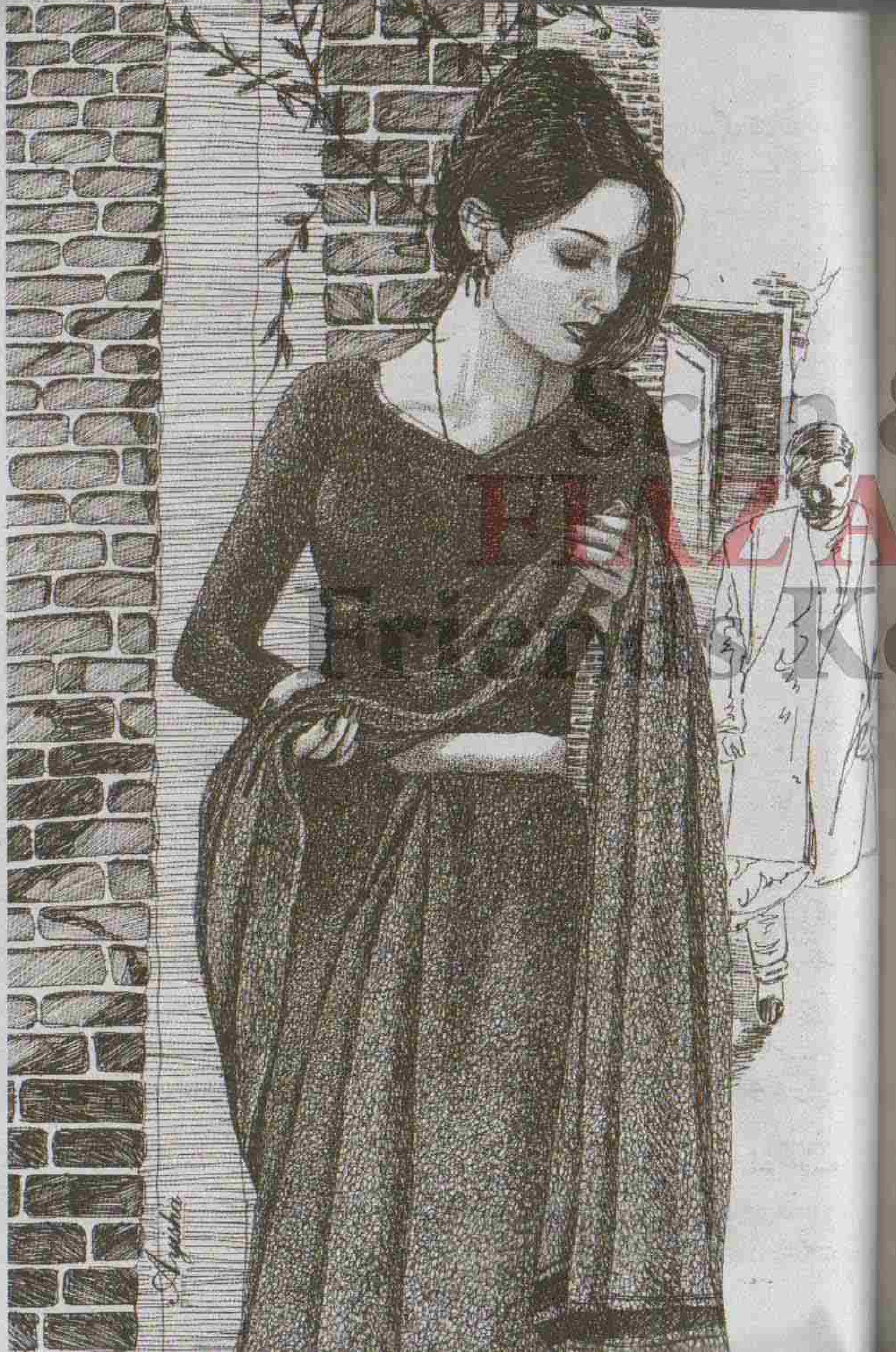

# خوشبو کا سفر

عالیہ بخاری

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں !
کارِ جہاں دراز ہے ، اب میرا انتظار کر

اور یہ کار جہاں دراز ہی نہیں ہمہ جہت بھی ہے۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ یہ تہ در تہ انسان پر کھلتا ہے اور وہ اس کے بدلتے رنگوں کے ساتھ خود کو ہم آہنگ کرنے میں اس طرح منہمک ہوتا ہے کہ کبھی کبھی تو خود اپنا آپ بھی بھلا بیٹھتا ہے۔ خوشبو کا سفر بھی زندگی کے ان ہی بدلتے رنگوں کی کہانی ہے جس میں سادگی اور سچائی کی نرماہٹ بھی گھلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ریا کاری اور خود غرضی کی تلخی بھی کڑواہٹ کا احساس دلاتی ہے۔ ایک دہرا معیار رکھنے والے معاشرے میں حساس اور سادہ دل لوگ جس آسانی سے کبھی تقدیر کے نام پر اور کبھی اپنے جیسوں کی تدبیر کے باعث پٹ جاتے ہیں وہ زندگی کی بھی توہین ہے اور انسانیت کی بھی۔ اس اندھی گلی کی دوڑ کا اختتام کہاں جاکر ہوتا ہے یہ سادہ سی کہانی اپنی جستجو کو لے کر آگے بڑھتی ہے۔

**حسین ودلکش الفاظ بیان کا مرقع ایک خوب صورت ناول**

قسط 32

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سامنے کھلی فائل پر سے نگاہ اٹھا کر سمیعہ نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی کہیں اور تھا۔ اضطراب کے عالم میں مبتلا ہوتے ہوئے سمیعہ نے پہلو بدلا۔ اس کی موجودگی میں لوگوں کی توجہ بے شک وہ کوئی بھی ہو کسی دوسری طرف ہو، اس بات کا تجربہ اسے کم ہی ہوا تھا۔

''ہارون!''

''ہوں۔'' وہ کچھ چونکا تھا۔

''کیا سوچتے رہتے ہو آخر، پتا تو چلے، کتنے دن ہو گئے سوائے کام کے ہم دونوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی۔''

''اچھی بات ہے، اہم چیز تو کام ہی ہے، باتوں کا کیا ہے وہ تو چلتے پھرتے بھی ہو ہی جاتی ہیں۔'' وہ واضح طور پر کچھ روڈ سا ہو رہا تھا۔ سمیعہ کو بے حد برا لگا تھا۔

''لگتا ہے زین یا پھر زارا نے کچھ کہا ہے، اسی دن سے تمہارا موڈ خراب ہے...... بہرحال وہ تمہارا مسئلہ ہے، تمہارے رشتے دار ہیں۔'' اس نے خود بھی مصلحتاً اجنبیت اختیار کی اور اٹھ کر کھڑی ہونے لگی تھی کہ ہارون نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''اس روز صرف تمہاری وجہ سے مجھے زین کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ ہمیں ایک ساتھ دیکھ چکا ہے اور اس میں چھپانے کی کوئی بات تھی ہی نہیں...... لیکن صرف تمہاری وجہ سے میں نے اس کے سامنے جھوٹ بولا، ایک چھوٹی سی بات خوامخواہ بڑی بن گئی۔''

''میں نے صرف کہا تھا، اگر تم نہیں چاہتے تھے تو نہ کہتے، اصل میں تو تم خود ہی کنفیوز رہنے لگے ہو ہارون! پھر بھی مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہارے لیے پرابلم کھڑی ہوئی۔'' اس نے جانی بوجھی شرمندگی خود پر طاری کرتے ہوئے ہارون کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں بے حد حسین تھیں اور جب وہ نگاہ جما کر کسی کی طرف دیکھتی تھی تو مزاحمت آسان نہیں رہتی تھی۔

''چلو چھوڑو، شاید میں واقعی کچھ زیادہ ہی......''

''تم پریشر میں رہنے کے عادی ہو چکے ہو ہارون! خود کو تھوڑا سا آزاد چھوڑا کرو، ہر وقت دوسروں کی فکر میں مت رہا کرو، کوئی کیا کہتا ہے، کیا سوچتا ہے، کیا فرق پڑتا ہے اس سے۔ ایک بار تو یہ سب جھٹک کر دیکھو اپنے اوپر سے، ایسا لگے گا جیسے ہوا میں اڑ رہے ہو۔ آزما کر دیکھو...... خود کو محدود مت کرو پلیز۔'' میز کی دوسری طرف بیٹھتے ہوئے وہ ہارون کی طرف قدرے جھکی اور ہاتھ جیسے بے خیالی میں اس کے ہاتھ پر جا کر رکا۔

''تمہاری زندگی پر سب سے زیادہ خود تمہارا حق ہے ہارون! خوش رہنا سیکھو، پورے دل سے جیو۔'' اس یخ بستہ کمرے کی تنہائی میں حسن کا فسوں چہار سو پھیلا۔

''پتا نہیں زارا نے کبھی تم سے کہا ہے یا نہیں لیکن میں تمہارے ساتھ ہوں، ہر پل ہر سانس صرف تمہارے لیے۔'' ہارون نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچا۔

کوئی راز افشا نہیں ہوا تھا، وہ ہمیشہ سے باخبر تھا پھر بھی اس نے اپنی دھڑکن کو بڑھتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

☆☆☆



ہاتھ میں تھامے ریموٹ سے اس نے ٹی وی آف کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''کتنا اچھا پروگرام آ رہا تھا، بند کیوں کر دیا؟'' رفیعہ بیگم نے شکایتی نگاہوں سے سیف کی طرف دیکھا تو وہ ہنس دیا۔

''لیجیے مجھے کیا پتا تھا کہ آپ اس جھوٹے سچے قصے کو اتنی دلچسپی سے سن رہی ہیں، مجھے تو سخت کوفت ہو رہی تھی، اس لیے بند کر دیا۔'' ٹی وی دوبارہ آن کرتے ہوئے اس نے ریموٹ ان کی طرف بڑھایا۔

''دیکھنا کیا ہے بیٹا! بس دیکھ اور سن کر عبرت پکڑتی ہوں، کیسی کیسی نافرمان اولاد سامنے آ رہی ہے آج کل، بیٹیاں تو ماں باپ سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والی ثابت ہوتی ہیں مگر اب دیکھو یہ رشتہ بھی پیسے اور مصلحت کی نذر ہوا، میں تو بہت روئی اس شخص کی داستان سن کر، تم تو جانتے ہو گے اس کی بیٹی کو، ڈراموں میں کام کرتی ہے۔''

آج کل صبح شام چلتی قربان علی کی داستانِ غم کے رفیعہ بیگم بھی زیرِ اثر آ گئی تھیں۔ سو بڑی دل سوزی سے انہوں نے سیف سے پوچھا تھا۔

''اچھی لڑکی ہے بے چاری، کب سے کام کر رہی ہے مگر پھر بھی سیٹ نہیں ہو سکی۔'' وہ بے پروائی سے کہتا ہوا سائڈ بورڈ کی طرف بڑھا۔

''کیا اچھائی ہے، بوڑھے باپ کو فٹ پاتھ پر مرنے کے لیے چھوڑ دیا اور خود ہمدانی کو گھیر کر عیش و آرام کی زندگی گزار رہی ہیں ماں بیٹی، صرف اس لیے کہ وہ بے چارہ ان کی آزاد خیالی کو پسند نہیں کرتا تھا، غیرت مند تھا بے چارہ۔'' وہ جذباتی ہونے لگیں۔ سائڈ بورڈ پر سے اپنا والٹ اور گاڑی کی چابی اٹھا کر وہ واپس ان کی طرف آیا۔

''سب ڈراما ہے امی سارا ایک طرفہ قصہ ہے۔ مجھے تو یہ صاحب اچھے خاصے مشکوک لگ رہے ہیں اور وہ ہمدانی جو انہیں لیے لیے پھر رہا ہے، ہر چینل پُرشہرت کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے، تہمینہ بے چاری تو آج کل سامنے بھی نہیں ہے، کوئی جواب نہیں دیا ہے اس نے اور اچھا کر رہی ہے وہ خاموشی اختیار کر کے۔''

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' رفیعہ بیگم کو خاصی تسلی حاصل ہوئی تھی سو موضوع بدلا۔

''جی کچھ چیزیں یاد آ گئیں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں، آپ بھی چلیں۔''

''نہیں تم جاؤ خیر سے، زیادہ دیر مت لگانا۔'' شہر کے حالات ڈراتے تھے سو وہ ضرور ہی نصیحت کرتی تھیں سیف انہیں اطمینان دلاتا ہوا باہر نکل آیا۔ گھر کا ماحول اب پُرسکون رہتا تھا، کسی کسی وقت تو سیف کو لگتا تھا کہ جیسے ایک طویل صبر آزما دور کو جھیلنے کے بعد وہ اور امی واقعی چین کی بانسری بجا رہے ہیں۔ گھر سے مین روڈ تک آتے ہوئے اس نے اپنے کاموں کے حساب سے روٹ متعین کیا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ اس کے مخصوص ڈپارٹمنٹل اسٹور کے باہر آج پارکنگ بھی آسانی سے ملی تھی سو اس کا موڈ اور بھی خوشگوار ہوا۔ اپنی چیزیں ٹرالی میں ڈالتے ہوئے ایک سے دوسرے پورشن میں جاتے ہوئے آج بڑے دن بعد اس نے بہت موڈ میں شاپنگ کی۔ کئی چیزیں ایسی تھیں جنہیں دیکھ کر امی کو بہت خوش ہو جانا تھا سو ایک ایک کر کے وہ ساری ہی اس کی ٹرالی میں جمع ہوتی چلی گئیں۔ تب ہی ایک موڑ مڑتے ہی وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔ اس کی طرف سے پشت کیے وہ



Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

سب سے اوپر کے شیلف سے سیریلز کا ڈبا اتارنا چاہ رہی تھی لیکن کامیابی نہیں ہو رہی تھی حالانکہ اس کا قد بہت چھوٹا نہیں تھا ٹھیک ٹھاک درمیانے قد کی لڑکی تھی لیکن شیلف کا سب سے اوپر والا خانہ اس کی پہنچ سے اوپر تھا۔

سیف نے چند لمحے کے لیے دلچسپی سے اس کی جاری کوشش کو دیکھا۔ یہ کاریڈور خالی پڑا تھا وہ چند قدم آگے بڑھا اور ٹھیک اس کے پیچھے کھڑے ہو کر، ہاتھ بڑھا کر مطلوبہ پیکٹ اٹھا کر اس کی ٹرالی میں ڈالا، تب ہی وہ بوکھلا کر مڑی تھی۔ بے حد پُرکشش چہرہ، ریشمی گھنے براؤن بال جن کی لٹیں چہرے اور کندھے پر بے نیازی سے گری تھیں۔ سیف کی نگاہ اس پر بے ساختہ پڑی۔ ذاتی اور پروفیشنل زندگی میں کتنے ہی حسین چہرے، دلکش سراپے اس کی نگاہ سے گزرے تھے مگر وہ یوں بے نیازی سے ان کے بیچ سے گزرا کہ دل پر کسی خیال کا کوئی سایہ تک نہیں... مگر یہاں اس مقام پر!

''شکریہ!'' وہ جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے ہی کہہ رہی تھی۔

''کوئی بات نہیں، کچھ اور چاہیے تو وہ بھی بتا دیجیے۔'' وہ سنبھل کر مسکرایا۔

''نہیں بس، اصل میں پہلے تو یہ ادھر، نیچے رکھا ہوتا تھا۔ آج شاید سیٹنگ بدلی ہے ان لوگوں نے۔'' سادہ لہجہ اور انداز میں وہ فطری سی بے ساختگی، جو کسی بہت ہی نایاب دل کا پتا بتاتی تھی۔ سیف نے بہت شدت سے اس لمحے کے طویل ہونے کی آرزو کی تب ہی اس نے دوسری طرف سے آتی لڑکی کو اسے پکارتے سنا۔

''زارا، کہاں رہ گئی ہو، میں اُدھر تمہارا انتظار کر رہی ہوں؟''

''بس آ رہی ہوں، ایک منٹ۔'' اپنی ٹرالی آگے دھکیلتے ہوئے اس نے سیف کی طرف ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا اور پھر داہنے ہاتھ والے کاریڈور میں مڑ گئی۔

''زارا!'' سیف نے زیرِ لب وہ نام دُہرایا اور شاید اس بڑے سارے اسٹور میں رکھی ہر شے نے بھی۔ اسے تو ایسا ہی لگا تھا۔

کتنی حیرت انگیز ہے زندگی اور کتنی خوب صورت بھی مگر اس کا انکشاف کسی خاص لمحے کا ہی منتظر ہوتا ہے، سیف کے چہرے پر بڑی خوب صورت سی سوچ اتری تھی آج اس کی زندگی کا وہ خاص لمحہ آ گیا تھا۔

☆☆☆

امینہ چچی کا پیغام روما کو بوا کی زبانی ملا۔

''ہو سکے تو ابھی کے ابھی چلی جاؤ، بہت پریشان تھیں بے چاری، کیا پتا کیا بات کرنی ہے تم سے۔'' سسپنس پھیلانا بوا رحمت کی عادت سہی لیکن امینہ چچی نے بلوایا تھا تو کوئی خاص بات تو تھی ہی۔

کئی دن سے اُن کی طرف جانا نہیں ہوا تھا، جب سے سمیعہ کے انداز ڈرانے لگے تھے اسے وہاں جانے سے بھی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ ''نہ جانے اب بھی کوئی دل دکھاتی بات، کوئی ہوش اڑاتا انکشاف نہ منتظر ہو۔'' بالوں میں الٹا سیدھا سا برش پھیرتے ہوئے وہ فکرمندی ہوئی سوچ گئی۔

''سمیعہ تو نہیں ہے نا گھر پر؟'' حالانکہ یہ آفس ٹائم تھا پھر بھی اس نے بوا سے تصدیق ضروری سمجھی، وہ کمرے سے نکل رہی تھیں اس کے پوچھنے پر پلٹ کر آئیں۔

''اچھا یاد دلایا تم نے، سمیعہ تو آفس گئی ہے اور امینہ نے تاکید بھی کی تھی کہ اس کے گھر آنے سے پہلے ہی آ کر مل جاؤ اور ہاں اکیلی جانا، یہ بھی انہوں نے ہی کہا تھا۔''

''ظاہر ہے بوا، اکیلے ہی جاؤں گی۔'' بالوں کو بینڈ میں کستے ہوئے اس نے اطمینان دلایا تو وہ کچھ جھجک سی گئیں۔

''اُن کا مطلب تھا کہ زارا کو مت لانا، اس کے سامنے کرنے والی بات نہیں ہے۔''

''کیا؟'' روما کا دل بڑی زور سے دھڑکا تھا۔

''ایسا کہا انہوں نے اور کیا بات ہوئی بوا؟'' اس کی اپنی آواز جیسے اجنبی سی ہوئی۔ رحمت بوا نے اس کی پھیکی پڑتی رنگت کو ہمدردی سے دیکھا۔

''اللہ خیر کرے گا، تم یوں مت گھبراؤ...... جا کر سنو کیا کہہ رہی ہیں، امینہ بہت محبت کرنے والی، نیک عورت ہیں ظاہر ہے جو بھی کہیں گی تمہارے اور اس گھر کے بھلے کے لیے ہی کہیں گی۔ تم اُن سے سب سے زیادہ قریب ہو اسی لیے تم سے ہی کرنا چاہتی ہوں گی۔'' روما کے بالوں میں محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اس وقت اس کے لیے بڑی تسلی کا باعث بن رہی تھیں۔ روما نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

دادی سو رہی تھیں، زارا کچن میں تھی، آج کوئی نئی ڈش دھوم دھام سے تیاری کے مراحل میں تھی، روما کے جانے کا سن کر اس کے ساتھ برآمدے تک چلی آئی۔

''کام بیچ میں پڑا ہے، ورنہ میں بھی چلتی۔ تھوڑی دیر رک جاؤ امینہ چچی کے لیے کھانا بھی لے چلیں گے ساتھ ہی۔'' تجویز بڑی معقول تھی مگر صورتِ حال نہیں۔

''کھانا تو رحمت بوا یا کوئی بھی بچہ دے آئے گا اور ہم دونوں تو کل بھی جا سکتے ہیں، اس وقت میرا بہت دل چاہ رہا ہے۔ پلیز......'' وہ اتنی جلدی میں تھی کہ روما کو ہنسی آ گئی۔

''اچھا جاؤ۔'' وہ جیسے ان ہی دو لفظوں کی منتظر تھی۔ دوڑتے قدموں سے برآمدے کی سیڑھیاں اور لان پار کر کے یہ جا وہ جا۔

امینہ چچی کا تازہ پینٹ شدہ گیٹ اسی کے انتظار میں ادھ کھلا تھا۔ روما نے اندر داخل ہو کر پیچھے گیٹ لاک کیا۔ گھر خاموش، صاف ستھرا، پُررونق ہمیشہ کی طرح سمیعہ کی کرائی گئی تبدیلیاں بڑی خوب صورتی لاتی جا رہی تھیں مگر جو پرانا بہت مانوس سا احساس تھا اب ناپید ہو چکا تھا۔ روما نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس مخصوص مہک کو یاد کیا۔ جو بچپن سے اس صحن کے ساتھ بندھی تھی۔ سونف، رائی، کلونجی، کچی کیریاں...... چپکے چپکے وہ اور سمیعہ کتنی دوپہروں میں یہ خوشبو بھرا اچار، چچی کے مرتبانوں میں سے اڑاتے اور ہمیشہ چوری پکڑی جاتی...... پر چچی کبھی ناراض نہیں ہوتیں، ہمیشہ انہوں نے پیار سے ہی سمجھایا۔ وہ بے ساختہ ہی مسکرائی۔ امینہ بیگم گیٹ بند ہونے کی آواز پر کمرے سے نکل کر باہر آئی تھیں۔

''باہر کیوں رک گئیں بیٹا، میں تو تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی؟'' محبت سے اسے گلے لگاتے ہوئے انہوں نے اتنا ہی کہا تھا مگر روما نے ان کے لہجے میں آئی پریشانی کو فوراً ہی محسوس کیا تھا۔

''اب تو سارا دن کاٹنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، ہمیشہ سے کام کی عادت تھی، اب یہ سمیعہ کے نئے قانون گھر میں لاگو ہو گئے ہیں۔ پہلے لحاف گدوں کا کام ختم کروایا، اس بار اچار کا سیزن بھی یونہی خالی جا رہا ہے،

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

اتنے آرڈر آئے مگر سب واپس کرنے پڑے۔'' وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ اندر آئیں۔

روما کو اپنی چند منٹ کی سوچ پر خاصی شرمندگی سی ہوئی جو خیال سمیعہ کو چچی کا ہے، وہ کوئی اور واقعی نہیں کرسکتا خود وہ بھی تو ابھی ان سب چیزوں کو مس کر رہی تھی جو اینہ چچی کو سالوں سے محنت میں مبتلا رکھے ہوئے تھیں۔

''ٹھیک کر رہی ہے سمیعہ، اب آپ کو آرام بھی ملنا چاہیے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کا آرڈر وارڈر لینے کی بلکہ اب تو زارا آنے والی ہے، آپ سے اچار کا مسالا پوچھنے کے لیے، روز پروگرام بناتی ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے انہیں بتانے لگی، تب ہی وہ کچھ اور سنجیدہ ہوئیں۔

''ایک ضروری بات کے لیے تمہیں بلایا تھا۔''

''جی۔''

وہ کچھ خاموش سی ہوئیں...... ایسے جیسے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہی ہوں، اپنی بات کہنے کے لیے۔

''کہیے نا چچی...... کوئی پریشانی والی بات ہے کیا؟'' وہ ان چند لمحوں کی خاموشی میں ٹھیک ٹھاک نروس ہو چکی تھی۔

''سمیعہ نے کچھ کہا یا پھر مجھ سے......'' وہ چاہتے ہوئے بھی زارا کا نام نہیں لے سکی۔ اینہ چچی کے کمزور سے چہرے پر بے بسی سی پھیلی۔

''روما بیٹا، ہارون سے کہو کہ سمیعہ کو جاب سے ہٹا دے۔'' بات کرتے ہوئے ان کی نگاہ جھکی ہوئی تھی۔

''یہ بات اسے صرف تم ہی کہہ سکتی ہو...... جتنا جلد ہو سکے یہ کام ہو جانا چاہیے ورنہ کوئی بڑی مشکل نہ کھڑی ہو جائے۔ مجھے اس لڑکی سے ڈر لگنے لگا ہے روما۔'' اپنی بات کہہ کر انہوں نے ایک گہری سانس لی۔

چند لمحوں کے لیے بڑی بھید بھری سی خاموشی ان دونوں کے بیچ اتری۔ کیا تھا جو کہا بھی گیا اور نہیں بھی...... اینہ چچی کا سر جھکا ہوا تھا، اپنی بات کہہ دینے کے بعد بھی بوجھ سے آزادی کی راحت انہیں نصیب نہیں ہوئی تھی۔ روما نے ان کے دکھوں کو دل میں اترتا ہوا محسوس کیا۔

''بھلا چچی کہاں قصور وار ہیں، جو شرمندگی ان کے حصے میں آ رہی ہے۔'' اسے بہت زور کا غصہ سمیعہ پر آنے لگا تھا۔ وہ اٹھ کر ان کے بالکل قریب جا کر بیٹھی۔

''آپ پریشان نہ ہوں چچی، ایسا کچھ نہیں ہے، آپ زیادہ مت سوچا کریں، سب ٹھیک ہو جائے گا انشاء اللہ۔''

''تم نے بھی وہی محسوس کیا نا، جو میری آنکھوں نے دیکھا اب تو یہ دو لوگوں کی گواہی بن گئی ہے۔ غلط تو نہیں ہو سکتی۔'' انہوں نے بڑی مایوسی سے اس کی طرف دیکھا۔

روما کا دل چاہا کہ کہے ''دو نہیں بلکہ تین...... چار...... پانچ یا شاید اور بھی زیادہ۔''

''وہ آنکھیں بند کیے اندھا دھند دوڑ رہی ہے اگر مجھے پتا ہوتا کہ ایسا وقت آتا ہے تو میں شاید اس کی اور تمہاری دوستی کو بھی کب کا ختم کر چکی ہوتی۔ لے گئی ہوتی اسے یہاں سے دور...... محمود اختر سے نکاح پڑھوا دیا ہوتا اس کا...... کچھ بھی کرتی مگر اسے یہاں نہ رہنے دیتی۔'' وہ اس سے مخاطب تھیں یا خود سے...... روما کی آنکھوں



میں آنسو آنے لگے۔ ان کے کہے کسی ایک لفظ کے بارے میں بھی اسے کوئی شبہ نہیں تھا۔ وہ جو کہہ رہی تھیں یقیناً وہی کر گزرتیں مگر پھر بھی۔

''اب بھی کچھ نہیں ہوگا چچی، یہ سب محض وقتی بات ہے سمیعہ کی جلدی شادی ہو جائے گی انشاء اللہ سیٹ ہو جائے گی اپنی زندگی میں پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔'' محض اُن کی تسلی کی خاطر وہ جو بھی کہہ رہی تھی، وہ کچھ ایسا ممکن تو نہیں تھا مگر اینہ چچی کی خاطر، وہ اس سے بھی آگے جا کر کچھ کہنے کے لیے تیار تھی۔

''شاید وہ مجھ سے بہت ناراض ہے اس لیے ایسا کر رہی ہے۔''

''اونہہ۔'' سر کو ہلکی سی جنبش دیتے ہوئے اینہ چچی نے اس کے احمقانہ جواز کو رد کیا۔ ''وہ نہیں کرنے والی شادی وادی...... اتنا اچھا رشتہ تھا نوفل کا، بہترین لڑکا، اچھا شریف خاندان، کر دیا صاف منع۔ تمہارے چچا اب تک ناراض ہیں سمیعہ سے مگر اسے کہاں احساس ہے کسی کا۔'' وہ مکمل مایوس تھیں۔

روما نے بہت غور سے اُن کی جانب دیکھا۔ پہلے کے مقابلے میں وہ اور بھی زیادہ کمزور محسوس ہو رہی تھیں۔

''میں بات کروں گی سمیعہ سے، آپ فکر مت کریں۔'' لہجے کی کمزوری، الفاظ کا رہا سہا اثر بھی کھو رہی تھی۔

''کوئی فائدہ نہیں ہے، بس جو میں کہہ رہی ہوں تم وہ ہی کہنا ہارون سے، میں بہت ڈری ہوئی ہوں روما، سمیعہ اور ہارون کے بیچ ایسا کچھ ہے جو بہت بڑا طوفان کھڑا کر سکتا ہے، میں اس دن کی ذلت سہنے سے پہلے مر جانا چاہوں گی بیٹا۔'' ان کی آواز آنسوؤں میں بھیگنے لگی۔

روما کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنا کھل کر اس سے بات کریں گی شاید وہ اس سے کہیں زیادہ باخبر تھیں اور آنکھیں کھول کر جینے کی عادی...... زیادہ دیر بولنے کی وجہ سے انہیں کھانسی اٹھنے لگی تھی، روما تیزی سے اٹھ کر پانی لینے چلی گئی۔ کچن میں بڑی مزیدار سی خوشبو پھیلی تھی، اینہ چچی صبح جلدی کھانا پکانے کی عادی تھیں، یہ وہ بھی جانتی تھی لیکن آج کچن میں نظر آتی خوشحالی سمیعہ کی اسی جاب کی دین تھی جسے اینہ چچی نے ختم کروانے کے لیے کہا تھا، فریج کھول کر خاموش کھڑی روما نے ایک نگاہ میں اندر کا جائزہ لیا۔ دودھ، انڈے، گوشت، مکھن، جیم، جیلی.... یہاں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ ایک ساتھ کتنے ہی آنسو، روما کی آنکھوں میں اترے پتا نہیں کتنے عرصے سمیعہ ان سب چیزوں کے لیے ترسی ہوگی، وہ سب جو متوسط گھروں میں بھی زیادہ نہ سہی، استعمال تو بہر حال ہوتی ہی تھیں مگر ان کے ہاں کبھی گنجائش ہی نہیں نکل پاتی تھی۔ چچا عبدالعزیز اور چچی اینہ کی خودداری، حلال روزی کمانے کی تگ ودو، آسائشوں سے خالی یہ گھر، سمیعہ کی محرومیاں سب مل جل کر درد کے کتنے ہی عنوان بنتے تھے۔ اب اگر تھوڑی سی سہولت ان سب کی زندگی... میں آ رہی ہے تو وہ پھر سے چھین لی جائے۔ ایک بڑا سا سوالیہ نشان روما کے آگے آ کر کھڑا ہوا۔

بات صرف سمیعہ کی نہیں تھی۔ بات صرف زارا کی بھی نہیں تھی۔ یہاں چچا عبدالعزیز اور اینہ چچی جیسے نیک صفت لوگ بھی رہتے تھے، جلتی دھوپ میں ننگے پیر سفر کر کے بھی مسکرانے والے، جن کی صحت اور عمر اب مشقت کو جھیلنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"تو کیا پھر صرف سمیعہ کی وجہ سے...... نہیں!" بہت مضبوط لہجے میں اس نے خود اپنے آپ سے کہا۔ "اور یہ کوئی حتمی حل بھی نہیں۔" فریج میں سے پانی کی بوتل لے کر وہ واپس مڑ گئی، اندر اینہ چچی اب بھی اس کی منتظر تھیں۔

☆☆☆

تہمینہ نے حیرت سے خود کو آئینے میں دیکھا۔ پھیکی پڑتی رنگت، الجھے الجھے سے بال، عجیب بد رونقی ذرا پیچھے ہٹ کر اس نے اپنے پورے سراپا پر نگاہ ڈالی۔ چند ماہ پہلے سلوائے گئے کپڑے نمایاں ٹائٹ ہو رہے تھے۔ دل کو دھکا تو لگا ہی۔

پچھلے کئی ماہ سے جو لاتعلقی وہ خود سے برت رہی تھی، اس کا نتیجہ کچھ ایسا ہی نکلنا تھا۔ نپا تلا کھانا، کیلوریز کا گن گن کر لینا اور حسن کی آب و تاب بڑھانے کی ہر ممکن ٹریٹمنٹ سب ہی کچھ بالائے طاق ہوا تھا سو اب یہ ڈھلان کا سفر تو شروع ہونا ہی تھا۔ اس نے پوری سچائی سے اپنی غلطی تسلیم کی۔

تب ہی سامنے آئینے میں ایک اور عکس ابھرا۔ خوب صورت، دلکش، دلربا۔ چند لمحے کے لیے تو وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس نے شاید خود کو کمپوز کرنا چاہا۔

"کیسی لگ رہی ہوں آپا...؟ یہ تمہارا سوٹ تو مجھے بالکل فٹ آیا ہے، ویسے بھی ریڈ کلر میرا فیورٹ ہے اور مجھ پر لگتا بھی بہت اچھا ہے۔" مینا کے لہجے میں، چہرے پر بڑی غرور بھری سی ادا تھی۔ کوئی شبہ نہیں کہ وہ واقعی اچھی لگ بھی رہی تھی مگر اتنی تو نہیں جتنی وہ لگا کرتی تھی۔ کسی خاص موقع پر سلوائے گئے اس سوٹ کے ساتھ تہمینہ پر کئی یادیں ایک ساتھ وارد ہوئیں۔ مینا بڑھ کر اب شیشے کے آگے آ کھڑی ہوئی تھی۔ تہمینہ کو خود ہی پیچھے ہٹنا پڑا۔

"لو اب دیوار سے لگ کر کھڑے ہونا محض ایک آدھ قدم کی ہی بات رہ گئی ہے۔" ایک تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے خود کو باور کرایا۔

"تم تو ویسے بھی out of shape ہو رہی ہو آپا، یہ سارے کپڑے یوں ہی بیکار جائیں گے تو کیوں نہ میں ہی پہن لوں، آج کل ہاتھ بھی تنگ ہے، کون خرچ کرے۔" وہ ابھی بھی آئینے کے سامنے ہی تھی اور خود کو دیکھ دیکھ اس کا دل نہیں بھر رہا تھا۔

"خیر اتنا بھی ویٹ نہیں بڑھا ہے میرا، دو چار ہفتے میں ہی خود کو واپس لا سکتی ہوں، آج کل اتنی احتیاط نہیں ہو پا رہی ہے، اسی لیے چوک ہو گئی۔" دل میں آئی سخت ناگواری کو چھپاتے ہوئے تہمینہ نے اپنے انداز میں وہی سابقہ فارم لانے کی کوشش کی مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے جیسے مکھی سی اڑائی۔

"رہنے دو آپا، اب اس عمر میں ویٹ کم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ جم وم ویسے ہی چھوٹ گیا ہے تمہارا، خالی فاقے کرو گی تو چہرے پر لائنیں بھی آنے لگیں گی۔ ابھی بہت رف اور ڈرائی اسکن ہو رہی ہے تمہاری۔" ابھی ابھی اس نے خود اپنی حالتِ زار کا معائنہ نہیں کیا ہوتا تو شاید ایک چھوٹی سی جھڑپ مینا کے اس بے رحم تجزیے کے بعد ہو ہی جاتی۔

"تم کہیں جا رہی ہو؟" صبر کا گھونٹ پیتے ہوئے اس نے بات کا رخ اپنی ذات سے ہٹا کر دوسری طرف موڑا۔

"ہوں۔" آدھا ادھورا سا جواب دے کر وہ کونے میں پڑی کرسی پر ایک ڈھیر کی صورت میں رکھے اس کے ہینڈ بیگ میں سے کوئی ایک اپنے لیے منتخب کرنے میں مصروف ہوئی۔

"کہاں......؟" تہمینہ سے ضبط نہ ہوا سو اس کے قریب آ کر کھڑی ہوئی۔

"کچھ کانٹیکٹس ملے ہیں، وہیں جا رہی ہوں کام کے سلسلے میں خدا کرے کہ بس کام بن جائے۔" وہ اسی بے نیازی سے بولی جو پچھلے سالوں میں تہمینہ کا خاصہ رہی تھی۔

"تمہیں کہاں سے مل گئے کانٹیکٹس؟" نہ چاہتے ہوئے بھی تہمینہ کا لہجہ سرد ہوا۔

"جہاں سے تمہیں ملے تھے آپا، تم نے بھی تو آخر تن تنہا ہی یہ معرکہ سر انجام دیا تھا۔" وہ اس کے خراب موڈ کی پروا کیے بغیر ہینڈ بیگز کو الٹ پلٹ کرتی رہی۔

"میری بات اور تھی۔"

"میری بھی اور ہے۔" وہ وفعتاً ہی اس کی طرف پلٹی۔

"اور تم تو جب کام کرنے کے لیے نکلی تھیں تو تمہارے پاس کوئی ایک حوالہ نہیں تھا، میں تو بہر حال تم جیسی، اے کلاس نہ سہی، بی اور سی کیٹیگری کی ٹی وی اسٹار کی بہن ہوں اور آج کل تو ہمدانی کے قصے نے تمہیں مشہور بھی کافی کر رکھا ہے۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ اس طرح ہنسی جیسے کوئی بہت اچھا مذاق کیا ہو۔ تہمینہ مسکرائی تک نہیں۔

"وہ قصہ بھی اب پرانا ہو چکا ہے، یہ شوبز ہے، جہاں نہ ڈھول اڑانے میں دیر لگتی ہے اور نہ پھر اس کے بیٹھنے میں، لوگ بہت جلد اہم سے اہم واقعے میں بھی اپنا انٹرسٹ کھو بیٹھتے ہیں، ہمدانی کو بھی جو کچھ وصول کرنا تھا کر لیا، اب آگے کچھ اور نہیں ملنے والا اسے بھی۔" سرسری سے انداز میں کہتے ہوئے وہ اس چھوٹے سے بیڈ پر آ کر بیٹھی جو دیوار کے ساتھ بچھا تھا۔

"کیا یہ اپنا اعتماد واپس حاصل کر رہی ہے۔" مینا نے اندازہ لگانا چاہا۔ "اگر ایسا ہی ہے تو یقیناً یہ میرے کے لیے رکاوٹ بنی رہے گی۔" مینا نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ دل میں آئی کڑواہٹ کو چھپانے کا ان کے پورے گھرانے میں کوئی رواج نہیں تھا۔

"ہمدانی کو کیا فرق پڑتا ہے، اس کے پاس تو اتنا کچھ ہے کہ نسلیں بیٹھ کر کھا سکتی ہیں، تباہ تو اس نے تمہیں کر دیا ہے آپا۔ کیا کرو گی اب آگے...... کام ملنا تمہیں بند ہو گیا ہے پاس رکھا کب تک کھاؤ گی۔ ابھی تو زندگی پڑی ہے؟"

"کام میں نے خود چھوڑا ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں۔ دس پروڈکشن ہاؤس کھلے ہیں شہر میں۔ ہر ایک اپنے حصے کا رزق کما ہی رہا ہے آخر...... اور رہا ہمدانی تو اس سے علیحدگی میں بھی کوئی بہتری ہی ہوگی۔" آخری جملہ اس نے بڑبڑاتے ہوئے ہی کہا تھا مگر مینا نے اسے ہی پکڑا۔

"کیا بہتری ہوگی، اس ڈھائی کمرے والے خستہ حال گھر میں پہنچ چکے ہیں ہم، مانگ مانگ کر گزارے پر نوبت آ رہی ہے۔ تم سے تو اپنا نام، کام کچھ بھی نہیں سنبھالا گیا لیکن میں یہ غلطی نہیں کروں گی۔" اونچی آواز

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

میں کہتے ہوئے مینا کمرے سے باہر نکلی تھی۔

چند لمحوں کے لیے تو وہ چپ چاپ اپنی جگہ بیٹھی رہی حالیہ پہنچنے والے سارے صدمات میں مینا اور گڈو کی دل دکھانے والی کایا پلٹ بھی نمایاں تھی۔ آپس کا لحاظ، خیال، محبت سب کچھ اب دور کی بات تھی اور پہلے جو کچھ بھی تھا وہ محض ایک احمقانہ غلط فہمی...... اور دوسری طرف سے ایک مصلحت بھرا سمجھوتا۔

''بھلا میں نے کیسے سوچ لیا تھا کہ قربان علی کی اولاد میرے ساتھ مخلصی برت سکتی ہیں؟'' ان دنوں میں وہ کئی بار یہی سوچنے پر مجبور ہوئی تھی۔ باہر سے جمیلہ کی پُرجوش آواز سنائی دے رہی تھی، تہمینہ کو اٹھ کر باہر آنا ہی پڑا۔

''صدقے جاؤں، کتنی حسین، کتنی پیاری لگ رہی ہے میری چھوٹی، ایک بار نظروں میں آگئی تو سمجھ لو کہ کتنوں کی چھٹی ہو جائے گی ٹی وی ڈراموں سے۔'' جمیلہ ٹھیک صحن کے بیچ کھڑی یہ تعریفی پیراگراف آج مینا کی شان میں پڑھ رہی تھی بالکل ایسے ہی جیسے اس کے لیے پڑھا کرتی تھی۔ تہمینہ تلخی سے مسکرائی۔

''آپا نے تو بڑی کٹ کٹ مچا رکھی ہے اماں، انہیں تو برداشت ہی نہیں ہو رہا ہے کہ میں بھی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکتی ہوں۔'' مینا کی پشت اس کی طرف تھی سو وہ اس کی موجودگی سے بھی لاعلم تھی مگر سامنے کھڑی جمیلہ، تہمینہ کو دیکھ چکی سو جو منہ میں آ رہا تھا وہ کہنے سے خود کو فی الفور روک پائی۔

''آپا بھی تیرے بھلے کے لیے ہی کہتی ہے مینا، دیکھ ابھی تو کم عمر ہے بیٹا۔ ذرا سوچ سمجھ کر ہر قدم اٹھا...... ہم کام کرنے سے منع نہیں کرتے جو دل چاہے تیرا وہ کر۔''

''کیسے اجازت دے رہی ہو اماں...... ابھی عمر کیا ہے اس کی جو یہ اکیلی چلی ہے کام ڈھونڈنے کے لیے...... روزانہ دن بھر غائب رہتی ہے، کبھی ٹھیک سے جواب تک نہیں دیتی کہ کہاں تھی؟'' تہمینہ تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے اُن دونوں کے بیچ جا کر کھڑی ہوئی۔ اس کا چہرہ گلابی پڑ رہا تھا اور آواز قدرے اونچی، مینا نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا۔

''بس رہنے دو آپا، تم خود کس عمر سے آزادی کا مزہ چکھ رہی ہو سب پتا ہے، زمانہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے، صرف میرے لیے بہت خراب ہو گیا ہے، صاف کیوں نہیں کہتیں کہ تمہیں میرا خود سے آگے بڑھنا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔'' گو اب وہ اسی طرح برملا زبان چلاتی تھی پھر بھی ہر بار ہی دکھ بھری حیرت تہمینہ کو گھیرتی تھی۔

''کیا ہو گیا ہے مینا؟ بہت اچھی بہن تھی میری...... کیوں نہیں سمجھ رہی ہے میری بات۔ سکون سے اپنی پڑھائی مکمل کر، چند سال ہی کی بات ہے۔''

''چند سال، چند منٹوں، سیکنڈوں میں نہیں گزرتے آپا اور سچی بات، میرا پڑھنے وڑھنے میں کوئی خاص دل بھی نہیں لگتا۔ تم میری فکر رہنے ہی دو۔ مجھے خود کو سنبھالنا آتا ہے۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ بڑے اعتماد کے ساتھ چھوٹا سا گیٹ کھول کر باہر نکل گئی تھی۔ زنگ آلود دروازہ خاصی آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔ تہمینہ نے بے ساختہ ہی اٹھ کر باہر گلی میں جھانکا۔ مینا گھر سے چند قدم کے فاصلے پر کسی لڑکے کے ساتھ موٹر بائیک پر بیٹھ رہی تھی۔



''مینا......'' اس نے زور سے آواز دینی بھی چاہی مگر یہ چھوٹا سا لفظ گم ہوا تھا۔

''دیکھا تم نے اماں!'' اس نے پلٹ کر جمیلہ سے شاید تھوڑی سی سپورٹ چاہی مگر وہاں بڑی ہی طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔

''آجائے گی، فکر مت کر، اچھا لڑکا ہے، ملی ہوں میں بھی اس سے، بڑے تعلقات ہیں اس کے، پکا پکا کام دلوانے کا وعدہ کیا ہے، اچھا ہے جو اپنی مینا سیٹ ہو جائے...... تو اکیلی کب تک سارا بوجھ اٹھائے گی بھی۔'' جمیلہ کا فلسفۂ زندگی آج بھی وہی تھا اور ہمیشہ رہنے والا تھا۔ تہمینہ نے مایوسی کی آخری حد پر کھڑے ہو کر ایک آخری کوشش کرنی چاہی۔

''اماں، تم آج ہی خالہ کو بلا کر مینا کا رشتہ پکا کرو، ان کا بیٹا اتنا بھی برا نہیں، سب سے بڑی بات گھر کا لڑکا ہے۔''

جمیلہ کا منہ حیرت سے ہلکا سا کھلا۔ خالہ اینڈ فیملی، کب سے ممنوعہ و متروکہ آئٹم ٹھہری تھی۔ دل پر پتھر رکھ کر جمیلہ نے میکے سے جڑے اس آخری رشتے کو الوداع کہا تھا۔

ہمدانی جیسے ہائی پروفائل داماد کے ساتھ، پان سگریٹ کا اسٹال لگانے والا بھانجا اتنا ان فٹ تھا کہ کسی اور کو کیا خود اسے بھی خاموش ہونا پڑا تھا۔ مگر اب اچانک ہی......

''سچ کہہ رہی ہے نا تہمینہ، کوئی اعتراض نہیں تجھے، چلی جاؤں پھر آج میں اپنی بہن کے گھر؟'' مارے خوشی کے جمیلہ کا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔

''ہاں اماں، تم خالہ سے بات کر لو، جتنی جلدی ہو مینا کی شادی ہو جانی چاہیے اور ان سے کہہ دینا کہ جہیز وغیرہ کی فکر نہ کریں، ہم ابھی بھی مینا کو بہت کچھ دے سکتے ہیں۔ البتہ گھر وغیرہ کی امید نہ رکھیں۔'' جمیلہ کی خوشی نے کم از کم یہ اطمینان تو دیا ہی تھا کہ وہ اپنی بہن کی خاطر ہی سہی مینا کا گھر بسانے کے لیے بالکل تیار ہے۔

''تو ٹھیک ہے، میں ابھی چلی جاتی ہوں لیکن وہ کھانا پکانا......'' اس نے ہچکچاتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑا۔

''رہنے دو، بازار سے منگوا دیں گے، اب کھانے میں لگیں تو بہت دیر ہو جائے گی۔'' تہمینہ نے اس کی یہ سب سے بڑی الجھن بھی دور کی تو اس کی خوشی اور بھی سوا ہوئی۔

''کوئی اچھی سی چیز منگوا لینا۔ بہت دن سے منہ کا مزہ خراب ہو رہا ہے۔ کوئی چٹ پٹی سی چیز کھانے کا موڈ ہو رہا ہے۔''

''جو دل چاہے منگوا لو، میں پیسے دے دیتی ہوں۔'' نرمی سے کہتے ہوئے وہ اندر جا کر پیسے نکال لائی۔ جمیلہ نے گردن اونچی کر کے اس کے پرس میں موجود مالیت کا اندازہ لگانا چاہا مگر اب وہاں خاصی پرائیویسی برتی جاتی تھی۔

''اچھا، وہ کرایے کے بھی تو لگیں گے نا، ٹیکسی نہ سہی رکشا کر لوں گی لیکن بس میں تو اب چڑھا اترا نہیں جاتا۔''

''یہ لو...... اور یہ اور بھی۔ خالہ کے بچوں کے لیے مٹھائی ساتھ لے جانا۔'' تہمینہ نے مطلوبہ رقم سے زیادہ پیسے جمیلہ کے ہاتھ پر رکھے تو جمیلہ کے دل سے ایک ساتھ بہت سے خدشے رخصت ہوئے۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

''سب وقتی تکلیف ہے، سنبھال لے گی تہمینہ ہی سب کچھ ورنہ اس طرح بے فکری سے خرچ نہ کر رہی ہوتی، کوئی تو امید بندھ ہی چکی ہے جب ہی تو......'' اپنی قیاس آرائی پر خود اسے ہی کامل یقین ہوا تھا۔

''اور یہ مینا بھی، اچھا ہے جو اپنے گھر کی ہو جائے، یہاں رہے گی تو پھر سے تہمینہ کو اپنے قابو میں کرلے گی اور جو خود بالفرض دو پیسے کما بھی لیے تو کون سا میرے ہاتھ پر رکھے گی، یہ تو تہمینہ کا ہی اتنا بڑا دل ہے کہ پرس بھرا رکھتی تھی میرا......'' جتنی دیر میں جمیلہ تیار ہو کر گھر سے نکلی اس نے خیال ہی خیال میں تہمینہ کے اگلے پچھلے کئی قصور معاف کیے تھے۔

☆☆☆

بہت دن بعد آج وہ خاص طور پر دادی کے کمرے میں جا کر بیٹھا تھا۔ رحمت بوا شام کی چائے وہیں پہنچانے آئیں تو دادی نے انہیں زارا کو بلانے کو کہا۔ وہ فوراً ہی واپس مڑ گئیں۔

''ابھی کیا ضرورت ہے زارا کو بتانے کی، میرا خیال ہے پہلے میں دیکھ لیتا ہوں، اس کے بعد جب سب کچھ طے ہو جائے پھر اسے بھی بتا دیجیے گا۔'' کچھ الجھے الجھے سے انداز میں اس نے نکتۂ اعتراض اٹھایا تو دادی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''زارا بیوی ہے تمہاری اور اس کے علاوہ بھی کتنے اہم رشتے بندھے ہیں اس کے اس گھر سے، اس کے مشورے کی اپنی اہمیت ہے اور اسے بتانا سب سے زیادہ ضروری ہے۔''

''میں منع نہیں کر رہا لیکن فوری بتانا ٹھیک نہیں، پہلے بھی روما کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہو چکا ہے کہ وہ بہت مشکل سے سنبھلی ہے، پھر سے کچھ ایسا جھیلنا اب بہت......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ زارا اندر داخل ہو رہی تھی۔

دادی کو اس کی بات بہت بری لگی تھی لیکن اب زارا کے سامنے کچھ کہہ کر وہ زارا کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھیں۔

''آپ نے بلایا؟''

''بیٹھو۔''

''جی!'' وہ وہیں اُن کے قریب بیٹھی۔

''یہ ہارون کچھ کہہ رہا تھا، میں نے سوچا، بات تمہارے سامنے ہو تو اچھا ہے۔'' دادی کو کچھ بھی کہنے کے لیے تمہید باندھنے کی ضرورت نہیں تھی، ہارون نے مضطرب سا ہو کر پہلو بدلا۔ سمیعہ نے سختی سے منع کیا تھا کہ ابھی زارا یا روما سے کوئی ذکر نہ کیا جائے اور اپنی بات کے حق وہ کئی دلیلیں بھی دے چکی تھی، جن سے وہ معمول کے مطابق متفق ہوا تھا مگر دادی کی مرضی، اُن کا کہا، گھر میں آج بھی حرفِ آخر تھا، سو سمیعہ کے جواز، دلیل سب ایک طرف کھڑے رہ گئے۔

''روما کے لیے ایک رشتہ ہے، لوگ امیر نہیں ہیں بلکہ مڈل سے بھی کم ہی سمجھو مگر بہت شریف لوگ ہیں، مختصر فیملی اور یہیں کراچی میں رہتے ہیں، یہ سب سے اچھی بات ہے۔'' پہلے تلخ تجربہ کے بعد دادی کو باہر کے رشتے ڈرانے لگے تھے، صاف کہتی تھیں۔ ''اگر فاخر یہیں کراچی میں رہ رہا ہوتا تو آپس کی غلط فہمیاں کبھی نہیں



بڑھتیں اور نہ ہی نوبت طلاق تک آتی۔'' سو اب ہارون کے لائے ہوئے رشتے میں انہیں سب سے اچھی پہلی بات یہی لگی تھی۔ خود زارا کے چہرے پر بھی اطمینان ابھرا تھا۔

''یہ تو بہت ہی اچھا ہے دادی، بلا لیجیے ان لوگوں کو کسی بھی دن گھر، مل لیں گے سب آپس میں۔''

''ہارون مل چکا ہے لڑکے سے، دو تین بار، اسے تو پسند ہے۔''

''اچھا......'' زارا کی نگاہ ہارون کی طرف اٹھی۔ ''کمال ہے ذکر تک نہیں کیا۔'' دل میں ہلکا سا ملال بھی آیا مگر خبر اتنی خوشی کی تھی دوسرے ہی پل وہ پھر سے مسکرا رہی تھی۔

''لڑکا گورنمنٹ جاب کر رہا ہے مگر تنخواہ زیادہ نہیں ہے۔ صورت شکل بھی بس ٹھیک ہی ہے۔'' دادی کے پاس ہارون کی فراہم کردہ اطلاعات تھیں آخری بات ان کی حسن پرست طبیعت پر گراں تھی مگر روما کے لیے اب وہ اتنی زیادہ فکر مند تھیں کہ اس طرح کے ایشوز خود بخود دم توڑ رہے تھے۔

''آپ نے معلومات تو سب کرلی ہیں نا ہارون؟'' وہ خوشی سے پوچھ رہی تھی۔ ''گھر وغیرہ کہاں ہے، آپ گھر گئے تھے ملنے؟''

''ہاں......نہیں وہ گھر تو نہیں، ریسٹورنٹ میں ملا تھا وہیں آ گیا تھا وہ، اصل میں گھر تو ان کا خاصا چھوٹا ہے لیکن وہ کوئی مسئلہ نہیں، روما کے نام بڑا اپارٹمنٹ ہے، کوئی گھر بھی لے کر دیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ بھی۔'' وہ تھوڑا سا گڑبڑایا مگر پھر تفصیلات سنا ہی دیں۔ زارا خاموشی سے سنے گئی جب وہ خاموش ہوا تو زارا بولی۔

''ابھی سے مت کہیے لڑکے سے کہ آپ روما کو کیا دے سکتے ہیں، پہلے ذرا اچھی طرح سے جان لیں ان لوگوں کو ورنہ لوگ اپنا اصل چھپا لیتے ہیں۔''

''نہیں......'' سامنے بیٹھے ہارون نے سنجیدگی سے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس بار میں لوگوں کی اصلیت کو جاننا نہیں چاہتا، میں ان کا منہ پیسے سے بند کرنا چاہتا ہوں، اس لیے پہلے ہی بتا دینا ٹھیک اور اس بارے میں، میں کسی کی سننے والا بھی نہیں۔'' اس کے لہجے میں وارننگ دیتی سختی تھی۔

زارا اور دادی نے بے ساختہ ہی ایک دوسرے کو دیکھا ہارون کے انداز میں واضح بدلاؤ تھا۔

''جیسے آپ کی مرضی...... پھر بتا دیں کب اُن لوگوں کو آنا ہے؟'' خود پر قابو پاتے ہوئے اس نے نرمی سے ماحول کو خوشگوار کرنا چاہا۔

''وہ تو سمیعہ بتائے گی، اس کی سہیلی کا بھائی ہے فون کر کے پوچھ لو؟'' دادی کے لہجے میں اب پہلے والا جوش و خروش نہیں تھا۔

''سمیعہ کی دوست......'' زارا نے حیرت سے ہارون کو دیکھا۔ ''تو کیا نام ہے اس دوست کا ذرا بتائیں تو؟''

''رخشی نام ہے لڑکی کا، روما بھی اپنی جانتی ہوگی ضرور۔'' دادی نے ابھی ابھی نام سنا تھا سو خود ہی یاد بھی آ گیا۔

''رخشی!'' زارا نے زیرِ لب دُہرایا۔ ''وہ لڑکی، وہ تو اچھے لوگ نہیں ہیں ہارون، ملی ہوں میں اس سے ایک بار اور وہ اس کا بھائی، ملے ہیں ایک بار مجھے اور روما کو ریسٹورنٹ میں۔'' کئی ماہ پہلے کی ملاقات زارا کو یاد تھی۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

وہ گھٹیا سی فطرت والا مرد...... جو پہلی نظر میں ہی بہت آوارہ فطرت کا لگا تھا اسے اور روما دونوں کو ہی۔

''آپ کو پسند کیسے آگیا، مجھے تو حیرت ہے؟''

''برائی کیا ہے اس میں، تمہیں صرف اعتراض کرنے کی عادت ہوتی جارہی ہے زارا۔'' ہارون کا موڈ بگڑنے لگا مگر وہ چپ رہنے کو تیار نہیں تھی۔

''آپ جو بھی کہیں، وہاں روما کی شادی نہیں ہوگی۔''

''تم کون ہوتی ہو فیصلہ کرنے والی؟'' وہ طیش میں آکر کھڑا ہوا۔

''اتنی ہمدردی ہے تو کیوں زین کو تیار نہیں کیا اس رشتے پر، اب روما کو ساری عمر بٹھایا تو نہیں جاسکتا۔ سمیعہ ٹھیک کہہ رہی تھی کہ تمہیں ضرور پرابلم ہوگی اس رشتے سے، تم چاہتی ہی نہیں کہ روما کی بھی شادی ہو جائے۔'' لاؤنج سے اندر آتی روما نے بے ساختہ ہی ماتھے کو چھوا۔

''ایک بار پھر سمیعہ...... تم!''

☆☆☆

جمیلہ کو خالہ کے ہاں روانہ کر کے تہمینہ نے واقعی سکون کی سانس لی تھی۔ تھی تو خاصی خودغرضی کی بات لیکن اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا اب پچھلے سارے عرصے میں خالہ اور ان کے خاندان کو مستقل نظرانداز کیا گیا تھا۔ کلفٹن والے فلیٹ میں ان کا داخلہ صاف لفظوں میں ممنوع قرار پایا تھا اور پھر ہمدانی اور تہمینہ کی منگنی کے گرینڈ ریسیپشن میں انہیں نہ مدعو کر کے صاف طور پر لاتعلقی کا اعلان کردیا گیا تھا۔

''بدتہذیب بچے اور جاہلِ مطلق خالہ، خالو......'' خود تہمینہ ان کا ذکر ان ہی الفاظ میں کیا کرتی تھی مگر آج یہی جاہلِ مطلق، نجات دہندہ بن رہے تھے۔ جمیلہ کو رخصت کرنے کے بعد جو سب سے پہلا ضروری کام اس نے کیا، وہ مینا کی شادی کے اخراجات کے حساب کتاب کا تھا۔

جہیز، شادی کا کھانا، دیگر اخراجات مل ملا کر خاصی ہوش اڑاتی رقم بن رہی تھی۔ تہمینہ نے فکرمندی سے ایک بار پھر اس ساری تفصیلات کو چیک کیا۔ کچھ چیزیں لازمی کم کرنی چاہیں تھیں مگر خود اس کا دل نہیں مانا۔

جو کچھ بھی پاس تھا اس میں خاصی رقم کا اضافہ زین نے کیا تھا اور مزید انتظام کرنے کا وعدہ بھی۔ تہمینہ کو پورا یقین تھا کہ وہ بنا کوئی ایک بھی سوال کیے اس کی ہر ممکن مدد کرے گا، بے شک وہ خود کہیں سے قرضہ اٹھائے، مدد لے۔

''یہ انتہائی ضروری کام سرانجام پا جائے، آگے کا اللہ مالک ہے، کام بہرحال ہی جائے گا۔'' اپنے آگے رکھا حساب کھاتا بند کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی، کچن سے جمیلہ کے لائے ہوئے کھانے کی مہک یہاں تک آرہی تھی۔

تہمینہ کے جلدی جلدی کا شور مچانے کے باوجود وہ پوری تسلی کے ساتھ کھا پی کر رخصت ہوئی تھی۔ بچا ہوا کھانا رات کے لیے رکھا۔ اس نے یونہی سرسری سے انداز میں کچن میں جھانکا تھا سب کچھ بڑے اہتمام کے ساتھ ڈھک کر سنبھال کر رکھا تھا۔

تہمینہ کے چہرے پر بے ساختہ ہی ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ کئی دن سے دالیں، سبزیاں کھاتی جمیلہ کو اب



بریانی، چکن تکے کی قدر آہی گئی تھی۔

ایک بار تو خود اس کا اپنا دل بھی چاہا تھا مگر پھر تیزی سے واپس باہر نکل آئی۔ چٹورپن زندگی سے اس زمانے سے رخصت تھا جب وہ کام ڈھونڈنے کی تگ و دو میں مصروف تھی۔ دل کشی برقرار رکھنے کے بارے میں وہ بہت زیادہ حساس رہی تھی۔ اس لیے بھی کہ اس کے پاس خود اپنے آپ کے علاوہ کچھ اور تھا بھی نہیں۔ مینا کے بے ترتیبی سے پھیلائے اس کے سارے ہینڈ بیگز اسی طرح پڑے تھے جیسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ تہمینہ نے سارے اٹھا کر الماری کے ایک خانے میں جمائے۔ سب ہی امپورٹڈ تھے کافی یہاں سے ہی خریدے گئے تھے اور بہت سے ملک سے باہر کی جانے والی خریداری کی نشانی تھے۔

''کیسے بے فکری بھرے دن تھے۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی کتنی ہی باتیں یاد آئیں، حالات بے شک بگڑے تھے مگر ذاتی استعمال کی وہ ساری چیزیں ابھی پرانی نہیں ہوئی تھیں۔ قیمتی برانڈڈ کاسمیٹکس اور بھی کیا کیا۔ بہت سی چیزیں تو ایک بار بھی استعمال نہیں ہوئی تھیں۔

''یہ سب مینا کو دی جاسکتی ہیں، اسے شوق بھی بہت ہے میک اپ کا۔ سوئیٹرز، بیگ، کپڑے۔'' کھڑے کھڑے تہمینہ نے کتنی چیزیں الگ کیں۔

''ذرا بھی عقل ہوتی تو مینا کے لیے ہر ٹرپ سے کچھ ایسا لے آتی جو اس کی شادی کے کام آتا۔'' اسے پہلی بار مینا کی شادی کا خیال آیا تھا اور وہ بھی اس شدت سے کہ اب سوچ کا ہر سرا وہیں جا کر مل رہا تھا۔

''چلو خیر، اب بھی خدا نے چاہا تو کوئی کسر نہیں رہے گی، اس ہفتے سیف الاسلام کے پاس بھی چکر لگا لیتی ہوں، میرے لیے کام نہیں بھی ہوگا تو بھی گنجائش نکالے گا۔'' چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ آج بھی اس نام کے ساتھ اتری تھی تب ہی دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ تہمینہ کی نگاہ بے ساختہ ہی گھڑی کی طرف گئی۔ جمیلہ اور مینا دونوں ہی کی واپسی اتنی جلدی ناممکن تھی۔

''اور اماں تو اب یقیناً تاریخ طے کروا کر ہی اٹھیں گی۔'' وہ کمرے سے نکل کر برآمدے میں ہی آئی تھی کہ دروازہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے بجا، اس بار کچھ ایسی وحشت تھی کہ دوڑ کر دروازے تک پہنچی۔

''اماں تم......!'' بہت حیرت سے یہ دو لفظ تہمینہ کے منہ سے نکلے۔ بنا کچھ کہے جمیلہ اسے ہاتھ سے ایک طرف کرتے ہوئے اندر چلتی چلی گئی۔

''ہوا کیا ہے، بتاؤ تو سہی؟'' دروازہ بند کر کے وہ تیزی سے جمیلہ کے پیچھے آئی۔

اس وقت تک وہ برآمدے میں پڑے تخت پر بیٹھ چکی تھی اس کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا اور آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔ وہ یقیناً بہت دیر رو چکی تھی۔

''بات کیا ہے، کسی نے پرس میں سے پیسے نکال لیے کیا؟'' اپنے طور پر اس نے بہت درست اندازہ لگانا چاہا، ماضی میں اس نے دو ہی مواقع پر جمیلہ کو روتے دیکھا تھا، ایک کسی مالی نقصان پر یا پھر قربان علی کے گھر سے نکالے جانے پر۔

''یا وہ نظر آگئے کہیں ہمدانی کے ساتھ گھومتے ہوئے۔ ہماری جان کے دشمن......'' نفرت کی انتہا تھی کہ اسے قربان علی کا نام تک لینا گوارا نہیں ہوتا تھا۔



Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

''پانی لا......'' بہ مشکل جمیلہ کے منہ سے اتنا ہی نکلا، تہمینہ فوراً ہی مڑ گئی۔
جمیلہ نے رگڑ رگڑ کر اپنی آنکھیں خشک کرنا چاہیں مگر آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔
''اب بس بھی کردو اماں، تم تو یونہی ذرا سی بات پر......'' وہ سچ مچ بیزار ہوئی تھی۔
''تیری خالہ نے صاف منع کر دیا ہے بینا کے رشتے کو...... اگلے جمعہ کو اس کے بیٹے کی شادی ہے۔'' پانی کے دو گھونٹ لینے کے بعد وہ یہ دل توڑتی خبر سنانے کے قابل ہوئی تھی۔
''کیا؟'' تہمینہ نے بہت بے چینی سے جمیلہ کی طرف دیکھا۔ خالہ اور اس کے بیٹے کی بینا کے لیے حد سے بڑھی پسندیدگی، اچھے جہیز کی لالچ...... جمیلہ کے جانے کے بعد ایک بار بھی بھولے سے اسے یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہاں سے انکار بھی ہوسکتا ہے۔
''مگر کیوں منع کر رہے ہیں، ضرور تم نے کوئی پچھلی بات نکال کر لڑائی شروع کر لی ہوگی، میں نے بھی غلطی ہی کی تمہیں بھیج کر، خود جانا چاہیے تھا خالہ سے بات کرنے۔'' بیزاری سے سر جھٹکتے ہوئے وہ وہیں جمیلہ کے پاس بیٹھی۔ دونوں بہنوں میں مثالی محبت کے ساتھ مثالی یکسانیت بھی تھی۔ دونوں ہی صبر و برداشت سے عاری اور فساد اٹھانے میں حرفِ آخر۔
''کل خود جاؤں گی اور دیکھنا خالہ مجھے دیکھتے ہی سب کچھ بھول جائیں گی۔'' تہمینہ کے لہجے میں ابھی بھی اپنی سابقہ پوزیشن کا فخر چھلکتا تھا۔
''ہونہہ......'' جمیلہ نے تلخی سے سسکی سی بھری۔
''جمعہ کو شادی ہو رہی ہے اس کے بیٹے کی، گھر کیا آدھی گلی سجی ہے لائٹوں اور جھنڈیوں سے، چار دن پہلے سے مہمانداری ہو رہی ہے، گلی میں دیگیں چڑھی ہیں تھیں، جب میں پہنچی۔'' بھیگی ہوئی آواز میں خبر بریک کر کے اس نے پانی کا پھر سے گھونٹ بھرا۔ تہمینہ کے لب حیرت سے اب بھی نیم وا تھے۔
''ایسا کیسے ہوگیا اماں، نعیم تو کسی اور سے شادی کے لیے تیار ہی نہیں تھا، کہتا تھا جان دے دوں گا اگر بینا سے شادی نہیں ہوئی؟'' نیچی آواز میں کہتے ہوئے، اس کے لفظوں میں اب بھی کہیں امید بندھی تھی۔
''سلام تک نہیں کیا اس نعیم نے مجھے، یوں منہ پھیر کر قریب سے گزر گیا جیسے جانتا تک نہیں اور بھانجے کا کیا شکوہ، جب سگی بہن نے گھر میں گھسنے تک نہیں دیا۔ دروازے میں ہی کھڑے ہو کر وہ بے عزتی کی کہ راہ چلتے لوگ بھی رک کر تماشا دیکھنے لگے۔''
''ناراضی اپنی جگہ لیکن خالہ کو ایسا بھی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تمہارا کچھ تو لحاظ کرنا چاہیے تھا۔ سگی بہن ہو آخر......'' تہمینہ کو رنج اور مایوسی پھر سے گھیرنے لگی۔
''قصور اس کا بھی نہیں ہے تہمینہ!'' جمیلہ نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''انسان وہی پاتا ہے جو وہ خود دیتا ہے۔ کیکر بو کر گلاب کی امید نہیں لگائی جاسکتی، ہم نے بھی تو اس کا بڑھا ہوا ہاتھ جھٹکا تھا۔ ایک زمانہ تیری اور ہمدانی کی منگنی میں اکٹھا ہوا تھا مگر بہن کے ہاں میں چار لڈو بھی نہیں بھجوا سکی، تم لوگوں کے ڈر سے۔ ظاہر ہے اب وہ جو نہ کہے کم ہے...... اوپر سے گھر گھر چلتی قربان کی اسٹوری!'' جمیلہ کے چہرے پر جمی تہمینہ کی نگاہ خود بخود جھکی تھی۔

☆☆☆

آج بھی وہ ناکام ہی لوٹا تھا۔ پچھلے تین ہفتوں میں وہ روز ہی اس سڑک سے گزرا، کتنی بار اس ڈیپارٹمنٹل اسٹور کا چکر لگایا مگر وہ تو جیسے اِدھر کا راستہ ہی بھولی تھی اور پیچھے نہ پتا نہ نشان...... امید پھر بھی تھی کہ نہ صرف برقرار تھی بلکہ روز بروز روشن تر ہو رہی تھی۔ اپنی ٹین ایجز والی حماقت پر وہ خود بھی صرف ہنس ہی سکتا تھا سو ہنس رہا تھا۔

رفیعہ بیگم نے لاؤنج میں آتے ہوئے اس روز یہ چوری پکڑ ہی لی۔

”کیوں مسکرا رہے ہو؟“

”میں...... نہیں تو، کب مسکرا رہا تھا؟“ وہ جھینپ کر صاف مکر گیا۔ رفیعہ بیگم نے بڑی محبت سے سیف کی آنکھوں میں اترتی اس شرارتی چمک کو دیکھا۔

”نہ بتاؤ...... مگر اسی طرح مسکراتے رہو، ہمیشہ، ہر پل، اتنی خوشیاں پاؤ کہ......“ دل کی گہرائیوں سے کتنی ہی دعائیں، لبوں پر آ کر ٹھہریں۔

”آپ کی دعائیں رنگ لا رہی ہیں ویسے، ماحول خاصا بدلا بدلا سا نہیں لگنے لگا ہے، روشن روشن، خوشگوار، دل فریب، پُرسکون اور......“ ان کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے جب وہ مستقل ہی بولے گیا تو انہیں ٹوکنا ہی پڑا۔

”صرف ماحول ہی نہیں، تم بھی خاصے بدلے بدلے سے ہو، ماشاءاللہ اور تبدیلی کی وجہ جو میری سمجھ میں آ رہی ہے، وہ پتا نہیں صحیح ہے یا غلط...... اچھا ہوگا کہ تم خود ہی بتا دو۔“

”کوئی وجہ نہیں امی، آپ تو ٹھیک ٹھاک شک کرنے لگی ہیں مجھ پر...... کمال ہے۔“ وہ پھر سے ہنس دیا۔

”کوئی بات نہیں...... جب دل چاہے تب بتا دینا لیکن اب زیادہ دیر کی گنجائش قطعی نہیں ہے، پہلے ہی اتنا وقت ضائع ہوا ہے کہ سوچتی ہوں تو دل کٹتا ہے۔“ رفیعہ بیگم کی آواز دھیمی پڑی۔

”جو بھی ہوا امی...... اس میں بھی خدا کی مصلحت تھی، آپ اب پچھلی باتوں کو مت سوچا کریں، مجھے تو بے چارے صادق چچا کا افسوس ہوتا ہے، پتا نہیں خود کو کتنا تنہا محسوس کرتے ہوں گے اب۔“

”کوئی ضرورت نہیں ہے افسوس کرنے کی، انہوں نے کبھی افسوس کیا۔ احساس بھی نہیں کیا ہوگا تمہارا، ورنہ اپنی اس بدذات بیٹی کو عذاب کی طرح مسلط نہ کرتے تم پر، وہ تو اللہ نے کرم کر دیا، ورنہ انہوں نے تو کسر نہیں چھوڑی تھی کوئی۔“ شہوار کے ساتھ گزرے آٹھ نو سال بھلانے کے لیے ایک طویل وقت درکار تھا۔ ابھی تو اسی طرح بات بات پر وہ اس طرح چلی آتی تھی کہ لگتا تھا ابھی بھی موجود ہے۔ سیف بار بار منع کرتا تھا۔

”چھوڑ بھی دیں اس ذکر کو، سب کچھ اسی طرح ہونا تھا۔ صادق چچا بے قصور ہیں، ان کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو ایسے ہی سوچتا۔ اب اس عمر میں، اس معذوری میں وہ اور کیا کر سکتے تھے اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے۔“

”تم جو کہو۔“ بیزاری سے کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ”میں نہ اس خاندان کو معاف کر سکتی ہوں اور نہ ہی میرا دل اُن کی طرف سے صاف ہو سکتا ہے کبھی بھی، خود غرض، مطلب پرست اور آوارہ۔“ سیف نے ایک گہری سانس لی۔ شہوار کے ساتھ جڑے ماضی میں اتنی کڑواہٹ تھی کہ آج بھی ذرا سا ذکر سارا ماحول بدل کر رکھ دیتا تھا۔



”اچھا چھوڑیں، بتائیں کیا کہنے آئی تھیں آپ ابھی؟“ وہ ان کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”مجھے کیا کہنا ہے...... بس ایک درخواست ہے جو تم مان جاؤ تو اپنے حصے کی خوشی ہم بھی منا لیں۔ بوا کچھ رشتے بتا رہی ہیں، اچھے لوگ ہیں، تصویریں ہیں اس میں دو تین لڑکیوں کی، دیکھ لینا۔“ رفیعہ بیگم نے ہاتھ میں پکڑا لفافہ سینٹر ٹیبل پر رکھا۔

ملازم کسی کی آمد کی اطلاع لے کر آیا تھا سو وہ سیف کے احتجاج کو سننے کے لیے دو منٹ بھی نہیں رک سکیں، تیز قدم اٹھاتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف چل دیں۔ سیف نے سینٹر ٹیبل پر رکھے اس لفافے کو کچھ بے بسی سے دیکھا۔

”کیا کروں میں اسے کھول کر، اس میں رکھی لڑکیوں کی تصویریں دیکھ کر جبکہ میں جانتا ہوں کہ ان میں سے کچھ بھی میرے فیصلے کو بدلنے والا نہیں ہے۔“ لاؤنج کی گلاس وال کے دوسری طرف پھیلے سبزے پر نگاہ جمائے وہ پھر کہیں سے کہیں پہنچا۔ بے حد دلکشی رکھنے والی، وہ معصوم سی لڑکی جس کا واحد اتا پتا، محض اس کا نام۔

”زارا......“ وہ زیرِلب بڑبڑایا۔ وہ جو محض چند منٹ کے لیے زندگی میں آئی تھی...... یہیں ٹھہر چکی تھی۔

☆☆☆

بادل گھنے اور خاصے نیچے کو جھکے چلے آ رہے تھے مگر بارش کے پھر بھی کوئی آثار نہیں تھے۔ روما بڑی دیر سے پچھلے برآمدے میں کرسی ڈالے کسی دلچسپ کتاب میں گم تھی۔ کسی کسی وقت ایک اچٹتی سی نگاہ آسمان پر ڈال کر پھر سے ساری توجہ کتاب پر ہی مبذول ہوتی۔

بوا ابھی ابھی چائے کا کپ رکھ گئی تھیں اچھی بری، بہت سی ملی جلی عادتوں میں ایک بری عادت تیز گرم چائے پینے کی بھی تھی سو اس نے کپ اٹھانے میں دیر نہیں کی تھی۔ گرما گرم بھاپ اڑاتا ہوا چائے کا کپ، بادلوں بھری سہ پہر کے منظر کو اور بھی دھندلانے لگا۔

تب ہی اس نے سمیعہ کو لان کے اس آخری سرے سے لگے لکڑی کے چھوٹے سے گیٹ سے اندر آتے ہوئے دیکھا۔ اس دھند سے اٹے خوب صورت منظر میں اس کا حسن اور بھی اجاگر تھا۔ اس کے ریشمی براؤن بال ہوا کے نرم جھونکوں کے ساتھ دھیرے دھیرے بکھر رہے تھے اور لباس بڑا جدید رنگ لیے ہوئے تھا۔ روما بنا پلک جھپکائے اس کی طرف دیکھے گئی، لباس اور انداز...... اتنی بہت ساری تبدیلیاں ایسی تیزی سے آ رہی تھیں کہ بہت سی تو خاصا وقت گزرنے کے بعد نوٹس میں آتی تھیں جیسے ابھی ابھی اس نے جانا کہ اس کا لباس کچھ زیادہ ہی فٹنگ لیے ہوئے ہے اور کٹ بے حد نامناسب۔ گھر سے نکلتے ہوئے اس نے جو دوپٹا پھیلا کر سامنے ڈالا تھا جب سمٹ کر صرف گلے میں رہ جاتا ہے تو سلیولیس اور ڈیپ نیک لائن والی شرٹ اسے اچھے اچھوں کے لیے توبہ شکن بناتی ہوگی...... اور یہ کہ وہ اتنا قریب آ چکی تھی کہ اگلے درست اندازے کے آڑے آ رہی تھی۔

”کیا دیکھ رہی ہو اتنے غور سے؟“ سب سے نیچے اسٹیپ پر کھڑی وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”کچھ نہیں...... ایسے ہی کچھ خیال سا آ گیا تھا۔“



Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

”اچھا!“ وہ اس طرح ہنسی جیسے روما نے کوئی لطیفہ سنایا ہو۔

”تمہیں بھی کچھ خیال آتے ہیں؟“ روما چپ چاپ اس کی شکل دیکھے گئی۔

مذاق اڑاتا یہ لہجہ نیا نہیں تھا مگر آج اس میں چھپی حقارت کی چبھن روما نے پہلی بار محسوس کی تھی۔ سر کو ہلکی سی جنبش دیتے ہوئے وہ بے اختیار ہی خود پر مسکرائی۔

”ہاں تو کیا سوچ رہی تھیں تم؟ یوں منہ اٹھائے بے وقوفوں کی طرح، جو میں سمجھی کہ مجھے ہی دیکھ رہی ہو۔“ روما کے منہ سے اپنی وقت بے وقت تعریف سننے کی وہ اتنی زیادہ عادی ہو چکی تھی کہ اس وقت یہ چھوٹا سا قدرے مختلف جواب کھل گیا تھا۔

”جو سوچا جاتا ہے، وہ عام طور پر کہا نہیں جا سکتا، نقصِ امن کا اندیشہ ہوتا ہے۔“ روما کے چہرے پر مسکراہٹ اور بھی گہری ہوئی۔

”تم کچھ ایسا بھی سوچ سکتی ہو، جو مجھے برا لگ سکتا ہے، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ وہ پورے اعتماد کے ساتھ کہتے ہوئے آگے بڑھنے لگی تو روما کو اسے روکنا ہی پڑا۔

”ہارون بھائی گھر پر نہیں ہیں، زارا کو لے کر پھپھو کے گھر گئے ہیں۔“

”کیا..... ہارون گیا ہے زارا کو لے کر، اس وقت؟“ اس نے بڑی ناگواری سے حیرت کا اظہار کیا۔

”ہاں..... تو شوہر ہیں وہ اس کے، جب چاہیں، جہاں چاہیں لے جا سکتے ہیں، حیرت کی کیا بات ہے؟“

”مگر اس وقت تو اسے میرے ساتھ جانا تھا، پہلے سے پروگرام تھا ہمارا۔“ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پاس آ کر بیٹھی۔

”تمہیں کہاں جانا تھا سمیعہ، بھائی کے ساتھ وہ بھی آفس ٹائم کے علاوہ؟“ بہت غور سے اس کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے روما نے کچھ تلاشا۔

”بہت سے آفس ورک، ٹائم لمٹ سے آزاد ہوتے ہیں۔“ چہرے پر آئے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دیتے ہوئے وہ پورے اطمینان سے بولی۔

”وہی تو پوچھ رہی ہوں، مثلاً؟“

”تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔“

”شاید سمجھ سکوں، آخر بھائی کو بھی تو تم نے بہت کچھ سمجھا ہی دیا ہے۔ میں اُن جیسی عقل مند تو نہیں لیکن بہن تو اُن ہی کی ہوں۔“ ایک دبی دبی سی تپش روما کے لہجے میں نمایاں ہوئی سمیعہ اس بار چونک سی گئی۔

”اتنی اکھڑی اکھڑی کیوں ہو، تم میں بہت تبدیلی نہیں آتی جا رہی آج کل، گھما پھرا کر بات کرنے لگی ہو بہت۔“

”ہر ایک میں تبدیلی آتی ہے، تم بھی تو بہت بدل گئی ہو، وہ کہاں رہی ہو جو پہلے تھیں۔“ سامنے سبزے پر نگاہ جمائے وہ دھیرے سے بولی حرفِ شکایت تھا کہ رنج..... نچلا ہونٹ دباتے ہوئے روما نے خود کو کمپوز کیا شاید وہ کہے۔ ”نہیں، میں کہاں بدلی ہوں، میں تو وہی ہوں روما، تمہاری بچپن کی دوست، تمہاری تنہائی کو بانٹنے والی، تمہارے دل کے سب سے قریب..... وہی تو ہوں۔ کاش..... کاش.....“ خاموشی کا ایک چھوٹا سا



وقفہ ان دونوں کے بیچ کسی اعتراف کا منتظر تھا۔

”وہ کیوں چپ ہے، کیا سوچ رہی ہے؟“ روما کا دل چاہا کہ وہ پلٹ کر سمیعہ کی طرف دیکھے مگر ہمت جواب دے رہی تھی۔ تب ہی سمیعہ نے مضطرب سا ہو کر پہلو بدلا۔

”مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے روما۔ بالکل ویسی ہوں جیسی تھی، بچپن سے لے کر آج تک، میری فطرت میری سوچ..... کچھ نہیں بدلا اور نہ ہی بدلے گا۔ شاید تم مجھے ٹھیک سے سمجھ نہیں سکیں۔“ نہ صفائی نہ معذرت، نہ دلاسا بلکہ سرد لہجے میں اس نے جیسے پیراگراف سا پڑھا تھا۔ روما کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ابھری۔

”ٹھیک کہہ رہی ہو، ہم عام طور پر ان ہی لوگوں کو نہیں سمجھ پاتے جنہیں ہم خود سے سب سے قریب سمجھتے ہیں۔“

”پتا نہیں۔“ اس نے اجنبی سے انداز میں شانوں کو ہلکی سی جنبش دی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”مجھے ہارون کو فون کر کے بلانا ہوگا، کلائنٹ سے ٹھیک چھ بجے میٹنگ ہے۔“

”میٹنگ کینسل بھی ہو سکتی ہے۔ اتنی ضروری نہیں ہوگی تب ہی بھائی، زارا کو لے کر گئے ہیں، انہیں وہاں ڈسٹرب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“ روما بے چین سی ہو کر اس کے پیچھے لان میں اتری۔

”تم کام کی اہمیت نہیں سمجھتی ہو لیکن مجھے اپنی ذمے داریوں کا احساس ہے، ہارون اگر بے پروائی کرے گا تو بھی میں اسے کرنے نہیں دوں گی، اس لیے کہ اسے چھوٹے سے چھوٹے نقصان سے بھی بچانا میرا فرض ہے۔ جاب کر رہی ہوں، میں اس کی پرسنل سکریٹری کی حیثیت سے اور میں اپنے کام کے ساتھ بہت سنسیئر ہوں۔“ بے حد پروفیشنل نظر آنے کی جو کوشش اس وقت وہ کر رہی تھی اتنی مصنوعی تھی کہ روما کو خود پر قابو رکھنا مشکل ہوا تھا۔

”بھائی اپنے بزنس کو اچھی طرح سمجھتے ہیں سمیعہ..... سالوں سے وہ اسے سنبھالے ہوئے ہیں، انہیں کیا کرنا ہے کیا نہیں، یہ وہ تم سے نہیں سیکھیں گے، تم کیوں ان پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہی ہو؟“ اس کی کہی کسی ایک بات کا بھی جواب دینے کے بجائے وہ تیز قدموں سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

”سمیعہ..... بات سنو میری!“ روما کی آواز اتنی اونچی تھی کہ لان کے دوسرے سرے پر کھیلتے ہوئے رحمت بوا کے نواسوں نے بھی چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

”سمیعہ..... سمیعہ.....“ ارد گرد سے بے نیاز ہو کر روما نے اسے ایک بار پھر پکارا..... مگر اس نے سنا ہی نہیں، وہ سننا ہی نہیں چاہتی تھی آگے اور آگے۔ روما نے چاہا کہ وہ دوڑ کر اس تک جائے مگر قدم جیسے زمین نے تھامے تھے اور درمیانی فاصلہ بے حد طویل ہوا تھا۔ روما نے اسے سیل فون کان سے لگاتے ہوئے دیکھا۔

”سمیعہ بات سنو میری، چھوڑ دو ہارون بھائی کا پیچھا خدا کے لیے!“ وہ ایک بار پھر چلائی اور اس بار لہجے میں غصہ یا بے تابی نہیں، درخواست گزاری تھی۔ تب ہی اس نے سمیعہ کے قدم تھمتے ہوئے دیکھے۔

”خدا کے لیے مت کرو اس طرح زارا اور بھائی کے بیچ میں نہیں آؤ پلیز..... معاف کرو ہم سب کو۔“ روما کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا تھا۔ سمیعہ نے ابھی تک پلٹ کر نہیں دیکھا تھا مگر وہ رکی ضرور تھی۔ شاید وہ اس کی



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بے لوث، گہری محبت ہی کی کچھ شرم رکھ لے۔ ایک ہلکی سی امید نے روما کے دل کو سہارا دیا۔

"پلٹ کر دیکھو سمیعہ......" دل کی گہرائی سے اس نے تمنا کی۔ تب ہی سمیعہ نے لکڑی کا وہ چھوٹا سا دروازہ کھول کر باہر قدم رکھا تھا۔ ادھ کھلے دروازے سے اس کے سرخ لباس کی آخری جھلک بھی معدوم ہوئی اور اس اعصاب شکن لمحے میں اچانک ہی وہ ایک عجیب سے احساس سے دوچار ہوئی۔

"سمیعہ نے اپنا مخصوص سیاہ رنگ کب ترک کیا تھا بھلا..." وہ جہاں کھڑی تھی وہیں بیٹھتے ہوئے اس نے سمیعہ میں آئی ایک تبدیلی کو یاد کیا۔

☆☆☆

شہوار نے ایک اکتائی ہوئی نگاہ کمرے کی طرف ڈالی۔

"شہوار...... شہوار۔" اندر سے تنویر کتنی ہی بار اسے پکار چکا تھا مگر وہ یونہی...کاہلی سے لاؤنج کے صوفے پر ڈھیلے ڈھالے سے انداز میں بیٹھی رہی۔

"شہوار پلیز!" وہ کمرے کے دروازے میں آ کر کھڑا ہوا تھا۔

"میں تم سے کہہ چکی ہوں، میرے پاس کوئی پیسے نہیں ہیں، اب آگے انتظام کرنا تمہاری ذمے داری ہے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو، ہو ہی نہیں سکتا کہ تم اور خالی ہاتھ...... یہ کہو کہ مجھے نہیں دینا چاہتیں، کوڑی کوڑی کو ترسانا چاہتی ہو مجھے۔"

"کاش کر سکتی۔"

"بکواس نہیں چاہیے...... پیسے دو مجھے، سو روپے بھی نہیں ہیں میرے پاس اور دس خرچے ہیں میرے سر پر...... تمہیں میری پریشانیوں کا احساس نہیں ہوتا کیا؟" اس کے لہجے میں سختی تو تھی لیکن معمول سے کم اور وہ یقیناً پریشان بھی تھا۔ شہوار نے اس کے چہرے سے اندازہ لگایا مگر ہمدردی کی کوئی ایک رمق بھی دل میں نہیں جاگی۔

"رونے کے لیے میرے اپنے غم کیا کم ہیں؟" وہ یونہی خالی خالی نگاہوں سے تنویر کو دیکھ گئی۔ تنویر کو اس کی خاموشی سے ہی لگا جیسے وہ اس کی بات ہمدردی سے سن رہی ہے۔

"میں تمہارے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں شہوار مگر مجھے موقع نہیں مل پایا آج تک، میرے پاس اگر اپنا پیسہ ہوتا تو میں تمہیں دکھاتا کہ میں کتنا کامیاب بزنس مین ثابت ہو سکتا تھا مگر میری تو تقدیر ہی خراب ہے۔"

"غلط کہہ رہے ہو تم، تقدیر تمہاری نہیں میری خراب ہے تنویر۔ بلکہ نہیں...... نہیں...... کچھ نہیں......"

بڑبڑاتے ہوئے مبہم سے انداز میں اس نے کچھ کہا جو تنویر کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔ اجڑے اجڑے سے حلیے میں وہ بیٹھی ہوئی اتنی عجیب اور ناقابلِ توجہ لگ رہی تھی کہ تنویر کو اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ تھا مگر مصلحت اور خود غرضی کا کھیل جاری تھا۔

"میں جیسا بھی ہوں تم سے محبت......"

"ہا آ!" ایک گہری سانس لیتے ہوئے شہوار نے اندر تک اترتی کڑواہٹ کو بہ مشکل جھیلا۔ "میرے پاس واقعی بالکل پیسے نہیں ہیں تنویر، تم پورا کمرا ساری الماری سب کچھ چیک کر چکے ہو نا، کیوں نہیں یقین آ رہا تمہیں، ایک پائی نہیں ہے میرے پاس۔"

تنویر کی بات اس نے بہت بیزاری سے کاٹی تھی اور کچھ تھا ایسا جو وہ غصے میں آنے کے بجائے چپ چاپ سا شہوار کی شکل دیکھے گیا۔

"واقعی!" وہ جواباً بالکل خاموش رہی۔

"پھر...... پھر کیا کریں گے ہم، یہ سارے خرچ کہاں سے پورے ہوں گے، پیسوں کے بغیر تو ایک وقت کا کھانا کھا لینا بھی ناممکن ہے شہوار...... کیسے گزر ہو گا ہمارا؟" وہ بہت خوفزدہ نظر آنے لگا تھا۔

"بتاؤ نا چپ کیوں ہو، میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ تم نے پیسے چھپا کر رکھے ہیں جب ہی میں......"

"سارے کمرے کو الٹ پلٹ کر رہے تھے، تمہیں تو مجھ پر اتنا بھروسا نہیں رہا تنویر...... جتنا تھوڑی سی جان پہچان میں بھی کر لیا جاتا ہے اور میں نے دیکھو کس طرح آنکھیں بند کر کے اس اندھے کنویں میں چھلانگ لگائی، ایک بار نہیں دو بار...... کوئی کسر نہیں چھوڑی اپنی بربادی میں۔" سرگوشی کے سے انداز میں بات ختم کرتے ہوئے وہ بے ساختہ ہی ہنستی چلی گئی۔

اور جب وہ اس پر بری طرح ہنس رہی تھی تو اس کا سارا بے ہنگم وجود بری طرح ہل رہا تھا۔ ان چھ سات مہینوں میں اس کا وزن بری طرح بڑھا تھا اور ساتھ میں چہرے پر پھیلی بے رونقی بھی۔

"خود کو سنبھالو شہوار، یہ کوئی ہنسنے کی بات تو نہیں ہے، فکر کی ہے۔" اس کی قطعی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح نارمل کرے۔

"تم کرو فکر، میں کیوں کروں، آخر کچھ تو تمہیں بھی کرنا چاہیے نا...... ویسے بھی تم میرے لیے کچھ کرنا چاہتے ہی ہو نا...... تو کرو فکر ہی کر لو۔" وہ اب بھی مسکرا رہی تھی۔

"خدایا!" تنویر نے بے ساختہ ہی سر کو ہاتھ سے تھاما۔

"کیا یہ اپنا ذہنی توازن کھوتی جا رہی ہے...... اگر واقعی تو پھر یہ کتنی تشویش کی بات ہے۔" تنویر کو سچ مچ دل بیٹھتا ہوا محسوس ہوا۔

"ذرا ادھر ہٹو، مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہیں صوفے پر کشن رکھتے ہوئے نیم دراز ہوتے ہوئے اس نے تنویر سے ہٹنے کو کہا تو وہ جھنجلا ہی گیا۔

"ابھی تو اٹھی ہو سو کر تم شہوار، اتنی نیند کیسے آ رہی ہے تمہیں، خدا کے لیے کچھ کرو، کیسے گزرے گا آج کا دن، اتنے لوگ ہیں تمہارے جاننے والے، فی الحال کسی سے بیس تیس ہزار ہی لے لو، کچھ تو آسانی ہو گی۔"

"میرا کوئی جاننے والا نہیں ہے، سیف سے شادی کے بعد میں نے سب دوستوں سے ملنا چھوڑ دیا تھا تنویر، مجھے تمہارا ہی غم منانے سے فرصت نہیں تھی، اب تو بہت سال گزر گئے شکلیں بھی دھندلا گئی ہیں دوستوں کی! تم کیوں نہیں لے لیتے، تمہارے تو بہت جاننے والے ہیں مگر نہیں......" اس نے تاسف سے سر ہلایا۔

"تمہارے تو دوست بھی سارے تمہاری طرح ہی پھٹیچر، فٹ پاتھ چھاپ...... چچ...... چچ۔"

"اوہ، اگر میں اتنا مجبور نہ ہوتا...... تو اتنی زور کا تھپڑ اس بدتمیز عورت کے منہ پر مارتا کہ زندگی بھر آگے منہ کھولنے سے گھبراتی۔" نچلے ہونٹ کو دانت تلے دباتے ہوئے وہ محض اتنا ہی سوچ سکا۔

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

"پلیز شہوار، میں واقعی مجبور ہوں، دیکھو تم کسی سے نہ سہی سیف سے لے لو پیسے، وہ تو لاکھوں بھی آنکھیں بند کر کے دے دے گا، پہلے بھی وہ تمہیں منع نہیں کر سکا اب بھی نہیں کرے گا، پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے اس کے پاس۔" کارپٹ پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے وہ بالکل رو دینے کو ہو رہا تھا۔ شہوار کے لب کچھ کہنے کے لیے کھلے اور پھر بند ہوئے۔

"شاید کچھ سوچ رہی ہے...... مان ہی جائے خدا کرے......" ڈوبتے دل کے ساتھ تنویر نے اس کے چہرے پر نگاہ جمائی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو، پیسے کی کوئی کمی نہیں سیف کے پاس، ڈیڈی سے زیادہ پیسے والا ہے اور دل تو اتنا بڑا ہے کہ مڑ کر نہیں دیکھتا کہ پیسہ کہاں جا رہا ہے۔" پہلی بار شہوار کی آنکھوں میں سیف کے نام پر چمک سی آئی اور لہجے میں احترام۔

"ہاں، ہاں، بالکل......" بہت خوش ہو کر تنویر نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "میں تو خود بھی کہتا ہوں کہ وہ واقعی شریف آدمی ہے، تمہارے ڈیڈی سے تو اس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے، تم ابھی بات کرو اس سے پتا لکھوا دو، وہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ بھیج دے گا پیسے فوری طور پر۔" تنویر کا چہرہ خوشی سے سرخ ہونے لگا۔ کئی دن کی ٹینشن بھری صورت حال کا خاتمہ اسی طرح ممکن تھا، اپنے سیل فون پر سیف کا نمبر فائنڈ کرنے میں اس نے محض چند سیکنڈ ہی لگائے۔ شہوار لاتعلقی سے اسے دیکھے گئی۔

"یہ لو بات کرو۔"

"میں!" اس نے بہت حیرت سے تنویر کو دیکھا۔

"ہاں تو اور کون؟"

"نہیں تنویر، بات تم کرو گے، اپنی غربت، مجبوری، پریشانی جو بھی ہے اس بار تم سناؤ گے سیف کو اور یقین کرو، وہ تمہیں بھی کبھی منع نہیں کرے گا بہت سارے مجبور، بے بس لوگوں کی مدد کر رہا ہے وہ، تمہاری بھی یہ خوشی ہیلپ کر دے گا، فکر مت کرو، کر لو بات شاباش کر لو۔"

تنویر کے ہاتھ میں تھمے ہوئے فون کو خود سے دور کرتے ہوئے اس کی آواز بتدریج ہلکی پڑی اور آنکھیں تھک کر بند ہوئیں۔ تنویر کا موبائل بج رہا تھا۔ بہت بے بسی سے اس نے اسکرین پر آئے نمبر کو دیکھا۔ یہ نمبر بہت جانا پہچانا تھا مگر فی الوقت اس کی ہر مصیبت کو کئی گنا اور بھی بڑھانے کا سبب بنا تھا۔

"کیا مصیبت ہے آخر؟" فون ریسیو کرتے ہوئے وہ حلق کے بل چلایا۔ "دفع کیوں نہیں ہو جاتے تم سب، میری زندگی حرام کر کے رکھ دی ہے سب نے مل کر......"

شہوار کے سرہانے بیٹھا، وہ بری طرح چیخ رہا تھا۔

مگر عجب نیند تھی جو اس شور و غل میں بھی نہیں ٹوٹ رہی تھی۔ کئی دن کے پہنے ہوئے میلے کپڑے، زیور کے نام پر ایک رنگ بھی انگلی میں نہیں۔ سیف الاسلام کے عالی شان گھر میں رہتی بستی اس عورت سے قطعی مختلف، ایک بدحال سونی سونی سی عورت شہوار تنویر عالم۔

(باقی آئندہ ماہ)

# بہنوں کی محفل

مدیرہ

☆ عزیز از جان بہنو! السلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہ

☆ حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

☆ پیاری بہنو...... سالگرہ نمبر 2 کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ۔ میں معذرت طلب ہوں ان بہنوں سے جنہیں پاکیزہ شارٹ ہونے کے باعث مل نہیں پایا یا قدرے تاخیر سے ملا۔ آئندہ جب بھی آپ کو پاکیزہ ملنے میں کسی دشواری کا کوئی سامنا ہو تو آپ اپنے علاقے کی مطلوبہ دکان یا ایجنسی کے ایڈریس کے حوالے کے ساتھ فوری ہم سے رابطہ کریں۔

☆ آج میں جو بات آپ سے کہنے جا رہی ہوں وہ لڑکیوں کی ماؤں سے کہنی ہے۔ اگر آپ کی بیٹی کی شادی میں کسی وجہ سے بھی دیر ہو رہی ہے تو آپ اس کا الزام اپنی بیٹی کو نہ دیں۔ اسے ہر گز برا بھلا نہ کہیں۔ اس کو بالکل نہ کوسیں کہ اس میں اس کا کوئی قصور ہی نہیں ہے۔ شادی کا جب وقت آئے گا تب اس کی شادی بھی ہو جائے گی۔ یہ لڑکیاں ہمارے، آپ کے پاس مہمان ہوتی ہیں اور ایک قیمتی امانت بھی۔ جن کا خیال رکھنا ہر ماں کا فرض ہے۔ آپ اپنی بیٹیوں سے محبت سے پیش آئیں اور کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے ہماری بیٹی کا نازک سا دل کرچی کرچی ہو جائے۔

٭ ٭ ٭

اس ماہ محترمہ عذرا رسول کا انٹرویو بہ عنوان فسانہ نہیں حقیقت ہے یہ کی دوسری اور آخری قسط پیش کی جا رہی ہے۔ ہمارے قارئین کا یہ اصرار تھا کہ عذرا رسول کا یہ انٹرویو بہت ساری قسطوں پر محیط ہو مگر جناب معراج رسول کی علالت کے پیش نظر ایسا ہونا مشکل رہا۔ عذرا کا زیادہ وقت معراج رسول صاحب کی تیمار داری میں گزرتا ہے۔ اس لیے ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ آپ کی یہ فرمائش پوری نہیں کر سکے۔ اللہ تعالیٰ جناب معراج رسول کو صحت کاملہ عطا فرمائے، آمین۔ آپ سب بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ اور آئیے اب سرگرمیوں پر نظر ڈالنے سے پہلے درود ابراہیمؑ پڑھتے ہیں جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد صرف تین بار آیت کریمہ پڑھ کر اپنے لیے، اپنے ملک کے لیے اور عالم اسلام کی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے ضرور دعا مانگیں۔ ابھی پڑھ لیں۔

آیت کریمہ یہ ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥

٭ ٭ ٭



Scan & PDF
EIAZ AHMED
Friends Korner.com

## ﴾مصنفات، شاعرات اور قارئینِ پاکیزہ بہنوں کی تازہ بہ تازہ سرگرمیاں﴿

☆امریکا میں مقیم جناب کے۔اشرف کی نثری نظموں کا مجموعہ برف میں کھلا پھول کتابی شکل میں شائع ہوگیا ہے۔اس میں شامل تمام نظمیں آپ کی اور ہماری ہیں۔ایک حساس شخص زندگی کو جس طرح دیکھتا ہے اسی انداز میں ان نظموں نے چولا پہنا ہے۔ان نظموں میں موسیقی بھی ہے اور جمالیاتی حسن بھی۔کتاب کی قیمت صرف 300 روپے ہے اور صفحات 121 ہیں۔یہ اشرف صاحب کی چھٹی کتاب ہے۔جو ہر شہر کے اردو بازار میں مل جائے گی۔

☆ایشیا کے مایہ ناز سفرنامہ نگار جناب قمر علی عباسی کی نئی کتاب کی تقریب 14 مئی کو نیویارک میں ہو رہی ہے۔جس میں شرکت کے لیے پاکستان سے دانشور و ادیب جا رہے ہیں۔(بے حد مبارک ہو)

☆بفضلِ خدا چند دن قبل ہمارا ایک پیارا سا پوتا تولد ہوا ہے جس کا نام محمد عبداللہ عظیم رکھا گیا ہے۔(ماشاءاللہ)

☆ان دنوں میں اپنی کتاب روحانی مشورے اور انمول خزانے کے تیسرے ایڈیشن کے لیے ترمیم و اضافے کا کام کر رہی ہوں۔میری کتاب کا یہ تیسرا ایڈیشن بہت جلد آپ کو مل جائے گا۔کتاب کے لیے فون کیجیے۔021-36981952

☆پاکیزہ کی مستقل قاری اور تبصرہ نگار صابرہ سلطانہ، کراچی ان دنوں علیل ہیں۔ان کی کلی صحت اور زندگی کے لیے دعا کریں۔

☆ہمارا ناول محبت ہم سفر میری ان دنوں زیرِ طبع ہے۔انشاءاللہ بہت جلد یہ کتابی صورت میں ہر شہر کے اردو بازار میں دستیاب ہوگا۔کتاب کی بکنگ کے لیے فون کیجیے۔021-36981952

☆پاکیزہ کی مستقل قاری مونا، لاہور اب تک 55 لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھ چکی ہیں۔ماشاءاللہ، سبحان اللہ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆پاکیزہ کی مستقل تبصرہ نگار اور شاعرہ امینہ عندلیب، سلانوالی ان دنوں پھر شدید بیمار ہے۔اس کی صحت اور زندگی کے لیے دعا کریں۔

☆شاعرہ، افسانہ نگار اور بے حد محبت کرنے والی شخصیت نسیم نیازی، لاہور ان دنوں ٹی وی کے ایک چینل کے لیے ٹیلی فلم لکھ رہی ہیں۔(ماشاءاللہ)

☆سعدیہ ہما شیخ کے والد اور ماموں ان دنوں شدید بیمار ہیں۔ان کی صحتِ کاملہ کے لیے دعا کریں۔

☆افسانہ نگار، شاعرہ غزالہ عزیز ان دنوں ٹی وی کے ایک چینل کے لیے ڈرامے لکھ رہی ہیں۔(ماشاءاللہ)

☆افسانہ نگار، ناول نگار اور شاعرہ اقبال بانو ان دنوں ٹی وی کے ایک چینل کے لیے سوپ لکھ رہی ہیں۔(ماشاءاللہ)

☆افسانہ نگار، ناول نگار میمونہ خورشید، ملتان کا سیریل اے دشتِ جنوں ان دنوں آن ائیر جا رہا ہے۔(ماشاءاللہ)



Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

☆افسانہ نگار عقیلہ حق، کراچی ان دنوں ٹی وی کے لیے ڈرامے لکھ رہی ہیں۔(ماشاءاللہ)

☆پاکیزہ کے مستقل قاری ارباب طاہر علی پور کو شہد کی مکھیوں نے کاٹ لیا ہے۔ان کی صحت کے لیے دعا کریں۔

☆ہماری نند آمنہ مشیر، کراچی سے نیویارک روانہ ہوگئی ہیں۔

☆پاکیزہ کی تبصرہ نگار ریحانہ شہزاد، کراچی کی منگنی اپنے کزن عبدالجبار کے ساتھ گزشتہ دنوں ہوئی۔(مبارک باد)

☆پاکیزہ کی مستقل قاری شگفتہ ملک، علی پور کی والدہ مقصودہ بی بی ان دنوں بیمار ہیں۔ان کی کلی صحت کے لیے دعا کریں۔

☆شاعرہ اور نثر نگار ہما بیگ کے اعزاز میں جناب یاور مہدی نے ایک مقامی ہوٹل میں ڈنر دیا۔جس میں ہما کی شاعری اور کالموں پر بات چیت کی گئی۔اس تقریب میں ادیبوں، دانشوروں اور ٹی وی سے متعلقہ لوگوں نے ایک بڑی تعداد میں شرکت کی جس میں عذرا اصغر، نیر سوز، حکیم عثمان (ہمدرد)، اصغر زیدی، آغا مسعود، سحر علی اور حسن امام کے نام اہم ہیں۔میں اپنی ذاتی مصروفیات کے باعث اس تقریب میں شرکت نہیں کر سکی۔

☆پاکیزہ کی مستقل قاری فرزانہ شعیب، سوات ان دنوں عمرے کے لیے سعودی عرب گئی ہوئی ہیں۔(ماشاءاللہ)

☆پاکیزہ کی مستقل قاری سائرہ لنگڑیال، سیال موڑ ان دنوں ایل ایچ وی کا کورس کر رہی ہیں۔(ماشاءاللہ)

☆مصنفہ رابعہ فیاض قادری کی اس ماہ سالگرہ ہے۔(مبارک باد)

☆فیصل آباد کا معروف جوڑا مسٹر اینڈ مسز محمد ناصر کو مظہر مشتاق کی جانب سے ماں بولی سوک ایوارڈ دیا گیا ہے جو وہاں کے مشہور شاعر آصف حسین تنگ نے دیا۔(مبارک باد)

☆معروف مصنفہ شائستہ زریں کی بچوں کی کہانیاں بہت جلد کتابی صورت میں شائع ہو رہی ہیں۔(بے حد مبارک باد)

☆پاکیزہ کی مستقل قاری سائرہ بانو، حیدر آباد کی چند دن قبل منگنی ہوئی ہے۔(مبارک باد)

### انتقالِ پُرملال

☆ماہ جون میں رقیہ بجیا کی برسی ہے۔

☆اس ماہ سیما یاسین مجتبیٰ کے والد کی برسی ہے۔

☆مقبول فنکار معین اختر چل بسے۔

نوٹ: تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کریں اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

ڈاکٹر ممتاز ضیا، کراچی سے۔ "مجھے کچھ کہنا ہے حسبِ معمول اچھا پیغام لیے تھا۔دین کی باتوں کا

سلسلہ بہت اچھا ہے۔ دل بے تاب کی بے تابی کچھ زیادہ عروج پر تھی۔ ایک پیغام ہے اس میں نادان لڑکیوں کے لیے مگر عملی زندگی میں انجام مختلف ہوتا ہے۔ ذکیہ بلگرامی کا ناول دلچسپ انداز میں آگے بڑھ رہا ہے۔ میں ادھوری کوئی خاص نہیں لگا اور جس طرح پری اور شمس میں طلاق ہوئی وہ تو بہت ڈرامائی سی لگی۔ قربتوں کی دوری اور شیشوں کا مسیحا اچھی تحریریں ہیں لیکن زرتاج نے کچھ زیادہ ہی بولڈنیس دکھائی اور اپنے لیے خطرات بڑھا لیے۔ گاڑی اور گھر والی حقیقت سے دور لگی اور ہیروئن کی بدصورتی معما ہی بنی رہی۔ ایک تھی نیناں بھی ابھی تک ہماری سمجھ نہیں آئی۔ میں چاندنی دلچسپ تحریر ہے۔ میں چاندنی کا انجام برا ہی لگ رہا ہے۔ پیٹ اور کوکھ اچھی کہانی ہے۔ خوشبو کا سفر اچھی مگر اختتام کو ترساتی ہوئی تحریر ہے۔ غرورِ حسن اور اسی طرح کی دوسری تحریروں میں جو مرد دکھائے جاتے ہیں وہ نہ جانے کہاں ہوتے ہیں۔ امینہ عندلیب، فائزہ شہزاد کے شوہر اور رضوانہ پرنس کی والدہ اور دیگر پیاروں کے لیے دعائے صحت۔ عذرا کی داستان کا دوسرا قصہ نہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی۔ دیکھو میری طرح کتنے سارے لوگ عذرا کو ٹائٹل پر دیکھنا چاہتے ہیں۔'' (جی ہاں، یہ فرمائش تو ہمارے بے شمار قارئین کی ہے)

صائمہ اکرم چوہدری، اسلام آباد سے۔ ''آخر کار ڈھیر ساری مصروفیات کے ٹوکرے کو پسِ پشت ڈال کر اپنی سستی اور ڈھٹائی کو ایک طرف رکھ کر ہم نے اپنا گمشدہ ڈھول اٹھا ہی لیا۔ بھاگ لگے رہن۔ ہاں جی بہنوں ذرا نیڑے نیڑے آؤ، کج دل دا راز بتاؤ۔ کس کس نے ہماری کمی محسوس کی اور کس کس نے شکر ادا کیا کہ چلو محفل میں کچھ سکون تو ہے۔ چلو سب خوش رہو، اپنے اپنے خرچے پر۔ ٹائٹل اچھا تھا لیکن کیا ہی ہوتا اگر محترمہ کو اتنی گرمی کے موسم میں کوئی لان کا سوٹ پہنا کر ماڈلنگ کروا لیتے۔ سب سے پہلے اپنا پسندیدہ ناول خوشبو کا سفر پڑھا لیکن اب اسے کارینا کے ساتھ بھی ہضم کرنا بہت اوکھا ہو رہا ہے۔ اس ناول نے اسٹارٹ بہت اچھا لیا تھا لیکن اب معذرت کے ساتھ اس پر اسٹار پلس کے ڈرامے کا گماں ہوتا ہے۔ ہارون کو پہلے جتنا سمجھدار دکھایا گیا تھا اب اس کا کردار اتنا ہی کمزور دکھائی دے رہا ہے ایک طرف وہ زارا سے محبت کے دعوے کرتا ہے اور دوسری طرف سمیعہ کے ساتھ سیر سپاٹے کرتا نظر آتا ہے اور اب اس ناول کا اینڈ ہو جانا چاہیے کیونکہ اس کی خوب صورتی ختم ہوتی محسوس ہو رہی ہے۔ پلیز عالیہ بخاری میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں اس لیے جو محسوس کیا لکھ دیا، آپ مائنڈ نہ کیجیے گا۔ لبنٰی عروج کا ناول اچھا تھا۔ شمیم فضل خالق کا افسانہ کچھ حقیقت سے دور لگا۔ عذرا رسول کے انٹرویو کی دوسری قسط کا بے تابی سے انتظار تھا اور نہ پا کر سخت مایوسی ہوئی۔ جلترنگ نے شام کی چائے کے ساتھ بہت مزہ دیا۔ پچھلے ہفتے میاں جی کے ساتھ ایبٹ آباد اور نتھیا گلی کے سیر سپاٹے پر جانا ہوا...... وہاں جا کر پروفیسر عابدہ خان کی بہت شدت سے یاد آئی۔ ہاں پاکیزہ کے توسط سے میں تصحیح کر دوں کہ میں نے پنجاب سروس کا نہیں بلکہ فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا لیکچرر شپ کا امتحان پاس کیا ہے۔ پورے پاکستان میں میرے مضمون کی صرف ایک سیٹ اناؤنس ہوئی تھی اور الحمدللہ میں نے پہلے تحریری امتحان اور اس کے بعد انٹرویو بھی پاس کیا۔ بے شمار لوگ انٹرویو کے لیے آئے تھے بس اللہ پاک نے مجھ پر کرم کر دیا۔ اب بہنیں دعا کریں کہ پوسٹنگ بھی اسلام آباد یا پنڈی کی ہو جائے۔'' (آپ کی آرا پہنچائی جا رہی ہے)

سیما یاسمین مجتبٰی، کراچی سے۔ ''آپ اور آپ کے ترتیب دیے پاکیزہ کی تعریف کرنا تو سورج کو



چراغ دکھانا ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے کہ آپ ہم جیسے رائٹرز کو بھی زندگی کے بھنور سے لکھنے کی دنیا میں کھینچ لاتی ہیں۔ پاکیزہ میں تو اداریے سے لے کر ولمار شوا بے کے مشوروں کو پڑھنے میں بڑا لطف آتا ہے۔ ہر رائٹر کا اپنا انداز اور نظریہ ہوتا ہے، اس لیے اس پر کچھ نہیں کہہ سکتی۔ البتہ اس دفعہ آپ کے اداریے، جلترنگ اور دیگر سلسلوں کے علاوہ لبنٰی عروج کا ناولٹ زندگی سے قریب اور دلچسپ اندازِ بیان کی وجہ سے بہت اچھا لگا۔ سلسلے وار کہانیاں میں نہیں پڑھتی۔ شازیہ چوہدری کو جس طرح آپ نے یاد رکھا اس سے آپ کے لیے دل سے دعا نکلی۔ بہنوں کی محفل کی تو بات ہی الگ ہے۔ ایک ایسی دنیا جس میں قارئین بہنیں اور رائٹرز جیسے ایک ہی خاندان سے لگتی ہیں۔ اپنائیت بہت ہے ماشاء اللہ۔ شازیہ ہما، سیالکوٹ کا اپنے افسانے پر تبصرہ پڑھ کر میں مسکرا اٹھی کیونکہ شازیہ کی عمر جتنا تو میرا تجربہ ہے اور اُن سے صرف اتنا کہنا چاہوں گی شیشے کے گھر میں رہنے والے پتھر نہیں پھینکا کرتے اور ہاں عذرا رسول صاحبہ اور معراج رسول صاحب کے ملن کی کہانی دلچسپ لگی، اللہ تعالیٰ معراج رسول صاحب کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور عذرا رسول صاحبہ کی بے لوث خدمت و محبت کا اجر دے۔'' (پسندیدگی کا شکریہ)

عالیہ حرا، کراچی سے۔ ''سب سے پہلے تو پاکیزہ کی سالگرہ مبارک ہو۔ خدا کرے پاکیزہ ایسی پاکیزگی کے ساتھ عمر کی ہزاروں بہاریں دیکھے، آمین۔ عذرا آپی آپ اور اسٹاف ممبران اس ستائش کے حق دار ہیں۔ سالگرہ کے حوالے سے عذرا آپی کا انٹرویو بہت خوب صورت، مکمل اور رومانس لیے تھا مزہ آ گیا، ویل ڈن رضوانہ پرنس آپ کی تحریروں میں نکھار آیا ہے۔ انجم آپی، آپ کا ناول بہت خوب صورتی سے اختتام پذیر ہوا، حقیقت کے نکھار میں ڈوبی تحریر بھلائی نہیں جا سکتی۔ واقعی محبت ہم سفر میری تھی اس ناول کو پڑھتے ہوئے احساس ہوا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے، بے حد مبارک۔ نئے ناول کے حوالے سے شیریں حیدر کا نام ہی کافی ہے۔ راحت وفا کی تحریر پڑھ کر اندازہ ہوگا۔ تحریروں کی قوس قزح کے حوالے سے گزشتہ سال کی تحریروں میں پل صراط بہت اچھی تحریر رہی حقیقت سے قریب تر اور انجم انصار کے خاکے بہت خوب صورت رہے۔ ہاں عظمیٰ آفاق کچھ تخلیق کرتی تو وہ بھی اچھی تحریر کے زمرے میں آتی...... کیسا......؟ اس بار پاکیزہ کی تحریریں سالگرہ کے حوالے سے محبت اور رومانس لیے ہوئے نہیں تھی گو تحریریں سب اچھی تھیں۔ اقبال بانو خوش آمدید، آتی جاتی رہا کریں۔ رخ چوہدری کے والد کا بہت افسوس ہوا، ہم تمہارے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ انجم آپی پاکیزہ کارنر بہت عمدہ اور منتخب ہوتے ہیں، مزہ آتا ہے پڑھ کر۔ آپ کا پیغام محبت بہت خوب صورت تھے بالکل موتیا کے پھولوں کے مانند بھینی بھینی خوشبو لیے۔ اِک اِک نام کو یاد رکھنا سبحان اللہ، بے حد مبارک۔ سعدیہ رئیس بیٹی کی منگنی مبارک ہو۔ نزہت جبیں آپ کو نانی بننا مبارک ہو کم عمر اور خوب صورت نانی امی۔ ڈاکٹر ممتاز ضیا پلیز ذرا تبصرہ ڈٹ کر اور رہٹ کر کیا کریں۔'' (آپ کے پیغامات پہنچائے جا رہے ہیں)

عطیہ عمر، کراچی سے۔ ''سالگرہ نمبر حسبِ روایت شاندار رہا۔ آپ کو عذرا اور سب مصنفین، قارئین کو مبارک باد اور دینی و دنیاوی زندگی میں کامیابی کے لیے دعائیں۔ آپ نے میرے بارے میں جو رائے دی اس کے لیے بے حد شکریہ۔ یہ آپ کی مہربانی اور خلوص کہ آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں۔ اللہ کریم سے دعا کرتی ہوں کہ وہ مجھے ایسا ہی بنا دے، آمین۔ وہ سب بہنیں جنہیں زندگی میں مختلف خوشیاں اور کامیابیاں ملیں



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

انہیں مبارک باد۔ اللہ انہیں برکت دے اور وہ بہنیں جو پریشانیوں، صدمات کا شکار ہوئیں ان کے لیے صبر اور اجرِ عظیم کی دعائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور پیارے پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، آمین، ثم آمین۔'' (پیاری عطیہ، میں نے تمہارے بارے میں جیسا محسوس کیا ویسا ہی لکھا تھا مگر اپنی بہنوں کے بارے میں انتہائی مختصر لکھا تھا۔ زندگی رہی تو کبھی انشاءاللہ تفصیل سے قلم اٹھاؤں گی)

شگفتہ ناہید قاضی، رسال پور کینٹ سے۔ ''اس وقت سالگرہ نمبر میرے سامنے ہے اور محترمہ عذرا رسول صاحبہ کے انٹرویو نے لکھنے پر اکسایا۔ ان کی بڑی تصویر تو سرورق پر ہونی چاہیے تھی اور تصاویر دیکھ کر انٹرویو پڑھنے کی بے چینی ہوئی۔ ہر لفظ محبت میں ڈوبا ہوا پایا اور ایسا لگ رہا ہے کہ محترمہ اپنے پاس بیٹھی ہوئی ہیں اور تمام باتیں سامنے ہی کہہ رہی ہیں۔ جب پڑھ چکی تو بے ساختہ منہ سے نکلا بس...... ہر تصویر میں الگ رنگ الگ کہانی ہے۔ ان کے خوب صورت، صبیح چہرے پر گلابوں کا سا رنگ بکھرا ہوا ہے۔ ان کے پنکھڑیوں جیسے لب، گلاب جیسے عارض اور جھیل جیسی آنکھیں۔ کیا ایسی خوب صورتی سے جناب معراج رسول صاحب بچ سکتے تھے؟ کبھی بھی نہیں۔ اللہ ان کی جوڑی ہمیشہ سلامت رکھے اور ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں۔ پاکیزہ کے تمام ناول، ناولٹ اور افسانے بہترین ہیں۔ جلترنگ اور بہنوں کی محفل میرا پسندیدہ سلسلہ ہے۔ اس کے علاوہ خوشبو کا سفر، اگر ملنا نہیں ہمدم اور نئے ناول ایک تھی نیناں، شیشوں کا مسیحا بہت پسند آئے۔ انجم انصار صاحبہ کا ناول محبت ہم سفر میری کی ہر قسط ہمارے اردگرد رہنے والوں کی کہانی تھی اور بہت ہی بہترین ناول تھا۔ میری پسندیدہ رائٹرز میں ان کا نام سرِفہرست ہے۔ ان کے بعد ذکیہ بلگرامی، عالیہ بخاری، سعدیہ رئیس، شیریں حیدر، میمونہ خورشید، عظمیٰ آفاق سعید، رضوانہ پرنس اور نیلوفر عباسی ہیں۔ ان کے زورِ قلم میں اور اضافہ ہو۔ نیلوفر عباسی کی شہزوری کا کیا کہنے ان کی یادداشت کی داد دینی پڑتی ہے۔ انجم انصار کا جلترنگ واقعی پڑھتے ہوئے دل میں جلترنگ بجنے لگتی ہے۔ پاکیزہ ایک بہترین استاد ہے اس کے اندر جتنے ہیرے جواہرات اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہ ستائش کے لائق ہیں۔ اس کا ہر ناول، ناولٹ یا افسانہ سبق آموز ہے اور بہت اچھے طریقے سے سمجھاتا ہے۔ زندگی کی مشکلات کا ہر حل اس میں موجود ہوتا ہے۔'' (آپ کی دعاؤں اور پسندیدگی کے لیے ممنون ہوں)

سمیرا احمید فاروق، کراچی سے۔ ''سالگرہ نمبر 1 بہت اچھا لگا۔ سب سے پہلے عذرا رسول کا انٹرویو پڑھا۔ بہت خوب صورت تصاویر دیکھنے کو ملیں۔ شیریں حیدر کے ناول کی قسط اچھی ہے۔ ان سے یہی کہنا ہے کہ ہاتھ ہولا کر کے لکھیں۔ میمونہ خورشید علی کی قسط بھی اچھی رہی۔ راحت وفا کے ناول کی دو تین قسطیں پڑھ لوں پھر رائے دوں گی۔ اس ماہ بہنوں کی محفل میں میرا نام نہیں ہے مگر بہترین رہی۔ ماشاءاللہ سیکڑوں بہنوں کی محفل کی شمولیت ہے۔ ذکیہ بلگرامی کے ناول کی قسط اس ماہ پسند نہیں آئی...... معذرت کے ساتھ۔ ہاں آپ کے ناول کا اختتام اچھا رہا۔ نیا سلسلہ اچھا لگا۔'' (تبصرے کا شکریہ، آپ کا نام بھی اس محفل میں شامل ہے کہ سمیرا امجاہد دوبار لکھا گیا ہے تو دوسری سمیرا آپ ہی ہیں)

انجم افشاں، گجرات سے۔ ''پاکیزہ کی بہنوں کی محفل میں آپ کا فون نمبر ادھورا شائع ہوا تو مجھے بے حد پریشانی رہی۔ اچانک دوسرے شمارے سے مجھے آپ کا نمبر ملا۔ آپ اپنا فون نمبر احتیاط سے شائع کیا کریں۔ پاکیزہ گجرات میں اور کینیڈا جہاں میری بیٹی رہتی ہے۔ سب جگہ بے حد شوق سے پڑھا جاتا ہے۔''



(پسندیدگی کا شکریہ، میرا فون پاکیزہ کے ہر شمارے میں بہنوں کی محفل میں شائع ہوتا ہے۔ دیگر بہنیں بھی نوٹ کر لیں 021-36981952)

فیروزہ بیگم، کراچی سے۔ ''سب سے پہلے عذرا رسول کا انٹرویو پڑھا۔ ان کی ذات سے متعلق بہت ساری نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ عذرا کی تصاویر بہت ہی اچھی لگیں خاص طور پر تصاویر نے جان سی ڈال دی۔ ان کی اور معراج صاحب کی سلامتی کی دعاؤں کے بعد بہنوں کی محفل پڑھی۔ انجم آپ نے بے شمار بہنوں کو یاد رکھا اور کتنی محبت سے ذکر کیا ہے اور کوئی جملہ دُہرایا نہیں گیا۔ ہر بہن کے لیے مختلف فقرہ لکھا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ نیلوفر عباسی کی تحریر دیکھ کر خوشی ہوئی کہ یہ میری پسندیدہ فنکارہ ہیں مگر ان کے ایک جملے سے میں متفق نہیں ہوں کہ یہ سالگرہ دراصل معراج رسول اور عذرا رسول کی سالگرہ ہے کیونکہ یہ سالگرہ صرف قارئین کی سالگرہ ہے۔ معراج رسول، عذرا رسول اور انجم انصار اور دیگر اراکین کی حیثیت میزبانوں کی سی ہے۔ ناولوں میں ذکیہ بلگرامی، رضوانہ پرنس، میمونہ خورشید اور شیریں حیدر کی اقساط نے متاثر کیا۔'' (آپ کی رائے پہنچائی جارہی ہے۔ ہاں نیلوفر کا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ان سمیت سب کی سالگرہ ہے)

رعنا جاوید، راول پنڈی سے۔ ''سالگرہ نمبر 1 میں عذرا رسول کا انٹرویو بے حد پسند آیا تھا۔ اللہ انہیں نظرِ بد سے بچائے۔ جلترنگ پڑھ کر بہت ہنسی آتی ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو، آمین۔'' (اس محفل میں خوش آمدید۔ آپ کی رائے عذرا رسول تک پہنچائی جارہی ہے)

ذکیہ ایوب، کراچی سے۔ ''اپریل کا پاکیزہ دیکھ کر جتنا دل خوش ہوا تھا۔ آپ نے ہماری خوشی مئی میں کیوں چھین لی۔ مئی کا شمارہ ایسا لگا جیسے کسی دلہن کے ماتھے پر جھومر نہ ہو۔ جی ہاں، اس میں عذرا رسول کے انٹرویو کی کمی نے ہماری خوشی کو کم کر دیا۔ اب جون کے شمارے میں عذرا رسول کا انٹرویو ضرور ہونا چاہیے۔ پہلے میں آپ کا ناول سب سے پہلے پڑھا کرتی تھی۔ اب بہنوں کی محفل سے آغاز کرتی ہوں۔'' (ذکیہ بہن آپ کے حکم کی تعمیل کی جارہی ہے اور ہماری عذرا کا انٹرویو اس شمارے میں موجود ہے)

عطیہ، جہلم سے۔ ''انجم باجی، مجھے پاکیزہ بے حد پسند ہے۔ اس کے تمام سلسلے بہت اچھے لگتے ہیں اور بہنوں کی محفل تو واقعی پاکیزہ کی جان ہے۔ مجھے بھی بہنوں اور خصوصاً رائٹرز تبصرہ نگاروں سے کہنا ہے کہ مختصر تبصروں کے ساتھ شرکت کریں۔'' (خوش آمدید، آپ کی رائے پہنچائی جارہی ہے)

ثروت، سوات سے۔ ''تمام پاکیزہ رائٹرز اور قارئین کو سلام۔ میں عمرے پر جارہی ہوں۔ انشاءاللہ آپ سب کو یاد رکھوں گی۔ بہنوں کی محفل میں تمام بہنوں سے ملاقات ہو جاتی ہے اور سب کے سکھ دکھ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ عذرا رسول صاحبہ کا انٹرویو ہمیں بے حد پسند آیا تھا۔'' (شکریہ)

نیلوفر عباسی، نیویارک ...... برادرم قمر علی عباسی کی ای میل مجھے تاحال نہیں ملی ہے جو انہوں نے کتاب سے متعلقہ بھیجی تھی۔

عارفہ مسعود، لاہور کینٹ۔ خوش آمدیدٗ آپ کی نشان دہی بالکل درست ہے مگر آج کل اردو میں ایسے الفاظ کثرت سے استعمال ہو رہے ہیں جن کا مطلب لوگ اپنے حساب سے لیتے ہیں۔ ہاں، آپ آئندہ بھرپور تبصرے کے ساتھ شرکت کریں تو مجھے خوشی ہوگی۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

مسز نوشیرواں، راول پنڈی نے قارئینِ پاکیزہ سے استدعا کی ہے کہ ان کے تین سالہ بیٹے کے لیے کوئی آزمودہ، مجرب دعا یا علاج بتائیں۔ ان کا بچہ پیدا ہونے کے بعد رویا نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں آکسیجن کم رہی یا گلوکوز جس کی وجہ سے وہ اپنا سیدھا ہاتھ نہیں اٹھا پاتا۔ چل نہیں پاتا بظاہر صحت مند ہے۔ بہنیں توجہ دیں کہ اس قسم کے کئی خطوط مختلف شہروں سے میرے پاس آتے ہیں اور بچوں کی عمریں دو سے پانچ سال تک کی ہیں۔

مسز شاداب احمد، کراچی نے قارئینِ پاکیزہ سے یہ پوچھا ہے کہ ان کی تین سالہ بچی کچھ کھاتی نہیں سوائے دودھ یا تھوڑی بہت کھچڑی کے...... اگر وہ اس کو کسی صورت کچھ کھلا دیں تو وہ تھوڑی دیر بعد ہی الٹی کر دیتی ہے۔ اس کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ پانچ سات کلومیٹر کا سفر بذریعہ کار بھی کر لے تو وہ کہیں بھی جا کر الٹی ضرور کرتی ہے۔ بظاہر دبلی پتلی، چاق و چوبند اور ذہین ترین ہے مگر کھانے اور ہضم کرنے کے معاملے میں والدین کو پریشان کر رکھا ہے اور اسے کوئی بیماری بھی نہیں ہے۔ بہنیں توجہ دیں۔

نگینہ بیگم، کراچی سے۔ ''سچی بات ہے نئے ناولوں نے متاثر نہیں کیا۔ عالیہ بخاری اور ذکیہ بلگرامی کے ناول اچھے جا رہے ہیں۔ لبنیٰ عروج کا ناولٹ دلِ بے تاب بہت پسند آیا۔ شازیہ چوہدری کا اضافہ تمام افسانوں پر سبقت لے گیا۔ سیما یاسمین اور شمیم فضل خالق نے اچھا لکھا۔ میمونہ خورشید کی میں چاندسی بھی اچھا ہے۔ رضوانہ پرنس کے لیے گئے انٹرویو کا شدت سے انتظار ہے۔ عذرا رسول صاحبہ کو ہمارا پیغام پہنچا دیں، ان کی پیلے سوٹ والی تصویر ہمیں بہت پسند آئی تھی۔ اسے کسی بھی سرورق میں جگہ دیں۔'' (آپ کی رائے پہنچائی جا رہی ہے)

رخسانہ امجد، ملکوال سے۔ ''باجی میری یہ دلی خواہش ہے کہ میری بیٹی کی تصویر پاکیزہ میں ضرور لگے۔ میں نے اسے اپنی گود میں لے کر تصویر بھی بنوالی ہے۔'' (آپ اپنی تصویر بھیج دیجیے۔ ہم دیکھ لیتے ہیں)

ثمینہ ناز، حیدرآباد سے۔ ''باجی آپ کی سہیلیاں زندگی کے کن کن شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ کبھی اپنی آپ بیتی لکھیں تو ہمیں ضرور بتائیے گا۔'' (گڑیا! اس محفل میں خوش آمدید، میری سہیلیاں زیادہ تر قلم کے شعبے سے ہی متعلقہ ہیں۔ جن سے بے شک ملاقات نہ ہوتی ہو مگر برسوں پرانی دوستی ہے کہ جب بھی بات ہوتی ہے ایک طمانیت سی محسوس کرتی ہوں۔ اللہ میرے چاہنے والے تمام عزیزوں کو ہمیشہ سلامت و خوش و خرم رکھنا، آمین)

رقیہ، شکیلہ، اوچ شریف سے۔ ''عظمیٰ باجی، پاکیزہ کے لیے اپنے افسانے کیوں نہیں دیتیں۔ پاکیزہ ڈائری، میرا انتخاب اور جلترنگ ہمارے پسندیدہ سلسلے ہیں۔'' (پسندیدگی کا شکریہ آپ اور دیگر بہنوں کی فرمائش پر آپ کی عظمیٰ باجی آج کل بہت کچھ لکھ رہی ہیں ماشاءاللہ۔ روزانہ رات کو فون کر کے اپنی روزانہ کی روداد بتاتی ہیں تو مجھے دلی خوشی ہوتی ہے)

صفیہ بیگم، لالہ موسیٰ سے۔ ''پاکیزہ کی سالگرہ کے دونوں نمبرز بہت اچھے لگے۔ مجھے پاکیزہ اس وجہ سے ہمیشہ اپنا لگتا ہے کہ اس میں ہمارے سکھ دکھ تک کا ذکر ہوتا ہے۔ ہمارے علاقے اور ہمارے گاؤں میں بھی پاکیزہ بہت مقبول ہے۔ جلترنگ تو ہم سب کا پسندیدہ سلسلہ ہے۔ جس کو بار بار پڑھتے ہیں۔ سچی بات کہوں



نئی رائٹر کا ناول پڑھ کر مزہ نہیں آ رہا۔ ذکیہ بلگرامی کا ناول اچھا لگ رہا ہے۔'' (پیاری صفیہ نئے رائٹرز کی تحریریں جب شائع ہوں گی تو جب ہی تو وہ پرانے ہوں گے اور نئی رائٹرز اب بڑی محنت سے لکھ رہی ہیں۔ انشاءاللہ آپ کو مزہ آئے گا)

ناہید، ملتان۔ آپ کے دو افسانے پڑھے معذرت خواہ ہوں ناقابلِ اشاعت ہیں۔ آپ، آپ بیتی نمبر کے لیے سچی کہانی کی طرح کوئی بھی واقعہ لکھ کر بھیج سکتی ہیں۔ آپ نے آپ بیتی نمبر کے لیے افسانے کے انداز میں لکھنے کی کوشش کی تھی۔

مسز نوشابہ رئیس، لاہور۔ کیسی ہیں آپ......؟ اب آپ کے شوہر کی طبیعت کیسی ہے اور آپ کی ڈاکٹر بیٹی عظمیٰ کے کیا احوال ہیں......؟

مسز حمیرا، لاہور۔ آپ کی خصوصی مبارک باد عالیہ بخاری اور میمونہ خورشید... تک پہنچا رہی ہوں۔

ثمینہ نسرین، لاہور۔ خوش آمدید، تمہارا طویل خط پڑھ کر مجھے تو ہنسی سی آئی۔ اگر آپ کی سسرال میں سالگرہ منانے کا رواج نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔ اس میں اتنا دکھی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ کراچی آنے کے بارے میں تم نے لکھا ہی ہے کہ جولائی میں آؤ گی۔ تم یوں کرو میرے گھر آ جانا۔ میں تمہاری سالگرہ منالوں گی۔ ہاں گڑیا، میری سالگرہ بھی تو جولائی میں ہوتی ہے اور میں بھی نہیں مناتی۔ چلو تمہارے ساتھ ہی سالگرہ کا گیت دہاڑتے ہوئے دونوں ایک ساتھ کیک کا قیمہ بنا دیں گے۔ اب تو ہنس دو۔

ثمینہ وحید، پنجاب۔ بے شک مراسلات تم بے حد اچھے بھیجتی ہو مگر افسانے میں مزہ نہیں آیا۔ پٹے ہوئے موضوع پر اس طرح لکھا ہے جس طرح بارہا اسی انداز میں شائع ہو چکا ہے۔ دوبارہ کوئی اچھا سا افسانہ بھیجو۔

شاہدہ، ڈی جی خان کا کہنا ہے کہ وہ ڈی جی خان میں مقیم کسی پاکیزہ تبصرہ نگار بہن سے دوستی کی خواہش مند ہیں۔ شاہدہ شاعرہ ہیں اگر کوئی شاعرہ بہن ان سے دوستی کی خواہش مند ہو تو اپنا موبائل نمبر بھیج دے۔

ذوالنورین، ہری پور ہزارہ سے۔ ''اپریل کے شمارے میں آپ نے جس طرح سب بہنوں کو محبت کی مالا میں پرو دیا وہ قابلِ تعریف ہے۔ میں جیسے جیسے نام پڑھتی جا رہی تھی میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی کہ شاید اتنی زیادہ بہنوں میں آپ مجھے بھول گئی ہوں لیکن اپنا نام پڑھ کر مجھے آپ پر ڈھیروں پیار آ گیا۔ عذرا باجی کا انٹرویو بہت زیادہ پسند آیا۔ مئی کا شمارہ عذرا آپی کی باتوں کے بغیر مزے کا نہیں لگا، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلے کو مزید بڑھائیں صرف دو اقساط سے کام نہیں چلے گا۔ کون کیا کر رہا ہے اور سندیسے دونوں سلسلے پسند آئے۔'' (نوازش)

یزمان سیدہ رقیہ، اسماعیل شاہ سے۔ ''آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں، میٹھے اور شائستہ لہجے میں بولتے ہوئے۔ جب آپ کسی کو گڑیا بولتی ہیں تو بہت اچھا لگتا ہے، میں اٹھارہ سال کی ہونے والی ہوں میٹرک کر چکی ہوں اب عالمہ کا کورس کر رہی ہوں۔ آپ پلیز میرے لیے دعا کیجیے گا اور پلیز میرا تبصرہ لازمی شاملِ اشاعت کیجیے گا۔ پہلی بار کسی ڈائجسٹ میں شامل ہو رہی ہوں۔ عذرا آنٹی اور معراج انکل کو میری طرف سے بیسٹ کپل لازمی کہہ دیجیے گا۔'' (آپ کی رائے پہنچائی جا رہی ہے)

روبینہ گل، ہری پور سے۔ ''میں نے پاکیزہ کو بہت کم پڑھا ہے مگر اب سوچتی ہوں دل و روح کی



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پاکیزگی کے لیے اور سکونِ قلب کے لیے پاکیزہ کو اپنا دوست بنالوں اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب پاکیزہ والے خلوص اور دل کی گہرائیوں سے ہمیں اور ہمارے اس امید بھرے خط کو پاکیزہ میں جگہ دے دیں اور ہم پر ایک احسان کریں، میں نے پہلی دفعہ پاکیزہ میں تحریری طور پر شرکت کرنے کی جرأت کی ہے اسی امید کے ساتھ کہ ہمارے پیارے سے پاکیزہ کے پاکیزہ سے لوگ ہمیں ناامید نہیں کریں گے اور ہمیں محبت سے آگے بڑھ کر گلے لگائیں گے اور ہماری حوصلہ افزائی کریں گے۔ ہم تو خلوص اور دل کی گہرائیوں سے پاکیزہ سے بچی دوستی کرنے کے لیے ہاتھ بڑھا چکے ہیں اب دیکھتے ہیں کہ پاکیزہ اور پاکیزہ والے ہمیں قبول کرتے ہیں یا نہیں؟'' (گڑیا! خوش آمدید، اب آپ باقاعدگی سے اس محفل میں شرکت کریں)

امینہ عندلیب، سلانوالی۔ پاکیزہ کا جولائی کا شمارہ دلہن نمبر ہوگا۔ اگست کا رمضان اور ساون نمبر، ستمبر کا عید نمبر ہوگا۔ آپ اور دیگر بہنیں ان نمبروں کے حوالے سے جلد از جلد اپنے مراسلات اور تحریریں بھیجیں۔

صائمہ یاسر، کراچی سے۔ ''میں نے بہت سے ایسے گھرانے دیکھے ہیں جو بظاہر ماڈرن لگتے ہیں مگر اس قدر تنگ نظر ہیں کہ عورت کا رسائل و جرائد پڑھنا معیوب سمجھتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے میرے شوہر یاسر عمران اور سسرالی ایسے نہیں ہیں بلکہ وہ یہ جان کر خوش ہوئے کہ میں لکھتی ہوں۔ انجم آپا اب میں ایک دفعہ پھر باقاعدگی سے آپ کے رسالے میں چھپنے کے لیے مراسلات بھیجا کروں گی۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ میرا نام صائمہ شاہ کے بجائے صائمہ یاسر ہوا کرے گا۔'' (جی ضرور)

رابعہ فیاض قادری، کراچی سے۔ ''پاکیزہ کے ذریعے ہر ایک کا حال احوال پتا چل جاتا ہے تو دل کو تسلی ہو جاتی ہے۔ آپ نے سالگرہ کے پاکیزہ میں تمام بہنوں کے نام لیے مگر مجھے بھول گئیں، لازمی بات ہے مجھے دکھ ہوا مگر یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ ہم کون سا رائٹر ہیں۔ بہرحال افسوس اپنی جگہ...... دکھ تو جب بھی ہوا جب بچھڑنے والوں میں چاندنی عمران کا اور شازیہ چوہدری کا نام دیکھا' اتنی پیاری رائٹر شازیہ کا دکھ تو آج بھی تازہ ہے مگر چاندنی اتنی اچانک گئیں کہ یقین نہیں آتا۔ اللہ ان کی اور تمام مرحومین کی مغفرت کرے اور ان تمام کی قبروں کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے، آمین۔ آنٹی میں عمرہ کر کے 28 مارچ کو واپس آ گئی، میرے ساتھ امی' میری ساس اور علی رضا اور شوہر گئے تھے۔ یہ پانچ افراد کا مختصر قافلہ 6 مارچ کی ایک چمکتی دوپہر کو جہاز میں سوار ہوا، دل خوشی سے جھوما جاتا تھا مسکراہٹ ہونٹوں سے جدا نہیں ہوتی تھی۔ جب ہم صبح صبح مسجد الحرام پہنچے تو دل زور زور سے دھڑک رہا اور اشک بہہ رہے تھے۔ کانپتے قدموں سے بیت اللہ کے سامنے پہنچے تو کتنی دیر تو یقین ہی نہیں آیا بس بے یقینی سے کعبہ کو تکتی رہی۔ خیر خوب رو رو کر گڑگڑا کر خدا سے معافی بھی مانگی اور دعائیں بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے، آمین۔ مدینے کے سفر کے کیا کہنے جب مدینے میں داخل ہوئے اور مسجد نبویؐ کے مینار نظر آئے تو دل جھوم اٹھا، دور سے چمکتے مینار رحمت کا پیغام دے رہے تھے۔ اگلے دن صبح ہم مسجد نبویؐ گئے اور جب گنبدِ خضریٰ کے سامنے بیٹھ کر درود و سلام پڑھا تو کیا لطف کیا سکون کیا رحمت ہے واللہ اس کے سامنے دنیا کی تمام آسائشیں ہیچ ہیں وہاں جا کر پتا چلا کہ دنیا میں دل لگانے کے لیے کچھ اور بھی ہے اور آپ کو بتاؤں میرا بیٹا علی رضا ماشاء اللہ پونے دو سال کا ہے' اس عمر میں بچے بولنا سیکھتے ہیں اور علی پورا کلمہ اور درود شریف پڑھتا ہے۔ کعبے کے طواف میں علی ہمیشہ ہم دونوں کے ساتھ ہوتا اور بلند آواز سے کلمہ پڑھتا لوگ رک رک کر دیکھتے۔'' (آپ کو بے حد مبارک باد اور اپنے بیٹے کی پیشانی پر ہماری طرف سے بوسہ دیجیے گا۔ اللہ آپ کو اس کی خوشیاں دکھائے، آمین)



طلعت رانا، چیچہ وطنی سے۔ ''سب سے پہلے آپ کو اور تمام اسٹاف ٹیم، عذرا رسول صاحب، تمام رائٹرز بہنوں' پاکیزہ کے لیے محنت اور دعائیں کرنے والوں مجھ سمیت کو دلی طور پر سالگرہ مبارک ہو۔ اپریل، مئی کے سالگرہ نمبر میرے سامنے ہیں ان کی سج دھج لائقِ تحسین ہے ان کی سلیکشن لاجواب ہے۔ آپ کی آواز بہت خوب صورت ہے۔ آپ کا پُرشفیق انداز مُرلا ہی تو گیا۔ آپ کی محبت، شفقت، دریا دلی، ہمدردانہ رویہ اپنی بہنوں سے پیار ہمیشہ یاد رہے گا اور خدا کرے یہ انداز و پیار تاحیات قائم رہے اور ہم جیسے بکھرے لوگ مستفید ہوتے رہیں۔ کبھی کبھی سوچتی ہوں اتنی بے لوث' بے غرض محبت و پیار توجہ اس دور میں کہاں ملتی ہے خدا آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے کہ چار پانچ سال کی غیر حاضری کے باوجود نام سنتے ہی آپ نے فوراً پوچھا کہاں غائب ہو، اتنی اہم تو میں گھر والوں کے لیے بھی نہیں' ہائے رے بدنصیبی اسی غلط فہمی میں عمر یا بیت گئی۔ اس دفعہ تمام مستقل سلسلے بڑے ہی دلچسپ و رنگین رہے۔ خصوصاً سند لیسے کتنا زبردست رہا۔ عظمیٰ آفاق سعید نے بہنوں کا سروے بہت دلچسپ ترتیب دیا۔ میرا انتخاب پر آمنہ حماد اور پاکیزہ ڈائری پر عظمیٰ آفاق بہت محنت کرتی ہیں۔ آپ کو اس کامیابی پر مبارک ہو۔ ناچیز کو شاملِ بزم کر لیجیے گا کہ ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں۔ روحانی سلسلے میں قسم خدا واحد کی جو بارہ کلمات لکھے گئے پڑھ کر ندامت، شرمندگی، تاسف سے روئی ہوں۔'' (شکریہ)

شگفتہ شفیق، کراچی سے۔ ''سالگرہ نمبر ملا، پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اس ماہ ڈائجسٹ میں دو خاص اٹریکشن ہیں ایک تو فسانہ نہیں حقیقت ہے یعنی عذرا رسول کی خوب صورت باتیں جو رضوانہ پرنس نے ماہرانہ چابکدستی سے صفحۂ قرطاس پر بکھیری ہیں۔ بے حد حسین تصاویر سے مزین اس انٹرویو کے دوسرے حصے کا بے حد بے چینی سے انتظار ہے۔ دوسرا سالگرہ کا تحفہ ہمیں بہنوں کی محفل میں ملا۔ آپ نے جو سالگرہ کی مبارک باد دی ہے سب کو تو بہت ہی اچھا لگا۔ ایسا ڈائریکٹ رابطہ ہر ایک کو یاد رکھنا۔ ہر ایک کے لیے الگ ستائشی جملے اور الفاظ بھی اتنے برجستہ اور پیارے کہ جنہیں پڑھ کر ہر بہن کا دل کھل اٹھا ہوگا کم از کم میرا تو یہی حال ہوا۔ یہ بس آپ کا ہی کمال اور محبت ہے لیکن آپ کو بتاؤں کہ ہم سب بھی آپ کے لیے دل سے محبت اور قدردانی رکھتے ہیں اور ایسی بے تکلفی کہ اپنی ہر بات آپ سے بہ آسانی شیئر کرتے ہیں۔ خدا آپ کو صحت مند و سلامت رکھے، آمین۔ اس بار اداریہ بھی بڑا زبردست ہے، افسانوں میں اقبال بانو، میمونہ خورشید، رضوانہ پرنس، نیلم احمد بشیر، نگہت اعظمی کے افسانے بہت زیادہ پسند آئے۔ نور العین ساحرہ کا افسانہ بالکل اچھا نہیں لگا۔ سلسلے وار ناول ابھی نہیں پڑھے ہیں مستقل سلسلوں میں جلترنگ بے مثال لگا۔ تحریروں کی قوسِ قزح بھی دلچسپ رہا، رنگا رنگ جوابات پڑھنے کو ملے۔ رخ چوہدری کے والد صاحب کے انتقال کا پڑھ کر بے حد رنج ہوا۔ اللہ پاک ان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور والد صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین ثم آمین۔ آپ سے نمبر لے کر میں نے عظمیٰ خورشید صاحبہ سے بات کی تھی اُن سے بات کر کے دل دکھ سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبرِ جمیل سے نوازے، آمین۔ اقبال بانو اور عذرا پروین کو اپنی اپنی کتابوں کی اشاعت مبارک ہو۔ ندا ندیم کو نوید سیٹھی کے ساتھ شادی مبارک ہو۔'' (شکریہ)



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

رفاقت جاوید قاضی، اسلام آباد سے۔ ’’میں آپ کے زیرِ نگرانی شائع ہونے والے پاکیزہ کی بہت پرانی مداح ہوں۔ پاکیزہ کی شب وروز ترقی قابلِ ستائش ہے۔ باہر کے ملکوں میں میرا جانا جس گھرانے میں ہوا وہاں پاکیزہ کو بڑی آن بان سے موجود پایا اور میں ایک عجیب سی خوشی اور فخر سے پھولی نہ سماتی تھی۔ دور دراز رہائش پذیر ہمارے پاکستانی بہن اور بھائی پاکیزہ اور دوسرے اردو ادبی رسالوں کے ذریعے اپنی نئی نسل کو اپنے کلچر سے روشناس کرانے میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ آپ کی محنت اور لگن سے شائع ہونے والے پاکیزہ کو بہترین صدقۂ جاریہ کا مقام حاصل ہے۔ جس کا ہر پہلو بامعنی ہر انداز باوقعت اور قابلِ آفریں ہے۔‘‘ (رفاقت بہن اس محفل میں خوش آمدید، آپ اپنی تحریروں کی فوٹو اسٹیٹ کے بجائے اوریجنل کاپی ارسال کیجیے۔ پڑھ کر ضرور رائے دی جائے گی۔ ہاں پسندیدگی کے لیے ممنون ہوں)

بشریٰ سہیل، یو اے ای سے۔ ’’شمارے کی خاصے کی چیز عذرا رسول کا انٹرویو تھا، عذرا رسول بے شک ایک بہت ہی خوب صورت خاتون ہیں اگر رضوانہ ان کی قبل از شادی معراج رسول سے ملاقاتوں کا تذکرہ غائب کر دیتیں تو اچھا تھا۔ گو کہ آخر میں انہوں نے وضاحت کر دی کہ یہ تعلیمی ملاقاتیں تھیں۔ محبت ہم سفر میری کی آخری قسط اچھی رہی، شیریں کا ناول اپنے مخصوص انداز میں شروع ہوا، راحت وفا کا ناول ابھی روانی کی کمی کا شکار ہے۔ رضوانہ پرنس کا قربتوں کی دوری، بہت شاندار جا رہا ہے۔ خوشبو کا سفر میں اب تو ہارون پہ غصہ آنے لگا ہے اور زارا کی حد سے زیادہ سادہ دلی پر بھی..... اب تحریر یکسانیت کا شکار ہو رہی ہے۔ ذکیہ بلگرامی کا ناول حسبِ معمول شاندار تھا، لگتا ہے آخر میں ارسلہ سے بھی رافع کی شادی ہوگی۔ میں چاندنی اچھا جا رہا ہے مگر اس میں کس قسم کا گھرانہ دکھایا گیا ہے، اتنا زیادہ شادی پر ہنگامہ کہاں ہوتا ہے یا اب پاکستان میں ایسے ہی بے باکی بڑھتی جا رہی ہے۔ اس دفعہ کے سروے بالکل مزے دار نہیں تھے۔ جلترنگ کے حارے خاکے بہت اچھے تھے خاص کر کبھی کبھی، روحانی مشورے بھی اس مرتبہ بہت بہترین تھا باقی سارے سلسلے حسبِ معمول لگے۔ شیریں نے اپنے ناول میں ایک جگہ سلام کا جواب وسلام لکھا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔‘‘ (پیاری بشریٰ تبصرے کا شکریہ۔ عذرا رسول اپنا انٹرویو دینا ہی نہیں چاہتی تھیں اور جب انہوں نے بہنوں کی فرمائش پر اپنا انٹرویو دیا تو انہوں نے تو کوئی بھی بات نہیں چھپائی۔ اس قسم کے انٹرویوز میں عموماً لوگ جھوٹ بولا کرتے ہیں مگر عذرا نے اپنے قارئین کے ساتھ ہر بات شیئر کی جو کہ بہت بڑی بات ہے اور اس بات کے لیے ہمارے قارئین بے حد خوش ہیں)

نادیہ خان، ضلع وہاڑی سے۔ ’’میری ... تمام لڑکوں اور لڑکیوں سے درخواست ہے کہ پلیز موبائلز کا غلط استعمال نہ کریں اور نہ ہی دلوں سے کھیلیں، ٹائم پاس کرنے کے اور بھی بہت سے ذریعے ہیں برائے مہربانی اس ذریعے کو چھوڑ دیں، اس کھیل میں کسی کی جان بھی جا سکتی ہے۔ پاکیزہ سے میرا رشتہ بہت پرانا ہے۔ یہ ایک ایسا رسالہ ہے جو مائیں خود اپنی بیٹیوں کو پڑھنے کے لیے دیتی ہیں۔ ہم گھر میں چونکہ صرف دو افراد رہتے ہیں ایک میں اور ایک میری امی۔ میں ماہنامہ جاسوسی میں ہر ماہ تبصرے لکھتی ہوں۔ اب اگر آپ نے جگہ دی تو آپ کی محفل میں بھی ہر ماہ شرکت کریں گے۔ آنٹی مجھے آپ کے ناولز بہت پسند ہیں۔ شیریں حیدر کے قلم میں جادو ہے، ان کی تحریریں پڑھ کر ہم پہ سحر طاری ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک ہماری رائٹرز کو اچھی صحت اور لمبی زندگی



دے (آمین) آمنہ حماد کا انتخاب بہت اچھا تھا۔ جبکہ پروین عذرا تشنہ کی شاعری عمدہ ہے۔‘‘ (شکریہ)

مسز حمیرا عارف، لاہور سے۔ ’’آج اس محفل میں پاکیزہ کے دیرینہ ساتھی اور قدردان والدین کی بیٹی کی حیثیت سے شریک ہونا چاہتی ہوں۔ میری امی کو ہمیشہ سے کتابیں پڑھنے کا بڑا کریز رہا ہے۔ میرے ابو نے امی کے شوق اور لگن کو اس خلوص سے پروان چڑھایا کہ جیسے اپنی 45 سالہ مثالی رفاقت کو۔ پاکیزہ کا پہلا شمارہ 1974ء میں ابو نے امی کو بطور سرپرائز گفٹ کے طور پر دیا۔ امی اکثر بتاتی ہیں کہ بشریٰ رحمٰن کا ناول ’’پیاسی‘‘ پاکیزہ کا پہلا قسط وار ناول تھا۔ پاکیزہ ناول بھی امی کو اب تک یاد ہے۔ میرے ابو کا تعاون رسالہ خرید کر دینے تک محدود نہیں رہا بلکہ ابو نے ہمیشہ پاکیزہ کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ میں نے اکثر ابو کو کہتے سنا کہ پاکیزہ کا معیار ہمیشہ ہی بہت اچھا رہا ہے۔ رواں سال 13 جنوری کو میرے پیارے ابو حبیب احمد راجپوت کا شریکِ حیات، اولاد اور پاکیزہ سے ساتھ چھوٹ گیا۔ بارہ دن کی علالت کے بعد میرے ابو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ میرے ابو اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ پاکیزہ کے روحانی مشورے کے بے حد مداح تھے۔ ہر ماہ نئے رسالے کی ابتدا ابو نے روحانی مشورے سے ہی کی۔ باقاعدگی سے فوٹو اسٹیٹ کروا کر عزیز واقارب کو دیا کرتے تھے۔ انجم آپا! اگر یہ خط شاملِ اشاعت ہوا تو میں اس کو آپ کی طرف سے ابو جان کے انتقال پر امی اور اپنے لیے پُرسا سمجھوں گی۔‘‘ (اللہ تعالیٰ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ہماری قارئین بہنیں ان کے لیے ضرور مغفرت کی دعائیں کریں گی)

انیلا شاہین بانو، لاہور سے۔ ’’اداریے اور دین کی باتوں سے فیض یاب ہونے کے بعد بہنوں کی محفل پڑھنے کا موقع ملا تو یوں لگا جیسے اپنوں سے ملاقات ہو گئی۔ ثنا مظہر کا افسانہ غرورِ حسن ان لڑکیوں کے لیے باعثِ اصلاح ہے جو آئیڈیل کے فریب میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ شازیہ چوہدری کی تحریر پڑھتے ہی دل اداس ہو گیا اور آنکھیں نم۔ وہ واقعی قابلِ مصنفہ ہیں۔ سعدیہ کا کردار متوازن سوچ کا حامل تھا۔ واقعی دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ لبنیٰ عروج نے اتنے خوب صورت انداز میں لکھا ہے کہ شروع سے آخر تک ایک سحر طاری رہا۔ شکر ہے پریشے گھر واپس آ گئی اور علی رضا کو بھی اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا..... ورنہ جاہل بہنوں نے تو اپنے بھائی کا گھر برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ سیما یاسمین مجتبیٰ کا افسانہ میں ادھوری قدرے فلسفیانہ انداز لیے ہوئے تھا۔ بہر حال جذبوں کی ناپائیداری کا احساس دلا گیا۔ شیریں حیدر پنجاب کے جاگیردارانہ نظام کی درست عکاسی کر رہی ہیں۔ گاڑی اور گھر والی ہلکی پھلکی شوخ تحریر رہی۔ ریما علی سید کی پیٹ اور کوکھ عمدہ تحریر تھی۔ دولت مند لوگ روپوں سے لوگوں کی مجبوریاں خرید لیتے ہیں۔ ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کا ناول اگر ملنا نہیں ہمدم ایک بے مثال تحریر ہے۔ رافع کی ذاتی زندگی مشکلات کا شکار ہو چکی ہے اور قسمت ایک بار پھر رافع کو ارسلہ کے سامنے لے آئی ہے مگر ارسلہ کے دل پر بوجھ بڑھ گیا۔ رضوانہ پرنس نے بھی اچھا لکھا۔ ابینہ کو بیٹی کی موت کا صدمہ سہنا پڑا۔ جلترنگ کا خاکہ میرا شوق اچھا تھا۔ واقعی چہرے پڑھنا بھی ایک آرٹ ہے۔‘‘ (پسندیدگی کا شکریہ)

ریحانہ شہزاد، کراچی سے۔ ’’امید ہے آپ بالکل خیریت سے ہوں گی۔ اداریے سے ہر مہینے کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ملتا ہے اگر میں یہ کہوں کہ پاکیزہ میرا رہنما ہے... دوست ہے تو یہ غلط نہ ہوگا زندگی گزارنے کا جو



Scan & PDF EJAZ AHMED Friends-Korner.com

## کبھی خوشی کبھی غم

میری زندگی میں سات جون جب آتا ہے غم پھر سے تازہ ہو جاتا ہے۔ انتیس مئی کا دن ہمارے لیے خوشیوں کا پیغام لے کر آیا سب گھر والے بے حد خوش تھے کہ بیس سال بعد میرے گھر میں کوئی ننھا بچہ آیا تھا۔ یہ میری اکلوتی بیٹی کا پہلا بیٹا دانیال تھا۔ میرے شوہر، بچے کے دادا، دادی، تایا، پھپھیاں سب ہی مسرور تھے۔ اکلوتے ماموں نے بھانجے کے گھر آنے سے پہلے محلے میں مٹھائی بنوا دی غرض کہ گھر میں خوشیاں رقص کر رہی تھیں غم کا کوئی تصور نہیں تھا۔

جب میرے بڑے بھائی شفیع الدین حیدر کو میرے نواسے کی پیدائش کی اطلاع ملی تو بے انتہا خوش ہوئے (وہ حبیب بینک میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے) اور میٹنگ سے فارغ ہوتے ہی فوراً... آغا خان اسپتال پہنچے۔ بچے کو دیکھ کر خوب پیار کیا۔ میری بیٹی، داماد کو مبارک باد دی اور بچے کو ڈالر دیے۔ گھر آ کر میری والدہ سے کہنے لگے۔ امی جان نیر کا بیٹا تو نیر تاباں ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوب صورت بچہ نہیں دیکھا اسی لیے روپے کے بجائے میں اس کو ڈالر دے کر آیا ہوں۔ (نیر میرے داماد کا نام ہے اور وہ ڈالر میری بیٹی نے سنبھال کر رکھا ہوا ہے)

میری بھابی کہنے لگیں۔ آپ اکیلے چلے گئے مجھے نہیں لے گئے تو کہنے لگے۔ بھئی تم کل ڈرائیور کے ساتھ چلی جانا، مجھے تو کل تاشقند کے لیے روانہ ہونا ہے۔

اور دوسرے دن وہ لیکچر دینے کے لیے تاشقند روانہ ہو گئے۔ (کیونکہ ورلڈ بینک والوں نے ان کو ہائر کیا ہوا تھا) ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہنسی خوشی روانہ ہونے والا یہ شخص اب شہرِ خموشاں جانے کے لیے آئے گا۔

ابھی ہم بچے کی پیدائش کی خوشیاں بھی صحیح سے نہیں منا سکے تھے کہ سات جون کو اچانک اطلاع آئی، میرے پیارے بھائی روڈ ایکسیڈنٹ میں موقع پر ہی مالکِ حقیقی سے جا ملے...... ساتھ ایک ڈاکٹر لڑکی (جس کی ایک ماہ پہلے شادی ہوئی تھی) وہ بھی موقع پر مالکِ حقیقی سے جا ملی اور جس کی موت لکھی ہوتی ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے اور جس کو بچانا ہوتا ہے اللہ میاں اس کو ہر حال میں بچا لیتے ہیں۔ میرے بھائی کے ساتھ بھی یہی ہوا جب وہ لیکچر دے کر واپس آ رہے تھے تو آگے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پیچھے ایک اور صاحب بیٹھے تھے، راستے میں کہنے لگے آج بہت تھکن ہو رہی ہے۔ پیچھے والے نے کہا سر آپ پیچھے آ جائیں آرام کر لیں۔ کچھ دور جا کر گاڑی روکی گئی بھائی جان پیچھے آ گئے، وہ صاحب آگے چلے گئے اور جب ایکسیڈنٹ ہوا تو وہ صاحب اور ڈرائیور دونوں کو معمولی چوٹیں آئیں اور میرے بھائی جو پیچھے آ کر بیٹھے تھے وہ اور روڈ کراس کرتی ہوئی لڑکی دونوں ختم ہو گئے۔

تاشقند سے پاکستان ڈیڈ باڈی آنے میں پانچ دن لگے۔ وہ پانچ دن بیوہ ماں، بہن، بھائی اور ان کے بچوں نے کس طرح گزارے وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی ہوں۔ بارہ جون کو ڈیڈ باڈی آئی اور میرے پیارے بھائی کو سخی حسن کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اس وقت لکھتے ہوئے بھی مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے کل کی بات ہے۔ دنیا اسی کا نام ہے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے۔

مرسلہ: رفعت مبین رفی، کراچی

سلیقہ پاکیزہ نے دیا ہے وہ کوئی اور ڈائجسٹ نہیں دے سکتا۔ پہلی دفعہ اپنی خالہ سے پاکیزہ لے کر پڑھا تو پھر اس وقت سے لے کر اب تک میرا اور پاکیزہ کا ساتھ ایک دوست ایک رہبر کی طرح ہے۔ پاکیزہ پڑھتے ہوئے مجھے پانچ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب بڑھتے ہیں تبصرے کی جانب۔ لبنیٰ عروج کا ناولٹ اے ون تھا وہ بہت اچھا لکھتی ہیں محبت کرنے کی کبھی کبھی بہت بڑی سزا ملتی ہے جسے پریشے کو علی رضا نے دی مگر آخر میں وہی ہیپی دی اینڈ۔ کم از کم علی رضا جیسے انسان کو نارسائی کا دکھ ملنا چاہیے تھا۔ اپنا فیورٹ ناول اگر ملنا نہیں ہمدم پڑھنا بہت اچھا لگ رہا ہے۔ ناول شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں شیریں حیدر، ایک تھی نیناں' راحت وفا کے زبردست ناول ہیں، بالکل اے ون ہیں..... باقی سارے افسانے بھی ٹھیک تھے بھئی سارے پسند آئے۔ شازیہ چوہدری کا افسانہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ وہ آج بھی ہمارے درمیان اپنی تحریروں کی بدولت زندہ ہے۔ خوشبو کا سفر کچھ خاص نہیں لگتا۔ اب آنٹی جی آپ سے اتنا پوچھنا ہے کہ میں نے کچھ افسانے لکھے ہیں' کیا وہ میں پاکیزہ کے لیے بھیج دوں۔" (جی ضرور)

✍ نیلم مقصود، گوجرانوالہ سے۔ "بہنوں کی محفل میں شرکت کرنے کی از حد خوشی ہے، وجہ یہ کہ پہلی مرتبہ پاکیزہ میں کچھ بھیجا اور فوراً پذیرائی بخشی گئی۔ میں کافی عرصے سے پاکیزہ کی قاری ہوں لیکن خط پہلی بار لکھ رہی ہوں، وجہ اقبال بانو کا ناولٹ' ہم تمہارے ہیں اقبال بانو ایک منجھی ہوئی اور سینئر رائٹر ہیں لیکن اس ناولٹ کا اختتام کچھ کمی اور تشنگی لیے ہوا تھا۔ ثوبان کا کردار موجودہ دور کا ایک بہت نازک اور سنجیدہ مسئلہ ہے لیکن اس کا اختتام حقیقت سے ہٹ کر تھا۔ ایسی صورت میں بہترین تو یہ تھا کہ اس گھر میں سے کسی سے بھی لڑکی کا شادی کروانا بنتا ہی نہ تھا لیکن اگر ایسا کیا تو ضروری تھا کہ ثوبان کو ہدایت دی جاتی، بہر کیف مجھے اس ناولٹ کا اینڈ در حقیقت ڈرامائی اور غیر حقیقی لگا۔ باقی نئے ناولز میں رائٹرز کی پہلی قسط میں ہی قاری پر گرفت مضبوط لگ رہی ہے اور اس ماہ عذرا رسول صاحبہ کا انٹرویو پاکیزہ کی جان رہا۔" (تبصرے کا شکریہ)

✍ صائمہ سجاد بنگش، کوہاٹ سے۔ "فائزہ شہزاد کو بیٹی کی شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ بہت دل کرتا ہے آپ سے اور شمیم فضل خالق سے ملنے کو کچھ ایسے حالات بنائیں کہ ملاقات ہو سکے۔ مسز سیدہ نورین سے اتفاق کرتے ہیں، پاکستانی فنکاروں نے بے حیائی کی انتہا کر دی ہے ایک زمانہ تھا جب 8 بجے والے پی ٹی وی کے ڈرامے کے لیے سڑکیں سنسان ہو جایا کرتی تھیں لوگ خبرنامہ تک کتنے شوق اور رغبت سے دیکھتے تھے۔ وہ ڈرامے آج بھی دیکھیں تو دلوں کے تار چھو لیتے ہیں، اب تو بے حیائی کی انتہا ہے صرف دس پندرہ سالوں میں پاکستانی ڈراموں سے حیا، غیرت، شرم اور کہانی سب کچھ ختم ہو گیا۔ اور اس سب فساد کی جڑ کیبل اور موبائل ہے، لوگوں میں مروت نام کو نہیں رہی۔ پہلے ایک فون لائن ہوتی تھی سب یوز کرتے تھے کہیں آنا جانا' ملنا ملانا گھر کے سربراہ طے کرتے تھے۔ چھوٹے بڑے کا احترام تھا۔ اب تو لوگ مہمان کو بلائے جان سمجھتے ہیں کسی کے گھر جانا ہو بتا کر جاؤ، فون کرو تو لوگ سی ایل آئی پر نمبر دیکھ کر فون ہی نہیں اٹھاتے یا پہلے سے ہی بہانے پلان کر لیتے ہیں۔" (ہر طرف یہی کچھ ہو رہا ہے۔ شکایت کرنے کے بجائے اپنے آپ کو سب بدلیں)

✍ صائمہ مشتاق، سرگودھا سے۔ "میری بی ایڈ کی ورکشاپ ہو رہی تھی اس میں مصروف رہی، بھائی لیبیا گیا ہوا تھا۔ وہاں کے حالات تو آپ کو پتا ہی ہوں گے۔ گھر میں بہت پریشانی رہی۔ شکر ہے خدا کا کہ وہ وطن واپس پہنچ گیا مگر اتنے عرصے میں پاکیزہ منگواتی رہی ہوں۔ اپنے مراسلات دیکھ کر... خوشی ہوتی تھی، شکریہ۔ ایک گلہ ہے کہ اپریل میں بہنوں کی محفل میں آپ نے ہر بہن کا نام لیا سوائے میرے...... مگر ناراض اس لیے نہیں ہوں کہ بھول چوک ہو جانے پر آپ نے پہلے ہی معذرت کر لی۔ آپ نے ہم سے جدا ہو جانے والی بہنوں کے لیے دعائے مغفرت بھی کروائی۔ آنٹی اگر میں اس دنیا میں نہ رہوں تو آپ میرے لیے بھی دعا



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کروائیں گی؟ تب تو نہیں بھولیں گی؟ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی کوئی دعا کرنے والا ہوتا ہے۔ اجازت چاہتی ہوں۔'' (پیاری گڑیا، میں صرف تمہارا نام لینا نہیں بھولی بلکہ ہزاروں بہنوں کے نام لینا بھول گئی۔ انشاء اللہ آئندہ سال بشرطِ زندگی...... میں کوشش کروں گی کہ بہنیں مجھ سے ایسی شکایت نہ کریں جو اس سال ہوئی)

فریدہ افتخار، پشاور سے۔ ''آج کا ایک واقعہ لکھ رہی ہوں، ایک چودہ سالہ رکشا ڈرائیور کا جو صدر سے مجھے گھر پر ڈراپ کرنے آیا۔ میں گاڑی سے نہیں گئی تھی۔ میرا والٹ معلوم نہیں کس وقت میری سائڈ پاکٹ سے نکل کر سیٹ پر گر چکا تھا۔ کرایے کی رقم میرے ہاتھ میں تھی۔ آدھے گھنٹے بعد کالونی کا گارڈ میرے گھر آیا اور بیل کر کے والٹ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا کہ یہ رکشے والا دے گیا ہے۔ والٹ میں اچھی خاصی رقم کے علاوہ میرا ڈرائیونگ لائسنس، آئی ڈی کارڈ، کلب کارڈ اور بہت کچھ تھا۔ میں ابھی بھی ناامید نہیں ہوں کہ ساری دنیا بے ایمان نہیں ہے۔ اب میری یہ کوشش ہے کہ اس رکشے والے بچے کو پہچان کر کچھ انعام دوں اور اس کے والدین سے مل کر ان کی عظمت کو سلام کروں جن کا یہ سپوت ہے۔'' (بالکل)

فصیحہ آصف خان، ملتان سے۔ ''سالگرہ نمبر کم از کم میرے لیے تو کسی بیش بہا تحفے سے کم نہ تھا۔ صفحۂ اول سے آخر تک کہکشاں سی بکھری ہوئی تھی۔ جس میں عذرا رسول کی چاند کی طرح دمک رہی تھیں۔ واہ کیا زبردست تصاویر سے سامنا ہوا اور اس سے زیادہ داستانِ چاہت کا دلفریب بیان، رضوانہ نے تو گویا کمال پہ کمال ہی کر دیا۔ اگلی قسط میں بھی ایسی ہی جاندار، شاندار تصاویر لگایئے گا پلیز...... اقبال بانو، کی تحریر میں قدرے تشنگی کا احساس ہوا، جانے کیوں، اگر ملتا نہیں ہمدم، رافع جیسا کرو گے ویسا بھرو گے کہ مصداق عفت سے نبرد آزما ہے۔ عورت کے کتنے روپ ہیں۔ کہیں پارسا تو کہیں بے حیا اگر ارسلہ اس کی قسمت میں ہے تو مل کر رہے گی، رافع کی لگن سچی لگتی ہے۔ نیلم جی کی اے، بی، سی، ڈی سچائی پر مبنی تحریر تھی۔ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی اشد ضرورت ہے۔ بے آبرو ہونا اسی کو کہتے ہیں، ہونہہ یہ مرد... بندگی، کا اختتام انتہائی پُراثر رہا، مریم نے اپنے نام کی لاج رکھ لی۔ شیریں صاحبہ نے ایک بار پھر سحر میں جکڑنے کے لیے خوب صورت الفاظ کا جال بچھایا ہے۔ بہت خوب، نور صاحبہ کی یادیں، رُلا گئیں۔ سونیا نے غلط فیصلے کیے اور روگی بن گئی، ملتانی بہن راحت وفا کی ایک تھی نیناں ابھی کوئی خاص تاثر قائم نہ کر سکی۔ آگے پڑھنے پر شاید مزیدار ہو جائے۔ قربتوں کی دوری اچھی جا رہی ہے۔ گلاب لمحے محبت کے لافانی اچھوتے جذبے کو اجاگر کر گئی۔'' (نوازش)

اور اب اجازت دیجیے اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ارضی وسماوی آفات، تمام پریشانیوں اور شیطانوں کے شر سے بچا کر رکھے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ اور عافیت کے ساتھ صرف اپنا محتاج رکھے۔ آمین ثم آمین۔

دعاگو، آپ کی اپنی باجی
انجم انصار

# پاکیزہ ڈائری
عظمیٰ آفاق سعید

## حمدِ باری تعالیٰ

شہ رگ سے بھی قریب ہے تو میرے کبریا
تیرے لیے زمان و مکاں کی بھی حد نہیں
تشبیہہ کس سے دوں تیرے حسن و جمال کی
خلقت کی پیرہن میں تیرے خال و خد نہیں
ہر در جو بند ہو تو تیرا در کھلا رہے
کوئی اپیل تیری عدالت میں رد نہیں
ہر اک محاذِ فکر پہ ثابت ہوئی یہ بات
تو حاصلِ جنوں ہے متاعِ خرد نہیں
یوں تو خیالِ غم سے لرزتی ہے سانس سانس
تو پاس ہو تو خوفِ عذابِ لحد نہیں
تو اس قدر عظیم ہے یارب کہ بس نہ پوچھ
حد تو یہ ہے بتوں کو بھی تجھ سے حسد نہیں

شاعر: ناطق جعفری
مرسلہ: امینہ عندلیب، سلانوالی

## نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

وہ خامشی میں، حروفِ بیان میں روشن
وفورِ شوق کی ہر داستان میں روشن
بنائے حرفِ تسلی نظر نظر کے لیے
چراغ عزمِ دلِ نیم جان میں روشن
جو بے سکونی میں بنتے ہیں حوصلہ میرا
وہی نبی ﷺ ہیں دلِ شادمان میں روشن
انہی کے نام سے چمکی زمین کی قسمت
انہی کا نور ہر ایک آسمان میں روشن
مہک بھی ان کی الگ اور جدا اجالا بھی
ثنا کے لفظ یقین و گمان میں روشن
یہ قوم ہاشمی نسبت پہ ناز کیوں نہ کرے
مرے رسول ﷺ ہیں اس خاندان میں روشن
جسے زمانہ سمجھتا ہے معجزے کی چمک
درودِ پاک ہے میرے مکان میں روشن

شاعرہ: نورین طلعت عروبہ
مرسلہ: شگفتہ ناصر، فیصل آباد

## انمول خزانہ

1 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
جس شخص نے وضو سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو اس کا سارا بدن گناہوں سے پاک ہو گیا۔ (الحدیث)

2 بسم اللہ والحمد للہ
جس شخص نے وضو کرتے ہوئے یہ کلمات پڑھے تو جب تک وضو باقی رہے گا تو فرشتے اس کے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ (طبرانی)

3 لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
جو شخص وضو سے پہلے یہ کلمات پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر قطرے کے بدلے میں ایک ایک فرشتہ پیدا فرمائے گا جو قیامت تک کلمہ پڑھتے رہیں گے اور ان سب کا ثواب اس شخص کو ملے گا۔

مرسلہ: ناہید بنت نور، واہ سیمنٹ ورکس



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

## انٹرویو کارنر

مجھے جبیں ہاشمی کہتے ہیں۔ میرا تعلق بھیرہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں پنڈی کوٹ سے ہے۔ میری شادی سرگودھا سے 2 فروری 2000ء میں ہوئی۔ میرے میاں سید مردان شاہ میرے فرسٹ کزن بھی ہیں۔ پنڈی کوٹ گاؤں نہیں قصبہ کہہ لیں۔ جہاں پر آج سے گیارہ سال پہلے تعلیم نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ لڑکیوں کو پانچویں تک گورنمنٹ اسکول میں پڑھاتے پھر گھر بٹھا لیتے۔ لڑکیوں کو مزید تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر ایک ماں بھی تعلیم سے روشناس ہو جائے تو ایک خاندان سنوار سکتی ہے۔ اس طرح ایک خاندان سے کئی نسلیں سنور سکتی ہیں لیکن کیسے؟ سب سے پہلے میں نے اپنے میاں سے یہ بات شیئر کی انہوں نے مجھے بھرپور تعاون کا یقین دلایا کہ وہ اس مشن میں میرے ساتھ ہیں۔

اللہ کا نام لے کر گاؤں کی عورتوں کو اپنے گھر بلایا۔ انہیں تعلیم کے حوالے سے احادیث کا ترجمہ سنایا کہ کس طرح عورتوں کی تعلیم پر اسلام نے زور دیا ہے۔ یہ بھی بتایا کہ تعلیم حیوان کو بھی انسان بناتی ہے۔ تعلیم تمیز سکھاتی ہے۔ بگڑے ہوئے معاشرے کو سلجھاتی ہے۔ وغیرہ، وغیرہ لگ رہا تھا کہ میری باتیں ان پر اثر کر رہی ہیں۔ اثر ہو بھی گیا۔ دوسرے دن 15 سال تک کی لڑکیاں پڑھنے کے لیے آ گئیں۔ قاعدے، تختیاں اپنے پاس سے خرید کر پڑھانا شروع کیا۔ اس طرح تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ میری محنت رنگ لائی۔ مارچ 2001ء تک 60 عورتوں بچوں اور بچیوں کو اس قابل بنا دیا کہ وہ بجلی کا بل، سودا سلف، ٹائم دیکھ سکتی تھیں۔ ان میں شادی شدہ عورتیں بھی تھیں۔ آج میں جس مقام پر ہوں۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے اور پاکیزہ سے دوستی کا صلہ ہے۔ ہر انسان کی کامیابی کے پیچھے کسی نہ کسی کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے۔ میری کامیابی کے پیچھے آپی انجم انصار کا ہاتھ ہے۔ ان کی پاکیزہ میں شائع باتیں میرے حوصلے بلند کرتی ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں ڈھیروں کامیابیوں سے نوازے ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر رہے، آمین۔

از: جبیں ہاشمی، بھیرہ

## انٹرویو کارنر

میرا نام ماریہ فاروق ہے۔ تعلیم ایم اے، ایم ایڈ۔ گزشتہ 18 سال سے ٹیچنگ کے شعبے سے وابستہ ہوں تقریباً دس سال سے پاکیزہ کی مستقل قاری ہوں لیکن اس میں لکھنا ابھی کچھ مہینے پہلے شروع کیا ہے۔

عنیزہ سید، فائزہ افتخار اور اقبال بانو کی تحریریں شوق سے پڑھتی ہوں۔ پسندیدہ کلر سفید، تیز گلابی اور میرون ہے۔ کھانوں میں سادہ کھانے پسند کرتی ہوں۔ ایک بیٹا ہے مدثر علی، ماشاء اللہ بہت ذہین ہے۔ زندگی میں دکھ قریبی رشتے داروں کی طرف سے بہت زیادہ ملے اور سکھ بہت کم۔ آخر میں اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

اُن کے دم سے جاری ہے روشنی کا یہ سفر
جو انسان چراغ کی صورت جہاں میں رہتے ہیں

ماریہ فاروق...... ریتی روڈ اباڑو

صاحب بضد تھے کہ گاڑی وہ خود چلائیں گے۔ ڈرائیور کو انہوں نے پاس بٹھا لیا۔ راستے میں کئی بار صاحب اونگھ گئے، ایک بار تو انہوں نے اپنا سر اسٹیئرنگ وہیل پر تقریباً ٹکا ہی دیا۔

ڈرائیور نے ڈرتے ڈرتے ان کا کندھا ہلایا اور بولا۔ ''سر! آپ بے شک بہت اچھی ڈرائیونگ کر رہے ہیں لیکن وہ بدتمیز درخت بہت تیزی سے ہماری طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔''

مرسلہ: زریں زبیر کوٹھاری، کراچی

## نظم

یاد بہت تم آؤ گے
تنہائی میں رُلاؤ گے
وصل کے لمحات کا
اب ذکر کیا بیان کیا
ہجر کا ہے دور یہ
جدائی میں آنکھ اشکبار
بچھڑ کے تم سے کیا جیے
بس خود پہ ہم ہنسا کیے
کٹی پتنگ کی طرح
یہاں اڑے وہاں گرے
منزل فریب دے گئی
ہم راہ کی دھول میں رہے
پشیماں ہوئے کیا تم بھی
تنہا مجھے یوں چھوڑ کے؟

شاعرہ: خالدہ نسیم، یو کے

## ماں

☆ کسی نے پوچھا ماں کیا ہے؟

☆ سمندر نے کہا ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اولاد کے لاکھوں راز سینے میں چھپا لیتی ہے۔

☆ بادل نے کہا ماں ایک دھنک ہے جس پر رنگ نمایاں ہیں۔

☆ پانی نے کہا ماں گلشن کا وہ پھول ہے جس میں خوب صورتی ہے۔

☆ دعا نے کہا ماں وہ شخصیت ہے جو ہر وقت اولاد کے لیے دعا مانگتی رہتی ہے۔

☆ جنت نے کہا ماں وہ ہستی ہے کہ میں بھی اس کے قدموں کے نیچے ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے کہا ماں وہ ہستی ہے جو میری طرف سے نایاب تحفہ ہے۔

مرسلہ: فریدہ جاوید فری، لاہور

## اپنے شوہر کے نام سالگرہ کا گفٹ

یہ میری ساری زندگی ہے اس کے نام
زندگی کی ہر خوشی ہے اس کے نام
پیار سے میں نے جلا رکھے ہیں جو
ان دیوں کی روشنی ہے اس کے نام
میری زلفوں کے گھنیرے سائے بھی
روپ کی یہ دھوپ بھی ہے اس کے نام
نام اس کے میرے جذبوں کے گلاب
میرے دل کی ہر کلی ہے اس کے نام
میرا ہر اِک رنگ ہے اس کے لیے
میری ہر اِک سادگی ہے اس کے نام
ذہن جو کچھ سوچتا ہے اس کا ہے
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے اس کے نام
وہ ہے میرا اور میں اس کی ہما
اپنی ہر چاہت لکھی ہے اس کے نام

شاعرہ: سعدیہ ہما شیخ، سرگودھا

## سالگرہ پر فرمائش

بیگم نے فرمایا:
اس سالگرہ تگڑی شاپنگ کروایے گا
صاحب بولے:
خدارا نہ ہمارے ضبط کو آزمایئے گا
بیگم نے کہا:
بس اس سالگرہ آٹھ دس سوٹ لینے ہیں
صاحب بولے:



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پھر انہیں کم بخت درزی کو سینے بھی تو دینے ہیں
بیگم نے کہا:
لوں گی اس دفعہ میں گولڈ کی چوڑیاں
صاحب بولے:
کہاں سے لاؤں خریدنے کو روپوں کی بوریاں
بیگم نے کہا:
اس سالگرہ میں فیشل کرواؤں گی شیرٹن کے پارلر میں
صاحب بولے:
رحم کرو کماتا نہیں ہوں میں ڈالر میں
بیگم بولی:
اس دفعہ لال قلعہ میں تو پارٹی کریں گے
صاحب بولے:
اور بل کیا تمہارے اباجان بھریں گے
بیگم جل کر بولی:
اب نہ مجھ سے کبھی بات کرنا تم
صاحب بولے:
قسم ہے اپنی بات سے کبھی نہ مکرنا تم

ازطرف: شمائلہ سہیل جاوید، کراچی

## فرمائش

ہوائی جہاز میں پہلی مرتبہ سفر کرنے والے ایک صاحب کو الٹیاں آئے جا رہی تھیں۔ آخر ائر ہوسٹس ان کے قریب آئی اور ہمدردانہ لہجے میں بولی۔ ''سر...... !میں آپ کے لیے کچھ لاؤں؟''

''ہاں......'' ان صاحب نے ہانپتے اور کراہتے ہوئے کہا۔ ''میرے لیے ایک ائرپورٹ لے آؤ۔''

مرسلہ: روبینہ سید، کراچی

## فارغ اب نہیں ہیں ہم

سنا ہے تم یہ کہتے ہو
وہ میرے غم سے بوجھل ہے
تب ہی محفل سے اوجھل ہے
کسے فرصت پڑی ہے یاں
تمہارا غم منانے کی
بہت مسئلے بڑے جھگڑے
ہمیں آنکھیں دکھاتے ہیں
فارغ اب نہیں ہیں ہم
ابھی تو اپنے زخموں سے
لہو رس رس کے بہتا ہے
کبھی فاقہ کشی کے ساتھ
مہنگائی کی آفت ہے
کبھی میرے اپنوں کا
سڑک پہ خون بہتا ہے
جو مرتا ہے وہ میرا ہے
جو زخمی ہے وہ میرا ہے
جس کا گھر اجڑتا ہے
وہ بھی میرے دل میں رہتا ہے
تمہاری یاد تو جاناں
فرصت میں ہی آتی ہے
فارغ اب نہیں ہیں ہم

شاعرہ: شگفتہ شفیق، کراچی

## ذات

موسموں کی طرح
بدلے ہیں
حالاتِ زندگی
کہیں اب بھی
خزاں کا رنگ باقی ہے
ذات پر میری

شاعرہ: فرحت جمال، کراچی

# گئے دنوں کا سراغ لے کر

نیلوفر عباسی

تیاریاں زوروں پر تھیں ۱۴ اگست آنے والی تھی اور دوسرے محلوں کی طرح ہمارے محلے میں بھی یوم آزادی دھوم دھڑ کے سے منایا جاتا۔ کسی سال لڑکے گھروں سے چندہ کر کے قوالی کا اہتمام کرتے تو کسی برس قومی نغموں کا مقابلہ ہوتا اور اس بار سنا تھا کہ کسی زبردست ورائٹی پروگرام کا انعقاد ہے۔ کئی دن پہلے سے گلی کے درمیان میں اسٹیج بن رہا تھا۔ سجاوٹ ہو رہی تھی، پوری گلی ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سبز و سفید جھنڈیوں سے آراستہ کر دی گئی تھی۔

میں اور میری ہم عمر لڑکیاں اس ورائٹی پروگرام کے حوالے سے بڑے پُرجوش تھے کیونکہ اس وقت ورائٹی پروگرامز یا اس نوعیت کے فنکشن ذرا کم کم ہی ہوتے تھے البتہ ممی، ڈیڈی اور ماموں کے ساتھ مشاعرے اور ادبی محفلوں میں اکثر شریک ہوتے۔

۱۴ اگست روایتی آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا۔ ریڈیو پر قومی نغمے بج رہے تھے۔ گلیوں، محلوں میں بھی قومی نغمے مائکروفون پر گائے اور بجائے جا رہے تھے لیکن ہم کو تو شام کا انتظار تھا کہ دن ڈھلے اور ورائٹی پروگرام شروع ہو۔ اللہ اللہ کر کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ روشن جگمگاتے اسٹیج پر منتظمین لڑکوں میں سے کسی نے مائک سنبھالا اور پروگرام کا آغاز کیا۔ ورائٹی پروگرام میں جو کچھ ہوتا ہے۔ اس میں بھی وہی تھا۔ گانے، مزاحیہ خاکے، لوک رقص اور کامیڈی...... کامیڈی آئٹمز پیش کرنے والے نوجوان نے سب کا دل جیت لیا۔ نوعمر، دبلا پتلا،



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اسمارٹ، سوٹڈ بوٹڈ یہ لڑکا اپنے گروپ میں بالکل منفرد اور جدا تھا۔ مہذب لب ولہجہ، شائستہ اور شستہ مذاق...... یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ پرفارمنس کسی گلی میں منعقد ورائٹی پروگرام میں ہو رہی ہے بلکہ کسی عالی شان شو کا حصہ معلوم ہو رہی تھی اور اسی لیے اس لڑکے کا نام سب ہی لوگوں کے ذہن میں رہ گیا ”معین اختر......“ آہستہ آہستہ معین اختر کراچی کی محفلوں کی جان بن گئے۔ کوئی ورائٹی شو اُن کے بغیر مکمل نہیں سمجھا جاتا تھا اور پھر جب ٹیلی ویژن کا آغاز کراچی میں ہوا تو معین اختر اپنی خوب صورت، برجستہ اور شائستہ کامیڈی کے ذریعے ہر سمت چھا گئے۔

معین اختر صرف کامیڈین نہیں تھے وہ بہت اچھے کمپیئر، گلوکار، نغمہ نگار اور کمپوزر بھی تھے۔ ڈراما آرٹسٹ بھی غضب کے تھے۔

ریڈیو، ٹی وی یا فلم ہو تو کسی غلطی پر آپ وہ شاٹ یا مکالمہ دوبارہ بھی ریکارڈ کروا سکتے ہیں لیکن اسٹیج وہ واحد میڈیم ہے کہ جہاں جو جملہ منہ سے جیسا نکل گیا وہ واپس نہیں ہو سکتا۔ معین اختر اسٹیج کے بادشاہ تھے۔ ہزاروں، لاکھوں کا مجمع ہو اُن پر کسی قسم کی کوئی نروس نیس طاری نہیں ہوتی تھی۔ وہ بلا دھڑک اسٹیج پر آتے، پرفارم کرتے اور لوگوں کے دل جیت لیتے۔

دلیپ کمار جیسے عظیم آرٹسٹ نے کہا۔ ”میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ معین اختر میرا انٹرویو کر رہے ہیں۔“

معین اختر سے کراچی ٹی وی اسٹیشن پر اکثر ملاقات ہوتی تو اُن کا مخصوص جملہ تھا۔ ”بھئی بڑے زبردست ڈرامے کر رہی ہیں...... کبھی اسٹیج کے لیے بھی وقت نکالیں۔“

”کیا کروں معین، اسٹیج ڈرامے کے لیے وقت بہت چاہیے ہوتا ہے اور یونیورسٹی کی پڑھائی میں تو ٹی وی ڈرامے بھی مشکل سے کر پاتی ہوں اور پھر اسٹیج پر تو بڑے بڑے آرٹسٹ کام کرتے ہیں۔“ میں اُن کی طرف اشارہ کر کے کہتی تو وہ کہتے۔

”گھسیٹے گھسیٹے ہمیں کانوں میں گھسیٹے۔“

معین اختر ہمیشہ مہذب لہجے میں معیاری زبان استعمال کرتے جس طرح ان کی پرفارمنس میں ایک معیار تھا اسی طرح ان کی روزمرہ زندگی میں بھی ایک خاص قسم کا رکھ رکھاؤ تھا۔ ہمیشہ خوش لباسی کو اپنایا۔ اچھے کپڑے، عمدہ جوتے، سلیقے سے سنورے بال معین اختر کی پرسنالٹی کا خاصہ تھے۔ وقت کے ساتھ ہر ایک میں تبدیلی آتی ہے کسی میں زیادہ کسی میں کم لیکن معین پر وقت نے کوئی خاص اثر نہیں ڈالا تھا۔ جس کا راز وہ مطمئن اور خوش رہنے میں مضمر جانتے تھے۔

اگست 1971ء میں قاسم جلالی اور عشرت انصاری کو ایک اسٹیج شو ”سچ جمع جھوٹ بٹا دو“ کی ذمے داری سونپی گئی۔ دونوں پاکستانی ٹی وی کے باصلاحیت پروڈیوسر تھے۔ شو کو بہترین بنانے کے لیے اس وقت کے تمام نامور آرٹسٹوں کو بک کیا گیا اور اسٹیج شو تھا تو بھلا معین اختر کا نام سرِفہرست کیوں نہ ہوتا۔ اسی شو کے دوران میری معین اختر سے صحیح معنوں میں جان کاری ہوئی۔ جب آپ اکٹھے کام کرتے ہیں تو ایک دوسرے کے مزاج، عادت واطوار کا بہتر اندازہ ہوتا ہے۔ معین اسٹیج پر چھائے ہوئے تھے اس کے باوجود وہ شو کی ریہرسل انہماک اور نہایت توجہ سے کرتے۔ چھوٹے سے چھوٹے جملے کی ادائیگی اور move کا خاص خیال رکھتے۔ سیٹ پر ہنستے ہنساتے اور دلچسپ چٹکلے سنا کر ماحول کو خوشگوار بھی بنائے رکھتے۔ یہ شو ہوٹل میٹروپول کے اسٹیج پر ریکارڈ ہوتا۔ اس کی کاسٹ میں راجو جمیل، جمیل الدین عالی صاحب کے بیٹے بھی تھے۔ دریا دل ہر وقت پیسے خرچ کرنے پر تیار کبھی ساتھی آرٹسٹوں کو میٹروپول میں لنچ کرا رہے ہیں تو کبھی ولیج میں کھانا ہے پوری کاسٹ کا۔ بہت سے لوگ مالِ مفت دلِ بے رحم کے مقولے پر عمل کرتے ہوئے راجو جمیل سے لنچ ڈنر اڑاتے رہتے مگر معین اختر اس بات پر بے حد کڑھتے۔

”یار راجو، یہ تم کیوں بیکار میں اتنے پیسے اڑاتے ہو۔ سب آرٹسٹوں کو پی ٹی وی سے چیک ملتے ہیں، ایک تم ہی کیوں؟“ مگر راجو نے کب ان باتوں کی پروا کی تھی۔

اسی شو کے دوران جب راجو جمیل نے باقاعدہ دوپٹا اور مٹھائی لا کر مجھے بہن بنایا تو معین اختر بھی پیچھے نہیں رہے اور کہا کہ ”ایک آج سے تمہارے دو بھائی ہیں۔“ اور پھر عمر بھر اسے نبھایا بھی۔ معین کی شادی میں، میں واحد آرٹسٹ تھی جو شریک تھی علاوہ ان کے عزیزوں کے، میں نے پوچھا۔

”معین تم نے ریڈیو، ٹی وی سے کسی اور کو نہیں بلایا؟“

”نہیں بھئی، ایک کو بلاؤ اور دوسرے کو نہیں تو ناراضیاں ہو جاتی ہیں۔“ معین نے وضاحت کی۔

”تو پھر مجھے کیوں بلایا؟“

”تم آرٹسٹ تھوڑی، میری بہن ہو۔“ معین نے میرا مان بڑھا دیا۔

معین اختر اور میں ریڈیو کا ایک کمرشل پروگرام کرتے تھے۔ ریکارڈنگ ایک پرائیویٹ اسٹوڈیو میں ہوتی تھی۔ معین اختر کا عروج کا زمانہ، مصروفیت ہی مصروفیت لیکن ریکارڈنگ کا جو وقت ہوتا معین کبھی اس سے لیٹ نہ ہوتے۔ نہ آ کر دوسری ریکارڈنگ میں جانے کا شور مچاتے پوری توجہ اور لگن سے کام کرتے۔

اکثر کہتے۔ ”نیلوفر ریڈیو پر بولنا میں آپ سے سیکھتا ہوں۔ آپ میں خداداد صلاحیت ہے۔“

میں شرمندہ ہو کر کہتی۔ ”معین یہ کیا کہہ رہے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن صلاحیتوں سے نوازا ہے ان کا تو شمار ہی نہیں۔“

وہ سنجیدگی سے کہتے۔ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو الگ الگ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔“ اللہ تعالیٰ پر یقین واعتماد اُن کی کامیابی کا راز تھا۔

قمر علی عباسی کے وہ بڑے دلدادہ تھے۔ اکثر اتوار کو گیارہ بجے کے قریب آتے اور پھر عباسی صاحب کے ساتھ لمبی نشست رہتی اور جب ہی معلوم ہوا کہ وہ ادب کے بھی شیدائی ہیں۔ پسندیدہ ادیبوں کی تحریریں پڑھنا ان کا سب سے عزیز مشغلہ ہے عباسی صاحب کے تمام سفرنامے ان کے پاس موجود تھے جن پر گاہے بہ گاہے ”تنقید بھی ہوتی رہتی تھی۔

میری شادی کے بعد معین نے مجھے کبھی تم نہیں ہمیشہ آپ کہا۔ کہتے تھے بہنوئی کا ادب لحاظ ضروری ہے۔ خاندانی اقدار کے وہ قائل تھے۔

ہم لوگ امریکا سیٹل ہو گئے فون پر کبھی کبھی اُن سے بات ہوتی ہر بار کہتے۔ ”اب کے پاکستان آئیں تو میرے گھر کا پروگرام رکھیں، میں گاڑی بھیج کر پک کروا لوں گا۔“ ہم بھی وعدہ کر لیتے مگر وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے۔ ہم تو نہیں جا پاتے مگر وہ قمر علی عباسی کی کتابوں کی رونمائی میں اب باقاعدگی سے آنے لگے تھے اور یہی تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات بن جاتی تھی۔

۱۲ دسمبر 2009ء کو اُن سے آخری ملاقات ہوئی تو پھر اسی وعدے کی تجدید کہ ”اگلے برس آئیں تو میرے گھر ضرور آنا ہے......“ مگر اب وعدہ وفا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ

گئے دنوں کا سراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ
عجیب مانوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

# کون کیا کررہا ہے

مہتاب خان

## کترینہ کیف اور سوناکشی

بالی وڈ اداکارہ کترینہ کیف اور دبنگ ہیروئن

سوناکشی سہنا کے درمیان ابھی جنگ جاری ہے۔ سوناکشی سہنا نے کترینہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا مگر کترینہ کسی بھی طرح موڈ میں نہیں ہیں کہ وہ سوناکشی کے ساتھ اپنے معاملات طے کریں۔ ہوا یوں کہ دبنگ گرل نے بیوٹی کوئن کو ایس ایم ایس کیا کہ وہ تمام اختلافات بھلا کر پھر سے دوست بن سکتی ہیں۔ مگر کترینہ نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی اور سوناکشی کے میسج کا جواب تک نہیں دیا۔ ایک رپورٹ کے مطابق دبنگ گرل نے کترینہ کیف، کرینہ کپور، ایشوریا رائے اور پریانکا چوپڑا کو پاپولیریٹی میں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

## سلمان خان اور زرین خان

بالی وڈ سپر اسٹار سلمان خان نے اپنی فلم ویر میں زرین خان کو لانچ تو کیا ہی تھا لیکن اب وہ ان کی قدم قدم پر رہنمائی بھی کر رہے ہیں۔ سلمان، زرین خان کا فلمی کیریئر بنانے میں پوری طرح سے مدد کر

رہے ہیں اور انہیں فلمی دنیا میں کامیابی کے تمام گر سکھا رہے ہیں۔ زرین خان نے سلمان خان کی فلم ریڈی کے لیے ایک آئٹم نمبر بھی ریکارڈ کرایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ سلمان کے قریبی دوست ساجد کی فلم ہاؤس فل ٹو میں بھی لیڈ رول کر رہی ہیں۔ زرین خان ہر کسی سے یہ کہہ رہی ہیں کہ سلمان نہ ہوتے تو نہ جانے



ان کا کیا ہوتا۔ دوستی نبھانا خاص طور پر لڑکیوں کے ساتھ کوئی سلمان سے سیکھے۔

## مادھوری کا روپ

بالی وڈ کی اداکارہ کترینہ کیف اب مادھوری کا روپ دھاریں گی۔ وہ فلم میرے برادر کی دلہن میں

ایک آئٹم سونگ میں مادھوری کا روپ دھاریں گی۔ اس بارے میں کترینہ نے ایک انٹرویو میں کہا کہ میں فلم میرے برادر کی دلہن کے آئٹم سونگ میں مادھوری کا روپ دھاروں گی۔ مجھے امید ہے کہ اس گانے سے شائقین پر سحر طاری کردوں گی۔ میں نے رقص کی ریہرسل شروع کر دی ہے، میرے اس فلم میں فلم تیزاب کے گانے ایک دو تین کی طرح پرفارم کرنے کے بعد شائقین شیلا کو بھول جائیں گے۔ میں نے فلم تیس مار خان میں شیلا میں مادھوری کی طرح رقص کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوئی۔ تاہم اب ضرور کامیاب ہوں گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ یش راج بینر کی فلم ہے۔ مجھے اس فلم کی شوٹنگ کے دوران بہت مزہ آیا۔ اس میں میرے ساتھ عمران خان بھی کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ادتیا چوپڑا چاہتے ہیں کہ یہ فلم ہر قیمت پر کامیاب ہو۔ انہوں نے اسی وجہ سے آخری وقت میں اس گانے کو فلم میں شامل کرنے کا سوچا۔ میرے ادتیا چوپڑا سے بہت اچھے تعلقات قائم ہو گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے مزید فلموں کی آفر کی ہے لیکن میں ابھی اس فلم کی ریلیز کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گی۔

## اجمیر شریف حاضری

اداکارہ پریانکا چوپڑا اپنی نئی فلموں کی کامیابی کی دعا کے لیے اجمیر شریف پہنچ گئیں۔ پریانکا چوپڑا نے اپنی قریبی دوستوں کے ساتھ مزار پر حاضری دی اور اپنی نئی فلموں ڈون ٹو اور اگنی پتھ کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگیں۔ پریانکا گزشتہ کئی ماہ سے مسائل میں گھری ہوئی ہیں۔ پہلے انہیں صحت کی خرابی کے

Scan & PDF IJAZ AHMED Friends Korner.com

باعث کام چھوڑنا پڑا۔ پھر فلم اگنی پتھ کے سیٹ پر شوٹنگ کے دوران ان کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ تاہم وہ خود کو بچانے میں کامیاب ہوگئیں۔ اس حادثے میں فلم کے ہیرو رہتک بھی معمولی زخمی ہوئے۔ ان واقعات سے پریانکا بہت ڈسٹرب ہو گئیں اور معاملات بہتر بنانے کی خاطر انہوں نے عبادت کرنے اور درگاہوں پر جا کر دعا کرنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے وہ اجمیر پہنچیں جہاں انہوں نے روحانی بزرگ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر حاضری دی۔ انہوں نے مزار پر چادر اور پھول چڑھائے۔ انہوں نے کچھ دیر تنہائی میں خاموش رہ کر اپنے لیے دعا بھی کی۔ بھارت میں ہر مذہب کے ماننے والے ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں، ان میں کترینہ کیف اور شاہ رخ سمیت متعدد فلمی شخصیات شامل ہیں۔

## رانی مکھرجی عامر خان اور کرینہ

بالی وڈ سپر اسٹار عامر خان، رانی مکھرجی اور کرینہ کپور پہلی بار ایک ساتھ نئی فلم میں جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ فرحان اختر اور عامر خان کی مشترکہ پروڈکشن میں بننے والی اس فلم کے سیٹ پر کرینہ کپور نے اس فلم کا حصہ بننے والی اپنی سینئر اداکارہ رانی مکھرجی سے کسی قسم کی مقابلے بازی کے بجائے اُن کی تعریفیں کرنا شروع کر دی ہیں۔ کرینہ کپور کا کہنا ہے کہ وہ رانی کو بحیثیت اداکارہ بہت پسند کرتی ہیں۔ گو کہ اس فلم میں کرینہ اور رانی کا ایک ساتھ کوئی سین نہیں ہے تاہم کرینہ، رانی کی اس فلم میں موجودگی سے بے حد خوش ہیں۔ رانی، عامر خان کے ساتھ اس سے پہلے بھی فلم غلام اور منگل پانڈے میں کام کر چکی ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ جب عامر خان، کرینہ کپور اور رانی مکھرجی ایک فلمی پروجیکٹ میں ایک ساتھ کام کر رہے ہیں۔

## کون بنے گا کروڑپتی

مقبول ریئلٹی گیم شو کون بنے گا کروڑ پتی کا پانچواں سیشن عنقریب شروع ہو رہا ہے اور اس کے میزبان بدستور امیتابھ بچن ہی ہوں گے۔ امیتابھ کا کہنا ہے کہ وہ پچھلے کئی ماہ سے کے بی سی کے پانچویں سیشن کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ جس کا پہلا سیشن سن دو ہزار... میں اسٹار ٹی وی سے پیش کیا گیا تھا۔ یہی پروگرام امیتابھ کا پہلا ٹی وی پروگرام بھی ثابت ہوا۔ پروگرام نے راتوں رات شہرت پائی اور اس کے ساتھ ہی امیتابھ بچن جن کی مارکیٹ ویلیو بھی

اس دوران کچھ کم ہوئی تھی۔ اس پروگرام کے باعث ایک دم بڑھ گئی۔ عوام کے بی سی کی دیوانی ہوگئی۔ لاکھوں لوگ اس پروگرام میں فون کے ذریعے شامل ہونا چاہتے تھے جبکہ آڈیشن کے لیے آنے والے لاکھوں افراد اس کے علاوہ تھے۔ پروگرام کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے اس کا دوسرا سیشن بھی کچھ ہی دنوں بعد شروع کیا گیا۔ تاہم پروگرام کے تیسرے سیشن کی میزبانی شاہ رخ خان کے ذمے لگائی گئی تاہم وہ پروگرام کو اس قدر مقبول نہ بنا سکے جتنا کہ امیتابھ کی شمولیت کے سبب ہوا۔ شاید یہی سبب تھا کہ چوتھے سیشن میں امیتابھ کو واپس بلایا گیا اور یوں پروگرام کا چوتھا سیشن بھی کامیاب قرار پایا۔ اب خبر ہے کہ کون بنے گا کروڑ پتی کا پانچواں سیشن امیتابھ بچن کی میزبانی میں شروع ہوگا۔

## شہرت کا جادو

شائستہ واحدی پاکستان کے ایک نجی ٹی وی چینل کی مارننگ شو کی میزبان ہیں۔ پاکستان کے اکثر گھروں میں صبح کے اوقات میں وہ ایک ہر دلعزیز مہمان بھی ہوتی ہیں۔ جسامت کے لحاظ سے دبلی پتلی شائستہ کا تعلق کراچی شہر سے ہے۔ انہوں نے سندھ میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا ہے مگر طب کو انہوں نے پیشہ نہیں بنایا کیونکہ ان کا رجحان شروع ہی سے ایسے کاموں کی طرف تھا جہاں وہ دوسروں سے منفرد نظر آئیں۔ کچھ الگ کرنے کی خواہش ہی انہیں شو بزنس کی طرف لے آئی۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج شائستہ ایک کامیاب شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ہم عمر اینکرز سے آگے نکل چکی ہیں۔ ڈاکٹر شائستہ واحدی طالب علمی کے دور میں ہی دلہن بن کر پیا دیس سدھاری تھیں۔ والد کے جلد فیصلے سے انہیں

گلہ بھی ہے لیکن اُن کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے کامیابی کے اس سفر میں شادی کو بھی آڑے آنے نہیں دیا۔ اُن کی ایک اور خوبی بھی ہے کہ وہ زندگی کی



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ وہ شہرت بھری زندگی کو دیر پا نہیں سمجھتیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ جب تک ناظرین مجھے پسند کررہے ہیں اس وقت تک ہی میں اسکرین پر نظر آرہی ہوں۔ شہرت کا جادو دیرپا نہیں ہے۔ میں نے خود کو تیار کر رکھا ہے کہ شہرت کبھی بھی کسی بھی وقت ختم ہوجائے گی۔ مجھے اس کی بالکل پروا نہیں ہے۔ یہ مصنوعی زندگی ہے۔ چار پانچ سال بعد ختم ہو جائے گی۔ شہرت چلی گئی تو ہرگز نروس بریک ڈاؤن نہیں ہوگا۔

## عمران، رنبیر آمنے سامنے

عمران خان اور رنبیر کپور کے درمیان لفظوں کی جنگ مشکل ہی سے تھمی تھی مگر لگتا ہے کہ بالی وڈ کے

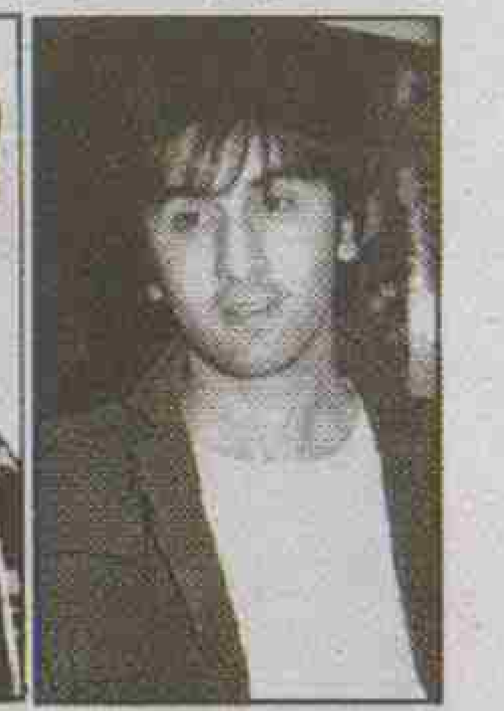

دونوں ستاروں کو یہ جنگ بندی راس نہیں آئی خبر یہ ہے کہ عمران خان کی میرے برادر کی دلہن اور رنبیر کپور کی راک اسٹار ریلیز ہونے کی تاریخ ایک ہی ہے یعنی رواں سال ستمبر۔ اس سے پہلے رنبیر کپور کی راک اسٹار اس سال جولائی میں ریلیز کی جانی تھی مگر فلم کے میوزک ڈائریکٹر .... نے موسیقی مکمل نہ ہونے کی وجہ سے تاریخ میں توسیع کردی۔ میرے برادر کی دلہن اور راک اسٹار دونوں فلموں کی موسیقی دل لبھا دینے والی ہے مگر زیادہ تشویش اس بات کی ہے کہ دونوں فلموں کا میوزک ہٹ ہوتا ہے یا عمران اور رنبیر کی لفظوں کی جنگ۔

## اجے دیوگن کی ایکسر سائز

بالی وڈ اداکار اجے دیوگن نے ایکشن فلم کے لیے ایکسر سائز شروع کردی۔ وہ روہت شیٹھی کی فلم سنگھم کے لیے ایکسر سائز کررہے ہیں۔ اس بارے میں اجے دیوگن نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ میں

ایکشن فلم کے لیے ایکسر سائز کررہا ہوں، میں سکس یا ایٹ پیک نہیں بنا رہا بس خود کو مزید فٹ کر رہا ہوں۔ میں اس فلم میں ایک ایسے بہادر سپاہی کا کردار ادا کررہا ہوں جس کا تعلق گوا سے ہوتا ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ اس فلم کے ایکشن سین میں خود عکس بند کراؤں۔ انہوں نے کہا کہ اس فلم میں میرے ٹرینر اشانت ساونت ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں اس فلم کے لیے مزید وزن کم کروں۔ میں کافی عرصے سے سخت قسم کی ایکسر سائز کررہا ہوں تاکہ فلم کے لیے میرا جسم مشکلات کا عادی ہوجائے۔ میں اپنی خوراک کا



خیال رکھ رہا ہوں اور اپنے ٹرینر کی ہدایت کے مطابق خوراک استعمال کررہا ہوں۔

## فنکاروں کے ساتھ سلوک

کسی ملک میں قوم کی بے حسی کا اندازہ لگانے

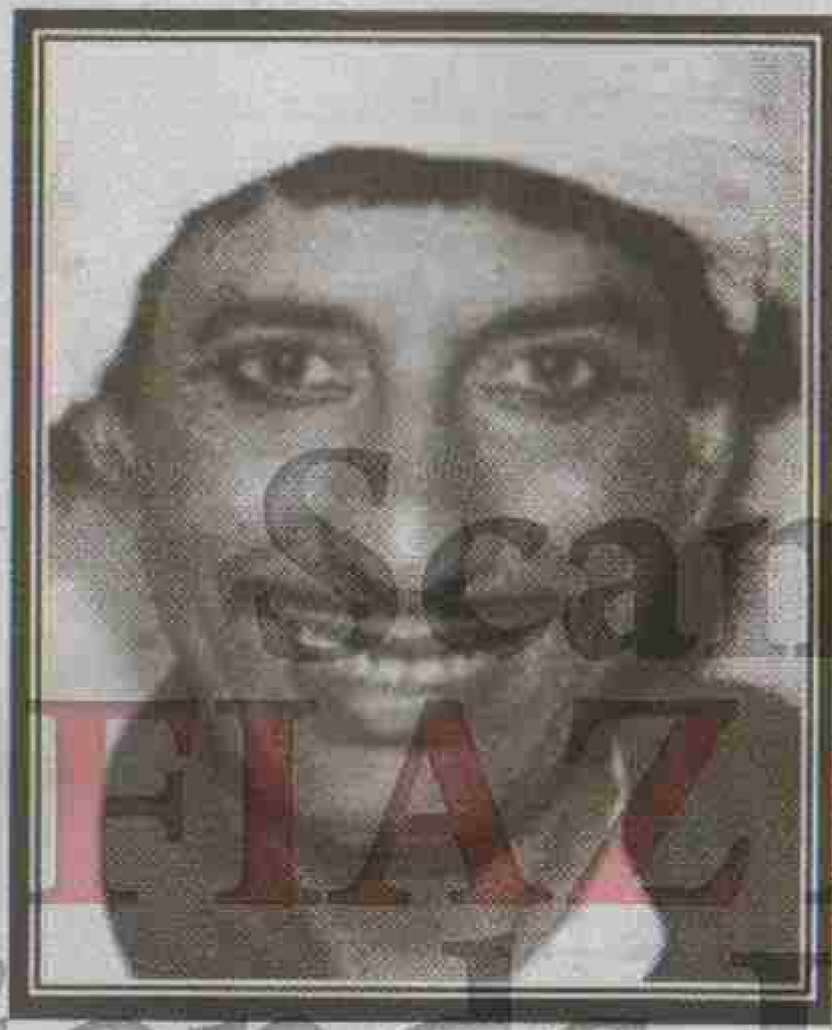

کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ دیکھا جائے کہ اس ملک میں اس قوم کے فنکاروں اور ان ہیروز کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے جو اس ملک کی پہچان ہوتے ہیں۔ تھیٹر، ٹی وی اور فلم کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو تفریح فراہم کرنے والا فنکار مستانہ ستاون برس کی عمر میں بہاول پور کے ایک اسپتال میں انتہائی غربت اور کینسر کے ہاتھوں مارا گیا۔ مستانہ کے مرنے کے ٹھیک پانچ روز بعد ہمارا ایک اور فنکار کامیڈی کا بادشاہ ببو برال باون برس کی عمر میں کئی امراض میں مبتلا ہو کر اور غربت کے سبب اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ اسے ایک نجی ٹی وی چینل پر آکر اپنے لیے مدد کی درخواست کرنی پڑی۔ اسے ایک آدھ سرکاری محکمے نے تھوڑی بہت امداد بھی دی لیکن بہت دیر ہوچکی تھی۔ سندھ کی صوفی موسیقی کا بادشاہ سہراب فقیر دو سال پہلے جگر کے عارضے میں مبتلا ہو کر مقامی معالجوں کے زیر علاج رہ کر مرگیا کسی نے اس کی کوئی مدد نہیں کی یہ وہ فنکار تھا کہ جسے حکومت کی طرف سے پرائڈ آف پرفارمنس کا ایوارڈ بھی دیا گیا تھا۔ سندھ ہی کی ایک اور لوک فنکارہ زینت بڑھاپے اور ناقدری کے ہاتھوں ٹھٹھہ کی گلیوں میں بھیک مانگنے پر مجبور ہوگئی۔ ریڈیو پاکستان نے اس کے لیے وظیفے کا اعلان کیا تھا لیکن وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوجائے۔ زینت پھر فاقے کی دہلیز پر ہے۔ صفی اللہ عرف لہری جن کے مزاحیہ اور شگفتہ جملوں نے ایک طویل عرصے تک ہم سب کو تفریح فراہم کی اور کوئی بھی پاکستانی فلم ان کی شرکت کے بغیر نامکمل سمجھی جاتی تھی۔ آج کل کراچی کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں شوگر کے ہاتھوں ایک ہاتھ گنوا کر فالج میں پڑے ہیں۔ کبھی کبھار ملنے والے عطیے کے سہارے زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ پشتو لوک فنکارہ معشوق سلطانہ پشاور کے ایک کرایے کے گھر میں ذیابطیس کے ہاتھوں لاچار ہے کوئی حال پوچھنے والا نہیں۔

## اداکاری کے جوہر

اپنے سخت گیر رویے کے لحاظ سے مشہور سابق امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس نے اداکاری کے میدان میں قدم رکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ سابق امریکی صدر بش کے دورِ اقتدار میں چار برس تک امریکی وزیر خارجہ رہنے والی کنڈولیزا رائس ایک مزاحیہ ٹی وی شو 30 راک سے اپنے ٹی وی کیریئر کی ابتدا کریں گی۔ اس میں وہ بطور اداکارہ شامل ہوں گی۔ سیاسی حلقوں میں اپنے سخت گیر رویوں کے باعث ان کی اداکاری کے میدان میں شمولیت کو حیران کن خبر قرار دیا جارہا ہے۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

# اے آر وائی ڈیجیٹل کے خوب صورت ڈراموں اور پروگراموں نے اپنی برتری کا احساس ہمیشہ قائم رکھا

م شش خ

اے آر وائی کے خوب صورت ڈراموں اور پروگراموں نے ناظرین کے لیے وقتی پیدا ہونے والا اسٹار پلس کا سحر ختم کر دیا ہے۔ بناوٹی زیورات سے آراستہ یہ ڈرامے اے آر وائی کے تخلیق کردہ ڈراموں کی خوب صورتی کے سحر میں دب کے رہ گئے ہیں۔ اس دفعہ اے آر وائی اپنے چاہنے والوں کے لیے مختلف سوپ سیریلز اور خوب صورت پروگراموں کے ساتھ حاضرِ خدمت ہے۔ سوپ محمود آباد کی ملکائیں پیر سے لے کر جمعرات تک رات ساڑھے سات بجے دکھایا جا رہا ہے، یہ سوپ ایک خالص گھریلو کہانی پر مبنی ہے اسے تحریر کیا ہے ذوہا حسن نے جبکہ ہدایت نفیس نے دی ہیں فنکاروں میں سجل علی، فرح علی، ثنا اسماعیل نتاشہ سلیم اور صبور علی شامل ہیں۔ فلم اسٹار ریشم نے گزشتہ دنوں عوام کے من پسند پروگرام ینگ لے سیزن تھری میں جج کے فرائض انجام دیے۔ ناظرین اس میں ہونے والے رقص کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ ریشم کے علاوہ معمر رانا اور فیصل قریشی نے بھی جج کے فرائض انجام دیے۔ اس کے ہدایت کار کامران خان جبکہ ہوسٹ فہد مصطفیٰ اور کومل رضوی ہیں، یہ پروگرام ہر جمعہ کی رات نو بجے دیکھا جا رہا ہے۔ سوپ خاندانِ شغلیہ بھی اپنی مثال آپ ہے، اس کے ہدایت کار احتشام الدین جبکہ تحریر مصطفیٰ آفریدی کی ہیں۔ یہ دو بھائیوں کی کہانی ہے جو پچھلے دس سال سے حالتِ جنگ میں ہیں۔ اس سوپ کے فنکاروں میں فاروق ضمیر، شکیل، پروین اکبر، صباحت بخاری، جویریہ عباسی، ایمن طارق، عائشہ مرزا، اسفر رحمان، اکبر خان، فائق، خالد ملک، سلیم معراج، آمنہ کریم، سیف حسن، بدر خلیل اور تمنا بیگم شامل ہیں۔ سوپ خاندانِ شغلیہ پیر سے لے کر جمعرات تک روزانہ سات بجے دکھایا جا رہا ہے۔ سیریل پل صراط حلال و حرام، شراب، بدکاری، بیماری جیسے گھناؤنے استعمال پر

تخلیق کی گئی ہے، اسے تحریر کیا ہے قیصر حیات نے ہدایت ندیم صدیقی کی ہیں سیریل، پل صراط کے فنکاروں میں فہد مصطفیٰ، اعجاز اسلم، فاطمہ آفریدی اور آصف رضا میر شامل ہیں۔ یہ سیریل ہر جمعرات کی رات آٹھ بجے دکھائی جا رہی ہے۔

# جلترنگ

انجم انصار

وہ آئیں گھر ہمارے

''نجمہ وہ پھر کب تک چکر لگائیں گی؟'' میں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔ بات فون پر ہو رہی تھی مگر میرا لہجہ یقیناً للچایا ہوا سا تھا۔

''دیکھو ویسے تو وہ بڑی بزی ہیں! میں نے ذکر کیا تھا تمہارا ان سے۔''

''تو کیا بولیں وہ؟'' میں نے پوچھا۔

''سلمیٰ ویسے میں ان کے زیادہ پیچھے نہیں لگتی۔ وہ اپنی مرضی کی مالک ہیں جہاں دل چاہتا ہے وہاں جاتی ہیں اور جہاں ان کا دل راضی نہیں ہوتا وہاں انہیں لاکھ بولیں وہ اس گلی سے نہیں گزریں گی۔'' اب نجمہ تفصیلی بات کر رہی تھی۔

''خیر اب میں فون رکھ رہی ہوں۔ ابھی ابھی وہ آئی ہیں اگر انہیں فوراً ریسیو نہ کرو تو ناراض ہو جاتی ہیں۔'' خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

''سنیں......''

''ہوں سن رہا ہوں۔''

''میں نے آج نجمہ سے بات کی تھی اُن کے لیے۔'' اپنے شوہر سے رات میں سرگوشی کرتے ہوئے بتایا۔

''ارے سلمیٰ چپ ہو جاؤ۔ زور سے مت بولو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اگر کسی نے سن لیا نا کہ تم نے اُن کو اپنے گھر بلانے کے لیے بات چلائی ہے تو تمہیں پتا ہے نہ کیا ہوگا۔ سب کے سب اُن کے پیچھے پڑ جائیں گے اور تمہارا کام رہ جائے گا جو اُن کے آنے سے ہو سکتا ہے۔'' میرے شوہر مجھے بڑے پتے کی بات سمجھا رہے تھے۔

''سلمیٰ تم دراصل بے وقوف عورت ہو۔ اسلم بھائی، اشرف بھائی ہر ایک کے گھر لڑکی بیٹھی ہے اور لڑکیاں بھی ایسی کہ پھلی بھی توڑ کر نہ دیں۔ سو اگر وہ ہماری پروین کو بھی ایسا سمجھیں پھر......؟'' شوہر کی باتیں اب آہستہ آہستہ میری سمجھ میں آ رہی تھیں اور پھر آخر کار میرے بار بار اصرار پر نجمہ نے انہیں میرے گھر آنے پر راضی کر ہی لیا۔

''سنو بچو، آج وہ ہمارے گھر آنے والی ہیں سب گھر صاف کر کے رکھنا، کپڑے ذرا ڈھنگ کے پہننا۔'' میں نے بچوں کو آہستہ سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''امی، ناشتے میں کیا ہوگا؟'' بڑی بیٹی نے سمجھداری کا سوال کیا جو میں گھبراہٹ میں بھولے ہی جا رہی تھی۔

''بیٹا ہر چیز گھر کی ہو تو سلیقے کا پتا چلتا ہے تو دہی بڑے، چھولے، بروسٹ اور لسی ٹھیک رہے گی۔'' میں نے ہدایات دیں اور پھر وہ ہمارے گھر آ ہی گئیں۔ ان کو عزت سے بٹھایا گیا۔ بڑی بیٹی ناشتا لے کر آئی پورے گھر کو چمکا کر رکھا تھا سوائے ایک جگہ دکھائی گئی۔

''بہن ابھی نیا ہی ہم نے گھر بنوایا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ بچیاں سلیقہ شعار، تمیز دار اور تہذیب والی ہیں۔ گھر کو چندن سا بنا کر



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

رکھتی ہیں۔'' میں نے تعریفیں کرنا شروع کیں۔

''وہ تو ٹھیک ہے سلمیٰ بہن لیکن پھر بھی ہر چیز دیکھنا ہوتی ہے۔ لوگ کہاں کے ہیں، شوہر کہاں کام کرتے ہیں، گھر اپنا ہے یا کرایے کا۔ ہر بات کا پتا چلانا ضروری ہوتا ہے۔''

''نہیں نہیں بہن گھر ہمارا اپنا ہے۔ میاں بھی سرکاری ملازم ہیں، نوکری پکی ہے۔'' میں نے تسلی دی۔

''کتنے لوگ ہیں آپ کے خاندان میں یعنی نندیں، دیور......؟''

''ارے ارے اس کی تو پروا ہی نہ کریں۔'' میں نے بات کاٹتے ہوئے انہیں سمجھایا۔ ''ہماری سب سے لڑائی ہے اور ہماری دشمنیاں تو نسل در نسل چلتی ہیں۔''

''میں یہی جاننا چاہ رہی تھی کہ ملنے جلنے والے کتنے لوگ ہیں، آنا جانا کیسا ہے آپ کے گھر؟''

''ارے اس کی تو فکر ہی نہیں کریں آپ۔'' میں نے ہنستے ہوئے انہیں سمجھایا۔

''تو پھر ٹھیک ہے، میں کل سے آپ کے گھر صفائی کرنے اور برتن دھونے آجاؤں گی پر ٹائم میری مرضی کا ہوگا۔'' انہوں نے حامی بھرلی۔

''ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک ہے۔'' اور میں تائید میں سر ہلا رہی تھی۔

## ایسا بھی ہوتا ہے

مسز آصف کا دوسرے اسکول میں ٹرانسفر ہونے والا تھا۔ ہونے والا کیا تھا، وہ خود ہی کروانا چاہتی تھیں۔ اس وقت ہاتھ میں سفارش بھی اچھی تھی کہ جس سے کہہ کر اُن کا کام فوراً ہوجاتا۔ اُن کے جانے کا اسٹاف ممبرز کو جو غم تھا وہ ایک علیحدہ بات تھی مگر وہ اس سے زیادہ یہ سوچ کر ہلکان ہوئی جارہی تھیں کہ ان کو الوداعی پارٹی میں کیا تحفہ دیا جائے۔

''میرے خیال سے ایک اچھا سا شعری مجموعہ دے دیا جائے۔ ایک تو وہ ہمیشہ کنوارے قسم کے شعر پڑھتی ہیں اور دوسرے بے موقع بھی۔ شادی شدہ خاتون کو کم از کم بال بچوں والے اشعار کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ کنوارے شعر تو لڑکی بالیوں کا حق ہوتے ہیں۔'' ایک ٹیچر نے رائے دی۔

''نہیں بھئی، یہ مہنگا آئٹم ہے۔ اچھی قسم کا شعری مجموعہ ڈیڑھ دو سو سے کم میں کیا آئے گا۔'' کھاگ قسم کی ٹیچر نے صاف منع کردیا۔

''کپڑے بہت بے ڈھنگے پہنتی ہیں۔ کتھئی قمیص پر جامنی شلوار اور سرخ دوپٹا اوڑھ لیتی ہیں، کیوں نہ انہیں ایک ڈھنگ کا جوڑا دے دیا جائے۔''

''نہیں بھئی، جاپانی سوٹ بھی مہنگے ہیں اور ان کا جسم بھی اتنا بے ڈھنگا ہوچکا ہے کہ کچھ بھی پہن لیں اچھا نہیں لگتا۔'' بھٹا کھاتے ہوئے ایک معلمہ نے واضح انکار کردیا۔

''اللہ، یہ کرتے ہیں کہ انہیں ایک کلائی کی گھڑی دے دیتے ہیں۔ اب تو گھڑیاں خاصی سستی ہیں۔ اپنی صوفیہ کے فلیٹوں کی دکان پر سیل لگی ہوئی ہے۔ یہ وہاں سے سستی سی لے آئیں گی۔''

''یہ تحفہ مسز آصف کے لیے نہ سہی دوسروں کے لیے یقیناً فائدہ مند ہوگا۔ حد ہوگئی ہے ڈھٹائی کی ہمیشہ کلاس میں دیر سے جاتی ہیں اور پہلے نکل آتی ہیں۔''

''نہیں بھئی، الماس کا جب ٹرانسفر ہوا تھا تو اس کو بھی گھڑی دی گئی تھی۔ اس نے جب خراب کردی تو بعد میں منہ پر مار گئی تھی۔ اب گھڑی کسی کو نہیں دی جائے گی۔ پہلے بھی ایک سو دس روپے ضائع ہوچکے



ہیں۔ پان بہت کھاتی ہیں اور تمباکو بھی بہت پھانکتی ہیں۔ ان کو الائچیاں اور دو چار قوام کی شیشیاں دے دو۔'' جونیئر ٹیچرز نے ہنس کر رائے دی۔

''ارے، جل جائیں گی اور لڑنے مرنے پر علیحدہ اتر آئیں گی۔ لڑاکا کس قدر ہیں، ویگن والے کو پیسے کم دینے کی فکر میں لگی رہتی ہیں ہمیشہ۔ خدا کے لیے اُن کو ایک اچھا سا پرس دے دو...... کس قدر سڑا ہوا پرس ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ساری زپیں ٹوٹی ہوئی، پاکٹ کا استر باہر نکلا ہوا۔ نئے اسکول میں جائیں گی...... کہ معلمہ ہوکر اپنی شناختی علامت (پرس) تک کا خیال نہیں رکھتیں۔''

''ارے، وہ نئے پرس کا بھی یہی حشر کریں گی۔ انتہائی ہولٹ قسم کی خاتون ہیں۔ اسکول سے واپسی پر بدھ بازار میں ہیر و بز، شاپنگ کرتی ہیں اور جب وہ آلو، پیاز اپنے پرس میں بھر کر گھر جائیں گی تو اس کا حشر بھی یہی ہوگا۔''

''اللہ صابن اور جھانواں دے دو۔ کس قدر ان کے پیر غلیظ رہتے ہیں۔ سارا چہرہ میک اپ سے لتھڑا رہتا ہے اور سردی، گرمی ہمیشہ دو پٹی کی چپل میں پیروں پر دس من خاک اٹی ہوتی ہے۔ بھئی اگر میک اپ پیروں پر کیا جاتا تو اس کی صفائی کا خیال بھی رکھتیں۔''

''ہاں یہ تو ہے، صابن اور جھانواں دینا بھی بیکار ہی رہے گا۔ وہ اس کو لے کر کونے میں ڈال دیں گی اور مڑ کر دیکھیں گی بھی نہیں کہ ان کو کس کھو میں پھینکا ہے۔''

''اچھا کوئی سستا سا ڈیکوریشن پیس دے دیتے ہیں۔ چلو بھئی ٹیچرز پچاس پچاس روپے سب نکالیں۔'' ایک ٹیچر لہرا کر بولیں۔

''پچاس روپے...... ہائی گاڈ بہت زیادہ ہیں۔ اس ماہ تو میرا چیک بھی کیش نہیں ہوا۔ میری کمیٹی بھی ابھی تک نہیں ملی۔'' ایک معلمہ رسان سے بولیں۔

''مجھے پانچ ٹیچرز نے ابھی تک چائے کے پیسے نہیں دیے۔'' اسٹاف روم کی چائے کی انچارج نے انتہائی غصے سے کہا۔

''بھئی دو چار دن بعد لینا، آج ہم شاپنگ کرتے ہوئے گھر جائیں گے۔ کس قدر مصیبت ہے اس ماہ تین ٹیچرز کی شادی ہے۔ اس میں بھی چندہ دو اور اب یہ الوداعی پارٹی کا آئٹم بھی ہونے والا ہے۔''

''دیکھنا، اب یہ چلی جائیں گی تو ان کی کلاس بھی سنبھالو اور ان کے پریڈز بھی لو۔ دیکھنا انچارج خود تو ایک پریڈ بھی زیادہ نہیں لیں گی۔''

''واقعی بہت پریشانی کی بات ہے۔ ویسے ہی بچہ بیمار ہے ساس علیحدہ ہمارے گھر آئی ہوئی ہیں۔ ایمان سے بڑھیا نے دماغ خراب کرکے رکھ دیا ہے۔ میں خود پریشان ہوں۔ میاں کا کوئی خط نہیں آیا۔ اسکول دیکھوں، گھر دیکھوں، گھر سے باہر کی ذمے داریاں دیکھوں۔ اب نہیں ہوتا پورا۔ میڈم کو دیکھو تو آج کل مجھے ڈانٹ رہی ہیں۔ صرف دو پریڈ لیٹ تھی جبکہ اُن کی چہیتی روز تین پریڈ لیٹ آتی ہے۔ اللہ مسز آصف سے کہو اپنا ٹرانسفر نہ کروائیں۔''

''ان کی جگہ پتا نہیں دوسری کیسی آئے۔ یہ کم از کم ہائی کلاسز کو تو بہ خوبی پڑھا لیتی ہیں جبکہ نئی آنے والیاں تو صرف اردو اور اسلامیات کے علاوہ کچھ پڑھانے کو تیار نہیں۔''

''ہاں، یہ بات تو ہے۔ کلاس ٹیچر ہمیشہ سے بن رہی ہیں۔ ہمارے دکھ سکھ میں بھی بہنوں کی طرح ساتھ دیتی ہیں۔''

''ہاں یہ بھی ہے۔ نئی ٹیچر نہ جانے کیسی آئے۔



Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

ان کو تو بارہ سال سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کے وجود کے عادی ہو گئے ہیں۔ ایمان سے واپسی پر میرا ٹکٹ ہمیشہ لیتی ہیں۔"

"ہاں بھئی، یہ تو ماننا پڑے گا۔ وہ کم از کم ہم جیسی ہیں۔"

"ہاں اور کیا ہم کون سے ان سے مختلف ہیں۔" مسز رشید نے پان کھا کر اور تمباکو کی پھنکی مارتے ہوئے کہا اور مسز ستار اپنا بھٹا اور پرس سنبھا کر انچارج سے لڑنے چل دیں۔ آج بھی ان کا فری پریڈ لگا دیا گیا تھا۔

## بات کا بتنگڑ

کس قدر سیدھے تھے وہ...... بیوی جو کھانا دیتیں چپ چاپ سر جھکا کر خاموشی سے کھا لیتے۔ اس دن دال سے روٹی کھاتے ہوئے وہ منہ میں آئے کنکر چپ چاپ منہ سے نکال کر ٹرے میں رکھ رہے تھے کہ ان کی بیگم نے دیکھ لیا۔

"اے ہے، یہ بجری کا کیوں ڈھیر لگا دیا ٹرے میں؟"

"یہ دال میں سے نکل رہے ہیں۔" وہ دانتوں تلے آیا کنکر نکالتے ہوئے بولے۔

"اللہ، تین گھنٹے پکائی ہے یہ دال۔ تھک گئی ہیں، نہ جانے آپ کہاں سے یہ دالیں لاتے ہیں۔ مجال ہے کہ کنکر گل تو جائیں۔ سبزی پکانے میں یہی تو آسانی ہے کہ سب کیڑے سبزی کے ساتھ گھٹ جاتے ہیں۔ نامراد نظر آ کر دل تو نہیں جلاتے مگر یہ کنکر...... توبہ، ناک میں دم کر دیتے ہیں حالانکہ میں نے کفگیر زور زور سے پتیلی میں ماری تھی مگر اب بھی نکل رہے ہیں تو میرا کیا قصور ہے۔"

"بیگم کھانے کھاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے کہ یہ کنکر اگر میرے پیٹ میں چلے گئے تو پھر درد کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔"

"افوہ، بات کا بتنگڑ بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔ دال میں کنکر ہی نکل رہے ہیں نا کوئی ہاتھی، شیر تو نہیں برآمد ہو رہے جن سے جان کا خطرہ ہو۔"

## سن تو سہی

"سنیے، زمین جو پڑی ہے اس پر گھر بنوا لیں نا۔" ایک دن میاں کا موڈ اچھا دیکھ کر میں نے بالآخر دل کی بات زبان پر لا کر ہی دم لیا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔" وہ دہاڑے۔ "گھر بنانا مذاق ہے کیا، آج کے زمانے میں عزت سے دو وقت کی روٹی مل جائے تو شکر ادا کرو۔ دراصل تمہیں تو لندن لگے ہوئے ہیں۔" وہ بھی پوری بھڑاس نکال کر ہی رکے۔

"لندن لگے ہوئے ہیں، مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "میرے میکے سے تو کوئی بھی لندن نہیں گیا۔ ہاں ایک دفعہ چھوٹے خالو آفس کے کام کے سلسلے میں نیپال گئے تھے اور......"

"بس چپ ہو جاؤ۔" انہوں نے بات کاٹی۔ "بے وقوف عورت اس کا مطلب یہ ہے کہ کافی روٹیاں لگ رہی ہیں تمہیں جو گھر بنوانے کا سوچ رہی ہو، سمجھیں۔" پھر یہ جھڑپیں ہمارے ہاں آئے دن کا معمول بن گئیں۔ جہاں کہیں میاں کو اچھے موڈ میں پایا وہیں ان کے پیچھے لگ گئے۔ وہ بھی جان چھڑانے میں ماہر مگر ہم بھی ان کی بیگم۔ وہ عورت ہی کیا جو کہے سے پھر جائے یا مقصد سے باز آئے۔

سو آخر کار عورت کی جیت ہوئی اور ہمارے میاں میرے خوابوں کا گھر تعمیر کروانے کے لیے تیار ہو گئے۔ جیسے تیسے گھر بنا اس کی روداد پھر کسی وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ گھر تیار ہونے کے بعد یہ کیا بات ہوئی کہ کسی نے داد دی اور نہ سراہا سو سارے خاندان کے لیے زور شور سے دعوت کا اہتمام ہوا۔ جس میں سسرال در سسرال بلوا دیا گیا۔ جس کو نہ صرف زور شور سے منظور کیا گیا بلکہ سوزوکیاں، ٹیکسیاں بک کر کر کے لوگ اس دعوتِ عام میں پہنچے۔ بڑے خالو کو چاہ سے گھر کے ایک ایک کونے کا وزٹ کرایا گیا حتیٰ کہ غسل خانے بھی نہ چھوڑے۔ گھر دیکھنے کے بعد بولے۔

"بھائی مجید برا نہ ماننا گھر تو تمہارا نرا دوزخ ہے۔ نہ ہوا کے لیے کوئی کھڑکی نہ گھر میں کوئی خاص روشن دان۔ یہ نقشہ کس سے بنوایا ہے میاں۔ باتھ روم کی کھڑکیاں، ٹی وی لاؤنج میں کھل رہی ہیں۔" چھوٹی پھپھو بولیں۔ "رضیہ ایک غلطی کر دی تم نے باورچی خانہ بالکل پیچھے بنوا لیا تم نے۔" اب ان کو کون بتاتا کہ پیچھے بھی جب میاں سے دس صلواتیں سنی ہیں اور اپنے چوری کیے ہوئے پیسے (بچت سے) جب سب ان کے سامنے نچھاور کر دیے جب جا کر مکمل ہو پایا تھا۔

"خیر ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ کچھ مال مجھے لگ رہا ہے کہ کنسٹرکشن کا باہر رکھا ہے۔ بیٹا بس پیچھے سے باورچی خانہ تڑوا کر آگے کار پورچ میں بنوا لو تاکہ ہوادار ہو جائے۔"

"ارے چھت بڑی نیچے کروالی، یہ دیوار تڑوا لو تو کمرا ذرا بڑا ہو جائے گا۔ یہاں کا دروازہ فوراً بند کرواؤ۔ یہ کھڑکی کھولو۔ یہ گھر کہاں جنگل میں بنوا لیا۔ آئے گا کون تمہارے گھر؟ صرف دو بسیں چلتی ہیں۔ فرش کی ڈھلان خراب ہے، یہ کیا نیلے پیلے رنگ ہر کمرے میں کرا لیے بالکل اسکول لگ رہا ہے۔" اس وقت میرے دل کا حال یا تو میں جانتی تھی یا پھر اللہ۔ ہونٹوں پہ ہنسی رکھ کے رونا کس کو کہتے ہیں یہ جان لیا تھا میں نے۔

سب کے جانے کے بعد اپنے کمرے میں پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی میں۔

"کیوں رو رہی ہو میری رضیہ، کیا بہت تھک گئیں؟" میاں بڑی ہی چاہ سے پوچھ رہے تھے۔

سچ بتا دیتی کہ آج آنے والے مہمانوں نے میرا کتنا دل توڑا اپنے لفظوں سے، مجھے کتنا زخمی کیا، میرے ارمانوں کو مٹی میں ملا دیا...... تو کہتے تم ہی پیچھے لگی ہوئی تھیں۔ گھر، گھر میں تو تبھی منع کر رہا تھا۔ دیکھو پیسہ بھی خرچ ہوا اور تھو تھو الگ ہوئی۔ سنو عورت پھر جیتی۔

"نہیں، نہیں جان یہ تو خوشی کے آنسو ہیں، ایسا گھر بنوایا ہے کہ سب حیران رہ گئے قسم سے۔" میں کہہ رہی تھی، ہنس رہی تھی رو بھی رہی تھی اور میاں جی مجھے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہے تھے۔

## غزل

کبھی یوں بھی آ میری آنکھ میں کہ میری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو
وہ بڑا رحیم و کریم ہے مجھے یہ صفت بھی عطا کرے
تجھے بھولنے کی دعا کروں مگر میری دعا میں اثر نہ ہو
میرے بازوؤں میں تھکی تھکی ابھی محوِ خواب ہے چاندنی
نہ اٹھے ستاروں کی پالکی ابھی آہٹوں کا گزر نہ ہو
کبھی دن کی دھوپ میں جھوم کر کبھی شب کے پھولوں کو چوم کر
یونہی ساتھ ساتھ چلیں سدا کبھی ختم اپنا سفر نہ ہو

شاعر: بشیر بدر

مرسلہ: ماریہ فاروق...... ریتی روڈ اباڑو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

# میں اکثر گنگناتی ہوں

صغریٰ زیدی

☆ مسز فرح امجد......لاہور

وہ جس قدر بھی منافق تھا پر یہ کہتا تھا
بچھڑنا ہم سے مگر پھر بھی سلسلے رکھنا

☆ فصیحہ آصف خان......ملتان

نازک تھا شیشہ ٹوٹ گیا اعتبار کا
کیا لطف اب باقی رہے انتظار کا
میں شب کی سیاہی سے تو گریزاں نہیں
مقدر ہی مجھے ملا تیرگیِ بہار کا

☆ سائرہ لنگڑیال......سیال موڑ

بہت خوددار تھے ہم بھی بہت خوددار تھا وہ شخص
پر آج اسے محبت کا کاسہ لیے ایک در پہ بیٹھے دیکھا

☆ صائمہ مشتاق......سرگودھا

وہیں ہے دل کے قرائن تمام کہتے ہیں
وہ اِک خلش کہ جسے تیرا نام کہتے ہیں

☆ سدرہ یاسین......سرگودھا

اس کو آنکھوں کے دریچے سے جدا کیسے کروں
وہ میری ذات کے ہر پہلو سے بیاں ہوتا ہے

☆ رافعہ سجاد......چکوال

میری قسمت میں تھا شاید اندھیرا لکھا
چاند تو مل گیا چاندنی نہ ملی

☆ شائستہ جبار......جہلم

زمانے کو وہ قرینے سے اپنے ساتھ رکھتا ہے
مگر میرے لیے اس کو کوئی لمحہ نہیں ملتا

☆ مریم زبیر......کراچی

زمانے کا سہارا تو بظاہر اِک دکھاوا ہے
حقیقت میں مجھے میرا خدا گرنے نہیں دیتا

☆ صائمہ امین......لاہور

اِک لمحہ ملا تھا کہنے کو
زندگی بھر کی بات کیا کرتے

☆ ریحانہ فہد......اوکاڑہ

کہیں نہیں ہے اشارہ کسی بھی آہٹ کا
وہی ہے درد وہی انتظارِ آخرِ شب

☆ رخسانہ رحمان......ملکوال

اِک سمت پاسِ عشق تھا، اِک سمت اپنا مان
کیسے گریز کرتے، کوئی راستہ نہ تھا

☆ صاعقہ کاشف......حیدرآباد

یا مسیحائی اسے بھول گئی ہے محسنؔ
یا پھر ایسا ہے میرا زخم ہی گہرا ہوگا

☆ ارم ملک......راول پنڈی

اس نے کہا کہ مجھ سے تمہیں کتنا پیار ہے
میں نے کہا ستاروں کا کوئی شمار ہے



اس نے کہا کہ کون سا تحفہ ہے من پسند
میں نے کہا وہ شام جو اب تک ادھار ہے

☆ فوزیہ شاہ......گجرات

عجب نہیں تجھے اپنا سراغ مل جائے
کبھی تو جھانک میری بے قرار آنکھوں میں

☆ سیما فرحت......میاں چنوں

کیا خبر تھی کہ خزاں ہوگی مقدر اپنا
ہم نے ماحول سجایا تھا بہاروں کے لیے

☆ نورین......فیصل آباد

جل رہی ہیں آگ میں سارے دلوں کی بستیاں
مستقل موسم یہاں پر بارشوں کا چاہیے

☆ تسنیم عباس......چکوال

تھے ثبت حکمِ ہجر پہ اس کے بھی دستخط
تقدیر ہی کا لکھا ہوا فیصلہ نہ تھا

☆ سائرہ......اسلام آباد

ہر بات جانتے ہوئے دل مانتا نہ تھا
ہم جانے اعتبار کے کس مرحلے میں تھے

☆ ذکیہ نفیس......بہاول پور

اس کی وفا کے باوجود اس کو نہ پا کے بدگماں
کتنے یقین بچھڑ گئے کتنے گماں گزر گئے

☆ صائمہ......لاہور

ہم کبھی ٹوٹ کے روئے نہ کھل کر ہنسے
رات شبنم کی طرح صبح ستارے کی مثال

☆ شبانہ ظہیر......ایبٹ آباد

کوئی ڈوبتا ستارہ جو کبھی فلک سے ٹوٹا
دلِ غم نصیب سمجھا کہ سحر کی روشنی ہے

☆ عرفانہ نرگس......بھلوال

شاید کہ ایسا وقت آئے ترتیبِ وقت میں
دستک کے لیے تیرا ہاتھ اٹھے میرا در نہ ہو

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ

دیکھئے جون 2011ء
کے جانفزا شمارے
کی ایک جھلک

جگر خراش — اثر نعمانی
محبت اور دولت کا ساتھ ہر شخص کا مقدر نہیں ہوتا......
دونوں میں سے ایک کو راہ سفر کے لیے چننا پڑتا ہے
پسندیدہ مصنف کے اثر انگیز قلم سے یادگار شاہکار

للکار — طاہر جاوید مغل
زندگی اور موت کے درمیان جاری سنسنی خیز مقابلے
کا احوال جیت اور مات کے لیے بازیگروں کی دوڑ

گرداب — اسما قادری
چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر...... پے در پے
رونما ہونے والے حادثات کی خونی داستان

مشرق و مغرب کے رنگ ڈھنگ
مغربی دنیا کے رسم و اطوار...... معاشرت و تغیرات
کے گرد گھومتی مختلف مصنفین کی طبع زاد و ترجمہ کہانیاں

سرورق کے رنگ
سلیم فاروقی اور ڈاکٹر عبدالرب
بھٹی کے تخیل گوارنے جنم لینے والے سرورق کے دیرپا رنگ

چینی نکتہ چینی
آپ کے تبصرے ... مشورے ... محبتیں ...
شکایتیں ... اور نئی نئی دلچسپ باتیں ... آپ کے قلم سے



Scan & PDF
FIAZ AHMED
friendsKorner.com

# میرا انتخاب

آمنہ حماد

محبت انسان کی زندگی میں لمحہ بہ لمحہ تبدیلیاں لاتی ہے...... محبت میں اقرار بہت ضروری ہے...... اگر محبت وقت پر ادا نہ ہو تو سود در سود چڑھتی چلی جاتی ہیں...... اور کبھی محبت میں ایسا موڑ آجاتا ہے کہ ہجر و وصال کسی کی بھی خواہش نہیں رہتی۔ یہ تاثر فاطمہ حسن کی غزل میں بھی نظر آتا ہے۔ جس کا انتخاب میمونہ عزیز نے کراچی سے کیا ہے۔

## غزل

نہیں گر ساتھ چل سکتے تو پھر راہیں جدا کردو
محبت، دوستی جو کچھ بھی ہے اس سے رہا کردو
بہت ہی بوجھ ہے دل پر سنبھالا اب نہیں جاتا
مجھے آہستہ چلنے دو ذرا سا فاصلہ کردو
تپش ایسی ہے جو لکھنا بھی چاہوں لکھ نہیں سکتی
سلگتی آنچ کو مدھم دیے کی لو سوا کردو
وہ اِک لمحہ جہاں خاموشی بھی آواز بن جائے
سجا رکھوں گی آنکھوں میں یہ دولت گر عطا کردو
مقامِ عشق کی منزل ذرا آسان ہوجائے
گماں لے کر یقیں دے دو اسے میرا خدا کردو
عجب وہ مرحلہ آیا کہ ہجر و قرب یکساں ہیں
اثر اب کچھ نہیں ہوتا جفا کر لو وفا کردو
نظر انداز کرنے کا گلہ اب فاطمہ کیوں ہے
کہا تھا تم سے یہ کس نے کہ عرضِ مدعا کردو

جذبۂ محبت کی شدت میں ڈوبے لفظ دل میں اترتے محسوس ہوتے ہیں...... لفظوں میں محبت کی آنچ محسوس ہوتی ہے۔ محبت کا کچھ ایسا ہی رنگ مبین مرزا کی غزل میں نمایاں ہے۔ اس غزل کو صائمہ امین نے لاہور سے منتخب کیا ہے۔

## غزل

ان آنکھوں میں سکت باقی نہ دل میں تاب رکھتے ہیں
مگر تم آکے دیکھو اب بھی ہم کچھ خواب رکھتے ہیں
گئے وقتوں کی کچھ باتیں کچھ آنسو اور کچھ یادیں
یہ سب مل کر زمینِ دل کو اب شاداب رکھتے ہیں
سنا ہے ایسی بھی آنکھیں ہیں جن میں خاک اڑتی ہے
کرم تیرا کہ ہم یہ خطہ زیرِ آب رکھتے ہیں
بگولوں کو کبھی دیتے ہیں دشتِ جاں میں اذنِ رقص
کبھی ہم روح کی موجوں کو بھی پایاب رکھتے ہیں
بدلتے موسموں میں یہ عجب فصلیں اٹھاتی ہیں
سو ہم بھی دل کی مٹی کو سدا سیراب رکھتے ہیں

محبت کرنا...... یا کسی کی محبت کو بھلانا انسان کے اختیار میں نہیں...... جذبۂ محبت میں خدا نے ایسی تپش رکھی ہے کہ یہ ختم نہیں ہوتی...... ہلکی ہلکی لو دیتی رہتی ہے...... اسی لیے تنہائی میں بچھڑے ہوئے لوگ اور ان کی باتیں یاد آتی ہیں۔ محبت کی ایسی ہی آنچ شعری بھوپالی کی غزل میں نمایاں ہے۔ جس کا انتخاب فائزہ ریاض نے سیالکوٹ سے کیا ہے۔

## غزل

غضب ہے جستجوئے دل کا یہ انجام ہوجائے
کہ منزل دور ہو اور راستے میں شام ہوجائے
وہی نامہ وہی نغمہ بس اک تفریقِ لفظی ہے
قفس کو منتشر کردو نشیمن نام ہوجائے
تصدق عصمتِ کونین اس مجذوب الفت پر
جو اُن کا غم چھپائے اور خود بدنام ہوجائے
یہ عالم ہو تو اُن کو بے حجابی کی ضرورت کیا
نقاب اٹھنے نہ پائے اور جلوہ عام ہوجائے
یہ میرا فیصلہ ہے آپ میرے ہو نہیں سکتے
میں جب جانوں کہ یہ جذبہ مرا ناکام ہوجائے
ابھی تو دل میں ہلکی سی خلش محسوس ہوتی ہے
بہت ممکن ہے کل اس کا محبت نام ہوجائے

جب انسان کسی کو ٹوٹ کر چاہتا ہے تو اس... کے کھونے کا ڈر بھی دل میں کنڈلی مار کر بیٹھا رہتا ہے۔ کہیں کسی وقت...... وہ محبوب ہم سے بچھڑ نہ جائے۔ ایسے ہی خوف میں شبنم مناروی گرفتار ہیں۔ جسے ارم ملک نے تلکوال سے منتخب کیا ہے۔

## اِک نامحسوس رشتہ

تم میری ساری عنایتوں کو
اس ایک پلڑے میں رکھ کے دیکھو
میں اپنی ننھی سی ایک خواہش
جھکا کے دیکھوں گا دوسرے میں
قیاس کرنا کہ کون ہلکا ہے، کون بھاری؟
میں تیری ساری نوازشوں پہ بھی بوجھ نکلا
تو میری اتنی ہوس شماری پہ خندہ زن ہے
یہ کیسی قربت؟ یہ بُعد کیا ہے؟
یہ فاصلہ ہی دوام شاید
تیرے میرے درمیاں رہے گا
تو میرے دھڑکن کی شوخیوں میں رواں رہے گا
مگر زمانے کی کج کلاہی سے
تا قیامت نہاں رہے گا!

زندگی کے سفر میں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کے ساتھ چلنا دو دھاری تلوار پر چلنے کے برابر ہوتا ہے۔ ساتھ چلیں تو چلنے کی تھکن ہمارے قدم روک لیتی ہے...... رک جائیں تو جدائی کا غم ہمیں رکنے نہیں دیتا...... محبت کے ایسے ہی موڑ پر جون ایلیا کھڑے ہیں۔

## غزل

عذابِ ہجر بڑھالوں اگر اجازت ہو
اک اور زخم میں کھالوں اگر اجازت ہو
تمہارے عارض ولب کی جدائی کے دن ہیں
میں جام منہ سے لگالوں اگر اجازت ہو
تمہارا حسن، تمہارے خیال کا چہرہ
شباہتوں میں چھپالوں اگر اجازت ہو
تمہی سے ہے مرے ہر خوابِ شوق کا رشتہ
اک اور خواب کمالوں اگر اجازت ہو
تھکا دیا ہے تمہارے فراق نے مجھ کو
کہیں میں خود کو گرالوں اگر اجازت ہو
برائے نام بنام شبِ وصال یہاں
شبِ فراق منالوں اگر اجازت ہو
تمہارا ہجر منالوں اگر اجازت ہو
میں دل کسی سے لگالوں اگر اجازت ہو
تمہارے بعد بھلا کیا ہیں وعدہ و پیماں
بس اپنا وقت گنوالوں اگر اجازت ہو
تمہارے ہجر کی شب ہائے کار میں جاناں
کوئی چراغ جلالوں اگر اجازت ہو
جنوں وہی ہے، وہی میں مگر ہے شہر نیا
یہاں بھی شور مچالوں اگر اجازت ہو
کسے ہے خواہشِ مرہم گری مگر پھر بھی
میں اپنے زخم دکھالوں اگر اجازت ہو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

تمہاری یاد میں جینے کی آرزو ہے ابھی
کچھ اپنا حال سنبھالوں اگر اجازت ہو

جذبہ محبت زندگی کی اساس ہے اور اظہار کے بنا محبت کا جذبہ بے مول ہے...... زندگی کے اس دھوپ چھاؤں کے سفر میں یادیں کبھی عذاب ہوتی ہیں اور کبھی محبت کی ہی وجہ سے پھول جیسی ہوتی ہیں۔ ایسے ہی دو مختلف جذبوں میں نور بجنوری گھرے ہوئے ہیں۔

## غزل

ان گھٹاؤں میں اجالے کا بسیرا ہی سہی
خیر آپ بضد ہیں تو سویرا ہی سہی
اے غمِ زیست بلاتی ہیں مہکتی زلفیں
آج کی رات یہ پُر نور اندھیرا ہی سہی
دل میں جو آگ لگی ہے وہ کہاں بجھتی ہے
راہ شاداب سہی ابر گھنیرا ہی سہی
ہوشیار اہلِ خرد خاک نشیں آ پہنچے
آپ کے زعم کا افلاس پہ ڈیرا ہی سہی
تو پریشان نہ ہو خالقِ فردوسِ بریں
جہنم یہ جہاں آج سے میرا ہی سہی
کتنی یادیں ہیں کہ ناگن کی طرح ڈستی ہیں
نور ان گلیوں کا اِک آخری پھیرا ہی سہی

محبت کو نہ تو دلائل سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی فراموش کیا جاسکتا ہے...... محبت کا مزاج ہوا کی طرح ہے جو کہیں ٹھہرتی نہیں ہے...... ہمیشہ دو راہوں پر لا کھڑا کرتی ہے...... محبت کے کچھ بھی رنگ خالد معین کی غزل میں جھلک رہے ہیں۔

## غزل

حجابِ عشق اٹھاتا جارہا ہوں
میں اس حیرت کو پاتا جارہا ہوں
یہ دکھ ہے، آگہی ہوتے ہوئے بھی
عجب غفلت کماتا جارہا ہوں
کمالِ فتح بھی شاید یہی ہے
شکستیں آزماتا جارہا ہوں
فسوں سیر گل ہے ٹوٹنے کو
میں خود کو یاد آتا جارہا ہوں
یہ رقص ذات ہے یا اِک تماشا
میں خود میں خاک اڑاتا جارہا ہوں
پسِ مرگِ وفا بھی کیا دھرا ہے
مگر دھوکا سا کھاتا جارہا ہوں

شاعری میں صرف محبت کی سرگرمیاں اور ہجر و وصال کے نالے اور نغمے ہی نہیں ہوتے...... بعض اوقات بہت سی باتیں ان کہی رہ جاتی ہیں...... ادھوری بات کا یہ تاثر سلیم عباس قیصر کے کلام میں نظر آتا ہے۔ اسے فرحت جمال نے کراچی سے منتخب کیا ہے۔

## ضروری بات

ذرا ٹھہرو
کہ تم سے اِک ضروری بات کرنی ہے
اِدھر آؤ
کہ رستے میں کھڑے ہونا ہمیں اچھا نہیں لگتا
یہاں بیٹھو
کہ باتیں تو ہمیشہ ہم تسلی ہی سے کرتے ہیں
ہمیں اس طرح مت دیکھو
نہیں تو ہم تمہارے سامنے کچھ کہہ نہ پائیں گے
تو ہاں بس بات اتنی ہے
چلو چھوڑو
کبھی موقع ملا تو پھر بتائیں گے



# سندیسے

## پاکیزہ بہنیں

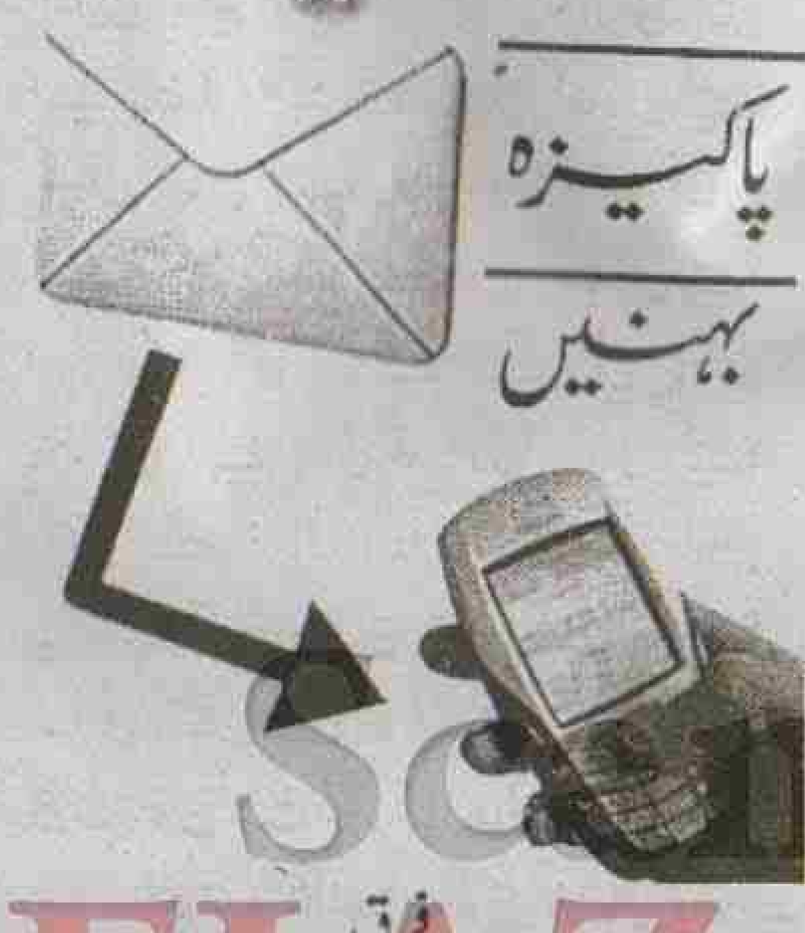

### فرق

ٹیچر: ”جوانی اور بڑھاپے میں کیا فرق ہے؟“
شاگرد: ”جوانی میں موبائل میں حسینوں کے نمبرز ہوتے ہیں اور بڑھاپے میں حکیموں کے۔“

مرسلہ: صبا نور، لیہ

### حقیقت

میں نے روپے سے کہا تم صرف کاغذ کے ایک ٹکڑے ہو۔ روپے نے مجھ سے کہا، ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں کاغذ کا ٹکڑا تو ہوں مگر ایسا کاغذ جو اپنی زندگی میں کبھی کوڑے کی باسکٹ میں نہیں جاتا چاہے میری حالت کتنی ہی خستہ کیوں نہ ہو چکی ہو۔

مرسلہ: شبنم میر، سیالکوٹ

### بری عادت

”ڈارلنگ سنو تو میری بات۔“ شوہر نے کہا۔ ”اگر ہم نے نئی کار خرید لی تو اس کی قیمت کہاں سے ادا کریں گے؟“
”بس تم میں یہی تو بری عادت ہے۔“ بیوی غصے سے بولی۔ ”تم ایک وقت میں بہت سارے مسائل جمع کر لیتے ہو۔“

مرسلہ: میمونہ گل، سکھر

### معلومات

باپ نے بیٹے سے کہا۔ ”تمہیں پتا ہے جب جواہر لال نہرو تمہاری عمر کے تھے تو اپنی کلاس کے مانیٹر تھے۔“
بچے نے کہا۔ ”ہاں جانتا ہوں اور آپ کو معلوم ہے کہ جب وہ آپ کی عمر کے تھے تو بھارت کے پردھان منتری تھے۔“

مرسلہ: فریدہ جاوید فری، لاہور

### ایک خبر

ایک ٹرک نے ایک سڑک پر
ایک عورت کو ماری ٹکر
مرگئی وہ بے چاری وہیں پر
وہ عورت تھی بے گھر، بے در
شہر کے کارندوں نے آکر
لاش اٹھائی اس کی آخر
لے گئے اس کو قبرستان میں
کفن دیا اس کو نہلا کر
پھر اتارا قبر میں اس کو
ایک بے چاری بے گھر نے
پالیا ہے گھر آخر

شاعر: کے اشرف، امریکا
مرسلہ: ناہید بنت نور، واہ سیمنٹ ورکس

### یہ سچ ہے کہ

☆ زندگی کو ہمیشہ امانت سمجھو کیونکہ یہ عنقریب چلی جائے گی۔
☆ فتنہ انگیز سچائی سے مصلحت آمیز جھوٹ بہتر ہے۔



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

☆ عقل جس جگہ کامل ہوگی حرص و شر ناقص ہوگا۔

☆ غربت اور امارت سے انسان کی استعداد کار میں کمی آجاتی ہے۔

☆ سانپ اور بچھو کو دیکھتے ہی مار دو اگرچہ نماز پڑھ رہے ہو۔

☆ جو سب سے زیادہ شریف بننا چاہتا ہے اسے چاہیے اللہ سے ڈرے، اپنے نفس پر قابو رکھے۔

☆ علم بہت ہیں اور عمر کم تو وہ سیکھو جس سے سب علم آجائیں۔

☆ دوسروں کے حال پر نظر مت رکھو۔

☆ ایک آزردہ دل تمام انجمن کو افسردہ کردیتا ہے۔

مرسلہ: فصیحہ آصف خان، ملتان

نوٹ ☜ یہ میں نے اپنے بھائی کی وفات پر لکھی تھی۔ نہ یہ نظم ہے نہ غزل ہے...... صرف دل کی آواز ہے۔ انجم باجی اگر آپ لگادیں تو تاعمر دعائیں دوں گی۔

## بھائی کے نام

تم روٹھ گئے ہو بھائی مناؤں کیسے؟
کس دیس گئے ہو بھائی واپس لاؤں کیسے؟
تصویر سے تیری باتیں کروں
خود کو میں بھائی بہلاؤں کیسے؟
میں بکھر گئی ہوں سنبھالے کون مجھے
تیرے بنا خود کو بھائی سمیٹوں کیسے؟
اِک بار آکر میرے زخموں پہ مرہم رکھ دے
اپنی اجڑی زندگی تیرے بنا بھائی بتاؤں کیسے؟
تم گئے تو آنکھیں بھی لے جاتے میری
نظر نہ رہی تو نظارے بھائی دیکھوں کیسے؟
تیرا غم زمانے سے بڑھ کر ہے مجھے
اپنے ناتواں کندھوں پر یہ بوجھ بھائی اٹھاؤں کیسے؟
تمہیں دیکھ دیکھ کر جی رہی تھی میں
اپنے جینے کا ڈھنگ خود کو بھائی سکھاؤں کیسے؟
کہاں کہاں اپنے دل کو مضبوط کروں
اپنے آنسو ہر اِک سے بھائی چھپاؤں کیسے؟
اب انتہا بھی کردے اے دلِ ناداں
بتا! میں اپنے بھائی کو بھول جاؤں کیسے؟
کس سے فریاد کروں کس سے کہوں
یہ سب آسان نہیں بھائی بتاؤں کیسے؟
خدا کی رحمتیں ہوں تجھ پر ملے جنت الفردوس
ہمیشہ سکون ملے اور کیا بھائی کہوں کیسے؟

منجانب: شگفتہ ناہید قاضی، رسال پور کینٹ

## فرق

''دو سال لگتے ہیں ایک انسان کو فوجی بننے میں۔''

''پھر......؟''

''پھر چاہے ساری زندگی لگے رہو' وہ واپس انسان نہیں بن سکتا۔''

## یاد

سونے دے بوٹ تے چاندی تے تسے
I MISS YOU اللہ دی قسمے!

## دوستی

ہم جس سے کرتے تھے دوستی کا دعویٰ
او لے گیا ساڈی منجی دا پاوا
شاوا بھئی شاوا

مرسلہ: صائمہ مشتاق، سرگودھا

## چاندرات

رات کی تاریکی میں
چاند کی گواہی میں
آسماں کے چہرے پر
اپنی آنکھوں کو رکھ کر
شہرِ دل میں بسنے والی
سانسوں کی اس تار کو
اپنے سارے پیار کو
روح میں چھپے درد کو
خوشی میں کھلے گلاب کو
اپنے سارے خواب کو
ان آنکھوں کی نیند بھی
نام تمہارے کردی ہے

شاعرہ: مہک خان، کراچی

## آئینہ نہیں اور دھوکا

مدت کے بعد میں نے کل آئینے میں دیکھا
حیراں سی ایک صورت نے غور سے مجھ کو دیکھا
گھبرا کہ میں نے سوچا میں دیکھتی ہوں مڑ کر
شاید کوئی کھڑا ہے چپکے سے پیچھے آکر
عقب میں نہیں تھا کچھ بھی
تھا سامنے بہت کچھ
آئینہ کہہ رہا تھا مجھ میں ہے عکس تیرا
کل تھا گزر گیا جو دیکھ آج ہے یہ تیرا
گھبرا کے مت پلٹ تو دکھا رہا ہوں سچ ہی
آنکھوں کی جوت مدھم چہرے پہ ہے تھکن سی
بالوں میں ہے اجالا گئی رات کی سیاہی
اتنا ہی میں نے دیکھا اور آنکھ پھر چرالی
دنیا حسین تر ہے میں اس کو کیوں نہ دیکھوں
گر آئینہ ہے حق پہ، سچ کو چھپا کر جی لوں
بالوں کو رنگ لوں کالا، نازک سا چشمہ پہنوں
چہرے پہ جو تھکن ہے میک اپ سے میں چھپالوں
دوں آئینے کو دھوکا
دل کو ذرا منالوں

منجانب: خالدہ نسیم، یوکے

## کبوتر

میری چشمِ تصور سے
کبھی اوجھل نہیں ہوتیں
برستی تیز بارش میں
پروں کی نرم گرم آغوش میں دبکی ہوئی
ننھے کبوتر کی دمکتی سرمئی آنکھیں
کہ جن میں کیف و مستی لطف و اطمینان کی
قوسِ قزح
کچھ خاص لمحے گنگناتی ہے
میں اس ننھے کبوتر کی نگاہوں سے
برستی بارشوں کا لطف چننا چاہتی ہوں
وفورِ شوق کے فرمان سننا چاہتی ہوں

شاعرہ: معصومہ شیرازی، کراچی

## الجھن

بے ربط سی سوچیں میری
آج کل اداسی کے بھنور میں
پھنسی ہوئی ہیں
میری سوچیں اپنی زندگی کے
اس لاحاصل سفر کے بارے میں سوچ رہی ہیں
لاحاصل خدمتیں، لاحاصل محبتیں
نہ جانے کیوں زندگی کا روگ بن جاتی ہیں

شاعرہ: سائرہ لنگڑیال، سیال موڑ

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

# خوش ذائقہ

## پاکیزہ بہنیں

### اچاری گوشت

اشیا: مٹن 800 گرام۔ پیاز، 4 عدد درمیانے سائز کی۔ ٹماٹر، 4 عدد (درمیانے سائز کے) ثابت لال مرچ، 8 عدد۔ رائی، ایک چائے کا چمچ۔ قصوری میتھی، نصف چائے کا چمچ۔ زیرہ، نصف چائے کا چمچ۔ سونف، ایک چائے کا چمچ۔ کلونجی، ایک چائے کا چمچ۔ لونگ، 5 عدد۔ سرسوں کا تیل، 100 ملی گرام۔ کٹی ہوئی ادرک، دو کھانے کے چمچ۔ کٹا ہوا لہسن، دو کھانے کے چمچ۔ ہلدی (پسی ہوئی) ایک چائے کا چمچ۔ لال مرچ (پسی ہوئی) ایک چائے کا چمچ۔ نمک، حسب ذائقہ۔ دھنیے کے کٹے ہوئے پتے، نصف کپ۔ لیموں، ایک عدد۔

ترکیب: مٹن دھو کر ڈیڑھ انچ کے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ پیاز چھیل کر کاٹ لیں۔ ٹماٹر کاٹ لیں۔ ثابت مسالے (رائی، کلونجی، ثابت لال مرچ، قصوری میتھی، سونف اور لونگ) الگ الگ بھون لیں۔ انہیں اکٹھا موٹا پیس لیں۔ ایک موٹے پیندے کے پین میں سرسوں کا تیل دھواں اٹھنے تک گرم کریں۔ ٹھنڈا کر کے تیل کو دوبارہ گرم کریں اور پیاز کو پکائیں یہاں تک کہ اس کا رنگ بھورا ہوجائے۔ کٹا ہوا ادرک اور لہسن ڈالیں۔ اچھی طرح ملائیں۔ موٹا پسا ہوا مسالا ڈالیں۔ آدھ منٹ تک پکائیں اور برابر ہلاتے رہیں۔ مٹن ڈالیں اور تیز آنچ پر پکائیں یہاں تک کہ مٹن کے ٹکڑوں کا رنگ بھورا ہوجائے۔ ہلدی (پسی ہوئی) لال مرچ، (پسی ہوئی) اور نمک ڈالیں اور اچھی طرح ملائیں۔ یہاں تک کہ تیل مسالا چھوڑنے لگے۔ ڈھائی کپ پانی ڈال کر ابالیں اور ڈھانپ دیں، پکائیں یہاں تک کہ مٹن تقریباً تیار ہوجائے۔ کٹے ہوئے ٹماٹر ڈالیں اور درمیانی آنچ پر دس منٹ تک پکائیں یا پھر اس وقت تک کہ مٹن مکمل طور پر پک جائے۔ وقفے وقفے سے ہلاتے رہیں۔ لیموں کا رس ملائیں۔ دھنیے کے پتوں کے ساتھ سجا کر گرما گرم پیش کریں۔

میمونہ عزیز۔۔۔۔۔۔کراچی

### آم کا اچار

اشیا: دیسی کچے آم، دو کلو۔ نمک، آدھا پاؤ۔ سرخ مرچ، آدھی چھٹانک۔ سونف، آدھی چھٹانک۔ میتھی کے بیج، آدھی چھٹانک۔ کلونجی، آدھی چھٹانک۔ رائی، آدھی چھٹانک۔ ہلدی پسی ہوئی، ایک چھٹانک۔

ترکیب: سوائے میتھی کے بیجوں کے سب چیزیں کوٹ لیں اور اس میں تھوڑا سا سرسوں کا تیل ڈال کر سب چیزوں کا ملیدہ بنالیں۔ آم دھو کر صاف کریں پھر خشک کر کے تیز چاقو یا چھری سے چار چار پھانکیں بنالیں لیکن پھانکیں الگ الگ نہ ہوں ایک دوسرے سے ملی رہیں، اب سارا مسالا آموں کے اندر بھر دیں پھر ان کو کسی چینی یا پتھر کے مرتبان میں ڈال دیں۔ باقی مسالا اوپر ڈال دیں اور تین چار دن دھوپ میں رکھیں تاکہ خشک ہوجائے۔ چوتھے دن اس میں سرسوں کا تیل ڈال دیں۔ تیل اتنا ڈالیں کہ آم بالکل ڈوب جائیں...... اور اسی طرح چار پانچ روز رکھا رہنے دیں۔ تقریباً ایک ہفتے میں آم گل جائیں گے اور اچار تیار ہوجائے گا۔

ہادیہ۔۔۔۔۔۔راول پنڈی

### بینگن کی چٹنی

اشیا: بینگن سیاہ اور گول، ڈیڑھ پاؤ۔ لہسن، چھ جوئے۔ سبز مرچ، کچھ عدد۔ دھنیا اور پودینہ، تھوڑا تھوڑا۔ املی کے دانے، دس بارہ۔ نمک، حسب ذائقہ۔

ترکیب: بینگن کو گرم چولھے کی راکھ میں دبادیں۔ کوئی آدھے گھنٹے دبا رہنے کے بعد نکال کر دیکھیں۔ اگر وہ نہ بھنے ہوں تو دس منٹ اور دبا رہنے دیں۔ اب ان کو ٹھنڈے پانی میں ڈال دیں اس طرح پانی میں ڈالنے سے ان کا چھلکا اتر جائے گا۔ اب اس کے ٹکڑے کرلیں اب لہسن، سبز مرچ دھنیا، پودینہ، املی اور نمک ملا کر خوب باریک پیس لیں۔ پھر اس میں کٹے ہوئے بینگن بھی ملادیں۔ بینگن ملانے کے بعد چکھ کر دیکھ لیں اگر ذائقہ آپ کی پسند کے مطابق نہ ہو تو نمک، مرچ اور املی مزید ملا سکتے ہیں یا اسی طرح کھانے کے لیے پیش کرسکتے ہیں۔

فرحانہ فرحین۔۔۔۔۔۔کراچی

### ارہر کی شاہ پسند دال

اشیا: دال ارہر، آدھا کلو۔ لال مرچیں، پانچ تولہ۔ پسا ہوا خشک دھنیا، چار تولہ۔ نمک، دو تولہ۔ ہلدی، چھ ماشہ۔ پیاز، تین تولہ۔ لہسن، ایک تولہ۔ دہی، آدھا کلو۔ امچور، دو تولہ۔ گرم مسالا، ایک تولہ۔ ادرک، ایک تولہ۔ ہری مرچ، پانچ تولہ۔ لیموں، ایک عدد۔ گھی، تین چھٹانک۔

ترکیب: مسالا پانی کے ساتھ پیس کر دو چھٹانک گھی میں بھونیں اور پھر اس میں دال ڈال کر بھونیں۔ پھر دہی ڈال کر پتیلی ڈھانک دیں۔ دہی کا پانی خشک ہوجانے کے بعد ایک بار پھر بھونیں اور پانی بقدر ضرورت ڈال کر گلالیں۔ پھر امچور پیس کر ڈال دیں اور ایک آنچ دے کر اتارلیں۔ اب لہسن ایک چھٹانک گھی میں تل کر دال میں مع گھی اور گرم مسالا، ادرک، ہری مرچ اور لیموں کا عرق ڈال دیں۔

فوزیہ مستقیم۔۔۔۔۔۔ملیر

### فالسے کا اچار

اشیا: فالسے ایک کلو، سرسوں کا تیل ایک کلو، میتھی، کلونجی، سونف، لال مرچ، نمک، تین تین چائے کے چمچ۔ ہلدی، تین چائے کے چمچ۔ لہسن پسا ہوا دو چائے کے چمچ۔

ترکیب: سب سے پہلے فالسوں کو اچھی طرح صاف کر کے دھولیں۔ فالسے نہ زیادہ پکے ہوں نہ کچے۔ پھر اوپر دی گئی اشیا اور فالسوں کو مسالا لگا کر رکھ دیں...... تقریباً آدھے گھنٹے تک ایسے ہی رہنے دیں جب دیکھیں کہ فالسوں کے اندر مسالا جذب ہوگیا ہے تو پھر فالسوں کو مرتبان میں ڈال کر اوپر سے سرسوں کا تیل اتنی مقدار میں ڈالیں کہ فالسے ڈوب جائیں۔ اچار آٹھ دن کے بعد کھانے کے قابل ہوجائے گا۔ گرمیوں کی دوپہر میں لسی اور فالسے کا اچار اور بھی مزہ دے گا۔

ماریہ فاروق۔۔۔۔۔۔ریتی روڈ اباڑو

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

# روحانی مشورے

ادارہ

## رزق کی فروانی کے لیے

☆ روزانہ باوضو ہو کر ایک ہزار مرتبہ پہلا کلمہ پڑھنے کی عادت ڈالیں اور پھر دیکھیں اللہ کی رحمت کہ رزق کی فراوانی کیسے ہوتی ہے۔ (انشاء اللہ)

## شوہر کا غصہ ٹھنڈا کرنے کا گُر

☆ جب آپ کے شوہر کسی بھی وجہ سے غصے میں ہوں اور آپ کو برا بھلا کہہ رہے ہوں یا غلط سلط باتوں سے آپ کو دکھ اور اذیت میں مبتلا کرر ہے ہوں آپ اسی وقت درودِ ابراہیمیؑ پڑھنا شروع کریں۔ آپ دیکھیں گی جیسے جیسے آپ درودِ ابراہیمی پڑھ رہی ہیں ویسے ویسے ان کا غصہ خود ہی ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ نیک بیویاں، برداشت کی حامل ہوتی ہیں۔ وہ ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیتیں۔ آپ درود شریف پڑھنے کی عادت اتنی پختہ کرلیجیے کہ شوہر کا غصہ انشاء اللہ رفع ہوجایا کرے گا۔

## جادو سے حفاظت

☆ حضرت عامر بن سعدؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالے تو اسے اس دن نہ زہر نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ جادو۔" (صحیح بخاری شریف)

## سر کے درد کو دور کرنے کا طریقہ

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تین، سات یا گیارہ بار شہادت کی انگلی سے اپنے ماتھے پر لکھ لیں تو سر کا درد انشاء اللہ دور ہوجائے گا۔

## لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ کے فوائد

فائدہ نمبر 1۔ یہ کلمہ جنت کا خزانہ ہے یعنی اس کو پڑھنے والا جنت کے دعویداروں میں سے ایک ہوگا۔

فائدہ نمبر 2۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ ننانوے (دینوی واخروی) بیماریوں کی دوا ہے۔ جن میں سب سے ادنیٰ بیماری غم ہے۔ (چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا) (مرقات ص ۱۳۱ جلد ۵)

فائدہ نمبر 3۔ جب بندہ اس کلمے کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش پر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرمانبردار ہوگیا ہے اور سرکشی چھوڑ دی۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، وہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ ہے۔

یہ نعمت کیا کم ہے کہ بندہ زمین پر یہ کلمہ پڑھتا ہے اور حق تعالیٰ شانہ عرش پر فرشتوں کے مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔ (مرقات جلد ۵ ص ۱۱۱)



## افواہ سازی

☆ افواہ پھیلانا ایک دینی اور اخلاقی جرم ہے، کبھی کبھی تو اس کی وجہ سے گھر برباد ہو جاتے ہیں، اگر تفصیل میں جایا جائے تو شاید ہی کوئی دن ایسا ہو کہ جس دن ہمارا معاشرہ ان افواہوں کی زد میں آکر ملی و ملکی نقصانات سے دوچار نہ ہوتا ہو۔ ظاہر ہے معاشرہ جن حالات سے دوچار ہو، اس کے اثرات لازماً پڑیں گے، کاش افواہیں پھیلانے والے اور افواہوں پر کان دھرنے والے یہ احساس کرسکیں کہ اس سے کتنا نقصان ہوتا ہے۔ کاش ہمیں احساس ہو کہ ہم مسلمان ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام اور تعلیمات پر چلنا ہی ہمارا "تشخص" ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید ہمارا دستور ہے کہ اس دستور پر چل کر ہم آخرت کی منزل میں کامرانی و کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ اسی دستورِ قرآن مجید کا ہم مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ سنی سنائی باتوں (افواہوں) پر یقین کرلینے سے پہلے تحقیق کرلیا کرو۔ یعنی ان باتوں میں کتنی صداقت ہے؟ ویسے بھی بغیر تحقیق کسی بات کو تسلیم کرلینا صاحبِ عقل ہونے کی علامت نہیں بلکہ یہ بات اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا باعث بن جاتی ہے۔ سورۂ حجرات میں ارشاد ہے۔ "اے ایمان والو تمہارے پاس اگر کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو، کہیں تمہارے کسی فعل کی وجہ سے کسی قوم کو ضرر پہنچ جائے اور پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔"

## سید الاستغفار

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ "تمہیں استغفار کے سردار کے متعلق نہ بتاؤں؟" وہ یہ دعا ہے ۔ اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک وعدک ما استطعت اعوذبک من شرما صنعت و ابوء لک بنعمتک علی واعترف بذنوبی فاغفرلی ذنوبی انہ لا یغفر الذنوب الاانت......

ترجمہ: (اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا۔ میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک میری استطاعت ہے، تیرے عہد و پیماں پر قائم ہوں۔ تجھ سے اپنے کاموں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اپنے اوپر تیرے احسانوں کا اقرار کرتا ہوں۔ نیز اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتے ہوئے تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں) پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اگر کوئی شخص شام میں یہ دعا پڑھے گا اور صبح ہونے سے پہلے مرجائے گا تو جنت اس کے لیے واجب ہوجائے گی اور اسی طرح صبح کے وقت پڑھنے والے کے لیے شام تک۔" (ترمذی شریف)

## سنہرے حروف

☆ پرانا دوست سب سے بہتر آئینہ ہے۔

☆ مصیبت انسان بناتی ہے اور مال و دولت شیطان۔

☆ خلوص سدا بہار ہوتا ہے۔

مرسلہ: شبانہ حیات...... لاہور



Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

SCHWABE
شوابے ہومیو کلینک
from Nature for Health

اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کرائی جارہی تھی کہ کسی مستند ادارے کے تحت ماہر تجربہ کار ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کا بورڈ ہو جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ رائے اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ ان کی رہنمائی بھی کرے۔ لہٰذا اس سلسلے کے تحت ہماری کوشش ہوگی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق آگاہی بھی فراہم کریں اور آپ کے جو صحت کے مسائل ہوں اس کو بورڈ کے ماہر و تجربہ کار ڈاکٹرز کے ذریعے حل کرائیں تاکہ آپ کا معیارِ صحت بلند ہو لہٰذا آپ کے جو بھی صحت کے مسائل ہیں انہیں ہمیں اس پتے پر لکھ بھیجیں، پوسٹ بکس نمبر 733 کراچی۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتا اور جو کام کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی، کیا علاج کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹس ہوں تو اس کی فوٹو کاپی جو پڑھنے کے قابل ہوں ساتھ بھیجیں تاکہ صحیح تشخیص کی جاسکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔

قارئین السلام علیکم!

## بیماریاں اور طریقہ ہائے علاج

مرض کو دبا دینا یا مریض کی توجہ مرض سے ہٹا دینا درحقیقت اصلی شفایابی نہیں بلکہ سراسر دھوکا ہے۔

ٹوکن
برائے شوابے ہومیو کلینک
جولائی 2011
اپنا مسئلہ اس ٹوکن کے ساتھ روانہ کریں۔ ٹوکن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر توجہ نہیں دی جائے گی اپنا مسئلہ جس مہینے بھیجیں اسی مہینے کا ٹوکن استعمال کریں۔
نام: ____________
پتا: ____________

کسی نے کہا روٹی، کپڑا، مکان اور یوں زندگی کی ایک اہم ضرورت سے منہ موڑ لیا۔ جب کہ جس کی اہمیت کا احساس پوری اقوامِ عالم کو ہے اسی مقصد کے پیش نظر اقوامِ متحدہ نے اس کے لیے ایک باقاعدہ منظم ادارہ قائم کیا جسے WHO کہتے ہیں۔

اس بات سے آپ یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ میری مراد صحت جیسے اہم مسئلے سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کبھی بچوں کی صحت کو موضوع بنا کر کوئی تحریک شروع کی جاتی ہے تو کبھی ماؤں کی صحت سے متعلق لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے اور صرف اسی مقصد کے حصول کے لیے کروڑوں روپے صرف کیے جارہے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ اتنا کچھ صرف کرنے کے باوجود تسلی بخش نتائج ہنوز برآمد نہیں ہوئے جس کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ دنیا کی آبادی و سائل سے زیادہ بڑھ رہی ہے اسی لیے صحت کے نئے نئے مسائل پیدا ہورہے ہیں یا کبھی یوں کہہ کر دلوں کو تسلی دی جاتی ہے کہ صرف ترقی پذیر ممالک میں صحت کے مسائل ہیں اور کبھی غربت کو اس مسئلے کا سبب بتایا جاتا ہے۔ جس کے لیے دنیا بھر میں مختلف تنظیمیں ہر سال اربوں روپے کی ادویات مفت تقسیم کرتی ہیں مگر جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے کہ نتیجہ بے سود ہی ثابت ہورہا ہے۔

اس مرحلے پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ اور ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ اس سوال کے تحت کئی وجوہات بیان کی جاسکتی ہیں مگر سب سے اہم وجہ مختلف طریقہ ہائے علاج ہیں۔ جن کا واحد مقصد بحالی صحت ہے اور کون سا طریقہ علاج کس حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہے یہ اہم سوال ہے اور اس سوال کا جواب دینا سب سے مشکل کام ہے کیونکہ اس وقت پوری دنیا میں اور بالخصوص اس برصغیر میں کئی قسم کے طریقہ علاج موجود ہیں۔ جن میں چیدہ چیدہ یہ ہیں۔ ایلو پیتھک، طب یونانی، ہومیو پیتھک، آیورویدک، اکوپنکچر، روحانی علاج وغیرہ وغیرہ اور اگر ان طریقہ علاج کے جاننے والوں سے پوچھا جائے تو ہر کوئی اپنی ہی بانسری بجاتا نظر آئے گا۔

یہاں پر ایک اور سوال اٹھتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی طریقہ علاج نامکمل یا غیر تسلی بخش ہے تو پھر ان تمام طریقہ علاج کرنے والوں کے مطبوں پر مریضوں کا جمگھٹا کیوں لگا رہتا ہے اور کئی لوگ وہاں سے شفایاب کیوں ہوتے ہیں۔ اس کے لیے عرض ہے کہ مرض کو دبا دینا یا مریض کی توجہ مرض پر سے ہٹا دینا درحقیقت اصلی شفایابی نہیں بلکہ سراسر دھوکا ہے کیونکہ مریض اپنے مرض کی وجہ سے اتنا بے چین ہوتا ہے کہ جب وہ کسی بھی طریقہ علاج والے کے پاس جاتا ہے تو وہ معالج، اس کی توجہ مرض پر سے ہٹا دیتا ہے یا مرض کو دبا دیتا ہے اور مریض کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کو افاقہ ہورہا ہے مگر دراصل وہ اندر سے کھوکھلا ہورہا ہوتا ہے۔

SCHWABE

اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آج ہم میں سے الاماشاء اللہ کوئی بھی اپنے آپ کو مکمل صحت مند نہیں کہہ سکتا ہر ایک کو کوئی نہ کوئی چھوٹی یا بڑی بیماری ضرور لاحق ہے۔ جب کہ علاج مستقل بنیادوں پر جاری ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے اگر اس بات پر غور کیا جائے تو بات بالکل واضح ہوسکتی ہے کہ ہم سب مانتے ہیں کہ اسلام عین دینِ فطرت ہے اور ہم روح کی غذا پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام نے کہا کہ روح کی غذا اللہ کا ذکر و نماز ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام نے گانے اور موسیقی سے منع فرمایا ہے لیکن ہم میں سے اکثر افراد موسیقی کو روح کی غذا گردانتے ہیں، کیوں؟ ہم میں سے اکثر اپنے غموں اور تکالیف کو دور کرنے کے لیے کبھی سگریٹ یا بہت زیادہ غم ہو تو شراب یا ہیروئن یا دوسری نشہ آور اشیا کا سہارا لیتے ہیں جب کہ حقیقتاً غم اور تکالیف کو مستقلاً دور کرنے کے لیے ہمیں بتایا جاچکا ہے کہ اللہ کی طرف راغب ہو اور اس کا سہارا پکڑو۔ ان تمام باتوں کو صحیح طور سے وہی سمجھ سکتا ہے جو حقیقت پسند ہو۔ جو یہ جانتا ہو کہ اس کائنات میں جتنے بھی امور انجام پاتے ہیں وہ صرف ایک قدرتِ واحد کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت ہوتے ہیں۔

اس طرح وہ سمجھ سکتا ہے کہ ان طریقہ ہائے علاج میں وہی طریقہ علاج سب سے بہتر ہوسکتا ہے جو انہی قوانینِ قدرت کا پابند ہو۔ اس لیے اگر ڈاکٹر ہانمن امراض کی حقیقی شفا کے لیے ہومیو پیتھک طریقہ علاج تجویز کرتے ہیں تو وہ حق بجانب ہیں



Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کیونکہ یہ وہ واحد طریقہ علاج ہے جو قوانینِ قدرت کا مرقع ہے اس لیے اس میں کوئی بھی بات مفروضوں پر مشتمل نہیں بلکہ تجربات، مشاہدات اور قوانینِ قدرت کے اصولوں پر مبنی ہے چونکہ اس طریقہ علاج کا نام اور اس کی دریافت تجربات و مشاہدات پر مشتمل ہے اس لیے ان تجربات کی بنیاد پر اسے علاج بالمثل Like Cure By Like ہومیو پیتھی کہا جاتا ہے۔ یعنی جو دوا صحت کی حالت میں جو بیماری پیدا کرتی ہے وہی دوا اس بیماری کی حالت میں شفا دیتی ہے۔ یہ کوئی مفروضہ نہیں بلکہ تجربات اور مشاہدات پر مشتمل وہ ٹھوس نتیجہ ہے جو ڈاکٹر ہانمن نے 1790ء میں پروفیسر کیولن کی میٹریا میڈیکا کا ترجمہ کرتے وقت ایک دوائی سنکونا بارک Sinchona Bark کی علامتوں کی حقیقت جاننے کے بعد خود پر اس کا تجربہ کیا۔ یعنی وہ 21 روز تک 1/2 اونس (O Z) سنکونا بارک کو کھاتے رہے جس نے ان کے صحت مند جسم پر ملیریا کے اثرات مرتب کیے اور ان کے ذہن کو ایک ایسی سوچ عطا کر گئے جو قانون بالمثل کی بنیاد بنا لینے پر بس نہیں ہوا بلکہ انہوں نے اپنی زندگی میں اس قانون کو صحیح ثابت بھی کیا یعنی اپنے اوپر، انہوں نے تقریباً 99 دوائیاں آزمائیں اور آج تقریباً 2 صدیاں گزرنے کے باوجود دوسرے طریقہ علاج کی طرح اس میں آج تک نہ ہی کوئی دوائی فاسد قرار پائی اور نہ ہی وہ قانون جو کہ قدرت کا بنایا ہوا اٹل قانون ہے کوئی اس کو غلط ثابت کر سکا اور نہ ہی کر سکے گا۔

ہومیو پیتھی طریقہ علاج میں دوا کی Proving جانوروں کے بجائے صحت مند انسانوں پر کی جاتی ہے اور دوا کی ان علامتوں کو جو کہ وہ ظاہر کرتی ہیں Record کر لی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ سیکڑوں سال گزر جانے کے باوجود کسی بھی دوا کو مسترد نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ جانوروں کی اناٹومی و فزیالوجی، سائیکولوجی انسانوں سے بہر حال مختلف ہے جب کہ انسان ہمیشہ سے انسان رہا ہے۔ ضمناً یہاں اس بات کا اضافہ مفید ثابت ہوگا کہ اس قانون کو پیش نظر رکھتے ہوئے کئی اور دوائیوں پر تجربات ہوئے جن کی تعداد 99 سے بڑھ کر ہزاروں تک پہنچ چکی ہے اور کوئی بیماری ایسی نہیں جو اس کی دسترس سے باہر ہو۔ ڈاکٹر ہانمن خود فرماتے ہیں کہ ”انسان کے اندر کوئی ایسی بیماری نہیں جو علاج پذیر نہ ہو اور نہ کسی بیماری کے اپنے تغیرات ہیں جو صحیح النظر معالج کی نگاہ میں علامات اور نشانات کی وجہ سے روشن نہ ہو جاتے ہوں۔ یہ وہ انتظام ہے جو علیم و حکیم خدا نے لامحدود ادراک و حکمت سے انسانی زندگی کے لیے مکمل طور پر وضع کیا ہے۔“

آرگنن کا اردو ترجمہ مقالہ 41.1 صفحہ 68

ڈاکٹر صاحب کی یہ بات قرآن اور حدیث کی تشریح و تفسیر کرتی ہے اور ہومیو پیتھک طریقہ علاج کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ”اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری جس کے لیے شفا نہ ہو۔“

اس جگہ آکر لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ اس طریقہ علاج میں (Surgery) جراحی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ڈاکٹر کینٹ کی یہ بات خود اس بات کی دلالت کرے گی کہ ”وہ جسے کوئی زخم آ گیا ہو یا ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا کوئی اور بدنمائی پیدا ہو گئی ہو اسے یقیناً سرجن کی ضرورت ہوگی اگر دانت نکلوانا مقصود ہو تو اسے ڈینٹل سرجن کی احتیاج ہوگی۔ آپ اس شخص کے متعلق کیا خیال کریں گے



جسے سرجن کو بلانے کے لیے بھیجا جائے تاکہ وہ مجروح کی شکستہ ہڈی کی مرہم پٹی کردے اور وہ بڑھئی کو بلا لائے کہ وہ بیمار کے مکان کی شکستہ چھت درست کر جائے۔

معالج کو آدمی یعنی مکین اور اس کے گھر یعنی مکان میں یقیناً امتیاز کرنا چاہیے۔ بیمار کی صحت یا تندرستی اور مکان کی درستگی کے مابین فرق بھی اسے پہچاننا چاہیے۔ چاقو یا کسی تیز اوزار کے گہرے زخم کی درستگی دوا کی خوراک کے ذریعے حاصل کرنے کی سعی کرنا بلاشبہ احمقانہ ہوگی اس لیے کہ چاقو یا دوسرے ایسے اوزار سے جو زخم پہنچتے ہیں وہ دراصل مکان سے متعلق ہوتے ہیں اور اس کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کا تعلق مکین سے نہیں ہوتا یہ زخم اپنی درستی کے لیے جراح یا سرجن کے محتاج ہیں۔ جب معالج سرجن بھی ہو اور معالج بھی تو اسے اس امر کا لحاظ ہونا چاہیے کہ کب اسے بحیثیت سرجن کے اپنے فرض کو انجام دینا ہے۔“

(Ref کینٹ لیکچرر ان ہومیو پیتھک فلاسفی (ترجمہ) صفحہ نمبر 63 باب بیرونی اسباب اور جراحی حالتیں)

ڈاکٹر کینٹ کی اس بات کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ سرجری ایک دوسرا طریقہ علاج ہے اور دوسرا پہلو یہ کہ ایک ڈاکٹر کو حقیقت پسند اور حقیقت شناس ہونا چاہیے۔ یہاں یہ بات کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر حقیقت پسند اور سب سے بڑھ کر حقیقت شناس ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جس طریقہ علاج کی مدد سے بیمار کو شفا کی طرف لوٹا رہا ہے وہ قدرت کے اٹل قوانین کا مجموعہ ہے اور جس طریقہ سے مریض شفا کی طرف جا رہا ہے وہ بھی ایک قانون کے تحت ہے اور جو دوا وہ مریض کو دیتا ہے وہ بھی ایک قانون کے تحت دیتا ہے اور یہ قوانین قدرت کے بنائے ہوئے اٹل قوانین ہیں کیونکہ بقول ڈاکٹر ہانمن کے ”صحیح و ملائم شفا صرف ہومیو پیتھی طریق پر ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے تجربے اور استدلال سے معلوم کیا ہے۔ یہی صحیح طریق ہے جس سے زود اثر یقینی اور مستقل شفا حاصل کی جا سکتی ہے اور یہی قانونِ شفا قدرت کے دائمی اور غیر متغیر قانون کی بنیادوں پر قائم ہے۔

خالص ہومیو پیتھی قانونِ شفا ہی ایک صحیح طریقہ ہے جو انسان کے لیے فنی طور پر ممکن ہے۔ یہی شفا کا سیدھا راستہ ہے ایسا سیدھا جیسا کہ دو نقطوں کے درمیان ایک ہی سیدھا خط ہوتا ہے۔“

(آرگنن کا اردو ترجمہ صفحہ نمبر 91 مقالہ 53)

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر C.M.Boger اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ”اس طریقہ علاج کے نظام میں بے قاعدگی قاعدگی کی طرف اور بیماری شفا کی طرف انتہائی سبک رفتاری سے، آرام سے، آسانی سے اور محفوظ طریقے سے لوٹتی ہے۔“

## طبی مسائل

### ڈپریشن

میری عمر 28 سال ہے، غیر شادی شدہ ہوں، ذہنی کام کرنے کے باوجود مجھے نیند نہیں آتی۔ اپنے آپ کو فٹ رکھنے کے لیے چہل قدمی بھی کرتی ہوں اور اپنے آپ کو خوش رکھنے کی بھی کوشش کرتی ہوں لیکن پھر بھی میرے اوپر ایک مایوسی اور افسردگی کی کیفیت طاری رہتی ہے، ہاں بھوک بھی زیادہ لگتی ہے۔ (ش، ع، کراچی)

جواب: آپ نے جن علامات کا ذکر کیا ہے یہ



Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ڈپریشن کی علامات ہیں۔ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ یہ مسئلہ آپ کو کب سے ہے اور کس واقعہ، حادثہ یا کسی بات کے بعد ایسا ہوا بہر حال آپ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی دوا Ignatia-200 کی ایک خوراک ہفتہ میں ایک بار استعمال کریں 5 قطرے اور ڈاکٹر ولمار شوابے کی ہربل میڈیسن Laikan کی ایک گولی صبح اور شام استعمال کریں تھوڑے پانی کے ساتھ۔ ایک ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

## نیند کی خرابی

مسئلہ: ڈاکٹر صاحب مجھے رات کو نیند نہیں آتی، کروٹیں بدلتی رہتی ہوں، نیند آجائے تو بے چینی رہتی ہے۔ صبح اٹھنے پر طبیعت مضمحل سی ہوتی ہے، ذہن بوجھل رہتا ہے (فاریحہ شفیق ملتان)

جواب: بی بی آپ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی ہربل میڈیسن Valexan کی دو گولیاں رات کو سونے سے آدھا گھنٹے پہلے پانی کے ساتھ لیں۔ 15 دن بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

## یاد نہیں رہتا

مسئلہ: میں انٹر کی طالبہ ہوں، میرے امتحان ہونے والے ہیں، میں ہر وقت پڑھائی کرتی رہتی ہوں لیکن اس کے باوجود میں یہ دیکھتی ہوں کہ مجھے جلد یاد نہیں ہوتا اور بعض اوقات یاد کیا ہوا مجھے وقت پر یاد نہیں آتا اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ (نبیہ احمد کراچی)

جواب: بیٹی آپ اپنے پڑھنے کا وقت ... بنائیں اور کچھ وقت جسمانی ورزش ... فریش اور ایکٹو ہو۔ یاد کر ... کرنے کی پریکٹس کریں یعنی کچھ اور نہ سوچا کریں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی ہربل دوا Cratex کی ایک ایک گولی صبح شام لیا کریں پانی کے ساتھ۔ 15 دن بعد اپنی کیفیت سے آگاہ کریں۔

## بلغم بہت آتا ہے

مسئلہ: اس شکایت سے بہت پریشان ہوں... کہ مجھے بلغم بہت آتا ہے۔ اس وقت میری عمر تقریباً 24 سال ہے، ایکسرے وغیرہ کروائے لیکن اس میں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ (غلام سرور، گوٹھ سلیمان کھٹیان، حیدرآباد)

جواب: کھٹی اور ٹھنڈی چیزوں سے پرہیز کریں اور ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی PTK-31 کی ایک ایک گولی تھوڑے پانی کے ساتھ دن میں تین مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد کیفیت سے آگاہ کریں۔

## کمزوری اور قد

میں کمزور ہوں اور قد بڑھانا چاہتی ہوں اس لیے مجھے کوئی اسم/دوا لکھیں کہ میرا قد تیزی سے بڑھنے لگے اور کمزوری بھی دور ہوجائے۔ (خالدہ، لاہور)

جواب: قد بڑھانے کے لیے ابھی آپ کی عمر ہے۔ سب سے پہلے آپ اپنی غذا پر توجہ دیں اس میں کھٹی اور مسالے دار چیزیں نہ ہوں۔ مشروبات سے بھی پرہیز کریں، دودھ، لسی، تازہ پھلوں کا استعمال کریں۔ صبح یا شام ورزش کا اہتمام کریں یا ... کھیل کھیلیں ... پر کسی قسم کا بوجھ نہ رکھیں۔ ... کے ساتھ ڈاکٹر ولمار شوابے کی PTK-45 کی ... دن میں تین بار پانی سے لیں۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

Dr. Willmar Schwabe , Germany.
Available at All Leading Medical & Homoeopathic Stores